بسم اللہ الرحمن الرحیم

جانب حلال

www.KitaboSunnat.com

تالیف و موضوع
خلیل الرحمن ابابوہ

تقدیم
فضیلۃ الشیخ عبدالرشید ظہیر

اسلامی بینکاری کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لیے
(اقبال)

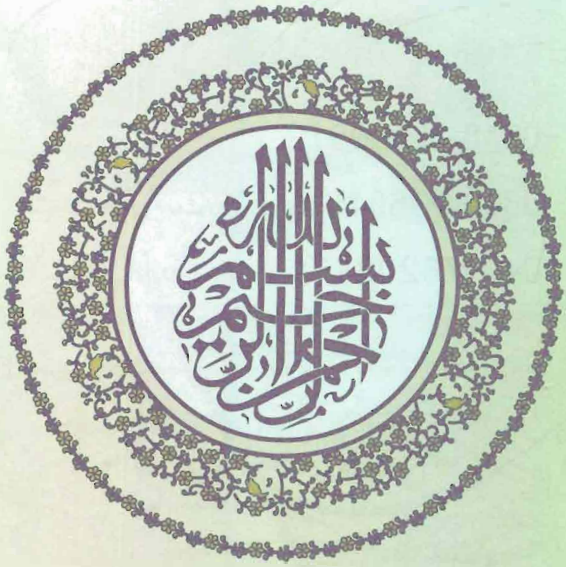

جنابِ جلال

www.KitaboSunnat.com

غیر سودی بینکاری کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب جلال

غیر سودی بینکاری کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

تالیف و تخریج

خلیل الرحمن اجاوید حفظہ اللہ

ابوالانشا قاری

تقدیم

حافظ عبدالرشید ظہیر حفظہ اللہ

پروفیسر ڈاکٹر

صدر مجلس اسلامی السندھ

ناشر

ابن باز اکیڈمی ڈیفنس ویو کراچی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

259.2
ز ل ی - ج

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کتاب : ..... جانبِ حلال

مؤلف : ..... ابو انشاء قاری خلیل الرحمن

پروف ریڈنگ : ..... شیخ محمد فضل الرب

کمپوزنگ : ..... ضیاء الرحمن

اشاعت : ..... اوّل: 2011ء

ضخامت : ..... 576 صفحات

تعداد : 500

قیمت : ..... =/600 روپے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

دو محسنین کے نام اُن میں سے ایک محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی خدمت میں بندہ نے اپنی کتاب "صلوٰۃ النبیؐ کے حسین مناظر" پیش کی تو آپ نے فرمایا!" قاری صاحب، ارکانِ اسلام پر تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن جدید معاشی علوم کا میدان اہل حق کے لئے تا حال تشنہ ہے " آپ کا یہی جملہ پہلا اور بنیادی محرک بنا، ہماری بد قسمتی کہ ہم مزید استفادہ نہ کر سکے، اور وہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؕ)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

دوسرے محسن و مشفق حضرت الامیر محترم جناب پروفیسر سینیٹر ساجد میر صاحب حفظہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) ہیں جن کا گاہے بگاہے کراچی آمد کے موقع پر بوقتِ ملاقات پہلا سوال ہی یہی ہوتا تھا کہ "آپ کا پراجیکٹ کہاں تک پہنچا"؟

درحقیقت آپ کی محبت بھری یہ باز پرس میری سستی اور کاہلی کے خاتمے کے لئے مداوے کا کام کرتی رہی، اللہ کرے آپ کا سایہ جماعت پر تادیر سلامت رہے اور آپ کی قیادت میں جماعت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ (آمین ثم آمین)

دوست، دشمن سب تیرے اے میرؔ قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زبان سے، کوئی قائل دل سے ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجمالی ترتیب

عنوان	صفحہ
1-انتساب	05 - 00
2-تقدیم	29 - 74
3-عرضِ مؤلّف	75 - 80
4- مأخذِ شریعت	81 - 86
5 باب نمبر1 معیشت اور اسلام	87 - 174
6 باب نمبر 2 حرام کی جدید شکلیں	175 - 224
7 باب نمبر3 حرام کی قدیم مگر مروّج شکلیں	225 - 268
8 باب نمبر4 چند حرام اور معیوب پیشے	269 - 318
9 باب نمبر5 اِسلامی بینکاری نظام	319 - 500
10 باب نمبر 6 بیمہ (انشورنس) اور تکافل	501 - 576

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیبِ مضامین

شمار	مضامین	صفحہ
.1	اِنتساب	5
.2	اجمالی ترتیب	6
.3	تقدیم (ڈاکٹر عبدالرشید صاحب اظہر حفظہ اللہ صدر مجلس اِسلامی پاکستان)	29
.4	سودی نظام اور اِسلامی بینک کاری کا علمی جائزہ	29
.5	ہدایتِ ربانی	30
.6	مال کی اہمیت اور اس کی تقسیم	32
.7	اقتصادیات کے چند اصول و قواعد	34
.8	سودی نظام کی تباہ کاریاں	36
.9	سودی نظام کا مطالعہ قرآن کریم کی روشنی میں	37
.10	قرآنی ہدایات کا خلاصہ	44
.11	ربا کے بارے میں نبویؐ ہدایات و تعلیمات	47
.12	حرمتِ سود کے بارے میں وعید اور تشدید	48
.13	قرآن و سنت کی روشنی میں ربا کا مفہوم	51
.14	اِسلامی نظامِ اِقتصاد کی برکتوں کے نمونے	57
.15	قرآن کریم پر ایک اور نظر	59

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.16	اسلامی بینکاری	63
.17	زیرِ مطالعہ کتاب	66
.18	حاصلِ مطالعہ	66
.19	(جب حلال و حرام کا شبہ ہو)	68
.20	عرضِ مؤلف	75
.21	اِظہارِ تشکر	77
.22	اِعترافِ حقیقت	80
.23	مأخذِ شریعت	81
.24	۱۔ قرآن مجید	81
.25	۲۔ حدیث رسول ﷺ :	82
.26	۳۔ اجماع (CONSENSUS):	83
.27	۴۔ قیاس (ANALOGY):	85
.28	علامہ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر	86
	باب نمبر 1 اسلام اور معیشت	
.29	کسبِ حلال فرض ہے	89
.30	رِزقِ حلال اور رضاءِ الٰہی	91
.31	خوفِ خدا حصولِ رِزق کا ذریعہ	93
.32	عبادت اَور کسائشِ رزق	96
.33	کشادگیِ رزق کا فارمولا	97

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.34	رِزق اَور عمر میں اِضافے کا فارمولا	97
.35	اِنفاقِ فی سبیل اللہ سے رِزق کا بڑھنا	98
.36	اِنفاق فی سبیل اللہ سے باغ کی شادابی	99
.37	ہر چیز اصلاً مباح ہے	101
.38	حلال و حرام کا اِختیار صرف اللہ کو ہے	105
.39	حلال، حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے	108
.40	حرام کو حیلے سے حلال کرنا حرام ہے	110
.41	اِنسانی مجبوریوں کا لحاظ	112
.42	مجبوری کا تعیّن	113
.43	سُود کی حرمت اَور وبال	115
.44	سات مہلک چیزوں سے بچو	119
.45	سُود خور خون کی نہر میں	120
.46	بوجہ سُود چار قسم کے لوگوں پر لعنت	121
.47	جنت سے محروم چار شخص	125
.48	اِجتماعی حرام کا وبال	125
.49	اللہ اَور اُسکے رسول ﷺ کا اِعلانِ جنگ	130
.50	سُود مرکب اور مفرد، دونوں حرام ہیں	131
.51	قرآن مجید سے مزید مثالیں	132
.52	یہود پر راہِ حلال کی تنگی	136

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.53	سُود کی معیشت نہیں پنپتی	138
.54	سُود بے برکتی اَور صدقہ باعثِ برکت ہے	139
.55	سُود خوری ماں سے نکاح کے برابر ہے	139
.56	سُود یہود و نصاریٰ کا تباہ کن ہتھیار	141
.57	اَکلِ حرام توکّل کے منافی ہے	142
.58	سُود کی مختلف اَقسام	144
.59	سُود کا لُغوی معنی:-	144
.60	سُود کی جدید تعریف:-	144
.61	شرعی اِصطلاح میں سُود کی دو بڑی اقسام ہیں:	144
.62	سُود کی پہلی قسم ربا النسیئہ	145
.63	لُغوی مفہوم	145
.64	بعض چیزوں کا اُدھار یا مقدار میں فرق جائز ہے	147
.65	ربا القرض	149
.66	سُود کی دوسری قسم رباء الفضل	152
.67	ا۔ رباء الفضل:	152
.68	چھ چیزیں بطورِ ماڈل	154
.69	بیع الصُبرہ	156
.70	زیور کی خرید و فروخت	159
.71	بیع المزابنہ	160

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.72	بیع العرایا	161
.73	بیع عینہ بھی سُود کا ایک ذریعہ ہے	162
.74	ایک اَور مثال:	162
.75	اِدائیگی قرض میں اَز خود زیادہ دینا	163
.76	سُود کے چند مروّج طریقے	164
.77	جب چیز قبضے میں ہو تب بیچو	166
.78	باہمی رضامندی سے سَودا کریں	168
.79	جب حلال و حرام کا شبہ ہو	169
	باب نمبر 2 حرام کی جدید شکلیں	
.80	حرام کی جدید شکلیں	177
.81	گولڈن کی (GOLDEN KEY)	178
.82	گولڈن کی اِسکیم کی شرعی حیثیت	183
.83	ورلڈ ٹریڈنگ نیٹ اِسکیم W.T.N	185
.84	جوائنٹ اِسٹاک کمپنیوں کا تاریخی پسِ منظر	186
.85	اَثاثہ جات (ASSETS) کی اقسام	188
.86	اِسٹاک اَیکسچینج سے کیا مراد ہے؟	189
.87	شیئرز (SHARES) سے کیا مراد ہے؟	190
.88	شیئرز سرٹیفکیٹ اَور بیئرر میں فرق	192
.89	جائز اَور ناجائز شیئرز	192

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.90	شرکت و مضاربت اَور جوائنٹ اِسٹاک کمپنیوں میں فرق	193
.91	مضاربت سے کلی مماثلت نہ رکھنا	195
.92	اِسٹاک میں حاضر اَور غائب سَودے	196
.93	ا۔حاضر سَودا (SPOT SALE):-	197
.94	۲۔غائب سَودا:-	197
.95	I۔سٹہ / جوا (SPECULATION):-	197
.96	II۔پیشگی تحفظ:-	198
.97	حاضر اَور غائب سَودوں کی شرعی حیثیت	199
.98	جوئے کی نئی قسم ''لاٹری''	200
.99	معمہ بازی (پزل گیمز)	200
.100	ریفل ٹکٹ	201
.101	اَنڈر رائٹنگ (UNDER WRITING) کی شرعی حیثیت	202
.102	اِحتکار (ذخیرہ اَندوزی)	203
.103	سٹہ بازی (SPECULATION)	206
.104	محصول چنگیاں	207
.105	کریڈٹ کارڈ (CREDIT CARD)	207
.106	کریڈٹ کی لُغوی تعریف	208
.107	اِصطلاحی تعریف:	208
.108	کریڈٹ کی میعادی صورتیں	209

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.109	ا۔ مختصر المیعاد کریڈٹ:(SHORT TERM CREDIT)	209
.110	۲۔ درمیانی میعاد کریڈٹ:(MED TERM CREDIT)	209
.111	۳۔ طویل المیعاد کریڈٹ:(LONG TERM CREDIT)	209
.112	کریڈٹ کارڈ کی اہمیت	209
.113	کریڈٹ کارڈ کے مفید پہلو	210
.114	کریڈٹ کارڈ کے منفی پہلو	211
.115	کریڈٹ کارڈ کی شرعی حیثیت	212
.116	ڈیپازٹ کارڈ(DEPOSIT CARD)	213
.117	جی پی فنڈ کی شرعی حیثیت	214
.118	پگڑی سسٹم کی شرعی حیثیت	215
.119	بیعانہ کھا جانا یا ڈبل وصول کرنا	217
.120	پرانی اور نئی کرنسی کے مابین قیمت کا فرق رکھنا	218
.121	ریزگاری کی فروخت	220
.122	ا۔سَوَاءً بِسَوَاءٍ- ۲۔ یَداً بِیَدٍ ۳۔ مِثْلاً بِمِثْلٍ	221
.123	مروّجہ کمیٹی(BC) کا شرعی حکم	221
.124	B.C. کی ناجائز شکل	222
.125	بی سی کی جائز صورت میں ناجائز صورتیں	223
.126	سُود کو حلال کرنے کا ایک حیلہ	224

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	باب نمبر 3 حرام کی قدیم مگر مروّج شکلیں	
.127	حرام کی قدیم مگر مروّج شکلیں	227
.128	اُدھار کی بیع اُدھار کے ساتھ	228
.129	اَپنے ٹھیے پر لاؤ تب بیچو	230
.130	غلہ خریدتے اَور بیچتے وقت ماپو	231
.131	نقلی بولی لگانا حرام ہے	232
.132	سودے پر سودا کرنا حرام ہے	233
.133	وہ اشیاء جن کی بیع حرام ہے	235
.134	کتے، بلّی اَور خون کی تجارت حرام ہے	236
.135	قِسطوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت	237
.136	مدّت کے بدلے قیمت بڑھانا	238
.137	سیّد بدیع الدّین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف	239
.138	دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی مثالیں	241
.139	۱۔ نقد تجارت کی مثال:	241
.140	۲۔ اُدھار تجارت کی مثال:	242
.141	مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل	244
.142	۳۔ کم قیمت پر اُدھار کی مثال:	244
.143	سیٹھ نے بنیان بھی اُتار لی	245
.144	۴۔ بغیر قیمت بڑھائے قسطوں کی مثال:	246

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.145	فله اوکسهما اوالرباء کا صحیح مفہوم	249
.146	اشکال نمبر ۱:	249
.147	جواب:	249
.148	اشکال نمبر ۲:	250
.149	جواب:	250
.150	اِضافے کی نسبت قرآن کی طرف	251
.151	عثمانی صاحب کا اِشکال نمبر ۳:	253
.152	جواب:	253
.153	عثمانی صاحب کا اِشکال نمبر ۴:	254
.154	جواب:	254
.155	عثمانی صاحب کا اِشکال نمبر ۵:	255
.156	جواب:	255
.157	عثمانی صاحب کا اشکال نمبر ۶:	257
.158	جواب:	258
.159	چند متفرق اِعتراضات کے متفرق جوابات	259
.160	اِعتراض نمبر ۱: اور اس کا جواب	259
.161	اِعتراض نمبر ۲: اور اس کا جواب	259
.162	اِعتراض نمبر ۳: اور اس کا جواب	260
.163	اِعتراض نمبر ۴: اور اس کا جواب	261

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.164	اِعتراض نمبر5 : اور اس کا جواب	262
.165	اِعتراض نمبر6 : اور اس کا جواب	263
.166	اِعتراض نمبر7 : اور اس کا جواب	263
.167	مہلت دینے سے جو ملا قابلِ رشک ملا	264
.168	فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں	266
.169	گناہوں کا رجسٹر ہی پھاڑ دیا	267
	باب نمبر 4 چند حرام اور معیوب پیشے	
.170	چند حرام اور معیوب پیشے	271
.171	وکالت کا پیشہ	272
.172	گلوکاری کا پیشہ	272
.173	قحبہ گری کا پیشہ	278
.174	جوئے بازی کا پیشہ	279
.175	رقّاصی کا پیشہ	282
.176	پتنگ سازی و پتنگ بازی	282
.177	مجسمہ سازی اور فوٹو گرافی کا پیشہ	285
.178	بیوٹی پارلر کا پیشہ	288
.179	ٹی وی اور فلم سازی کا پیشہ	293
.180	گداگری کا پیشہ	294
.181	ہیئر ڈریسنگ کا پیشہ	297

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

182	دلالی (BROKERY) کا پیشہ	299
183	ناجائز شکلیں:-	299
184	جائز شکل:-	301
185	قوالی کا پیشہ	301
186	لطیفہ	301
187	قوالی سے گمراہ کن عقائد جنم لیتے ہیں	303
188	طوطہ مارکہ پروفیسری اور فال گیری کا پیشہ	304
189	انعامی بانڈز کی شرعی حیثیت	306
190	ویلیو کے اعتبار سے پرائز بانڈز کی اقسام	307
191	پرائز بانڈ کے حق میں پیش کردہ دلائل کا جائزہ	312
192	پرائز بونڈ اور فال گیری	315
193	انعامی پرچیاں	317
194	قسمت کی پڑیا	318
	باب نمبر 5 اسلامی بینکاری نظام	
195	اسلامی بینکاری نظام	321
196	اسلامی بینکوں کی مخالفت کیوں؟	322
197	اسلامی بینکاری لائق تحسین ہے	324
198	اصلاح طلب پہلو	325
199	اسلامی بینکوں کے قیام کی مختصر تاریخ	329

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

200	سعودی علماء کی سپریم کونسل کی توثیق	332
201	اسلامی بینکوں کی نظریاتی اساس	332
202	کیا متبادل لانا علماء کی ذمہ داری نہیں؟	334
203	کیا بینک اور معیشت لازم وملزوم ہیں؟	337
204	کیا اسلامی اور سُودی بینکاری نظام یکساں ہیں؟	339
205	یکسانیت کے اشکال کا جائزہ	339
206	سُودی بینکوں کے ڈیپازٹ کا شرعی حکم	340
207	اسلامی بینکوں کے ڈیپازٹ کا شرعی حکم	341
208	کیا سُود کے بغیر بینکاری ناممکن ہے؟	341
209	کیا سُودی بینکاری کا متبادل پیش کرنا ضروری ہے	365
210	عبادات میں اصل حرمت اور معاملات میں اصل اباحت ہے	368
211	سُود کی حرمت پر اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے	370
212	اسلامی بینکاری پر تنقید کی وجوہات	371
213	یہ تنقیدیں کہاں تک حقیقت کہاں تک فسانہ	377
214	مذکورہ اعتراضات کے جوابات	379
215	اعتراض ا:	379
216	جواب :	379
217	اعتراض نمبر ۲:	380
218	جواب:	380

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

219.	اِعتراض نمبر ۳ :	381
220.	جواب:	381
221.	اِصلاحی جائزہ	384
222.	مذکورہ حدیث عثمانی صاحب کے موقف کی تائید نہیں کرتی	384
223.	اِعتراض نمبر ۴:	385
224.	جواب:	386
225.	۱۹۸۱ء کی اسکیم کا پہلا فرق	386
226.	موجودہ اِسلامی بینکاری کا موازنہ	387
227.	۱۹۸۱ء کی اسکیم کا دوسرا فرق	387
228.	1)اِسلامی بینکاری جرمانہ بنام صدقہ بھی درست نہیں	388
229.	۱۹۸۱ء کی اسکیم کا تیسرا فرق	390
230.	موجودہ اِسلامی بینکاری	390
231.	اِعتراض نمبر ۵:	390
232.	جواب:	390
233.	اِعتراض نمبر ۶:	391
234.	جواب:	391
235.	اِعتراض نمبر ۷:	392
236.	جواب:	392
237.	”مروّجہ مرابحہ میں شرعی خامیاں“	392

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

238.	دوسرا نمونہ:	394
239.	اِعتراض نمبر ۸ :اور اس کا جواب	396
240.	اِعتراض نمبر ۹ : اور اس کا جواب	398
241.	اِعتراض نمبر ۱۱ :اور اس کا جواب	400
242.	اِعتراض نمبر ۱۲ :اور اس کا جواب	400
243.	اِسلامی بینکاری کے سات بنیادی ستون	402
244.	ا۔ مضاربت	403
245.	تعریف:	403
246.	مضاربہ کا شرعی مفہوم	403
247.	مضاربہ میں نفع کی تقسیم کا شرعی تناسب؟	405
248.	مضاربت کی مزید دو شکلیں ہیں	408
249.	مضاربت کی مختصر تاریخ	408
250.	مضاربت کی شرعی حیثیت	409
251.	علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:	410
252.	ابن عباس سے مروی روایت	410
253.	اِمام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اور اِمام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ	411
254.	مضاربت کے جواز کی حکمت	412
255.	فریقین کی نیک نیتی برکت کا باعث بنتی ہے	412
256.	مضاربت کے احکام و شرائط	413

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

257.	مضارب کی مختلف حیثیتیں	417
258.	مشارکہ (MUSHARKAH)	419
259.	لُغوی مفہوم:	419
260.	اِصطلاحی مفہوم:	419
261.	شرکت، مشارکہ اور مضاربہ میں فرق	419
262.	شرکت (PARTNERSHIP)	420
263.	شرکت و مشارکہ میں نفع و نقصان کا تناسب؟	421
264.	مشارکہ و شرکۃ سے متعلق سلف اور خلف کا فرق	422
265.	جزیاتِ شرکت کی مختصر تعریف	423
266.	۱۔ شرکۃ المِلک: (JOINT OWNERSHIP)	423
267.	۲۔ شرکۃ العقد: (JOINT VENTURE)	424
268.	۴۔ شرکت المفاوضہ:	425
269.	۵۔ شرکت العنان	426
270.	مشارکہ کی اِصطلاح	426
271.	شرکت و مشارکہ میں لُغوی فرق	427
272.	مشارکہ میں نفع کی شرح	427
273.	مشارکہ ختم کرنا	430
274.	جاری کاروبار میں بعض کا مشارکہ ختم کرنا	431
275.	کیا مشارکہ اور مضاربہ جمع ہو سکتے ہیں؟	431

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

276	مشارکہ اور مضاربہ میں فرق	432
277	مشارکہ متناقصہ (DIMINISHING MUSHARKAH)	433
278	مشارکہ متناقصہ کا طریقہ کار	433
279	مذکورہ طریقہ کار کے نتائج	434
280	تین عقود پر مشتمل ہونا	436
281	علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے	439
282	عمران اشرف عثمانی صاحب کا اخذ کردہ نتیجہ	439
283	عمران اشرف صاحب کی بحث کا اصلاحی جائزہ	442
284	1۔ مذکورہ نتیجہ ناقابلِ فہم ہے	442
285	بشکل وعدہ شرائط کی شرعی حیثیت	446
286	اسلامی بینک سے خریداری کی جائز شکل	449
287	کیا مشارکہ متناقصہ شرکۃ العنان کی ایک قسم ہے؟	450
288	مرابحہ	452
289	مرابحہ کی اقسام اور ان کا شرعی حکم	454
290	فریقین کے دلائل کا جائزہ	455
291	خرید و فرخت کی چند عمومی شرائط	456
292	بیع مرابحہ کی مخصوص شرائط	458
293	تمویل بذریعہ مرابحہ	459
294	بیع مساومہ (MUSAWAMAH)	461

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

295	مرابحہ اور مساومہ میں فرق	462
296	بیع سلم یا سلف	462
297	تعریف:	462
298	بیع سلم کی شرعی حیثیت	463
299	بیع سلم کے جواز کی حکمت	465
300	کیا بیع سلم سود سے مشابہت رکھتی ہے؟	465
301	بیع سلم کی شرائط	467
302	وہ سود جسے معاشرہ سود نہیں سمجھتا	470
303	بیع سلم میں رہن یا گارنٹی کا حق	471
304	بیع سلم میں مدت اُدھار کا تعیّن	472
305	بیع سلم تجارتی بنیادوں پر	473
306	سلم متوازی PARALLEL SALAM	475
307	تعریف:	475
308	سلم متوازی کی شرعی حیثیت	476
309	کیا سلم متوازی حدیث کے خلاف ہے؟	477
310	اِستصناع (MANUFACTURING CONTRACT)	478
311	تعریف:	478
312	اِستصناع اور سلم میں فرق	478
313	بیع اور اِجارہ میں فرق	479

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

314	اجارہ کی اقسام	481
315	اجارہ تمویلیہ میں موجود خرابیاں	482
316	اسلامی بینکوں کا اجارہ منتھیہ بالتملیک	482
317	صحت اجارہ کی مزید شرائط	484
318	۱۔ اُجرت کا متعین ہونا:	484
319	۲۔ اجارہ پر دی گئی چیز کا مملوکہ ہونا:	484
320	۳۔ اجارہ پر دی گئی چیز کا معلوم ہونا:	485
321	اسلامی بینکوں کے اجارے کا اصلاحی جائزہ	485
322	اجارہ کیا ہے؟	486
323	اجارہ۔ قدم بہ قدم	487
324	آٹو اجارہ	488
325	آٹو اجارہ کی خصوصیات اور خرابیاں	488
326	ملکیت کے تحت لازمی اخراجات	489
327	تاخیر کی صورت میں جرمانہ	489
328	اسلامی بینکوں کا جبری صدقہ	490
329	جبری صدقے کی شرعی حیثیت	491
330	ڈیپازیٹر اور بینک اسلامی کا باہمی تعلق	494
331	کرنٹ اکاؤنٹ میں ڈیپازیٹر کا تعلق	494
332	حضرت زبیر بن عوام کا طرز عمل	495

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

.333	دورِ فاروقی کا واقعہ	497
.334	اس واقعہ سے تین باتیں سامنے آتی ہیں:	499
	باب نمبر 6 بیمہ اور تکافل	
.335	بیمہ کا تاریخی پس منظر	503
.336	بیمہ اور اس کی شرعی حیثیت	503
.337	اِنشورنس میں بنیادی دو فریق ہوتے ہیں:	504
.338	شرائطِ بیمہ	504
.339	اسٹیٹ لائف بروکروں کے بیان کردہ فوائد	505
.340	اِنشورنس کی بعض قباحتیں	506
.341	بیمہ کمپنیاں اور بیت المال کا موازنہ	510
.342	تکافل	512
.343	اِسلام کا نظامِ تکافل	513
.344	اِسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ	514
.345	قرآنِ مجید اور کفالتِ عامہ	515
.346	حدیثِ نبوی ﷺ اور کفالتِ عامہ	516
.347	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کفالتِ عامہ	517
.348	عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور کفالتِ عامہ	521
.349	زوجین کا باہمی تکافل اور اِسلام	522
.350	ضعفاء اور اِسلام	524

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

351	اکل باطل کی توضیح	525
352	علامہ ابو بکر الجصاص رحمہ اللہ کی رائے:	526
353	تکافل کا اساسی نظریہ	527
354	میثاق مدینہ اور تکافل	528
355	کیا تکافل توکل کے منافی ہے؟	529
356	تکافل کا تعمیری ڈھانچہ	531
357	[illegible]	532
358	وقف شخص قانونی (JURISTIC PERSON) ہے:	533
359	اصلاحی جائزہ	535
[illegible]	شرع سے متعلق مزید اشکالات	536
361	اصلاحی جائزہ	538
362	شارع کے اپنے ریمارکس	538
363	ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ کے ریمارکس	540
364	علامہ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ کے ریمارکس	540
365	وقف سے متعلق سوالات وجوابات	541
366	قانونی حق کی دو صورتیں	543
367	اصلاحی جائزہ	545
368	تکافل کمپنی کی عملی اقسام	547
369	فیملی تکافل پلان	548

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

370	پالیسی ہولڈر کی تین حالتیں:	549
371	تکافل کلیم کی تفصیل	549
372	پہلی صورت:	549
373	دوسری صورت:	550
374	تیسری صورت:	550
375	مذکورہ ماڈل کی ایک ترمیم	551
376	جنرل تکافل	552
377	اِسلامی تکافل کا وجود کیسے عمل میں آیا	552
378	اِصلاحی جائزہ	556
379	تکافل اور اِنشورنس میں بنیادی فرق	556
380	اِصلاحی جائزہ	557
381	ہبہ اور وقف میں فرق	557
382	اَوقاف:	558
383	وقف اہلی:	558
384	وقف خیری:	558
385	حضرت عمر کی مثال	559
386	مذکورہ حدیث سے ماخوذ فوائد	560
387	وقف میں اصل کا برقرار رہنا	560
388	نقود کا وقف	561

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

389	ایک اِشکال اور اُسکا جواب	563
390	ڈوبتے کو تنکے کا سہارا	564
391	ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا اِظہارِ بے بسی	565
392	اِصلاحی جائزہ	566
393	مولانا تقی عثمانی صاحب کے والدِ گرامی کی گواہی	567
394	علامہ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر	568
395	مزید اِصلاحات کی ضرورت	570
396	تکافل کی جائز شکل	571
397	مؤلف کی تالیفات کا تعارف	574
398	اہم یاداشت	576

الحمد للہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

(محقّقُ العصر علّامہ ڈاکٹر حافظ عبدُالرّشید صاحب اظہر حفظہ اللہ)

(اسلام آباد): صدر مجلس اسلامی پاکستان

سودی نظام اور اسلامی بینک کاری کا علمی جائزہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ .....

أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے جو دین نازل فرمایا وہ اسلام ہے، اور اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی اور ضابطۂ حیات ہے، قرآن کریم جس کی تلاوت کو اللہ نے عبادت قرار دیا اور اس کے اتباع کا حکم دیا، اور اس کے احکام پر عمل کو ہم پر فرض اور لازم کیا، اس میں تقریباً پانچ سو کے قریب آیاتِ احکام ہیں، جن میں اصولِ تشریع اور قواعد کلیہ بیان ہوئے۔ عقیدے، اخلاق اور اعمال کے بارے میں تفصیلات ذکر ہوئیں۔ اہلِ علم و تحقیق نے ان آیات کی الگ اور مستقل تفسیریں بھی لکھیں، جنہیں "تفسیر آیات الأحکام" کا نام دیا گیا۔

ان آیات میں عبادات کے احکام ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملات کا بیان ہے۔

اور معاملات کی پھر متعدد قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

اور انہی اقسام میں سے ایک اقتصادی نظام بھی ہے، جو شریعت اسلامیہ کا لازمی حصہ ہے۔

نظامِ اقتصاد کو اہلِ علم نے پھر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ہدایتِ ربانی

أ- ایسے اقتصادی اور مالی امور و معاملات جن پر اس نظام کا نظم و نسق قائم ہے۔ کسب و اکتساب کے اصول، کیا کمانا، کیسے کمانا اور کن اصول و ضوابط کو ملحوظ رکھ کر کمانا ہے۔ ایسے ہی خرچ کرنے کے اصول و قواعد اور طریقے، یعنی انسان مال کمانے اور خرچ کرنے میں ہدایاتِ ربانی کا پابند ہے۔ اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس بارے میں بہترین اور جامع راہنمائی فرمائی ہے۔ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا﴾[1]

"اور وہ لوگ (عباد الرحمان) جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول اڑاتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ اس کے درمیان رہتے ہیں۔"

حضرت شعیب علیہ السلام پر ان کی قوم نے اسی ربانی ہدایت اور جامع نظام کی وجہ سے اعتراض کیا تھا جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔ فرمایا:

{قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ}[2]

"انہوں نے کہا! اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہمارے

1۔ سورۃ الفرقان : ۶۷

2۔ سورہ ھود:۸۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے ہیں ہم انہیں چھوڑ دیں، یا اپنے مالوں میں اپنی منشا کا جو تصرف کرتے ہیں وہ بھی چھوڑ دیں۔"

احکام الٰہی کی اس قسم کے متعلق قرآن کریم میں تقریباً دس آیات ہیں۔

(ب): مالی امور و معاملات کے بارے میں معاشرتی احکام، جن کا تعلق باہم لین دین اور افرادِ معاشرہ کے درمیان آپس میں دولت کی گردش کے اصول و قواعد کے ساتھ ہے، جس میں بیع و تجارت، شراکت، اجارہ، رہن، کفالت، قرض اور مرابحہ وغیرہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ فرمایا:

{وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ}[1]

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، اور اس کو (رشوت بنا کر) حاکموں کے پاس نہ پہنچاؤ، تاکہ اس طرح لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور تم علم بھی رکھتے ہو۔" نیز فرمایا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ}[2]

"اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر صرف اس صورت میں کہ باہم رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو۔"

اس موضوع کی تفصیلات تقریباً ستر آیات میں بیان ہوئی ہیں۔

الغرض شریعتِ اسلامیہ نے مالی امور سمیت ہر شعبۂ زندگی کیلئے جامع احکام دیئے ہیں، جنکی تفصیلات کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ میں وضاحت سے بیان کر دی گئی ہیں۔

1۔ سورة البقرة: ١٨٨

2۔ سورة النسآء : ٢٩

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مال کی اہمیت اور اس کی تقسیم

مالی امور و معاملات پر انسان کی زندگی اور ان کے پر امن بقائے باہمی کا بڑا انحصار ہے، اللہ تعالیٰ نے مال کو "قیام" یعنی زندگی کا سہارا اور اسے بہتر طریقے سے گذارنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:

{وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا}[1]

"بے عقل لوگوں کو ان کا مال، جسے اللہ نے تم لوگوں کیلئے سبب معیشت بنایا ہے نہ دو۔"

مال کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کا ذمہ خود لیا، اور انسانوں کے درمیان "معیشت" خود تقسیم کی اور لوگوں کی اس پر عارضی ملکیت کا تعین بھی خود کیا ، اور ایک خاص مقصد اور فائدے کیلئے اس میں اختلاف و تفاوت قائم رکھا، ہر شخص کو اس کے مزاج اور ضرورت کے مطابق عطا کر کے معاشرے کی تشکیل اور اس کے مالی نظام کا اہتمام کیا، اس طرح انسانوں کو باہم ایک دوسرے کی خدمت پر لگا دیا۔ فرمایا:

{أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ}[2]

"کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں، ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا ہے اور ان کے ایک دوسرے پر درجے بلند کر دیئے، تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں، اور جو کچھ یہ لوگ جمع کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت اس سے کہیں

1۔ سورۃ النسآء: ۵

2۔ سورۃ الزخرف: ۳۲

کتاب سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بہتر ہے۔"

اللہ نے اپنے فضلِ خاص سے انسان کو حقِ ملکیت عطا کیا اور اس میں تصرف کا اختیار دیا، اسے ناجائز استعمال کرنے اور اور بے جا ضائع کرنے سے منع کیا۔ فرمایا:

{وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ}[1]

"اور اگر توبہ کر لو گے، تو تمہارے اصل اموال تمہارے لیئے ہیں، نہ ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

{وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ}[2]

"اور کھاؤ اور پیو اور بے جا ضائع نہ کرو، بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

انسان کا جب رشتۂ حیات منقطع ہوتا ہے، تو اس کی یہ اللہ کی طرف سے عطا کی ہوئی عارضی ملکیت بھی عارضی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس مال کی از سر نو "تقسیم وراثت" کے ذریعے نئی ملکیت کا تعین فرما دیتے ہیں، اور اس تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدیں قرار دیکر اس کی اہمیت بیان فرمائی، اور ان حدوں کو توڑ کر غلط تقسیم کرنے اور کمزوروں کو طاقت کے بل بوتے پر دبانے کی مذمت کی اور اس پر اپنے عذاب کی سخت وعید سنائی۔ فرمایا:

{تِلْكَ حُدُودُ اللهِ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ · وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ}[3]

"یہ (وراثت کے احکام) اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں

1۔ سورة البقرة: ۲۷۹

2۔ سورة الاعراف: ۳۱

3۔ سورة النسآء : ۱۳۔۱۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برداری کرے گا، اللہ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے گا، اس کو اللہ آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہو گا۔"

سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں بھی مالی امور و معاملات کے اصول و قواعد کے سلسلے میں بڑا مواد موجود ہے۔ متعدد نصوص براہ راست اصول متعین کرتی ہیں اور فقہاء و مجتہدین نے نصوص سے استنباط کر کے بھی بڑا معقول مواد معاشرے کی راہنمائی کیلئے فراہم کیا ہے۔

اقتصادیات کے چند اصول و قواعد

یہی اصول اور قواعد عامہ اقتصادی مسائل کیلئے اساس و بنیاد ہیں، اور احکام کی ترتیب اور مالی معاملات کی تفہیم کیلئے سہولت فراہم کرتے ہیں۔ نئے پیش آنے والے امور کا انہی کی روشنی میں کتاب و سنت کے مطابق جائزہ لیا جاتا ہے اور جائز اور ناجائز کا تعین کیا جاتا ہے۔ باقی شریعت کی طرح یہ نصوص کتاب و سنت اور ان کی تفہیم و تسہیل کیلئے مرتب کردہ یہ اصول و قواعد اُمّت کی راہنمائی کیلئے ابدی و دائمی حیثیت کے حامل ہیں، معاشرے کے تمام معاشی مسائل کا حل ان میں موجود ہے۔ مثلاً:

(اِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ)[1] "تجارت دو طرفہ رضامندی سے ہے۔"

(وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ

1۔ سنن ابن ماجہ، بابُ بیع الخیار، حدیث: ٢١٧٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حَرَامًا)[1]

"مسلمان اپنی طے شدہ شرطوں کے پابند ہیں ماسوا ایسی شرط کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے۔"

(لَا ضَمَانَ عَلَى مُؤْتَمَنٍ)[2] "جس کے پاس امانت رکھی جائے (ضائع ہونے کی صورت میں) وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔"

(لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)[3] "وارث کیلئے وصیت نہیں ہے۔"

(لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ)[4]

"مسلمان آدمی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔"

(نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ)[5]

"نبی ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔" وغیرہ وغیرہ۔

اطاعت و فرماں برداری کے اعتبار سے سنتِ نبویہ میں وارد اصول واحکام کی بھی وہی حیثیت ہے جو کتاب اللہ میں وارد اصول واحکام کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

{وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا}[6]

"رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز رہو۔"

1۔ سنن الترمذی ،بابُ مَا ذُكِرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّلْحِ بَيْنَ النَّاسِ، رقم الحدیث:۱۲۷۲

2۔ سنن الدار قطنی ، حدیث: ۳۰۰۱

3۔ سنن ابن ماجہ ، باب لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ ،حدیث: ۲۷۰۵

4۔ مسند أحمد ، حدیث: ۱۹۷۷۴

5۔ صحیح مسلم ،باب بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ ، حدیث:۲۷۸۳

6۔ سورۃ الحشر: ۷

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کے علاوہ جو احکام نبی علیہ السلام دیتے تھے، وہ نبی اکرم ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی تھی یا بعض اہلِ علم کے خیال کے مطابق ان میں سے کچھ آپ ﷺ کے اجتہادات تھے، جنہیں بعد میں وحی کے ذریعے برقرار رکھا گیا، جو قرآن کی تفسیر و تاکید کے علاوہ مستقل بالذات احکام بھی ہیں۔ ہر صورت میں وہ شریعت کا جزوِ لازم ہیں جنہیں نظر انداز کرنے کی شرعاً قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سودی نظام کی تباہ کاریاں

سودی نظام زمانۂ جاہلیت سے آج تک ماہرینِ اقتصادیات اور معاشرے کیلئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ سود خوروں بالخصوص یہودی اور ان کے ہمنوا ماہرین نے اس کی اشکال تبدیل کر کے اور مختلف نام رکھ کر اسے خوش نما اور قابلِ قبول بنانے کی ہمیشہ کوششیں کی ہیں جو آج بھی جاری ہیں۔

باوجود اس کے کہ قرض در قرض اور سود در سود کے اس لامتناہی سلسلے نے معاشرے میں بے سکونی، بے چینی، باہم بغض وعداوت کو جنم دیا ہے۔ بالخصوص مغربی ممالک کی طرف سے دیئے گئے سودی قرضوں نے مشرقی اور اسلامی ممالک کی معیشت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے، حتیٰ کہ آج وہ اپنی بقاء کیلئے فکر مند ہیں، مگر پھر بھی اس بدترین نظام کی تائید و حمایت کا سلسلہ جاری ہے۔

سودی نظام کی انہی تباہ کاریوں کی وجہ سے تمام آسمانی شریعتوں میں اسے حرام قرار دیا گیا اور عصر جدید میں اشتراکی نظام اور سوشلزم کے علمبرداروں نے بھی اس کے نقصانات کے پیش نظر اس کی تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

یہ ایسا بدترین اور انسان دشمن نظام ہے جس سے فائدہ اٹھا کر چند افراد نے پوری دنیا کی اقوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے، اور پس ماندہ اور مقروض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ممالک میں قتل وغارت گری اور تذلیل وتحقیر کا سلسلہ جاری ہے، مگر وہ مجبور ہیں اور آواز بلند کرنے کی سکت بھی نہیں رکھتے اور ذلت واہانت سے نکلنے کی راہ کہیں دور دور تک نظر نہیں آتی۔ فَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه۔

اگر ہم نصوصِ کتاب وسنت اور احکامِ شریعت پر ایک نظر اور ڈالیں، اور توجہ سے انکا مطالعہ کریں تو ہمیں اس بدترین نظام کی ہلاکت خیزیاں سمجھنے میں دقت پیش نہیں آئیگی، اور ہم علی وجہ البصیرت ادراک کرسکتے ہیں کہ اسے حرام ٹھہرانے میں کس قدر حکمت ومصلحت ہے اور اسے حرام قرار دینے میں معاشرے کا کس قدر بھلا ہے اور اس کا متبادل نظامِ بیع وتجارت اپنے اندر کتنی خیرات وبرکات سمیٹے ہوئے ہے اور انسانوں میں باہم معروف واحسان اور محبت والفت اور قربت کے جذبات کا باعث بنتا ہے۔ دوسری طرف صالح انقلاب اور ثقافتی ترقی اور معاشرتی تعمیر میں کس قدر بہترین کردار ادا کرتا ہے، حرمتِ سود کے احکام پر مشتمل آیات، قرآنِ کریم میں چار مقامات میں آئی ہیں۔

سودی نظام کا مطالعہ قرآن کریم کی روشنی میں

ایک مقام سورۃ الروم میں ہے، یہ سورت مکی ہے، اور باقی تین مقامات سورۃ النسآء، سورۃ آل عمران اور سورۃ البقرۃ میں ہیں، اور یہ تینوں سورتیں مدنی ہیں۔

سورۃ الروم میں انسانوں کے باہم مالی تعاون وتعامل کے دو طریقے ذکر کئے اور ایک خوبصورت اور جامع وکامل تقابل پیش فرمایا۔

۱۔ ایک سودی لین دین اور ربوی تعامل۔ جو بظاہر اصحاب الأموال کیلئے مفید اور مال میں بلا مشقت ومحنت بڑھوتی اور اضافہ کا ذریعہ نظر آتا ہے۔

مگر حقیقتاً اور فی الواقع وہ مال کی ہلاکت وبربادی اور دنیا وعقبیٰ کے خسارے کا باعث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ، حرام اور اس کے غیض وغضب کا موجب ہے۔

۲۔ دوسرا صدقہ وزکوۃ کے ذریعے گردش دولت کا ذریعہ ہے۔ جس کا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا اور اس کے بندوں پر احسان کرنا اوران کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا ہوتا ہے۔

یہ حقیقتاً صاحب مال کے مال میں اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے، اور اس میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے اور اس اضافہ کی ضمانت بھی خود اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کے معجزانہ کلام، قرآن کریم کا معجزانہ بیان ہے جس پر یقین کیلئے اخلاص وایمان اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور توکل کی ضرورت ہے۔ مادی نقطۂ نظر سے یہ بات ناقابل یقین نظر آتی ہے کہ جو مال اضافے کے ساتھ واپسی کی شرط پر دیا جائے وہ ہلاکت وبربادی کا ذریعہ ہو اور جو ناقابل واپسی بلا معاوضہ دیا جائے وہ رأس المال میں اضافہ کا سبب بنے۔ ارشاد فرمایا:

{وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ}[1]

"اور تم جو سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اس سے بڑھوتی ہو، تو اللہ کے ہاں اس میں اضافہ نہیں ہوتا اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ کی خوشنودی طلب کرتے ہو، سو یہ لوگ صرف یہی اپنے مالوں کو بڑھا کر کئی گنا کرنے والے ہیں۔"

اسی مفہوم اور معجزانہ خبر کا سورۃ البقرۃ میں بھی ضمناً ذکر ہوا ہے۔ فرمایا:

{يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[2] "اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔"

1۔ سورۃ الروم: ۳۹

2۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۶

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الروم میں مذکورہ بالا آیات سے قبل تمہید باندھی اور بتایا کہ دنیا میں مالی تفاوت اور فقیر وامیر کا فرق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رزق میں تنگی اور فراخی کا انتظام اس نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے، جس سے اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے، کسی کے صبر ورضا کی اور کسی کے توکل اور انفاق کی، اور یہ تفاوت واختلاف اہل ایمان کیلئے اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، ان نشانیوں کو سمجھ کر ان سے نقصان کی بجائے فائدہ اٹھانا چاہیے، اور اس سے طبقاتی کشمکش نہیں پیدا ہونی چاہیے بلکہ نیکی اور احسان کے ساتھ تعاون کی راہیں کھلنی چاہیے اور باہم اخوت ومحبت پیدا ہونی چاہیے۔ اس کا راستہ سودی نظام نہیں ہے بلکہ اہل قرابت کو ان کے حقوق ادا کر کے اور فقراء ومساکین اور مسافروں پر احسان کر کے اور بلا معاوضہ خرچ کر کے تعاون اور تعلق کی راہیں ہموار کی جاسکتی ہیں۔ فرمایا:

{أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ·فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ}[1]

"کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ ہی جس کیلئے چاہتا ہے روزی میں فراوانی دیتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں اس قوم کیلئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں، سو قرابت داروں کو ان کا حق دیا کرو اور اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے حق میں بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں، اور یہ لوگ صرف یہی فلاح پانے والے ہیں۔"

1۔ سورۃ الروم: ۳۷۔۳۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس مقام پر سود کے نقصانات اور صدقہ وزکوٰۃ کے فائدے ذکر کر دیئے، ترھیب وترغیب کا اسلوب اختیار فرمایا اور واضح الفاظ میں سود کی حرمت کا ذکر نہیں کیا۔

اور باقی تین مقامات یعنی سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران اور سورۃ النسآء جو مدنی ہیں ان میں دوٹوک الفاظ میں سود کی ہر شکل کو حرام قرار دیا اور اس کے لین دین پر سخت وعید اور عذاب کا ذکر کیا، اور اس نظام پر عمل کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ سے تعبیر کیا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

سورۃ النسآء میں یہودیوں کا احوال ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان پر ان کی شریعت میں سود حرام کیا گیا تھا مگر وہ حسب عادت وہی کام کرتے تھے جس سے ان کو منع کیا جاتا تھا، تو انہوں نے سودی کاروبار کو روا رکھا تو اپنے کیئے کی سزا پائی۔ فرمایا:

{فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللهِ كَثِيرًا وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا}[1]

"تو جو لوگ یہودی ہوئے ان کی طرف سے ظلم کے سبب سے ہم نے ان پر بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کیلئے حلال کی گئی تھیں ان پر حرام کر دیں، اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے، اور ان کے سود لینے کی وجہ سے بھی حالانکہ ان کو اس سے روکا گیا تھا اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے کی وجہ سے بھی، اور ان میں سے کافروں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں بھی سودی لین دین ایک پختہ نظام اور اس پر عمل ان کی عادت بن چکا تھا، اس لئے یہودیوں کے بارے میں عذاب اور وعید کا ذکر کرنے کے

---

[1] سورۃ النسآء: ۱۶۰، ۱۶۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعد دوسرے مقام پر سورۃ آل عمران میں شریعت اسلامیہ کا موقف واضح اور دوٹوک الفاظ میں ذکر فرمایا اور سود کی حرمت کا اعلان فرمایا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ · وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ · وَأَطِيعُوا اللهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ}[1]

"اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ، اور آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔"

اس ترغیب وترھیب اور تمہیدی بیان اور شرعی حکم کے بعد سورۃ البقرۃ میں سود خوروں کے دنیوی واخروی انجام، ان کی حالت اور اس کے بھیانک نتائج کا ذکر فرمایا، اور اس نظام کے علمبرداروں کے دلائل کا جواب دیا۔ فرمایا:

{ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ · يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ · إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

---

1 · سورہ آل عمران: ۱۳۰۔۱۳۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَحْزَنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[1]

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان نے چھو کر بدحواس بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی سود کی طرح ہی ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، تو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ رک گیا تو جو پہلے گذر چکا وہ اس کیلئے ہے، اور اس کا فیصلہ اللہ کے پاس ہے، اور جو دوبارہ (سود کی طرف) لوٹے گا تو وہ لوگ جہنمی ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہونگے۔ اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے، اور اللہ ہر سخت ناشکر گزار، گنہگار کو ناپسند کرتا ہے۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے صالح عمل کئے اور نماز قائم کی، اور زکوۃ ادا کی، ان کا اجر ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵۔۲۸۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنگ سن لو اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے اصل مال تمہارے لیئے ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اور کوئی شخص تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینا ہے، اور صدقہ کر دینا تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ اور اس دن سے ڈر جاؤ جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہے پورا دیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

قرآن حکیم کے اس واضح اور تفصیلی بیان کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ سود کی ہر نوع اور ہر شکل مکمل طور پر حرام ہے۔ وہ ذاتی ضروریات کیلئے ہو، یا کاروباری ضروریات کیلئے، کم ہو یا زیادہ، عصر جدید کا سود ہو یا زمانۂ جاہلیت کا کئی گنا، جاہلیت کے کئی گنا سود کا واقعاتی حوالے سے ذکر ہوا ہے ورنہ اس کی ہر شکل حرام ہے۔ ویسے بھی عدم ادائیگی کی صورت میں سود در سود خود بخود کئی گنا ہو جاتا ہے جیسے وطن عزیز کے بیرونی سودی قرضوں کی مثال سامنے ہے۔

ان آیات میں مذکورہ احکام کی مزید وضاحت اور تاکید کیلئے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کافی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ)[1]

"اور جاہلیت کے زمانہ کا سود چھوڑ دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں جو اپنا سود چھوڑتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، وہ سارا چھوڑ دیا گیا۔"

1- صحیح مسلم، باب حجۃ النبیؐ، حدیث: ۲۱۳۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآنی ہدایات کا خلاصہ

مذکورہ آیات میں قرآن کریم نے نظام معیشت کے بارے میں جو علمی و فکری اور عملی راہنمائی کی ہے، اسے درج ذیل چند نکات میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ قرآن کی عطا کردہ عمومی ہدایت اور فکر ہے۔

۱۔ اقتصادی نظام اور معاشی معاملات میں بھی دیگر نظام زندگی کی طرح ظلم و جور و ستم اور سنگ دلی کا عنصر معاشرے میں نہیں ہونا چاہیے۔

{لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ}[1]

۲۔ بغیر محنت حصول مال کی کوشش ناپسندیدہ ہے، انسان کو وہی ملنا چاہیے جس کیلئے اس نے محنت کی ہے۔ مزید کی خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرے، اپنے بھائی کا مال بٹورنے کی کوشش نہ کرے۔

{لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا}[2]

۳۔ مالی امور اور معاملات میں احکام شریعت کی پابندی کے ساتھ باہمی رضامندی بھی ہونی چاہیے، کسی کی مجبوری سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش ناپسندیدہ ہے۔ {إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ}[3]

۴۔ "ربا" کی حرمت کی اصل علت "زیادتی" ہے۔ اسی لئے اسے ربا سے تعبیر کیا گیا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اسے "فضل" بھی کہا جاتا ہے۔

{لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً}[4]

---

1 سورۃ البقرۃ: ۲۷۹
2 سورۃ النساء: ۳۲
3 سورۃ النساء: ۲۹
4 سورۃ آل عمران: ۱۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اسلام نے مالی امور میں فرد اور معاشرے دونوں کے مفادات و مصالح کا تحفظ کیا ہے، البتہ اجتماعی مفاد اور ترقی کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ ارتکاز زر میں کسی کا مفاد نہیں ہے صرف اصحاب الأموال کیلئے بے مقصد تسکین کا سامان ہے، اس لیئے مفید گردشِ دولت کو اہمیت دی گئی ہے۔

{كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ}[1]

۶۔ گردشِ دولت کا سب سے بہترین طریقہ قرضِ حسنہ اور صدقات وزکوۃ ہیں، اسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے اور بڑھاتے ہیں۔ اور سب سے بدترین طریقہ سودی نظام ہے جسے اللہ ناپسند کرتے اور مٹاتے ہیں۔

{يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[2]

۷۔ سود حقیقتاً ارتکاز زر کا طریقہ ہے بظاہر خواہ اس میں گردشِ دولت ہی نظر آتی ہو، اسے ماہرین اقتصادیات بھی معیشت کیلئے گھن ہی قرار دیتے ہیں۔

۸۔ اسلام کے نظامِ معیشت کا امتیاز یہ ہے کہ اس کی بنیادیں، احسان، عفو ودرگزر اور معروف پر رکھی گئی ہیں، جس سے معاشرے میں محبت والفت کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے بغض وعداوت کے احساسات پیدا ہوتے ہیں اور معاشرہ بے سکونی کا شکار ہو جاتا ہے۔

{وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ}[3]

۹۔ مقروض تنگ دست اور نادار ہو تو اسے سارا قرض یا کچھ حصہ معاف کر دینے یا کم از کم مہلت دینے کا حکم ہے، اور یہ سب کچھ لوجہ اللہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ اسے دی گئی مہلت کے عوض قرض میں اضافہ کر کے مزید زیر بار کر دیا جائے، یہ

1۔ سورۃ الحشر : ۷

2۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۶

3۔ سورۃ القصص : ۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اضافہ بدترین سود اور خود غرضی ہے، جس پر اللہ کی سخت ترین ناراضگی کی وعید ہے۔ {وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ}[1]

۱۰۔ مدت تک سود خوری میں ملوث ہونے کے باوجود توبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے اور سود خور کے راس المال کی ملکیت بھی قائم رہتی ہے، توبہ کرنے پر شریعت اسے تہی دست نہیں کر دیتی۔ {وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ}[2]

۱۱۔ سود کی لعنت کا علم ہونے اور اس پر اللہ کی طرف سے وعید شدید کا پتہ چل جانے کے باوجود اسے نہ چھوڑنا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کا چیلنج قبول کرنے کے مترادف ہے۔ {فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ}[3]

۱۲۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ باقی نظامِ زندگی کی طرح مالی امور میں بھی اخروی جواب دہی کا احساس ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔ دنیا کو عقبیٰ سے الگ کر کے کبھی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا۔

{وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ}[4]

مزید غور کرنے سے اس وحیِ الٰہی میں اور بہت سی ہدایاتِ ربانی مل سکتی ہیں جن کی روشنی میں انسان اپنی دنیا و عقبیٰ کی اصلاح کی فکر کر سکتا ہے۔

{وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ}[5]

"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہ ہو گا۔"

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۸۰
2۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۹
3۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۹
4۔ سورۃ المزمل: ۲۰
5۔ سورۃ البقرۃ: ۲۸۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ربا کے بارے میں نبوی ہدایات وتعلیمات

کتاب اللہ کی یہ آیات جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، سود کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر واضح کرتی ہیں۔ اس پر مستزاد سنت نبویہ کی وہ نصوص اور نبی ﷺ کی وہ تشریحات ہیں، جو مسئلہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں اور زمانۂ جاہلیت سے جاری اس بدترین سودی نظام کی بیخ کنی کیلئے بہترین علمی وفکری مواد فراہم کرتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے انہی فرامین اور آپ ﷺ کے عملی رویئے کا ہی نتیجہ تھا کہ عہد نبوی اور عصر خلافت میں مسلمان سود کی بو سے بھی شدید نفرت کرنے لگ گئے تھے۔ اسی کی برکت تھی کہ مسلمان معاشرے کا مالی نظام اس قدر مستحکم ہو گیا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں یہ اعلان فرمادیا تھا کہ:

(مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا)[1]

"مرنے والا جو ترکہ چھوڑے گا وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے، اور جو شخص قرض چھوڑ کر مرے وہ ہمارے ذمہ ہے۔"

اور پھر اسلامی سلطنت میں یہ منظر بھی چشم فلک نے دیکھا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے مال لیکر پھرتے ہیں اور کوئی صدقہ وصول کرنے والا نہیں ملتا۔

مسلم معاشرے میں جب تک یہودی اثر ونفوذ دوبارہ نہیں آیا اس وقت تک مسلمان سود سے ناآشنا رہے اور ان پر اللہ کی طرف سے رحمت کی برکھا برستی رہی۔ یہودی جب دوبارہ بالواسطہ اسلامی دنیا میں گھسے، مسلمانوں کے عقائد پر حملہ کیا، اخلاق میں زوال کا سبب بنے اور ان کے مالی نظام پر قبضہ کیا، اور سود کو پھر سے مسلمانوں میں رواج دیدیا، تب سے مسلم معاشرے روبزوال ہیں، اور ان کا مالی نظام متزلزل ہے۔ خصوصاً

1- صحيح البخاري ، باب ميراث الأسير ، حديث:٦٢٦٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پسماندہ ممالک مالی غلامی کے شکنجے میں کسے ہوئے آزادی کیلئے سسکیاں بھر رہے ہیں ،اور نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آرہی۔ آج پھر یہودی، بابلی اور یونانی سودی نظام کو اسلامی بینکاری کے نام سے خوشنما کرکے پیش کیا جارہا ہے اور سادہ لوح مسلمان اس دامِ ہم رنگِ زمین کا تیزی سے شکار ہورہے ہیں۔ اور بدقسمتی سے انہیں مسلم معاشرے میں کچھ زمین ہموار کرنے والے ہمنوا اہلِ علم کی تائید وحمایت بھی حاصل ہوگئی ہے۔ فلاحول ولا قوۃ إلا باللہ۔

تو اس مسئلہ کا ایک ہی حل ہے کہ امت کو کتاب وسنت سے دوبارہ روشناس کرایا جائے اور انہیں اسلام کے نظامِ معیشت کی خیرات وبرکات سے آگاہ کیا جائے، سودی نظام کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر عام کیا جائے اور اس کے دنیوی واخروی نقصانات کی وضاحت کی جائے اور {يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[1] کا قرانی فلسفہ اور ربانی حکمت لوگوں میں نشر کرکے انہیں اس الٰہی معجزے پر ایمان لانے کی ترغیب دی جائے۔

حرمتِ سود کے بارے میں وعید اور تشدید

(اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ ..... وَأَكْلُ الرِّبَا)[2]

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو، آپ ﷺ سے پوچھا گیا وہ سات کام کیا ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ..... اور سود کھانا"

1۔ سورۃ البقرۃ: ٢٧٦

2- متفق علیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ)[1]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، اور کھلانے والے پر، اور اسے لکھنے والے پر، اور اس کے دونوں گواہوں پر اور یہ بھی فرمایا کہ وہ (گناہ میں) برابر ہیں۔"

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ)[2]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ربا (سود) کے ستر گناہ ہیں اور ان میں سے آسان (کم از کم) بھی اس قدر گھناؤنا ہے جس طرح کوئی اپنی ماں سے نکاح کر لے۔"

(عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زَنْيَةً)[3]

"حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک درہم سود جسے انسان یہ جانتے ہوئے کہ وہ سود ہے کھاتا ہے تو چھتیس بار بدکاری سے بھی بڑھ کر سخت (گناہ) ہے۔"

1۔ صحيح مسلم ، باب لعن آكل الرباء ومؤكله ، حديث: ٢٩٩٥

2۔ سنن ابن ماجه ، باب التغليظ فى الرباء ، حديث: ٢٢٦٥

3۔ مسند أحمد ، حديث: ٢٠٩٥١

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرَائِيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا)[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایک قوم پر سے گذرا جن کے پیٹ گھروں جیسے (بڑے بڑے) تھے، اور ان میں سانپوں کا بسیرا تھا جو باہر سے نظر آتے تھے، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔"

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ وَيُرْوَى مِنْ غُبَارِهِ)[2]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کوئی شخص نہیں بچے گا مگر اس نے سود کھایا ہو گا، اگر کسی نے نہیں کھایا ہو گا تو اس کی بھاپ ضرور اس کو پہنچی ہو گی۔" ایک روایت میں بخار (بھاپ) کی بجائے غبار کے الفاظ ہیں۔

1- سنن ابن ماجه ، باب التَّغْلِيظِ فِي الرِّبَا، حديث: ٢٢٦٤، مسند أحمد، حديث: ٨٢٨٦ و ٨٤٠٢

2- سنن أبي داؤد ، باب اِجْتِنَابِ الشُّبُهَاتِ ، حديث: ٢٨٩٣، سنن النسائي ، باب اجتناب الشبهات فى الكسب ، حديث: ٤٣٧٩، سنن ابن ماجه ، باب التغليظ فى الشبهات ، حديث: ٢٢٦٩

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَقْرَضَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلَا يَأْخُذْ هَدِيَّتَهُ)[1]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آدمی کسی کو قرض دے تو پھر اس کا ہدیہ قبول نہ کرے"

یعنی قرض دینے کی صورت میں رأس المال پر کسی بھی قسم کا فائدہ حاصل کرنا سود شمار ہوتا ہے، اسی لیئے سود کی تعریف بھی یہی کی گئی ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں ربا کا مفہوم

ربا کے لفظ اور اس کے قرآنی مفہوم سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں احادیث وآثار اور اجماعِ امت سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا تھا:

(أَلَا وَإِنَّ كُلَّ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ لَكُمْ رُؤُسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ غَيْرَ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ)[2]

"لوگو! خبردار ہر وہ ربا (سود) جو جاہلیت میں لوگوں کے ذمہ تھا تم پر سے پورے کا پورا ختم کر دیا گیا ہے، تمہارے لیئے صرف قرض کی اصل رقم (رأس المال) ہے، نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا اور سب سے پہلے جو ربا ختم کیا جاتا ہے وہ عباس بن عبد المطلب کا ربا ہے، وہ پورا چھوڑ دیا گیا ہے۔"

نبی علیہ السلام کے اس اعلان سے معلوم ہوا کہ رأس المال یا اصل زر سے زائد جو مشروط فائدہ مقروض سے وصول کیا جاتا ہے وہ کم ہو یا زیادہ، اور وہ کسی بھی نوعیت کا ہو

1- التاريخ للبخاری

2- سنن الترمذی ، باب ومن سورة التوبه ، حديث:۳۰۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرکب ہو یا مفرد، ایک گنا ہو یا دس گنا یا اس سے کم و بیش وہ سب کا سب اس اعلان میں داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اصل زر لینے کی تو اجازت دی ہے اس سے زائد طے شدہ مال کو سود قرار دیکر ختم کر دیا اور اس کے لین دین کی ہمیشہ کیلئے ممانعت کر دی۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "درِّ منثور" میں اس آیت {فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ} کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت عباس بن عبد المطلب اور بنی مغیرہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی یہ دونوں حضرات زمانۂ جاہلیت میں باہم شراکت کے ساتھ اپنا روپیہ بنو ثقیف کے لوگوں کو سود پر ادھار دیا کرتے تھے۔[1]

۲۔ مشہور صحابی حضرت فضالہ بن عبید سے ربا کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

(كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوهِ الرِّبَا)[2]

"ہر وہ قرض جو نفع لے کر واپس آئے وہ سود کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔"

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

(مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا يَشْتَرِطْ إِلَّا قَضَائَهُ)[3]

"جس نے کسی کو کوئی قرض دیا وہ اصل رقم کی ادائیگی کے علاوہ کوئی شرط نہ رکھے۔"

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا يَشْتَرِطْ أَفْضَلَ مِنْهُ وَإِنْ كَانَتْ قَبْضَةً مِنْ عَلَفٍ فَهُوَ رِبًا)[4]

"جو شخص کسی کو کوئی قرض دے تو اس سے زیادہ ادائیگی کی شرط نہ رکھے، اگر وہ ایک مٹھی چارہ بھی ہو گا تو وہ بھی سود ہو گا۔"

1۔ السیوطی ، الدر المنثور ۳٦٦/۱
2۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۵۰/۵
3۔ مؤطا امام مالک ،حدیث: ٦١٣
4۔ مؤطا امام مالک ،حدیث: ٦١٣

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے، ایک شخص نے ان سے مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے ایک شخص سے پانچ سو درہم قرض لیا ہے شرط یہ ہے کہ میں اسے استعمال کیلئے اپنا گھوڑا عاریۃ دونگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(ما اصاب منه فهو ربا) "وہ شخص اس گھوڑے سے جو فائدہ اٹھائے گا وہ ربا ہے۔"[1]

الغرض سود کی یہ تعریف ہر لحاظ سے واضح ہے۔ عربی لغت، جاہلی رسم ورواج اور احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دور میں بھی سود کی تعریف کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ ہمیشہ سے ربا کا مفہوم قرض پر کسی بھی قسم کا مالی یا غیر مالی فائدہ سود شمار ہوتا رہا ہے۔ یہی اس کی قانونی اور فقہی تعریف ہے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اس تعریف پر اجماعِ امت نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

(وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ نَقْلًا عَنْ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اِشْتِرَاطَ الزِّيَادَةِ فِي السَّلَفِ رِبًا وَلَوْ كَانَ قَبْضَةً مِنْ عَلَفٍ أَوْ حَبَّةً)[2]

"تمام اہل اسلام نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ قرض کے اصل زر پر اضافہ کی شرط لگانا سود ہے خواہ وہ ایک مٹھی چارہ یا ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو۔"

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ نے بھی بدایۃ المجتہد میں اس تعریف پر اجماع نقل کیا ہے۔[3]

ربا النسیئۃ، ربا الفضل، سود مفرد اور سود مرکب سب اس میں داخل ہیں، اس میں کبھی کسی کو کوئی شبہ نہ رہا ماسوا اس شبہ کے جو کفارِ مکہ کو اور عصرِ حاضر کے اس نظام کے خالق لوگوں کو ہے۔

1- السنن الكبرى للبيهقي، ٣٥٠/٥
2- التمهيد لابن عبد البر، ٦٨/٤
3- بداية المجتهد ١٢٧/٢

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

{إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا}[1] ''کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہی ہے۔''

سودی نظام انسانیت کی اقتصادی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔

اصلاً تو یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کا متبادل بیع کو قرار دیا ہے، اور یہی اسلام کے تجارتی اور اقتصادی نظام کی بہترین اور مستحکم بنیاد ہے، سود کی لعنت معرض وجود میں آنے سے قبل اسی پر کام چلتا تھا اور خوب چلتا تھا، اس پر مستزاد اہل علم یہودی پروپیگنڈے (Propaganda) کے جواب میں جدید دور کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر متعدد حل بھی پیش کر رہے ہیں، جو حقیقتاً احادیث میں بیع اور مرابحہ اور مشارکہ اور قراض ومضاربہ کی وضاحت پر مبنی ہیں۔ یہ سب کچھ پیش نظر رکھ کر بلاخوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ سودی نظام قطعاً انسان کی اقتصادی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ اس نظام کے علمبردار باور کرا رہے ہیں اگر فی الواقع یہ اقتصادی ضرورت ہو تو ''ضرورت'' کا سہارا تو اس وقت لیا جاتا ہے جب تمام دوسرے تجربات ناکام ہو جائیں، اور نظام نہ چل سکتا ہو۔ کیا ہمارے معاشرے یا ہماری حکومتوں نے تمام معاشی نظام آزما کر دیکھ لیئے ہیں؟ بلکہ کوئی ایک تجربہ بھی غیر سودی نظامِ معیشت کا کیا ہے جو ناکام ہوا ہو؟ یا ہم صرف مغربی آقاؤں کے اشاروں اور احکام پر ان کی تجوریاں بھرنے کیلئے مسلم دنیا کو سود میں جکڑ کر غلام بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، اور اس سے ہٹ کر ہونے والی ہر کوشش کو بہر حال ناکام کرنے اور کوشش کرنے والوں کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

دنیا بھر کا رواج اور طریقہ کار یہی ہے کہ حکومتیں اپنے سیاسی، اقتصادی، معاشی اور اجتماعی مسائل کیلئے مختلف نظاموں کے تجربے کرتی ہیں۔ آئین بناتی اور حسب ضرورت واحوال ان میں ترامیم کرتی ہیں، کوئی نظام مسائل کے حل میں ناکام

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہو جاتا ہے تو کسی دوسرے نظام کا تجربہ کرتی ہیں، آئین یا اس کی کوئی شق مسائل حل کرنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں تو نیا آئین یا کوئی نئی ترمیم آئین میں شامل کر لی جاتی ہے، ہر مسئلے کا کوئی نا کوئی حل بالآخر نکل ہی آتا ہے، اگر کسی مسئلہ کا کوئی حل بھی نہ مل سکے تو صبر کر لیا جاتا ہے۔ کیا اقتصادی اور معاشی نظام کے سلسلے میں ہم یہ راستہ اختیار کر کے دیکھ چکے ہیں۔؟ موجودہ یہودی اور جاہلیت کا تخلیق کردہ سودی نظام ہی ہمارے مالی مسائل کا واحد حل ہے؟ یا اس نے ہمیں دیوالیہ کر کے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا ہے، اور ہم من حیث القوم زندگی کی رمق قائم رکھنے میں بھی ناکام ہوتے نظر آرہے ہیں۔ اس کے باوجود ہم اس نظام سے جان چھڑانے کیلئے آمادہ نظر نہیں آتے، اور اسلام کے بہترین اقتصادی نظام کا تجربہ کرنے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں اور اگر کوئی اس کیلئے جدوجہد کرتا ہے تو اسے راستے سے ہی ہٹا دیتے ہیں اور اس جاری سودی نظام کیلئے اسلام میں رخصتیں تلاش کر کے اسے قابل قبول بنانے کی سعی نامشکور میں مشغول ہیں۔ ذاتی طور پر اہلِ علم نے خاصی محنت کی ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان بھی اس بارے میں بہت سی سفارشات مرتب کر کے دے چکی ہے مگر کوئی حل قابلِ قبول نہیں ٹھہرا۔ ہمارے ایک سابق وزیر مذہبی امور بھی اسلام کے معاشی نظام کے نفاذ کیلئے اور سودی نظام سے وطن عزیز کو پاک کرنے کیلئے خاصے جذباتی تھے اور پورے اخلاص کے ساتھ مصروف عمل بھی رہے بالآخر مایوس ہو کر منہ لٹکائے وزارت کو خیر آباد کہہ کر واپس اپنے ٹھکانے پر آگئے تھے۔ اب وہ دنیا میں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔

بینکوں کو صرف انہی علماء کی آراء اور اقتصادی مہارت قبول ہے جو ان کے جاری نظام کو الفاظ واصطلاحات کی ملمع سازی کے ساتھ اسلام میں ان کیلئے حل تلاش کر سکتے ہوں۔ جہاں تک اس دعویٰ اور پروپیگنڈا کا تعلق ہے کہ اسلام میں بینکاری نظام کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی متبادل نہیں ہے، یا یہ کہ علماءِ کرام اس کا کوئی قابلِ قبول حل پیش کرنے سے قاصر ہیں، اس دعویٰ کے بے بنیاد ہونے کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ ایک طویل مدت تک خلافتِ اسلامیہ اور پھر صدیوں تک مسلم ریاستیں دنیا بھر میں سودی نظام کے بغیر اپنا اقتصادی نظام پوری کامیابی کے ساتھ چلاتی رہی ہیں اور انہیں کبھی کسی مالی بحران کا سامنا نہیں کرنا پڑا، نہ امانتوں کی حفاظت کے سلسلے میں، نہ گردشِ دولت اور باہمی لین دین میں اور نہ بیع و تجارت اور صنعتی میدان میں، اور ہر زمانے میں یہ تمام مالیاتی سلسلے کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ جاری رہے ہیں۔ بالخصوص خلافتِ اسلامیہ کے عروج کے زمانے میں جب مسلمان پوری دنیا کی ہر میدان میں قیادت و سیادت کر رہے تھے، اس وقت بھی اسلامی اقتصادیات پر عمل پیرا تھے، نہ کہیں سود تھا، نہ جوا اور نہ استحصال اور استغلال، اور اسلامی حکومت کے قلم رو کا دائرہ بھی کئی براعظموں کو محیط تھا، نہ صرف یہ کہ یہ نظم پوری کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا بلکہ ایسی مثالی فراوانی تھی جو آج کی ترقی یافتہ قوموں کو بھی میسر نہیں ہے، اور یہ سب برکتیں تھیں زمانۂ جاہلیت کے سودی نظام کو مسترد کرنے اور اسلامی معاشرے کو اس سے کلی طور پر پاک کرنے کی۔ فرمایا:

{يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ}[1]

"اللہ سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔"

فقراء و مساکین اور بے سہارا محتاجوں کیلئے انشورنس اور تکافل کے نام پر قمار اور جوئے کے جواز کیلئے حیلہ سازیوں کی بجائے اسلامی بیت المال اور زکوٰۃ کا نظام کیوں متعارف نہیں کرایا جاتا۔؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر اسے قائم رکھنے کیلئے جنگ لڑنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

1۔ سورۃ البقرۃ:٢٧٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اِسلامی نظامِ اِقتصاد کی برکتوں کے نمونے

صحیح بخاری شریف کے حوالے سے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ عہد نبوی میں یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ "جو شخص ترکہ چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے اور جو قرض چھوڑ کر مرے وہ ہمارے ذمہ ہے۔"

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن کے صدقات جمع کرنے کیلئے عامل مقرر تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہاں کے بچے ہوئے ایک تہائی صدقات بیت المال میں جمع کرانے کیلئے بھیجے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وصول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

(لَمْ أَبْعَثْكَ جَابِيًا وَلَا آخِذَ جِزْيَةٍ ، وَلٰكِنْ بَعَثْتُكَ لِتَأْخُذَ مِنْ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ فَتَرُدَّهَا عَلٰى فُقَرَائِهِمْ)

"میں نے تجھے خراج اکٹھا کرنے یا جزیہ وصول کرنے کیلئے نہیں بھیجا، بلکہ اس لیئے بھیجا ہے کہ وہاں کے (مسلمان) اغنیاء سے (زکوۃ وصدقات وغیرہ) وصول کر کے انہیں کے فقراء کو لوٹا دو۔"

تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

(مَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِشَيْءٍ حَتّٰى وَأَنَا أَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهُ مِنِّي)

"میں نے ایسی کوئی چیز آپ کی طرف نہیں بھیجی جسے لینے والا کوئی شخص مجھے یہاں ملا ہو۔"

اس سے اگلے سال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب یمن کے نصف صدقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیت المال کے لیئے ارسال کیئے تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے پھر اپنی وہی بات دہرائی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی وہی جواب دیا۔ تیسرے سال جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وہاں سے وصول ہونے والے تمام صدقات مرکزی حکومت کو ارسال کئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی بات کہی کہ میں نے تمہیں خراج وصول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کیلئے نہیں بھیجا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(مَا وَجَدْتُّ أَحَدًا يَأْخُذُ مِنِّيْ شَيْئًا)[1]

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے عہدِ خلافت میں بھی ایسا ہی ہوا، انہوں نے عراق میں اپنی طرف سے مقرر "والی" کو لکھا:

(أَخْرِجْ لِلنَّاسِ أَعْطِيَاتِهِمْ)

"لوگوں کو ان کے مقررہ وظیفے دیدو۔"

تو اس نے جواب دیا کہ میں نے سب کو ان کے مقررہ وظائف دیدئے ہیں اس کے بعد بھی بیت المال میں صدقات کا مال باقی ہے، تو عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اسے لکھا:

(اُنْظُرْ كُلَّ مَنْ اَدَانَ فِيْ غَيْرِ سَفَهٍ وَلَا سَرَفٍ فَاقْضِ عَنْهُ)

"دیکھو جس شخص نے بھی بے وقوفی اور فضول خرچی کے بغیر (مجبوراً) قرضہ لیا ہو اس کی طرف سے قرض ادا کر دو۔"

تو عاملِ عراق نے جواب میں لکھا کہ ایسا بھی کر چکا ہوں۔ لوگوں کے قرض ادا کرنے کے بعد بھی بیت المال میں زائد مال موجود ہے۔

تو خلیفۃ المسلمین نے انہیں لکھا:

(اُنْظُرْ كُلَّ بِكْرٍ لَيْسَ لَهُ مَالٌ فَشَاءَ أَنْ تُزَوِّجَهُ فَزَوِّجْهُ وَأَصْدِقْ عَنْهُ)

"دیکھو کوئی بھی غیر شادی شدہ یہ چاہتا ہو کہ آپ اس کی شادی کر دیں، تو اس کی شادی کرا دو اور بیت المال سے اس کا مہر ادا کر دو۔"

تو اس نے جواب دیا یہ بھی کر چکا ہوں مال پھر بھی بچ گیا ہے۔

تو خلیفۃ المسلمین نے فرمایا:

1۔ کتاب الأموال لأبي عبيد ، ص: ٧١

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(اُنْظُرْ مَنْ كَانَتْ عَلَيْهِ جِزْيَةٌ فَضَعُفَ عَنْ أَرْضِهِ فَأَسْلِفْهُ مَا يُقَوِّيْ بِهِ عَلٰى عَمَلِ أَرْضِهِ، فَإِنَّا لَا نُرِيْدُهُمْ لِعَامٍ وَلَا لِعَامَيْنِ)[1]

"اگر کوئی جزیہ دینے والا اپنی زمین کی آمدن سے جزیہ دینے کے قابل نہیں ہے تو اس کو قرض دیدو جس سے وہ اپنی زمین کا کاروبار چلا سکے، ہم ان سے سال دو سال تک نہیں مانگیں گے۔"

جب بیت المال کے جمع شدہ اموال کا کوئی مصرف نہ ملا تو پھر خلیفۂ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس مال سے غلام خرید کر آزاد کر دیئے۔

یہ افسانے نہیں تاریخی حقائق ہیں۔

ایک طرف مال کی یہ فراوانی اور دوسری طرف سرکاری اور نجی اخراجات میں دانشمندانہ تصرفات اس پر مستزاد لوگوں کا استغنا اور سیر چشمی کہ حکومت کی طرف سے ملنے کے باوجود کوئی لینے کو تیار نہیں ہے، اور یہ سود کی لعنت سے بچنے کا نتیجہ تھا۔

قرآن کریم پر ایک اور نظر

مذکورہ بالا تاریخی حقائق اور واقعاتی صورتِ حال کے علاوہ قرآن کریم اور سنت نبویہ پر ایمان داری کے ساتھ غور کریں، تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ربا اور رِبوی معاملات اور سودی نظام انسان کی اقتصادی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں کوئی ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ حاجت یا ضرورت کے وقت انسان مجبوراً رِبوی (سودی) نظام سے کلی یا جزوی اِستفادہ کر سکتا ہے، یا کبھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے بلکہ دوٹوک الفاظ میں اس کے متعلق یہی کہا گیا ہے کہ: "سود اور اس کے بقایا جات کو مکمل طور پر چھوڑ دو، یا پھر

1۔ کتاب الأموال لأبی عبید ، ص: ۷۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ سن رکھو۔"

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اضطرار اور مجبوری کے وقت دائمی محرمات کے وقتی جواز کا ذکر کیا ہے، اور ان میں سے بدترین محرمات کو بھی ضرورت اور مجبوری کے وقت کام میں لانے اور زندگی کی رمق قائم رکھنے کیلئے حسب ضرورت کھانے کی اجازت دی ہے۔ قاتل (جان لیوا) بھوک کی حالت میں بھی جو شخص اس جواز سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے بغاوت نہ کرے اور حدود سے تجاوز نہ کرے تو اسے گناہ نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ }[1]

"اس نے تم پر صرف مردار اور خون (بہتا ہوا) اور خنزیر کا گوشت اور جس کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو حرام کیا ہے۔ تو جو شخص مجبوری کی حالت میں (انہیں کھالے) بغاوت کرنے والا اور حد سے گذرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یقیناً اللہ معاف کرنے، رحم فرمانے والا ہے۔"

{ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ}[2]

"تم پر مردار اور خون (بہتا ہوا) اور خنزیر کا گوشت اور جس چیز کو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا گیا ہو اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے، اور جو چوٹ لگ کر مر جائے، اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، یہ سب حرام کئے گئے ہیں، اور وہ

1۔ سورۃ البقرۃ: ۱۷۳

2۔ سورۃ المائدۃ: ۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانور بھی جسے درندے کھائیں، مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھانوں (وہ مقامات جہاں غیر اللہ کے نام پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہوں) پر ذبح کیا گیا ہو، اور یہ بھی (حرام کیا گیا ہے) کہ تم پانسوں (تیروں) کے ساتھ قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ کے کام ہیں۔"

اس آیت کے آخر میں اضطراری حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ}[1]

"کہہ دیجئے! مجھ پر جو وحی نازل کی گئی ہے میں اس میں کھانے والا جو کچھ کھاتا ہے اس پر کسی چیز کو حرام نہیں پاتا ماسوائے اس کے کہ مردار ہو یا (ذبح کے وقت بہتا ہوا) خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، سو یہ ناپاک ہیں، یا کوئی گناہ کی چیز ہو جس پر اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو جائے، بغاوت کرنے والا اور حد سے گذرنے والا نہ ہو تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔"

ان آیات مبارکہ میں سب سے بدترین حرام {وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ} "جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو" کے اضطراری حالت میں حسبِ ضرورت جواز کا ذکر کر دیا گیا ہے، مگر کہیں بھی کتاب و سنت میں سود کو اضطراری حالت میں جائز قرار دینے کا ذکر نہیں ملتا، جس کا واضح مطلب ہے کہ سود انسانیت کی بالخصوص مسلمانوں کی اقتصادی ضرورت کبھی نہیں رہی اور نہ ہی کبھی ہو گی، ورنہ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر بھی ان استثنائی صورتِ حال میں ضرور فرما دیتے۔

جاہلیت کے زمانے میں رائج سودی نظام کا تو نبی اکرم ﷺ نے بڑے سلیقے سے خاتمہ

1- سورۃ الأنعام: ۱۴۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر دیا تھا۔ صرف سود کی حد تک نہیں بلکہ پورے غیر اسلامی نظامِ زندگی کی بنیادیں ہلا دی تھیں، اور اسلامی نظامِ زندگی ایک زندہ وجاوید اور قابلِ عمل دستورِ حیات کی حیثیت سے روبعمل ہو گیا تھا، پھر ایک مدت بعد اسلامی ثقافت پر حملوں کا آغاز ہوا تو اسلام کے مالی نظام کو بھی دیگر احکام کی طرح نشانہ بنایا گیا جس کی مشق تاحال جاری ہے کہ یہ نظام تعمیر وترقی اور عالمی صنعتی دوڑ میں ضروریات پوری کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ صرف مخصوص حالات میں قابل عمل تھا، احوالِ زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا، تجارتی وصنعتی مسابقت کے جدید دور میں جدید مالی نظام کو اپنائے بغیر زندگی کا پہیہ حرکت نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ

مالی مصارف کا یہ سودی نظام قدیم زمانے میں بابلی اور یونانی ماہرین نے متعارف کرایا تھا، قرونِ وسطیٰ کے آخر میں جدید صنعتی انقلاب سے قبل یورپ میں اس نے رواج پکڑا، پھر بالخصوص اٹلی کے راستے یورپ اور سرمایہ دارانہ راج کے حامل ممالک میں پھیل گیا ، خاص طور پر اٹھارھویں صدی کے آخر میں تمام آسمانی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے بینکنگ کا نیا نظام صنعتی ضرورت قرار دیکر اقتصادی ترقی کا لازمی حصہ بنا دیا گیا۔ اب دنیا اس نظام میں اس حد تک جکڑ دی گئی ہے کہ اسے قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس کے بغیر گذارا ممکن ہی نظر نہیں آتا۔

درحقیقت یہ ایک استحصالی نظام ہے جس کے ذریعے دنیا کی چند بڑی قوتیں تمام مالی وسائل پر قابض ہو چکی ہیں۔ سرمایہ دارانہ مالی نظام کی اساس فرد کی غیر محدود اور جائز وناجائز کی تفریق کے بغیر ذاتی ملکیت ہے، اور اسکا ذریعہ یہ سودی نظام ہے۔ یہ نظام غریب کی ضرورت کبھی نہیں رہا اور نہ کبھی اس نظام نے کسی محتاج طبقے کو کوئی سہولت فراہم کی ہے۔ ہمارے ماحول میں غور کر کے دیکھ لیں یہ فقراء ومساکین اور ضرورت مندوں کی ضروریات کا کفیل نہیں بلکہ مل مالکان ، کارخانہ داران اور قومی سطح پر استحصالی طبقے کی ضرورت ہے ، جو ملک کی تمام دولت پر قابض ہونا چاہتے ہیں، اور غریب کے منہ سے نوالہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی بینکاری

گذشتہ چند سالوں سے پوری دنیا میں بالعموم اور عالم اسلام میں بالخصوص اسلامی بیداری کی ہوا چلی ہے، اور امتِ مسلمہ اپنی پستی کے اسباب پر غور کرنے لگی ہے، اور اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ کی بحالی کیلئے زعماء ہاتھ پاؤں مارنے لگے ہیں۔ شعور کی آنکھ کھلی تو امت کے زوال میں سودی نظام کے کردار کا جائزہ بھی لیا گیا۔ بالخصوص عالمی مالیاتی اداروں نے جو پس ماندہ ممالک میں اس استحصالی نظام کے ذریعے اُودھم مچار کھا ہے، اور غریب کے منہ سے نوالہ چھین کر اسے تڑپنے پر مجبور کر رہا ہے، اس صورت حال کی وجہ سے سود سے نفرت بڑھی اور اس کے خلاف آواز بلند ہوئی تو فوراً اسلامی بینکاری کا فلسفہ معرض وجود میں آگیا۔ مرحوم صدر ضیاء الحق کے دور حکومت میں روایتی بینکوں میں ایک غیر سودی کھاتہ PLS کے نام سے متعارف کرایا گیا، اور باور یہ کرایا گیا کہ یہ نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر غیر سودی کھاتہ ہے۔ حلال روزی کا اہتمام کرنے والے نیک دل لوگ اپنی سادگی کی وجہ سے اس کی طرف لپکے، حتٰی کہ بعض دینی اداروں اور اسلامی مدارس نے بھی اپنے حسابات اس کھاتے میں کھلوائے۔ پھر جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو لوگ اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ اب ایک مدت سے اسلامی بینکاری کا چرچہ ہے، اس کی بنیادیں اسلام میں تلاش کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کوششوں کی حقیقت جاننے کیلئے درج ذیل چند اقتسابات ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ ان بنیادوں کی حقیقت کیا ہے۔؟ اور یہ بنیادیں کس قدر بے بنیاد ہیں۔!

"اسلامی بینکاری کی بنیادیں" کے مؤلف محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، ان بنیادوں کو اپنی درج ذیل تحریر میں بے بنیاد ثابت کر رہے ہیں۔ اپنی اس کتاب کے ایک عنوان "چند بنیادی نکات" کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

"یہ اسلامی ادارے ابھی بچپن کی عمر سے گذر رہے ہیں، انہیں بہت ساری مجبوریوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اندر کام کرنا ہوتا ہے۔ اس لیئے ان میں سے بعض تو اپنے تمام معاہدوں میں شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل نہیں ہوئے۔ اس لئے ان میں طے پانے والے ہر ہر معاہدے اور معاملے کو شریعت کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔"[1]

سوال یہ ہے کہ اگر ان معاملات اور معاہدوں کو شریعت کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا چہ جائے کہ وہ خالص اسلامی ہوں تو پھر ان پر مبنی بینک کاری نظام کا نام اسلامی بینک کاری کیسے قرار پایا۔؟

"تیسری بات یہ ہے کہ اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کو عموماً متعلقہ ملکوں کی حکومتوں، ٹیکسوں اور قانون کے نظام اور مرکزی بینکوں کا تعاون حاصل نہیں ہوتا ایسی صورتحال میں انہیں حاجت یا ضرورت کی بنیاد پر بعض خاص رعایتیں اور رخصتیں دی جاتی ہیں، جو شریعت کے اصل اور مثالی قواعد پر مبنی نہیں ہوتیں۔"[2]

اولاً تو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اضطراری حالت میں بھی سود کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کی آیات سے واضح کیا جاچکا ہے۔

ثانیاً یہ رعایتیں اور رخصتیں دینے کا اختیار، موکلف موصوف کو کس نے دیا؟ موصوف احکام شریعت کے شارح ہیں یا شارع یعنی اہلِ علم کا منصب شریعت کی وضاحت اور بیان ہے یا شریعت سازی۔ اس نوعیت کے مادر پدر آزاد اجتہاد کی اسلام میں تو قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ یہ ملاّ ازم اور پاپائیت تو ہو سکتے ہیں اسلام نہیں ہے۔

آگے چل کے لکھتے ہیں :

"ان (رخصتوں) کا بڑا مقصد نسبۃً کم قابل ترجیح راہِ عمل اختیار کر کے کھلم کھلا حرام سے

1۔ (ص:۳۳)

2۔ (ص:۲۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بچنا ہے۔ اس سے اگرچہ صحیح اسلامی نظام قائم کرنے کے بنیادی مقصد میں زیادہ مدد نہیں ملے گی لیکن یہ راہِ عمل صریح حرام سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے انجام بد سے محفوظ رہنے میں ضرور مددگار ہوگی۔"[1]

اس کا مطلب واضح ہے کہ اسلامی بینک کاری "غیر صریح حرام" پر مبنی ہے۔

حرام کی یہ تقسیم، "صریح حرام اور غیر صریح حرام" فقہ واجتہاد کے باب میں ایک عظیم المثال اضافہ ہے۔!!

اس کتاب کے آخر میں جسے محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اسلامی مالیاتی نظام کے لیئے ایک راہنما کتاب قرار دیا ہے، ایک فصل میں اسلامی بینکوں کی کارکردگی، "ایک حقیقت پسندانہ جائزہ" کے عنوان سے جو حقائق بیان کیئے ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف روایتی سودی بینک کاری کو اِسلامی لبادہ پہنا کر مسلمانوں کیلیئے قابل قبول بنانے کی کوشش کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

کتاب کے طویل سفر میں موکف مذکور نے جو بنیادیں، اسلامی بینکاری کے لیئے استوار کی ہیں، وہ آخری فصل میں پہنچ کر خود اپنے ہاتھوں سے مسمار کر دی ہیں، حقائق بہر حال حقائق ہوتے ہیں جو بالآخر اپنا آپ منوا کر رہتے ہیں۔

بیع عینہ کی حرمت مالی امور میں حیلہ سازی کے خلاف واضح حجت ہے، لفظی و عملی داؤ پیچ سے حرام کو حلال نہیں کیا جا سکتا، انسانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

{قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ} (الأنعام: ۱۴۹)

"کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔"

1- (ص: ۲۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیر مطالعہ کتاب

ہمارے زیر مطالعہ کتاب "جانبِ حلال" محترم جناب قاری خلیل الرحمٰن جاوید حفظہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے، جو اپنے موضوع پر ایک ہمہ جہت تالیف ہے، موضوع سے متعلقہ ہر پہلو سے کتاب وسنّت کی روشنی میں مخلصانہ اور اِصلاحی جائزہ لیا گیا ہے۔ قاری صاحب محترم ایک شیریں بیان، طلیق اللسان اور خوش الحان خطیب ہیں اور موصوف کی اس علمی وفکری کاوش میں بھی یہ تمام خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں۔ مسائل کا ہر جہت سے اِحاطہ، قرآن وسنّت کے دلائل کی روشنی میں ان کا جائزہ، اپنے فہم کے مطابق قارئین کی راہنمائی کیلئے سہل المتناول شرح وتوضیح اور آسان ترین مثالوں سے ان کی تفہیم کتاب کی بہترین خصوصیات ہیں۔ مالیاتی اداروں، ان کے سربراہوں، ذمہ داروں اور بینکنگ کے شعبہ سے متعلقہ حضرات کیلئے یہ ایک عمدہ راہنما دستاویز ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی مخصوص مقاصد یا رجحانات کارفرما نہیں ہیں، صرف بعض اہلِ علم خصوصاً مرحوم پروفیسر عبد الجبار شاکر صاحب اور پروفیسر ساجد میر صاحب امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث پاکستان کی تحریک پر دیانت داری سے ایک معاشرتی ضرورت کی تکمیل کیلئے محنت کی گئی ہے۔

وَاللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَائِرَ۔ وَلَا نُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ أَحَدًا

حاصل مطالعہ

قاری صاحب موصوف رقم طراز ہیں:

قوم وملک کو سودی نظامِ معیشت سے بچانا اللہ جل جلالہ کے ساتھ جنگ سے بچانا ہے، اگرچہ تاحال اسلامی بینکاری میں کچھ کمزوریاں، کوتاہیاں اور خامیاں باقی ہیں، لیکن اس کے ساتھ خوبیاں بھی ہیں، اس لئے ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ان کوتاہیوں کو دور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے، نہ کہ سرے سے اسلامی بینکاری کی افادیت سے ہی انکار کر دیا جائے۔

اسلامی بینکاری کے ماڈل میں درج ذیل معاہدے شامل ہیں:

۱۔ مضاربہ ۲۔ مشارکہ ۳۔ استصناع ۴۔ مساومہ ۵۔ مرابحہ ۶۔ اجارہ ۷۔ سلم

یہ تمام معاہدے بلاشبہ اسلامی طرزِ معیشت کے معاہدے ہیں، بشرطیکہ اسلامی بینک بھی انہیں اصل شکل میں قبول کریں۔ اسلامی بینکوں کی سب سے بڑی اور بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے مذکورہ (Modes) کو اکثر کھاتوں میں حیلے کے طور پر لیا ہے، چونکہ اسلامی بینکوں کے زیادہ تر اُصول و قواعد فقہ حنفی سے ماخوذ ہیں اور فقہ حنفی حیلہ سازی میں اپنی مثال آپ ہے۔ (جانب حلال: ص 225)

واضح رہے مسلمانوں کا تجارتی لین دین کبھی خالص حرام پر مبنی نہیں رہا، ایسی غلطیاں اور کوتاہیاں اور غیر شرعی شروط ہی ہوتی ہیں جو ان کے عقود کو فاسد اور باطل کر دیتی ہیں۔ اب جب اعتراف ہے کہ اس نظام میں غلطیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں اور یہ کہ یہ نظام فقہ حنفی سے ماخوذ حیلہ سازی پر مبنی ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ حیلہ سازی فقہ حنفی کے مدونہ ذخیرہ سے ماخوذ ہے، یا عصر حاضر کے علمائے احناف کی طبع ساز محنت پر مبنی ہے اور خود ان کا ضمیر اور قلم بھی اس کے خلاف گواہی دے رہا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہے، تو اس صورت حال میں جب کہ خود بقول موکلف محترم یہ جانبِ حلال سفر ہے، تو جو لوگ اس حرام خوری میں مبتلا ہیں ان کی مدد ضرور کریں، نئے گاہکوں کو اس میں شرکت کی دعوت یا ترغیب نہ دیں، بلکہ انہیں سمجھائیں کہ نظام درست ہونے تک اس سے دور رہیں، ویسے بھی اسلامی طرزِ معیشت کے مذکورہ معاہدے لفظی حد تک اسلامی بینکوں کے ماڈل میں شامل ہیں، عملاً صرف اجارہ اور مرابحہ اور کچھ سلم ہی سے استفادہ ہو رہا ہے، اس لیئے کہ ان کے ذریعے رسک سے بچنے کے راستے آسانی سے ہموار ہو جاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اور حیلہ سازی کیلئے بھی یہ معاہدے زیادہ ساز گار ہیں۔

مشارکہ اور مضاربہ پر عمل کا دائرہ وسیع ہو جائے تو بہتری کی توقع رکھی جاسکتی ہے، لیکن ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ}[1]

"اور اللہ نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضلیت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اُس میں برابر ہو جائیں، تو کیا یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے منکر ہیں۔"

یہ شکوی محترم مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی کیا ہے کہ اسلامی بینکوں کے تمام معاملات مرابحہ واجارہ پر مبنی ہوں تو ہمیں ان کے حق میں عوام کو دلائل دینا مشکل ہو جائے گا۔

اسلامی بینکاری کی درج بالا صورتِ حال میں نبوی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے اس کیلئے بھی محترم مؤلف حفظہ اللہ کا ہی ایک اقتباس پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

(جب حلال و حرام کا شبہ ہو)

ویسے تو شریعت نے جس قدر ہمارے لئے ضروری اور مفید تھا اُس قدر واضح فرمادیا، اُس میں حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی جیسا کہ:

۱۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

1- سورة النحل: ۷۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ)[1]

"حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے مابین مشتبہات ہیں۔"

۲۔ اسی طرح نبی مکرم ﷺ کا دوسرا فرمان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ)[2]

"بہت سے لوگوں کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ یہ (شبہ والی چیز) حلال میں سے ہے یا حرام میں سے۔"

ایسی صورت حال میں ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ شبہات میں پڑنے کی بجائے یقینی اور واضح صورت کو اختیار کرے، کسی بھی معاملے میں شریعت نے شک پر فیصلے کو پسند نہیں کیا بلکہ ہمیشہ شک اور شبہ کو ترک کر کے یقینی صورت پر عمل کا حکم دیا۔

۳۔ رحمتِ عالم ﷺ کا فرمان ہے:

(فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ)[3]

"جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو محفوظ کر لی۔"

اس حدیث پاک سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جو شخص شبہ والی چیزوں سے نہیں بچتا اُس کا دین بھی غیر محفوظ ہے اور عزت و آبرو بھی غیر محفوظ ہے۔ پھر فرمایا:

۴۔ (وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ)[4]

"جو شبہ والی چیزوں میں پڑا وہ حرام ہی میں جا پڑا۔"

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

1- بخاری ، کتاب الإیمان ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ
2- ترمذی ،کتاب البیوع ، باب مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الشُّبُهَاتِ ،ج۲، ص:۵۱۱، إحياء التراث
3۔ بخاری ، کتاب الإیمان ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ، ومسلم وغیرھا
4۔ بخاری ، کتاب الإیمان ، باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ، ومسلم وغیرھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ)[1]

"اُس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالنے والی ہے اور اُس چیز کو اِختیار کرو جو تمہیں شک میں نہیں ڈالتی (اُس کی حلّت یقینی ہو)۔" (جائزہ حلال ص:۱۰)

لہٰذا جب تک اسلامی بینک واضح کوتاہیوں اور غلطیوں سے نہیں نکلتے اور فقہ حنفی یا ہم عصر حنفی فقہاء کی حیلہ سازیوں سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے، ہمیں عامۃ المسلمین کو یہ نصیحت کرنی چاہیے کہ ان سے دور رہیں۔ راستہ ایک ہی ہے، سودی نظام کو یکسر خیر باد کہہ کر اسلامی نظامِ معیشت کو من وعن قبول کر لیا جائے، سودی نظام کی باقیات بھی قابل قبول نہیں ہیں۔

{يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۔ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ}[2]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ سن لو اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے اصل مال تمہارے لیئے ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

بہر حال محترم ابو اِنشاء قاری خلیل الرحمٰن جاوید حفظہ اللہ کی محنت قابلِ داد، جذبہ قابلِ قدر اور کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔ قابلِ اصلاح اُمور کی نشاندہی بالمشافہ کر دی گئی ہے۔ نقطۂ نظر کا اختلاف علمی دنیا کا زندہ و جاوید مشغلہ ہے۔ کسی کتاب میں کوئی رائے

1۔ بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیرِ الشُّبُہاتِ

2۔ سورۃ البقرۃ:۲۷۸۔۲۷۹

کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرنا موکلف کا حق ہے، ہماری رائے صرف نصیحت اور مشورے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

عزیمت کا راستہ:

اس سلیم فکر اور واضح نقطۂ نظر اور صاف، شفاف موقف کی وجہ سے ہمیں تنگ نظری، کم علمی، رجعت پسندی، قدامت پرستی، قلتِ فقاہت، معاشرتی ضروریات اور حالات سے عدم واقفیت، جدید مسائل کے حل کرنے کی صلاحیت سے محرومی وغیرہ کے طعنوں سے تو سابقہ پڑ سکتا ہے، مگر یہ طعن وملامت باعثِ ننگ وعار نہیں بلکہ عزت ووقار اور تمغۂ افتخار ہے۔

اور یہی مخلص اہل ایمان کا طرۂ امتیاز ہے، انہیں برداشت کرنا انبیاءِ کرام اور ان کے رفقاء کی سنت ہے، یہ طعنہ حضرت نوح علیہ السلام کو بھی دیا گیا تھا۔

{مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ}[1]

"ہم تم کو اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں سے ادنیٰ درجے کے ہیں، اور وہ بھی ظاہری سوچ سے (نہ غور وتعمق سے)۔"

حضرت شعیب علیہ السلام سے بھی یہی کہا گیا تھا:

{أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ}[2]

1۔ سورۃ ھود: ۲۷

2- سورۃ ھود: ۸۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم اُن کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں تم تو بڑے نرم دل اور راستباز ہو۔"

اصحابِ رسول علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی کہا گیا تھا:

{أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ}[1]

"بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں، سن لو کہ یہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔"

ہمارا تعلق صحابہ و تابعین اور محدثین کرام کی اس جماعتِ حقہ سے ہے جو معاشرے کو اسلامی تعلیمات وہدایات میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور انہوں نے کبھی نصوصِ شریعت کو معاشرے کی ضرورت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہیں کی، اس فکر و عمل کے نتیجہ میں شاہی درباروں اور حکومتی حلقوں میں باریابی، عہدوں اور مناصب تک رسائی، عوامی حلقوں میں مقبولیت، بزعم خویش تعلیم یافتہ طبقہ میں احترام، اور اہلِ ثروت کے ہاں پزیرائی سے تو محروم ہونا پڑتا ہے مگر دربارِ الٰہی میں رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

{وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ}[2]

"وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ بڑی کشائش والا، جاننے والا ہے۔"

1- سورۃ البقرۃ: ۱۳

2- سورۃ المائدۃ: ۵۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

{إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ}[1]

"اللہ سے تو اُس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں، بے شک اللہ غالب، بخشنے والا ہے۔"

تعمیرِ انسانیت، اصلاحِ معاشرہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا یہی صحیح وسالم طریقہ کار ہے، اور یہی طائفۂ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ کا فرض منصبی ہے۔

ے وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ

اور علماءِ حق اور علماءِ سوء کے مابین، یہی مابہ الإمتیاز وصف ہے۔ علماءِ حق معاشرے کے امام اور پیشوا ہوتے ہیں، جبکہ علماءِ سوء خواہشاتِ نفس کے پجاری اور عوام کالانعام کے مقتدی ہوتے ہیں۔

{ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ}[2]

"پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو اُن میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانیوالے ہیں، یہی بڑا فضل ہے۔"

اگر اسوۂ رسول اور منہج نبوی کے علمبردار، مسلکِ سلف صالحین کے دعویدار اہلحدیث کے اہلِ علم بھی "سابق بالخیرات" نہیں ہونگے تو پھر یہ امید کس سے رکھی جائے؟ اور

1۔ سورۃ فاطر: ۲۸

2۔ سورۃ فاطر: ۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

توقع کس سے وابستہ کی جائے۔؟

ہماری نسبت اس پاکباز گروہ سے ہے جو عزیمتوں کا داعی ہے، رخصتوں کا متلاشی نہیں، شبہات کا جواب دیتا، اور ان سے کلی اجتناب کرتا ہے، نصوص کتاب وسنت پر عمل کرتا ہے، حیلہ ومکر وفریب کاری کے ساتھ ان سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا۔

{إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ}[1]

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ اُن میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سُن لیا اور مان لیا، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

{رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ}[2]

"اے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما، تو تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔"

وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر

صدر مجلس اسلامی پاکستان

1432ھ مطابق 2011ء

1۔ سورۃ النور: ۵۱

2۔ سورہ آل عمران: ۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

دنیا میں پائے جانے والے تمام گناہِ کبیرہ کی سزائیں اِسلام نے متعین کی ہیں مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا۔ زانی (غیر شادی شدہ) کو سو کوڑے مارنا، اور زانی (شادی شدہ) کو سنگسار کرنا، شرابی کو اسّی کوڑے مارنا وغیرہ لیکن سود کو اللہ نے جہاں بھی بیان کیا ہے اُسکی حرمت کا ذکر تو کیا ہے لیکن دنیا میں اس کے مرتکب کی کوئی سزا متعین نہیں فرمائی البتہ یہ کہہ دیا گیا کہ جو سود کی حرمت کے بعد بھی اُسے ترک نہیں کرتے وہ اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں گویا سزا متعین نہ کر کے یہ اشارہ کر دیا گیا کہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ دنیا میں دی جانی والی کوئی بھی سزا اس کا کفارہ نہیں بن سکتی اللہ جل جلالہ اور اُسکے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانِ جنگ کے مترادف قرار دے کر اس جرم کی سنگینی سے آگاہ کیا گیا ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ مقدور بھر نہ صرف خود اس گناہ سے بچے بلکہ دوسروں کو بھی بچائے۔ اِسلامی بینکاری کے نام سے جو کوششیں کی گئی ہیں یا کی جا رہی ہیں وہ ملکی معیشت کا قبلہ درست کرنے کے لئے بلاشبہ ایک مستحسن اِقدام اور لائق تحسین عمل ہے اور ہمیں اس نیک کام میں تعاون کرنا چاہئے اور علماءِ حق کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام الناس کو سودی معیشت کے نتائج و خطرات سے آگاہ فرمائیں اور اگر غیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سودی بینکوں میں بھی اُنہیں کوئی خرابیاں نظر آتی ہیں تو اپنی تحریروں سے اُنکی نشاندہی فرماتے ہوئے اِصلاح کی کوشش کریں اور یکسر مخالفت نہ کریں، تنقید برائے تنقید کو کبھی بھی اچھا اقدام تصوّر نہیں کیا گیا البتہ تنقید برائے اصلاح ایک اچھا اقدام ہے اور اسے جاری رہنا چاہئے اِس ناچیز نے بھی اس تحریر میں جو "جانبِ حلال" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے یہی طرز عمل اختیار کیا ہے، اِسلامی بینکوں کے وضع کردہ جائز طریقوں کی حمایت اوراس میں پائی جانے والی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مزید اصلاح کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے، تنقیدی مقامات پر بھی بوقتِ تنقید اِصلاحی و اخلاقی پہلو کو خصوصیت کے ساتھ مدِّ نظر رکھا گیا ہے قارئین کے مزید اِستفادے کے لئے کتاب کے اصل مصادر اور مراجع تک رسائی کو آسان بناتے ہوئے بر محل وبر موقع حوالہ جات بھی دے دیئے گئے ہیں تمام عربی عبارات کو اِعراب کے ساتھ نقل کیا گیا ہے تاکہ ہر قاری باآسانی پڑھ سکے۔

کتاب میں اِستعمال ہونے والی بعض عربی اور انگریزی اصطلاحات کے معانی ومطالب بھی کتاب میں بر محل اور بر موقع دے دیئے گئے ہیں تاکہ تفہیم کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہے۔

کتاب مندرجہ ذیل چھ ابواب پر مشتمل ہے:

ابواب بندی سے قبل ماٰخذ شریعت کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

پہلا باب : بعنوان " معیشت اور اِسلام "

دوسرا باب : بعنوان " حرام کی جدید شکلیں "

تیسرا باب : بعنوان " حرام کی قدیم مگر مروّج شکلیں "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب : بعنوان " چند حرام اور معیوب پیشے "
پانچواں باب : بعنوان " اسلامی بینکاری نظام "
چھٹا باب : بعنوان " انشورنس اور تکافل "

اظہار تشکر

تمام تر حمد و ثنا اللہ جل جلالہ کے لیے لائق و زیبا ہے جو دُنیا و آخرت کا اکیلا وارث اور حقیقی بادشاہ ہے اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا کیونکہ اُسکی نصرت و تائید کے بغیر نہ تو دماغ سوچنے اور سمجھنے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہاتھ لکھنے کی قوت سے متصف ہو سکتے ہیں۔

(وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝)

ع یہ سب تیرا کرم ہے یارب کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔

اور کروڑوں درود و سلام اُس ہستی پر جنہیں اللہ جل جلالہ نے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا اور انسانیت کے لئے آپ کا وجود اور آپ کی بعثت احسانِ عظیم ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ جل جلالہ کی طرف سے ایک نعمت عظمیٰ ہے یہ سچ ہے کہ آج ہمیں مسلمان کہلانے اور مسلمان ہونے کا شرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت نصیب ہوا، ورنہ کافر و مسلم اور موحد و مشرک میں کوئی امتیاز باقی نہ رہتا جیسا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿وَمُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ﴾

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان ہے کہ جو بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ جل جلالہ کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا اس لئے میں اپنے بزرگوں کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اُستاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد رفیق اثری صاحب حفظہ اللہ سرِ فہرست ہیں کیونکہ اس تحریر میں پیش آنے والی مختلف الجھنوں کے حل کے لئے بندہ گاہے بگاہے آپ کو فون پر تکلیف دیتا رہا اور آپ نہایت مشفق باپ کی طرح ہماری الجھی گتھیاں سلجھاتے رہے اللہ جل جلالہ آپ کو صحت و تندرستی اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ درازی عمر نصیب فرماتے ہوئے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

محترم جناب ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب حفظہ اللہ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ بعض اِصطلاحات کی توضیح اور تشریح کے لئے بندہ کے اِستفسار پر نہ صرف تشفی فرماتے رہے، بلکہ کتاب کی تکمیل پر بندہ نے مقدمہ تحریر فرمانے کی درخواست کی تو انتہائی خندہ پیشانی سے شرفِ قبولیت بخشا اگرچہ آپ اپنے طویل تصنیفی سلسلے، تدریسی و دفتری اُمور، تبلیغی سفر اور بیرونی دوروں میں مصروفِ عمل رہتے ہیں پھر بھی آپ نے ہمارے اصلاحِ احوال کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا اور تقریباً ۴۶ صفحات پر مشتمل انتہائی دقیق اور علمی مواد قلم بند فرمایا، سودی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ اور بیع الاقساط کے مسئلے میں اختلاف رکھنے کے باوجود آپ نے ایک محسن، مشفق اور مصلح استاذ کا کردار ادا کرتے ہوئے وسیع القلبی، وسیع النظری، وسیع الظرفی اور دوراندیشی کا مظاہرہ فرمایا۔

بندہ ۴۔ اپریل بروز ہفتہ 2011ء صبح دس بجے درِ دولت پر شرفِ باریابی کا طلب گار ہوا اور دو بجے تک خدمتِ اقدس میں موجود رہا جس میں اس کتاب سے متعلق مفید اصلاحات اور مفید مشورے اپنے دامن میں سمیٹنے کی سعادت نصیب ہوئی، چار گھنٹے کی اس نشست میں آپ نے کتاب کے بعض جملوں کی طرف توجہ مبذول فرمائی جنہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر بندے کو اندازہ ہوا کہ آپ نے محض رسماً چند مقامات کا سرسری جائزہ نہیں لیا بلکہ انتہائی عمیق، لطیف اور باریک بینی سے صاحبِ علم و فضل اور حاملِ فکر و نظر ہونے کا حق ادا کیا، جو آپ کے اخلاقِ فاضلہ، اخلاصِ کاملہ، ظرفِ عادلہ اور حکمِ عاجلہ پر محکم دلیل ہے، محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقدّمے میں بندہ سے متعلق جن حُسن خیالات کا اظہار فرمایا، اُس پر شکر گزار ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ سے دست بدعا ہوں کہ اللہ مجھے ایسا بنا دے۔ (آمین)

کتاب سے متعلق آپ نے جو ریمارکس دیے ہیں وہ میرے لئے قلمی سند کا درجہ رکھتے ہیں، رہا بعض اُمور میں نقطۂ نظر کا اختلاف تو بقول ڈاکٹر صاحب کے "نقطۂ نظر کا اختلاف علمی دنیا کا زندہ و جاوید مشغلہ ہے" (فجزاہ اللہ خیراً احسن الجزا)۔

بعض حوالہ جات کی تخریج کے لئے محترم برادرم ضیاء الحق بھٹی صاحب حفظہ اللہ کے تعاون کا بھی مشکور ہوں۔

پروف ریڈنگ کا اِنتہائی کٹھن اور تھکا دینے والا عمل ہمارے فاضل دوست محترم جناب الشیخ محمد افضل سردار صاحب حفظہ اللہ (صدر مدرس جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی) نے انتہائی ذِمہ داری سے نبھایا، اگرچہ یہ کام بندہ خود بھی انجام دے چکا تھا، تاہم جب شیخ صاحب کی طرف سے تصحیح شدہ نسخہ سامنے آیا تو یقین ہوا کہ اِنسان کو واقعی اپنی غلطیاں کم ہی نظر آتی ہیں (فجزاہ اللہ خیرا)

کتاب کی کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کی تمام تر ذمہ داری میرے بڑے بیٹے عزیزیم ضیاء الرحمن نے نبھائی اگرچہ الیکٹرانکس اِنجینئرنگ کا آخری سال تھا اور اِمتحانات کا بوجھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی تھا تاہم اس ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھتے ہوئے نبھایا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے بھی اُن کے اخلاص کا یہ صلہ دیا کہ داؤد انجینئرنگ یونیورسٹی میں ٹاپ پوزیشن حاصل کی۔

اللہ رب العالمین تمام معاونین اور محسنین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

اِعترافِ حقیقت

اگرچہ مقدور بھر ہر ممکنہ غلطی سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم بشری تقاضے سے اگر کہیں کسی طرح کا کوئی سقم اور جھول موجود ہو تو قارئین سے نشاندہی کی اور اللہ سے معافی کی اُمید رکھتا ہوں اور اگر کتاب میں قارئین کو کوئی خوبی نظر آئے تو وہ یقیناً اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہو گا اور اگر کہیں کوئی کوتاہی نظر آئے تو اُسے منی ومن الشیطان سمجھا جائے کیونکہ اللہ کا دین ہر قسم کی غلطی اور عیوب سے پاک ہے۔

اور آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ راقم اور راقم کے والدین کو اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔

طالبِ دعا :- ابوانشاء قاری خلیل الرحمن حامدؔ

۱۵ مئی ۲۰۱۱ء

« اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنْكَ وَحْدَكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ،
وَإِنْ كَانَ خَطَأً فَمِنِّيْ، وَمِنَ الشَّيْطَانِ، وَاللهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْهُ بَرِيْءٌ »

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماخذ شریعت

(Sources of Shariah)

اِسلامی موضوعات پر لکھی جانے والی تمام کتب کی صحت وعدم صحت کا معیار مأخذ اور دلائل ہوتے ہیں کہ اس نے یہ بات کہاں سے اَخذ کی ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ کسی کتاب کی جلد کا عمدہ ہونا ٹائٹل کا خوبصورت ہونا، کاغذ کا اِمپورٹڈ ہونا، زبان کا اَدبی ہونا، رسم الخط کا جاذبِ نظر ہونا، کتاب کا گلیسی اور کلرفل ہونا، طباعتی حُسن کا آئینہ دار ہوتا ہے جو ثانوی حیثیت کا حامل ہے اَوّلین حیثیت اِسلامی کتب کے مأخذ کی ہوتی ہے جو ہر قاری کی پیشِ نظر رہنی چاہئے۔

ا۔ قرآن مجید

تیس پاروں اور ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی نازل کردہ آخری کتاب قرآن مجید شریعتِ اِسلامیہ کا پہلا مأخذ ہے اور بالاتفاق ہے جس سے اِنکار کفر سے خالی نہیں ہے اس کے بیان کردہ اَوامر ونواہی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے بیان کردہ اَوامر ونواہی ہیں کیونکہ یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی سچی اور آخری کتاب ہے، اس میں پایا جانے والا ہر حکم مسلمانوں کے لئے دین اور قانون کی حیثیت رکھتا ہے اس کے معنی ومضامین اور الفاظ دونوں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نازل کردہ ہیں، اس کی تشریح اور توضیح وہی معتبر ہے جو نُطقِ رِسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے عیاں ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حدیثِ رسول ﷺ :

جس کی تین بڑی قسمیں ہیں:

1۔ قولی حدیث: جو آپ ﷺ کے ارشادات پر مشتمل ہو۔

2۔ فعلی حدیث: جو آپ ﷺ کے افعال واعمال کا مجموعہ ہو۔

3۔ تقریری حدیث: جو عمل یا بات آپ ﷺ کے سامنے آئی ہو لیکن آپ ﷺ نے توقف اختیار فرمایا ہو۔

❶ حجت کے اعتبار سے مذکورہ تینوں اقسام یکساں اہمیت کی حامل ہیں بشرطیکہ صحیح سند سے اُس کا قولِ رسول ﷺ ہونا یا فعل رسول ﷺ ہونا یا تقریر رسول ﷺ ہونا ثابت ہو البتہ جہاں قول اور فعل میں تضاد واقع ہو اور دونوں صحیح سند سے ثابت بھی ہوں تب اُمّت قول پر عمل پیرا ہوگی اور فعل پیغمبر علیہ السلام کے لئے خاص ہوگا در حقیقت اللہ جل جلالہ نے اس آخری اُمّت پر احسانِ عظیم کرتے ہوئے اپنی کتاب عظیم کے ساتھ ایک معلّم اعظم ﷺ بھی اس اُمّت کو عطا کیا جو اپنے جملہ اَوصاف کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم، محسنِ انسانیت اور شارح قرآن ہونے کے منصب پر فائز ہیں۔ دلیل وحجت کے اعتبار سے قرآن میں پائے جانے والے حکم میں اور حدیثِ رسول ﷺ میں پائے جانے والے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ میں جو وزن قرآنِ کریم کا ہے وہی وزن حدیث رسول ﷺ کا ہے کیونکہ یہ حکم بھی قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾[1]

جو کچھ رسولؐ سے ملے اُسے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز آجاؤ۔

1۔ سورۃ الحشر : ۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❷ جب ہم قرآن کو پہلا مأخذ اور حدیث کو دوسرا مأخذ کہتے ہیں تو اُس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ ہر مسئلہ سب سے پہلے قرآن میں تلاش کیا جائے اگر اُس میں نہ ملے تب حدیث میں ڈھونڈا جائے یہ فکر مقلّدین کی پیدا کردہ ہے،
اگر کسی مسئلے سے متعلق آپ کے پاس فرمانِ نبوی ﷺ سے دلیل موجود ہے یا فعل نبوی ﷺ سے یا پھر تقریر رسول ﷺ سے صحیح سند سے آپ کے پاس دلیل موجود ہے تو آپ عمل سے پہلے اُس کی مزید دلیل قرآن مجید سے تلاش کرنے کے مکلف نہیں ہیں اس لئے کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے جس طرح کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ قرآن مجید ایسی وحی ہے جس میں الفاظ و مضامین اللہ جل جلالہ کے نازل کردہ ہیں اور حدیث رسول ﷺ ایسی وحی ہے جس میں بیان کردہ مضامین تو اللہ جل جلالہ کے القاء کردہ ہیں البتہ الفاظ کی تزئین رحمت عالم ﷺ کی بیان کردہ ہے۔

❸ بنیادی طور پر سب کے نزدیک مأخذ شریعتِ اِسلامیہ صرف دو ہی ہیں یعنی قرآنِ مجید اور حدیث رسول ﷺ باقی دو مأخذ یعنی اجماع اور قیاس پہلے اور دوسرے مأخذ کے تابع ہیں۔

۳۔ اجماع (Consensus):

لُغوی معنی:

کسی بات یا مسئلے پر ہم خیال ہونا، متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔

اِصطلاحی مفہوم:

﴿اِتِّفَاقُ رَأْيِ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِيْ عَصْرٍ مَّا عَلَى حُكْمٍ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شَرْعِیٌّ﴾[1]

(آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) کسی زمانہ میں اُمّتِ محمد ﷺ کے تمام فقہاء، علماء، مجتہدین اور محدثین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔

حدیث رسول ﷺ سے اس کے حجت ہونے کی تائید ہوتی ہے چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے اللہ جل جلالہ میری اُمّت کو (جھوٹ) اور گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ میری اُمّت کے تمام علماء اور مجتہدین کسی بات پر متفق ہو جائیں اور وہ بات غلط ہو چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ ہیں:

﴿إِنَّ اللهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى ضَلاَلَةٍ وَ يَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ﴾[2]

بے شک اللہ جل جلالہ میری اُمّت کو یا فرمایا اُمّتِ محمّد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا، اللہ جل جلالہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو اُمّت سے الگ راستہ اختیار کرے گا جہنم کی طرف جائے گا۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس بات پر اُمّت کے علماء متفق ہوں وہ اُس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری اُمّت کے علماء صحیح بات پر متفق ہونگے یعنی بات کا صحیح ہونا علماء و فقہاء کے اتفاق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ علماء و فقہاء کا اتفاق بات کے صحیح ہونے کی وجہ سے ہے، یعنی بنیاد پھر بھی قرآن و سنت سے دیکھی جائے گی۔

1۔ القاموس الفقهی ٦٦/١

2۔ سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ قیاس (Analogy):

لُغوی معنی: اندازہ کرنے کے ہیں۔

اِصطلاحی مفہوم: جب کسی مسئلے کے بارے میں قرآن و سنت میں صریح حکم نہ پایا جائے تب مجتہد اجتہاد کر کے قرآن و حدیث میں موجود حلت و حرمت کے حکم کی علت تلاش کرتا ہے اور اس کو بنیاد بنا کر پیش آنے والے مسئلے کو اصل مسئلے کی حلت و حرمت پر منطبق کرتا ہے جو قیاس کہلاتا ہے یاد رہے کہ اصل مسئلے کا حکم کسی علت پر مبنی ہو اور اسکی علت معلوم ہو، ورنہ قیاس باطل ہے اور اُس کی کچھ بھی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

یہ اُصولی بات دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے ہر قاری کی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ کسی مسئلے و معاملے کے متعلق شرعی حکم صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا تفصیلی یا اجمالی ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہو کیونکہ شریعت اِسلامی کا حقیقی مأخذ و سرچشمہ صرف قرآن و حدیث ہیں، لہٰذا اصلاً اس بحث کا دائرہ انہی تک محدود رہے گا، تعامل صحابہ کرام بھی دراصل کتاب و سنت پر مبنی ہے لہٰذا کسی مسئلے اور معاملے کو سمجھنے کے لئے اُس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے لیکن جہاں کہیں بشری تقاضے سے اُن کا عمل بھی کتاب و سنت سے منافی نظر آئے تب حجت صرف قرآن و سنت ہی ہونگے، محدثین کرام کے ہاں حدیث کا جو وسیع مفہوم ہے اس میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں صحیح اور ضعیف احادیث بھی شامل ہیں اس لئے کسی مسئلہ اور معاملہ کے شرعی جواز و عدم جواز کے متعلق صرف اِتنا کہہ دینا کافی نہیں ہوتا کہ یہ بات کتب حدیث میں موجود ہے یا فقہ و فتاویٰ کی فلاں کتاب میں فلاں فقیہ نے اس کو جائز یا ناجائز کہا اور لکھا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی اُس نص اور دلیل کا ذکر بھی ضروری ہے جس کی بنا پر اُس فقیہ نے ایسا کہا اور لکھا ہے، خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے جسے ہدایہ کے مقدّمہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں دیکھا جاسکتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَن يَأْخُذَ بِقَوْلِي مَالَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ قُلْتُ﴾[1]

کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ میرے قول کو اختیار کرے جب تک اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے وہ بات کہاں سے (کس دلیل کے تحت) کہی ہے۔

علّامہ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر

آخر میں ہم فخر دیوبند حضرت علّامہ اُستاذ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے ایک مختصر سے اِقتباس پر اس گفتگو کو مکمل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"بہر حال اگر اس راہ میں کوئی رکاوٹ ہے تو وہ دوسروں کی اَندھی و جامد تقلید ہے، مسائل میں اِجتہاد کا دروازہ نہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی بند ہو گا آج ہمیں جو بہت سے مسائل درپیش ہیں قرآن و حدیث سے براہ راست اِجتہاد کے بغیر حل نہیں ہو سکتے، ہماری فقہ جدید مسائل کے حل میں ہماری مدد تو کر سکتی ہے لیکن ان کا اِطمینان بخش حل نہیں پیش کر سکتی"۔[2]

1۔ مقدمہ ہدایہ ص ۹۳

2۔ متبادل سودی نظام کے دعوے ص ۱۲۲ از علامہ طاسین صاحبؒ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1

باب

معیشت اور اسلام

www.KitaboSunnat.com

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا

ویرزقہ من حیث لا یحتسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

اے گناہوں کے بخشنے والے (ہمیں بخش دے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسبِ حلال فرض ہے

۱) اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝﴾[1]

اے اَنبیاء علیہم السلام کی جماعت پاکیزہ چیزیں کھاؤ اَور نیک عمل کرو، بے شک مجھے اُس کا علم ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

فائدہ: اس آیتِ کریمہ میں اللہ جل جلالہ نے اَپنے اَنبیاء علیہم السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عمل صالح سے قبل پاکیزہ اَور حلال روزی کا خیال رکھنا اَور حرام سے اِجتناب کرنا بہت ضروری ہے، اس لئے کہ عمل صالح سے قبل اگر طیّب اَور غیر طیّب کا خیال نہ رکھا جائے تو عمل صالح اَپنی افادیت کو کھو دیتا ہے کیونکہ عمل صالح کی افادیت یہ ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرے اَور اس شرف کا حصول حلال اَور طیّب روزی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۲) ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِن طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾[2]

اے اِیمان والو! جو کچھ ہم نے (اللہ جل جلالہ نے) تمہیں عطا کیا ہے اُس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

یہ آیت بیان کرنے کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِیک شخص کا ذِکر فرمایا چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

1۔ سورۃ المؤمنون : ۵۱

2۔ سورۃ البقرۃ: 172

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ وَاَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ﴾[1]

جو طویل سفر کرتا ہے بال پریشاں گرد وغبار میں اَٹا ہوا اَپنے ہاتھ (دُعا کیلئے) آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اَور پکارتا ہے، یارب یارب! جبکہ اُس کا کھانا حرام کا ہے، پینا حرام کا ہے، پہننا حرام کا ہے اَور حرام اُس کی گھُٹی میں پڑ چکا ہے (حرام کی غذا سے پلا ہے) تو اَیسے شخص کی دُعا کیونکر قبول ہو گی۔

❖ گویا دُعا کی قبولیت جیسی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے جسے مؤمن کا ہتھیار قرار دیا گیا اَور عبادت کا مغز قرار دیا گیا، اگر عبادت سے دُعا نکال دی جائے تو باقی ماندہ عبادت چھلکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اَور حرام کے اِستعمال سے آدمی دُعا کی قبولیت کا شرف کھو بیٹھتا ہے اَور یہ دُنیا اَور آخرت میں بہت بڑا خسارہ ہے۔

۳) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾[2]

اے لوگو! زمین میں سے حلال اَور پاکیزہ کھاؤ۔

۴) ﴿طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ﴾[3]

حلال روزی کا طلب کرنا فریضۂ اِیمان کے بعد فرض ہے۔

1۔ مسلم، ترمذی

2۔ سورۃ البقرہ: ۱۶۸

3۔ بیہقی

کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵) آپ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا﴾[1]

بیشک اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پاک ہے اور پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔

گویا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی راہ میں حرام مال سے صدقہ خیرات قبول نہیں کیا جاتا ہے اس لئے آدمی ہمیشہ حلال کی جستجو میں رہے، حرام سے اِجتناب کرے نہ خود حرام کھائے، نہ اولاد کو حرام کھلائے اور نہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی راہ میں حرام لگائے۔

6) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ﴾[2]

اے ایمان والو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اُن میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور بُری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو اُن کو کبھی نہ لوگے۔

رِزقِ حلال اور رضاءِ الٰہی

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام سے متعلق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اُنہوں نے اپنی قوم کو

1۔ صحیح مسلم

2۔ سورۃ البقرہ: ۲۶۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾[1]

پس میں نے کہا: اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ آسمان سے تم پر موسلادھار مینہ برسائے گا اور تمہارے مالوں اور اولاد میں اِضافہ کرے گا اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنائے گا۔

﴿عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ مَنْ أَكْثَرَ الاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَمِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ﴾[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رِوایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کثرت سے اللہ جل جلالہ سے اَپنے گناہوں کی معافی مانگی، اللہ جل جلالہ اس کو ہر غم سے نجات دے گا، ہر مشکل سے نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رِزق دے گا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔

1۔ سورۃ نوح: ۱۰، ۱۱، ۱۲

2۔ المسند ۵۵،۵۶/۴ وسنن ابی داؤد ۲۶۷/۲، السنن الکبری بیہقی ۱۱۸/۶، سنن ابن ماجہ ۳۳۹/۲، المستدرک علی الصحیحین ۲۹۲/۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوفِ خدا حصولِ رزق کا ذریعہ

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[1]

اَور جو کوئی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے (ہر مشکل سے) نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اَور اس کو وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان ہی نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ﴿يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾ کی تفسیر بیان فرماتے ہیں:

﴿يُنْجِيهِ مِنْ كُلِّ كَرْبِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾[2]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کو دُنیا و آخرت کے ہر غم سے نجات دے گا۔

حضرت ربیع بن خثیم آیت کریمہ کے اس حصّے کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا مِنْ كُلِّ مَا يَضِيقُ عَلَى النَّاسِ﴾[3]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کے لئے ہر اس بات سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دے گا جو لوگوں کے لئے تنگی اَور مشکل کا سبب بنتی ہے۔

دوسری نعمت یہ ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کو وہاں سے رِزق مہیا فرمائیں گے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ حافظ ابن کثیر رَحِمَہُ اللہُ عَلَیْہِ مذکورہ بالا دونوں آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو کوئی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے احکام کی تعمیل کر کے اَور ان کی طرف

1۔ الطلاق : ۲،۳

2۔ تفسیر القرطبی ۱۵۹/۱۸

3۔ زاد المسیر ۲۹۱،۲۹۲/۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ممنوعی باتوں سے دور رہ کر متقی بن جائے تو وہ اس کے لئے ہر مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دے گا اوراسکو وہاں سے روزی عطا فرمائے گاجہاں سے رِزق کا ملنا اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو گا۔[1]

﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾[2]

اَور اگر بستیوں والے اِیمان لاتے اَور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اَور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ مگر انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے کاموں کی سزا میں ان کو دھر لیا۔

﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾[3]

اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں مزید دوں گا۔

پس ہر وہ شخص جو رِزق کی کشادگی اَور فراخی چاہتا ہے وہ اَپنے آپ کو ہر گناہ سے دور رکھے۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کو بجا لائے اَور جن اُمور سے روکا ہے ان سے باز رہے۔ اَپنے آپ کو ہر اس بات سے بچائے رکھے جو اس پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ناراض ہونے اَور اس کے عذاب کے نزول کا باعث ہو۔

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝﴾[4]

اس کی تو شان یہ ہے کہ جب کوئی چیز (بنانا) چاہتا ہے،

1- تفسیر ان کثیر ۴/۴۰۰

2- سورۃالاعراف:۹۶

3- سورۃ ابراھیم :۷

4- سورۃ یٰس :۸۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تو اس سے فرما دیتا ہے ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔

جس نے اس پر بھروسہ کیا وہ تنہا اس کے لئے کافی ہے، اس نے تو خود بتلایا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾[1]

اور جو کوئی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر بھروسہ رکھے وہ اس کو کافی ہے، یقینا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بے شک اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللهَ جَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي﴾[2]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا﴾[3]

اگر تم اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر کماحقہ توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو رزق عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس پلٹتے ہیں۔

1- سورۃ الطلاق: ۳

2- بخاری باب ماقیل فی الرماح، مسلم، ابوداود، مسند احمد وغیرھم

3- ماخوذ از فتح الباری ۱۱/۳۰۵، ۳۰۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبادت اور کشِ رزق

﴿ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ « إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِلاَّ تَفْعَلْ مَلأْتُ يَدَيْكَ شُغْلاً وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ » ﴾[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت کی ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رِوایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بے شک اللہ جل جلالہ فرماتا ہے "اے اِبن آدم! میری عبادت کے لئے اَپنے آپ کو فارغ کر، میں تیرے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا اَور لوگوں سے تجھے بے نیاز کردوں گا اَور اگر تو نے اَیسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ (بے کار) کاموں میں اُلجھا دوں گا اَور لوگوں کی طرف تیری محتاجی کو ختم نہ کروں گا۔"

اس حدیث شریف میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو خبر دار کیا ہے کہ پوری توجہ اَور دھیان سے اللہ جل جلالہ کی عبادت کرنے والے کے لئے اللہ جل جلالہ کی طرف سے دو اِنعامات ملنے کا وعدہ ہے۔

پہلا انعام یہ ہے کہ وہ اس کے دل کو تونگری سے بھر دے گا اَور دوسرا انعام یہ ہے کہ وہ اس کو لوگوں سے بے نیاز فرما دے گا۔

اسی حدیث شریف میں توجہ اَور دھیان سے عبادت نہ کرنے والوں کے لئے اللہ جل جلالہ کی طرف سے دو سزائیں ملنے کی وعید بھی ہے۔

1۔ المسند ۲۸۴/۱۶، جامع الترمذی ۱۴۰/۷، سنن ابن ماجہ ۴۰۸/۲، المستدرک علی الصحیحین ۴۴۳/۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلی سزا یہ ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس کو بیکار کاموں میں الجھا دے گا اور دوسری سزا یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اس کی محتاجی کو ختم نہ کرے گا اور وہ ہمیشہ لوگوں کا دست نگر اور محتاج رہے گا۔

کشادگیِ رزق کا فارمولا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ﴾[1]

جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے رِزق میں فراخی کی جائے یا اس کے اَثرات دیر تک رہیں وہ صلہ رحمی کرے۔

صلہ رحمی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اَپنے عزیزواَقارب کا خیال رکھے اور اُنکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

رِزق اَور عمر میں اِضافے کا فارمولا

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ، مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ﴾[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِرشاد فرماتے ہوئے سنا! جو شخص اَپنے رِزق میں کشادگی اَور عمر میں

1۔ بخاری کتاب البیوع باب من احب البسط فی الرزق: ۲۰۶۷

2۔ صحیح البخاری باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم: ومسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِضافہ پسند کرے وہ صلہ رحمی کرے۔

﴿عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ﴾[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص اَپنے رِزق میں فراخی اَور اَپنی عمر میں اِضافہ پسند کرے وہ صلہ رحمی کرے۔

مذکورہ بالا دونوں اَحادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی کے ذریعے حاصل ہونے والے دو ثمروں کا ذِکر فرمایا ہے، اِیک ثمرہ رِزق کی وسعت اَور دوسرا ثمرہ عمر میں اِضافہ ہے۔

اِنفاقِ فی سبیل اللہ سے رِزق کا بڑھنا

اللہ جل جلالہ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ۝﴾[2]

اَور تم لوگ (اللہ جل جلالہ کی راہ میں) جو خرچ کرو، وہ اس کا بدلہ دے گا اَور وہ بہترین رِزق دینے والا ہے۔

اللہ جل جلالہ اِرشاد فرماتا ہے: ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾[3]

1۔ صحیح البخاری ۴۱۶/۱۰

2- سورۃ سبا : ۳۹

3- سورۃ البقرۃ : ۲۶۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تم سے اپنی بخشش اور مہربانی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فراخی والا جاننے والا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ « قَالَ اللهُ أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ »﴾[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا اِرشاد ہے: "اے ابنِ آدم! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

اِنفاق فی سبیل اللہ سے باغ کی شادابی

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ « بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلاَةٍ مِنَ الأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلاَنٍ. فَتَنَحَّى ذَلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلاَنٌ. لِلاِسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ لِمَ

1- صحيح البخاری كتاب النفقات - باب فضل النفقة على الأهل (ج 18 / ص 58)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَاؤُهُ يَقُولُ اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَمَّا إِذَا قُلْتَ هَذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ﴾[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک شخص ایک بے آب و گیاہ کھلی جگہ میں تھا اس نے بادل سے آواز سنی فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ بادل نے سیاہ پتھروں والی زمین کا رخ کیا اور وہاں برساء پانی کے نالے نے بادل کے سارے پانی کو اپنے اندر سمولیا وہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا، اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا کدال سے آنے والے پانی کو باغ میں داخل کر رہا ہے اس نے کدال والے شخص سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا فلاں! اور وہ وہی نام تھا جو اس نے بادل میں سنا تھا۔ باغ والے نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! تم نے میرے نام کے متعلق کیوں دریافت کیا ہے؟ کہنے لگا جس بادل کا یہ پانی ہے میں نے اس میں ایک آواز سنی تھی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ اور وہ نام تیرا ہی نام تھا تو اس باغ میں کیا عمل کرتا ہے؟ اس نے کہا: جب تو نے یہ بات مجھے بتلائی ہے (تو میں

1۔ صحیح مسلم کتاب الزهد والرقائق باب الصدقة في المساكين ۲۲۸۸/۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی تمہیں اپنی بات بتلا دیتا ہوں) میرا طریقہ یہ ہے کہ اس باغ کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ بطور خیرات تقسیم کر دیتا ہوں، ایک تہائی میں اور میرے گھر والے کھا لیتے ہیں اور ایک تہائی باغ کی ترقی کے لئے اس پر خرچ کر دیتا ہوں۔

ہر چیز اصلاً مباح ہے

اسلام نے جو پہلا اُصول مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلًا حلال اور مباح ہیں، حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت کے بارے میں صحیح اور صریح نص وارد ہوئی ہے لہٰذا اگر صحیح نص موجود نہ ہو بلکہ ضعیف ہو یا حرمت پر صریح طور سے دلالت نہ کرتی ہو تو اصل اباحت برقرار رہے گی۔

علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء اور منفعت اصلاً مباح اور جائز ہیں، اُن کا استدلال قرآن کی درجِ ذیل آیت سے ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾[1]

وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کر دیں۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ[2]

اُس نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اپنی طرف سے مسخر کر دیں۔

1۔ سورۃ البقرۃ : ۲۹

2۔ سورۃ الجاثیۃ : ۱۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ﴾[1]

تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اِتمام کیا ہے؟

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان نعمتوں کو اِنسان کے لئے مسخر کر کے اس پر احسان فرمایا ہے، لہٰذا یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو حرام ٹھہرا کر ان کے استفادہ سے انہیں محروم کرے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ اُس نے صرف چند چیزوں کو حرام کیا ہے اور وہ بھی کسی خاص سبب یا مصلحت کی بنا پر جس کا ذِکر ہم بعد میں کریں گے گویا اِسلامی شریعت میں محرمات کا دائرہ بہت تنگ ہے برعکس اس کے حلال کا دائرہ نہایت وسیع ہے یہی وجہ ہے کہ حرمت کے احکام پر مشتمل نصوص جو صحیح بھی ہوں اور صریح بھی بہت کم ہیں اور باقی تمام چیزیں جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے مباح الاصل ہیں اور ان کے سلسلہ میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے کوئی حُرمت نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

﴿ « مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَافِيَةٌ فَاقْبَلُوا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَتَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ

1۔ سورۃ لقمان : ۲۰

کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نَسِيًّا ۔ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الآيَةَ (وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا) ﴾[1]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنی کتاب میں جس چیز کو حلال ٹھہرایا ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے وہ حرام ہے اور جن چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہیں لہٰذا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی اس فیاضی کو قبول کرو کیونکہ اللہ سے بھول چوک کا صدور نہیں ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مریم کی آیت (اللہ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی) تلاوت فرمائی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ. فَقَالَ " الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللهُ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ " ﴾[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور گورخر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے رہیں وہ چیزیں جن سے سکوت اختیار فرمایا ہے تو وہ معاف ہیں۔

1- سنن الدارقطنی :کتاب الزکوۃ باب فِي قَدْرِ الصَّدَقَةِ فِيمَا أُخْرِجَتِ الأَرْضُ وَخَرْصِ الثِّمَارِ (2089) ۔مستدرک حاکم: تفسیر سورۃ مریم (3376) وغیرھم

2۔ الترمذی کتاب اللباس: باب ما جاء فی لبس الفراء (1830)
و ابن ماجہ کتاب الاطعمة : باب أكل الجبن والسمن (3492)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جزئیات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ایک ایسا قاعدہ بیان فرمایا کہ جس سے حلال و حرام میں بآسانی تمیز کی جاسکتی ہے اس کے پیش نظر یہ جان لینا کافی ہے کہ اللہ نے کن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جو چیزیں ان کے ماسوا ہیں وہ اپنے آپ ہی اباحت کے درجے میں آکر حلال و طیب قرار پاتی ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلاَ تَنْتَهِكُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوا عَنْهَا»﴾[1]

اَبی ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے فرائض کو لازم کیا ہے لہٰذا انہیں ضائع نہ کرو اور حدود مقرر کر دی ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو جن چیزوں کو اس نے حرام ٹھہرایا ہے تم ان کی حرمت کو پامال نہ کرو جن چیزوں کے بارے میں اس نے دانستہ سکوت اِختیار فرمایا ہے تو یہ سکوت تمہارے لئے باعثِ رحمت ہے لہٰذا ایسی چیزوں کے بارے میں بحث میں نہ پڑو۔

1۔ دارقطنی کتاب الرضاع (4445)، الأشربة وغيرها (4876)، مستدرك حاكم : كتاب الاطعمة(7114)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حلال و حرام کا اِختیار صرف اللہ کو ہے

اِسلام نے دوسرا اُصول یہ مقرر کیا کہ اقتدار جو تحلیل و تحریم کے اِختیارات کا اصل سر چشمہ ہے، مخلوق کا نہیں بلکہ صرف خالق کا حق ہے۔ عالم ہوں یا درویش، بادشاہ ہوں یا حکمراں کسی کو یہ اِختیار نہیں کہ وہ بندگانِ خدا پر کسی چیز کو حرام ٹھہرائیں جو شخص بھی اس کی جسارت کرے گا وہ حد سے تجاوز کرنے والا اَور اللہ کے تشریعی حقوق میں زیادتی کرنے والا ہوگا، اُسکی اتباع کرنا اَور اَپنے عمل سے اس پر اِظہارِ رضامندی کرنا شرک کے مترادف ہے۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾[1]

کیا ان کے اَیسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے شریعت سازی کی ہے؟ جن کی اللہ نے (انہیں) اِجازت نہیں دی

یہود و نصاریٰ نے تحلیل و تحریم کے اِختیارات اَحبار و رہبان کو دے رکھے تھے جس پر قرآن نے سخت نکیر فرمائی:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾[2]

انہوں نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو چھوڑ کر اَپنے احبار و رُہبان کو اَپنا رب بنالیا اَور عیسیٰ بن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں اِیک الٰہ کے سوا کسی کی عبادت

1۔ سورۃ الشوریٰ : ۲۱

2۔ سورۃ التوبہ :۳۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، پاک ہے وہ اُن کی اِن مشرکانہ باتوں سے۔

﴿عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ « يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَثَنَ ». وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةَ (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ) قَالَ « أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ »﴾[1]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے عدی اس بُت کو اپنے سے دور کر دو پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ براۃ کی یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ الآیۃ۔ (انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے۔) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن اگر وہ (علماء اور درویش) ان کے لئے کوئی چیز حلال قرار دیتے تو وہ اسے حلال سمجھتے اور اسی طرح ان کی طرف سے حرام کی گئی چیز کو حرام سمجھتے۔

گویا احبار و رہبان کو حلّت و حرمت کا اِختیار دے کر اُن کی اِتّباع کرنا رب بنانے کے مترادف ہے اور اِسی کا نام اَندھی تقلید ہے جو شرک ہے۔

1۔ جامع ترمذی : کتاب تفسیر القرآن ، باب ومن سورة التوبة(3378)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح قرآن نے حلال وحرام سے متعلّق مشرکین کے طرزِ عمل کو بھی غلط قرار دیا :

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝﴾[1]

کہو تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جو رِزق تمہارے لئے نازل کیا ہے اس میں سے تم نے کسی کو حرام اَور کسی کو حلال ٹھہرالیا؟ کہو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تمہیں اس کی اِجازت دی تھی یا تم اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر اِفتراء کر رہے ہو؟

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝﴾[2]

یہ جو تمہاری زبانیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر اِفتراء کرتے ہوئے جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اَور یہ حرام، تو ایسی باتیں نہ کرو جو لوگ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر اِفتراء کرتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہ پائیں گے۔

اِن روشن آیات اَور واضح اَحادیث سے فقہائے اِسلام ، محدثین عظام اَور مفسرین کرام نے حتمی طور پر جان لیا کہ حِلّت و حرمت کا اِختیار اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی کو ہے اَور وہ اَپنے کلام یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان سے لوگوں کو حلال و حرام سے آگاہ کرتا ہے اَور فقہاء و علماء کا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ اِس حلّت و حرمت کو بیان کریں جو قرآن و سنّت میں پنہاں ہے، ورنہ شریعت سازی ان کا کام نہیں۔

1۔ سورۃ یونس : ۵۹

2۔ سورۃ النحل : ۱۱۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حلال، حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے

اِسلام کمال درجہ کی خوبیوں کا دین ہے اَور اس نے لوگوں کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں، اُس نے جس چیز کو ہم پر حرام ٹھہرایا ہے اس کا نعم البدل ضرور عطا کیا ہے اَیسا نعم البدل جس سے لوگوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں اَور وہ حرام سے بے نیاز بھی ہو جائیں۔

ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بڑی عمدہ روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں:

- اِسلام نے پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کو حرام ٹھہرایا اَور اس کے بدل کے طور پر دعائے استخارہ عطا فرمائی۔
- سُود کو حرام کیا تو اُس کے عوض نفع بخش تجارت عطا فرمائی۔
- ریشم مردوں پر حرام کیا لیکن اُس کے عوض اُون، کتان اَور روئی کے انواع و اقسام کے لباس فاخرہ سے نوازا۔
- زِنا اَور لواطت کو حرام ٹھہرایا تو ان کی جگہ نکاح کا ایک خوبصورت معاشرتی نظام قائم فرمایا۔
- منشیات کو حرام کیا لیکن اس کے نعم البدل کے طور پر لذیذ مشروبات عطا کئے جو روح اَور بدن دونوں کے لئے مفید ہیں۔
- کھانے کی چیزوں میں جہاں ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا وہاں پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر ہم اِسلام کے جملہ احکام کا موازنہ کریں تو یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو گی کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اَپنے بندوں پر اگر ایک جانب سے تنگی پیدا کی ہے تو دوسری جانب وسعتوں کا دروازہ بھی کھول دیا ہے کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اَپنے بندوں کو مشقت اَور سختی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا بلکہ اُن کے لئے آسانیاں پیدا کرنا اَور اُن کو خیر وبرکت اَور ہدایت ورحمت سے نوازنا چاہتا ہے جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝﴾[1]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ چاہتا ہے کہ تم پر اَپنے احکام واضح کردے اَور تمہیں اُن لوگوں کے طریقوں کی ہدایت بخشے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں اَور اَپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہو اَور اللہ علیم و حکیم ہے اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے بھٹک کر دور نکل جاؤ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تم پر سے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ اِنسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

1۔ سورۃ النساء ۲۶۔۲۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرام کو حیلے سے حلال کرنا حرام ہے

اِسلام نے جہاں ان ظاہری وسائل کو حرام کیا جو محرمات کا باعث ہوں وہاں اُس نے اُن خفیہ ذرائع اَور شیطانی حیلوں کو بھی حرام قرار دیا جن کے پسِ پردہ حرام کو حلال کیا جا سکتا ہے۔

یہودیوں نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے لئے جو حیلہ بازیاں کی تھیں اُن کی اِسلام نے سخت مذمت کی، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

۱۔ ﴿لَا تَرْتَكِبُوْا مَارْتَكَبَ الْيَهُوْدُ وَتَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَ اللهِ بِأَدْنَى الْحِيَلِ﴾[1]

یہودیوں نے جس کا ارتکاب کیا اُس کا تم ارتکاب نہ کرو کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ حیلوں کے ذریعہ حلال کرنے لگو۔

یہودیوں پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہفتے کے دن شکار کرنا حرام کر دیا تھا لیکن انہوں نے حیلہ کر کے حرام کو حلال کر لیا چنانچہ وہ جمعہ کے دن خندقیں کھودتے تاکہ ہفتے کے دن مچھلیاں اس میں آکر جمع ہو جائیں اَور اتوار کے دن وہ اُن کو پکڑ سکیں ان حیلہ بازوں کے نزدیک اَیسا کرنا جائز تھا لیکن اِسلام کے نزدیک حرام ہے کیونکہ یہ بات حکمِ خداوندی کے خلاف ہے جس کا منشا ہی یہ تھا کہ وہ شکار سے رُک جائیں، خواہ شکار براہِ راست ہو یا بالواسطہ۔

1۔ اغاثة اللهفان فصل ومن مكايده التي كاد بها الإسلام وأهله الحيل والمكر والخداع ج۱ ص۳۴۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی حرام چیز کا نام یا اس کی صورت بدل دینا جبکہ اس کی اصل حقیقت اپنی جگہ برقرار رہو یہ ناجائز قسم کا حیلہ ہے محض نام یا صورت کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا اگر لوگ سُود جیسی ناپاک چیز کے لئے حیلہ بازی پر اُتر آئیں یا شراب کا کوئی خوبصورت نام رکھ کر پینا جائز کر لیں تو ایسی صورت میں ان کی حرمت اور گناہ میں کوئی فرق واقع نہ ہو گا، حدیث میں یہ پیشگی انتباہ موجود ہے کہ:

۲۔ ﴿عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم «لَيَسْتَحِلَّنَّ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ بِاسْمٍ يُسَمُّونَهَا إِيَّاهُ»﴾[1]

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میری اُمّت کا ایک گروہ شراب کا نام بدل کر اس کو حلال کرلے گا۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

﴿يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَسْتَحِلُّونَ الرِّبَا بِاسْمِ الْبَيْعِ﴾[2]

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں وہ سُود کو بیع کا نام دے کر حلال کرلیں گے۔

یہ زمانے کی نیرنگیاں ہیں کہ لوگوں نے اخلاق سوز رقص کا نام فن، نقالی کا نام ایکٹنگ، مراثیوں اور گویّوں کا نام اُستاد اور ان تمام بے ہودہ کاموں کی پریکٹس کا نام ریاض رکھ دیا ہے اور شراب کو مشروباتِ روحیہ اور سُود کو فائدے کے نام سے موسوم کر بیٹھے ہیں۔

1۔ مسند احمد رقم الباب 998 - حديث عبادة بن الصامت ج ۴۹ ص ۲۷۷

2۔ اغاثة اللهفان: فصل وقد أخبر صلى الله عليه وسلم أن طائفة من أمته تستحل الربا باسم ج ۱ ص ۳۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِنسانی مجبوریوں کا لحاظ

اِسلام نے حرام کے معاملہ میں سخت اَحکامات دیئے ہیں لیکن اس نے اِنسانی زندگی کی ضرورتوں کی طرف سے بے اِعتنائی نہیں برتی اَور اِنسانی کمزوری کا بھی پورا لحاظ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اُس نے اِس بات کو جائز کر دیا ہے کہ اِیک مسلمان شدید ضرورت کے پیشِ نظر اَپنی جان بچانے کے لئے بقدرِ ضرورت حرام چیز کھالے۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مُردار، خون اَور سور کے گوشت کی حرمت کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾[1]

تو جو شخص مجبور ہو جائے اَور وہ اس کا خواہش مند اَور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بخشنے والا اَور رحم فرمانے والا ہے۔

یہ حکم دیگر چار سُورتوں میں بھی آیا ہے جس کا مفہوم اِیک ہی ہے۔

لیکن خیال رہے کہ اِن آیات نے مضطر کے لئے غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ کی قید لگائی ہے جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حالتِ مجبوری میں حرام سے فائدہ اُٹھانے والا حرام شئے کی لذت کا طالب نہ ہو اَور نہ ہی فائدہ اُٹھانے کے معاملہ میں حدِّ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو، اس شرط سے علماء نے اِیک اُصول اَخذ کیا ہے اَور وہ یہ ہے کہ ضرورت اَپنا دائرہ خود متعین کرتی ہے۔

اِنسان کو اگرچہ کسی مجبوری کے آگے جھکنا پڑھتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اَپنے آپ کو پوری طرح مجبوری کے حوالے کردے اَور اَپنے نفس کی زِمام

1۔ سورۃ البقرۃ : ۱۷۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے ہاتھ میں دے بیٹھے، اسے لازماً حلال کی تلاش میں رہنا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیز دفعِ ضرورت کے لئے وقتی طور پر جائز ہو گئی تھی اُسے سہل خیال کرتے ہوئے حلال کی تلاش اور جستجو ہی ختم کر بیٹھے۔

اِسلام نے ضرورت کے موقعوں پر حرام کو مباح کر کے اَپنے ماننے والوں کے لیے بڑی آسانی پیدا کر دی ہے اَور اس سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے اس اِرشاد کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[1]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔

مجبوری کا تعیّن

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ کونسی مجبوری ہے جس کے لئے اِسلام نے حرام کھانے تک کی اِجازت دے دی ہے اس رخصت کو اِسلام نے آزادانہ طور پر نہیں چھوڑا بلکہ اُسے متعین اَور مقید کیا ہے چنانچہ جس مجبوری پر سب کا اتفاق ہے وہ کھانے کی ایسی مجبوری ہے کہ بھوک سے جان جا رہی ہو بعض علماء نے اس کی تحدید اس طرح کی ہے کہ مجبوری کی حالت میں اِیک شب و روز گذر جائے اَور سوائے حرام غذا کے کوئی چیز کھانے کے لئے نہ ملے ایسی صورت میں مجبور شخص حرام غذا اس حد تک کھاسکتا ہے کہ ہلاکت سے بچ جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ پیٹ بھر کھالے اَور ضرورت کے بقدر سفر کے لئے ساتھ لے لے یہاں تک کہ کوئی جائز چیز کھانے کے لئے مل جائے۔ اَور غالباً اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے اِرشاد غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

1۔ سورۃ البقرۃ : ۱۸۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھوک کی مجبوری کا حقیقتاً مجبوری ہونا قرآن کی نص سے واضح ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[1]

پس، جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر بغیر گناہ کی طرف مائل ہوئے کوئی حرام چیز کھالے تو بے شک اللہ جل جلالہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اگرچہ بعض علماء نے علاج معالجہ کے لئے بھی مجبوری کا اِعتبار کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ قرآن کے الفاظ (فِي مَخْمَصَةٍ) سے بھوک کی نص صریح واضح ہوتی ہے اَور مزید وضاحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہو جاتی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾[2]

اللہ جل جلالہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی۔

لیکن دوسرے گروہ نے علاج کی مجبوری کا لحاظ کیا ہے اَور علاج کو غذا کی طرح ضروری قرار دیا ہے کیونکہ دونوں ہی چیزیں زندگی کے لئے ضروری ہیں اس گروہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف اَور زبیر بن عوام کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اِجازت دی تھی حالانکہ ریشم ممنوع ہے اَور اس پر وعید آئی ہے۔

لیکن علاج کے لئے بھی محرمات کی رخصت صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے کہ جب ان محرمات میں سے کسی چیز کو علاج کے لئے اِستعمال کرنا ناگزیر ہو پھر بھی اُصولی طور پر اَیسی ضرورت کو ہم احتیاطاً تسلیم کر لیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کوئی مسلمان کسی اَیسی جگہ پر ہو جہاں سے محرمات کے سوا کوئی دوسری چیز نہ مل سکے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

1۔ سورۃ المائدہ : ۳

2۔ البخاری کتاب الاشربۃ رقم الباب 15 - باب شراب الحلواء والعسل:والبیھقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود کی حرمت اَور وبال

۱) اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾[1]

جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سَودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سُود (لینا) حالانکہ تجارت کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حلال کیا ہے اَور سُود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی نصیحت پہنچی اَور وہ (سُود لینے سے) باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اَور (قیامت میں) اُس کا معاملہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سپرد ہے۔ اَور جو پھر لینے لگا تو اَیسے لوگ دُوزخی ہیں، ہمیشہ دُوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔

❖ بالصراحت سُود خور کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جہنمی کہا اَور وہ بھی دائم جہنمی قیامت کے دِن اُس کا حشر بھی اس حال میں ہو گا کہ وہ اَپنی فہم و فراست کو کھو چکا ہو گا اَور بالکل دیوانوں اَور آسیب زدہ لوگوں کی سی حالت ہو گی، چونکہ دُنیا

1۔ سورۃ البقرۃ : ۲۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اُسے مختلف سُودی اسکیمیں تجویز کرنے اَور سُود کے نت نئے پروگرام تشکیل دینے، نت نئے ناموں سے اُسے متعارف کرانے میں خاص ملکہ اَور شہرہ حاصل تھا۔ اُسکی اسی لیاقت اَور ذہانت کی بنیاد پر بڑے بڑے اِدارے اُسے ڈائریکٹر آف فائنانس کی پوسٹ پر ہائر کرتے، آج اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اُس سے وہ نعمتِ عظمیٰ ہی چھین لی، عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سُود کی طرح ہے تم اِیک چیز دس روپے کی لیتے ہو اَور پھر بارہ یا پندرہ روپے کی بیچتے ہو یہ بھی تو سُود کی طرح ہے اگر یہ حلال ہے تو پھر ہم بھی کسی کو دس روپے دیتے ہیں پھر اُس پر بارہ روپے یا پندرہ روپے واپس لیتے ہیں تو یہ حرام کیسے ہوا؟

❖ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس کے جواب میں کوئی بحث نہیں فرمائی اَور نہ ہی کوئی عقلی دلیل اُسے سمجھانے کے لئے دی بلکہ حلال اَور حرام کے کلی اِختیارات اَپنے پاس رکھتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں کہا:

﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ﴾[1]

تجارت کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حلال کیا ہے اَور سُود کو حرام۔

تجارت اَور سُود اِیک نہیں ہیں بلکہ دو متضاد چیزیں اَور حیثیتیں ہیں چونکہ تجارت کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ حلال قرار دیتا ہے اَور سُود کو اللہ حرام قرار دیتا ہے، اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے اِیک اُصولی بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو نفع ہم تجارت کے طور پر حاصل کرتے ہیں وہ رقم کا معاوضہ نہیں ہے بلکہ وہ تاجر کی محنت کا معاوضہ ہے اَور جو نفع سُود کے

1- سورۃ البقرۃ ۲۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طور پر لیا جاتا ہے وہ کسی محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ خالصتًا وہ اُس رقم کا منافع ہے جو سُود کے طور پر دی گئی ہے، لہٰذا یہ اُصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔

۲) اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ وَدَمٌ نَبَتَا عَلَى سُحْتٍ اَلنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ﴾[1]

اَیسا گوشت اَور خون جنت میں داخل نہ ہو گا جو حرام سے پلا ہو اُس کے لئے دُوزخ ہی صحیح حق دار ہے۔

۳) اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لاَ يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ ، أَمِنْ حَلاَلٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ»﴾[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر اِیک اَیسا زمانہ آئے گا کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا اُس نے جو مال حاصل کیا ہے وہ حرام ہے یا حلال۔

۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ بندہ جو حرام مال کمائے گا اگر اس کو صدقہ کرے گا تو قبول نہیں ہو گا اَور اگر خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ اَور اگر اس کو اَپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر مر جائے گا تو وہ اس کے

1۔ ابن حبّان: كتاب الحظر والإباحة ج۱۲ص۳۷۸

2۔ بخاری کتاب البیوع باب قول الله (يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربا أضعافا ج۱ ص۲۷۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے جہنم کا توشہ بنے گا۔ [1]

۵) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا وہ اپنی کمائی لاکر میرے باپ کو دیتا تھا اور آپ اس کی کمائی کھاتے تھے ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا میرے والد نے اس کو کھا لیا پھر اس غلام نے خود ہی پوچھا کہ آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ جو آپ نے کھائی ہے،
تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلام سے دریافت فرمایا کہ تم ہی بتاؤ وہ کیا چیز تھی؟ تو غلام نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کاہن بن کر ایک شخص کو غیب کی خبر بتائی تھی، حالانکہ میں کہانت کے فن کو نہیں جانتا تھا میں نے اس کو دھوکہ دے دیا تھا اب اُس نے مجھ سے ملاقات کی اور اسی کہانت کے معاوضہ میں اُس نے مجھے وہ چیز دی تھی جو آپ نے کھا لی ہے یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا سب قے کر دیا۔

۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جو کسی کپڑے کو دس درہم میں خریدے اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس آدمی کے بدن پر رہے گا اللہ جل جلالہ اس کی کسی نماز کو قبول نہیں فرمائے گا یہ کہہ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں میں ڈال کر یہ فرمایا کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو تو میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ [2]

1۔ مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۲ بحوالہ امام احمد
2۔ مشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۳ بحوالہ احمد وغیرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سات مہلک چیزوں سے بچو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ. قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالَ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ﴾[1]

لوگو! ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو۔(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا) اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ سات چیزیں کونسی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔

۲) جادو کرنا۔

۳) (کسی کی) ناحق جان لینا جسے اللہ جل جلالہ نے حرام کر دیا ہو۔

۴) سُود کھانا۔

۵) یتیم کا مال کھانا۔

۶) کافروں کے ساتھ گھمسان کی لڑائی میں پیٹھ دے کر بھاگ جانا۔

۷) عزت دار بھولی بھالی پاک دامن مؤمنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

1۔ صحیح بخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یاکلون ....
وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر واکبرھا :۸۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود خور خون کی نہر میں

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَّعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِي رَأَيْتُهُ فِي النَّهَرِ قَالَ آكِلُ الرِّبَا﴾[1]

آج رات دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سر زمین کی طرف لے گئے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ خون کی ایک نہر کے کنارے پہنچ گئے، ایک شخص اُس نہر کے اندر اور دوسرا کنارے پر ہے جس کے آگے پتھر پڑے تھے، اندر والا شخص باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور باہر والا ایک پتھر اُس کے منہ پر دے مارتا ہے جس سے وہ واپس نہر میں پلٹ جاتا ہے میں نے اپنے ساتھیوں (فرشتوں) سے پوچھا یہ اندر کون شخص ہے تو مجھے بتایا گیا یہ سُود خور ہے۔

1۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب آکل الرباء وشاهده و کاتبه :۲۰۸۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بوجہ سُود چار قسم کے لوگوں پر لعنت

۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ [1]

رسول اکرم ﷺ نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، سُود پر گواہ بننے والے اَور (سُود کا حساب) لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔

۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

﴿لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ﴾ [2]

رسول اللہ ﷺ نے سُود کھانے والے (لینے والے) پر، سُود کھلانے والے (دینے والے) پر اس کے لکھنے والے پر، اَور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا : اس (گناہ) میں وہ سب برابر ہیں۔

یہ نہیں کہ سُود لینے دینے والے پر لعنت زیادہ ہے اَور سُود لکھنے والے، گواہی دینے والے کلرک، پر لعنت کم ہے، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا (هُمْ سَوَاءٌ) یہ سب برابر ہیں، جتنی لعنت سُود لینے دینے والے پر اتنی ہی لعنت سُود کو لکھنے والے کاتب پر اَور اتنی ہی لعنت ان پر جو گواہ بنتے ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

کئی بڑے متقی اَور پرہیز گار قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ جی ہم نہ سُود لیتے

1۔ الترمذی کتاب البیوع باب ما جاء فی آکل الربا و ابوداود، ومسلم (عن جابر)

2۔ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب لعن آکل الرباء وموکلہ :۱۵۹۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور نہ دیتے ہیں ہم مجرم کیسے بن گئے؟ ہمارا تو کرنٹ اکاؤنٹ ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ پر ذرا غور فرمائیں، وہ کاتب جس نے سُود کو تحریر کیا ہے یا جو گواہ بنا ہے کیا اس نے سُود لیا ہے؟ نہیں! سُود دیا ہے؟ نہیں! لیکن لعنت اس پر بھی پڑ گئی ہے اور لعنت بھی اتنی جتنی سُود لینے اور دینے والے پر کیونکہ اس حرام کاروبار میں وہ معاون ثابت ہوئے ہیں، انہوں نے تعاون کیا ہے۔ اس تعاون کی وجہ سے ان پر بھی لعنت کی گئی۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

تقویٰ اور نیکی کے کام میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔

تو یہ گواہ اور محرر، منشی اور کاتب یہ حرام کاروبار میں معاون بن رہے ہیں اس لئے ان پر لعنت ہے۔ مزید غور فرمائیں کہ کرنٹ اکاؤنٹ والے کتنے بڑے معاون ہیں اتنے بڑے معاون تو منشی اور کاتب بھی نہیں اور اتنا معاون گواہ بھی نہیں، گواہ تو صرف گواہ ہے؟ کاتب نے تو صرف وہ پرچہ تحریر کر دیا اور بس، اس کا اتنا ہی تعاون ہے؟ اور کرنٹ اکاؤنٹ والے لاکھوں کروڑوں روپیہ سُودی اداروں کے حوالے کر دیتے ہیں کہ جتنا چاہو لوگوں کو یہ قرض دے دے کر سُود وصول کرو ہم آپ سے سُود کا ایک پیسہ بھی نہیں لیں گے، تو یہ سب سے بڑے معاون ہوئے۔

کرنٹ اکاؤنٹ میں جتنا پیسہ جمع ہے وہ بینک کا نہیں وہ تو کرنٹ اکاؤنٹ والوں

1۔ سورۃ مائدہ: ۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا ہے ، یہ بڑے سادہ اور معصومانہ انداز سے کہہ دیتے ہیں کہ جی میں تو نہ سُود لیتا ہوں اَور نہ سُود دیتا ہوں میرا تو کرنٹ اِکاؤنٹ ہے۔

اِس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ ایک آدمی کسی کو قتل کرنے کے لئے جا رہا ہے ، راستے میں کوئی آدمی اس کو بندوق پکڑا دیتا ہے کہ یہ بندوق لے جاؤ تو وہ اس بندوق سے اس کو قتل کر دیتا ہے تو یہ بندوق پکڑانے والا اگر یہ کہے کہ جی میں نے تو قتل نہیں کیا صرف اس کو بندوق پکڑائی ہے تو کیا یہ مجرم بنے گا یا نہیں بنے گا ؟ ہاں یہ بھی مجرم بنے گا، یہ کرنٹ اکاؤنٹ والے بھی بینک والوں کو بندوق پکڑاتے ہیں کہ اس بندوق کے ساتھ لوگوں کا خون بہاؤ، خون پسینے کی کمائی ان سے بٹورو اتنا معاون تو سیونگ اکاؤنٹ والا بھی نہیں، جتنا معاون کرنٹ اکاؤنٹ والا ہوتا ہے۔

ٹھیک ہے سیونگ اکاؤنٹ والا جو سُود وصول کرتا ہے یہ اس کا جرم ہے، لیکن تعاون کے اِعتبار سے اس کا تعاون کرنٹ اکاؤنٹ والے کے تعاون کی نسبت کم ہے کیونکہ سیونگ میں عموماً بڑے اَماؤنٹ نہیں رکھوائے جاتے،وہ اکاؤنٹ عموماً بیواؤں، یتیموں اور ریٹائرڈ حضرات کے کام آتے ہیں، کاروباری طبقہ ہمیشہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانا پسند کرتا ہے اور ہو بڑا اماؤنٹ ہوتا ہے، اس اِعتبار سے کرنٹ اکاؤنٹ والے زیادہ معاون ہوئے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے سُودی لین دین کی تحریر لکھنے والے اَور اس کاروبار پر گواہی دینے والے پر لعنت بھیجی ہے اس پر ذرا غور فرمائیں ان پر لعنت کیوں ہے جبکہ نہ انہوں نے سُود لیا ہے اَور نہ سُود دیا ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ کے چکر میں اَچھے بھلے لوگ مبتلا ہیں۔ دینی ادارے، مساجد اَور دینی تنظیمیں ان کے منتظمین ارباب حل و عقد کروڑوں، کھربوں روپیہ جمع کرتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن میں زکوٰۃ اَور چرمِ قربانی کی رقم بھی شامل ہوتی ہے جو تعاون کی بہت بڑی شکل ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہیں ہو گا کہ کرنٹ اکاؤنٹ والوں کے بل بوتے پر ہی سارے بینک چل رہے ہیں اس کاروبار کو زیادہ فروغ دینے والے یہی لوگ ہیں کیونکہ دوسرے تو کچھ لے بھی جاتے ہیں یہ تو ان سے کچھ لیتے بھی نہیں ہیں سارا پیسہ ان کو جمع کرواتے ہیں اس لئے یہ مساجد کے منتظمین، دینی اداروں کے منتظمین اَور دینی جماعتوں کے ارباب حل و عقد اس مسئلہ پر بھی ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ ہم کہیں مجرم تو نہیں بن رہے۔

پھر یہ عذر بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ہم سرمائے کی حفاظت کیسے کریں؟ یہ تو حفاظت کا مسئلہ ہے گھر میں رکھیں تو چور ڈاکو آجائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ کیا چور اَور ڈاکو صرف روپے پر ہی آتے ہیں؟ گھر کا دوسرا سامان نہیں لے جاتے؟، بسااَوقات اِنسان کو جان کا بھی خطرہ ہوتا ہے، گھر میں داخل ہو کر وہ قتل کر کے چلے جاتے ہیں، آپ روزانہ خبریں پڑھتے ہی رہتے ہیں کہ فلاں گھر کے اتنے افراد کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اَور مال بھی لے گئے ہیں اب تو جان کا، عزت آبرو کا بھی گھروں میں خطرہ ہے، تو پھر کیا وہ سارے بینک میں جاکر بیٹھ جائیں؟ اَور جن لوگوں نے گائیں بھینسیں رکھی ہوئی ہیں۔ بسااوقات چور وہ بھی بھگا کر لے جاتے ہیں تو پھر بھینسیں بھی بینک میں جا کر باندھیں؟ کیونکہ ہمیں ان کے بھی چوری ہو جانے کا ڈر ہے۔

کچھ ڈرو خدا سے مکر و ریا سے کام نہ لو
یا اِسلام پہ چلنا سیکھو یا اِسلام کا نام نہ لو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنت سے محروم چار شخص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَرْبَعَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لاَّ يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلا يُذِيْقَهُمْ نَعِيْمَهَا مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَآكِلُ الرِّبَا، وَآكِلُ مَالَ الْيَتِيْمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ﴾[1]

چار آدمیوں کا اللہ جل جلالہ پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں ہرگز داخل نہ کرے اور نہ ہی انہیں اس کی نعمتیں چکھائے،

۱۔ شراب کشید کرنے والا۔

۲۔ سُود کھانے والا۔

۳۔ یتیم کا ناحق مال کھانے والا

۴۔ اپنے والدین کو عاق (اپنے کاروبار، اپنی جائداد اور اپنی خدمت سے خارج) کرنے والا۔

اجتماعی حرام کا وبال

حرام مال کی دو بڑی قسمیں ہیں:

۱۔ انفرادی شکل

۲۔ اجتماعی شکل

انفرادی شکل کا تذکرہ تو آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں یہ تمام احادیث انفرادی

1۔ اخرجه الحاكم فى المستدرک على الصحيحين كتاب البيوع وأما حديث أبي هريرة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرام کے وبال کو بیان کرتی ہیں جیسے کسی نے سُود کھایا، رشوت دی یا لی، چوری کی، دھوکا دیا۔ لیکن دوسری بڑی قسم اَیسے حرام کی ہے جو اِجتماعی مال میں خیانت کر کے حاصل کیا گیا ہو، اِجتماعی مال کیا ہوتا ہے جیسے بیت المال کا سرمایہ، مدارس کا فنڈ، جہادی فنڈ، قومی سرمایہ، اُس میں کوئی شخص خیانت کرے تو اُس کا گناہ بہت بڑا ہے۔

چنانچہ حدیثِ پاک میں مروی ہے:

﴿عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ إِلَى جَنْبِ بَعِيرٍ مِنَ الْمَقَاسِمِ ثُمَّ تَنَاوَلَ شَيْئًا مِنَ الْبَعِيرِ فَأَخَذَ مِنْهُ قَرَدَةً - يَعْنِي وَبَرَةً فَجَعَلَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ ثُمَّ قَالَ " يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هَذَا مِنْ غَنَائِمِكُمْ أَدُّوا الْخَيْطَ وَالْمِخْيَطَ فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ فَمَا دُونَ ذَلِكَ فَإِنَّ الْغُلُولَ عَارٌ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشَنَارٌ وَنَارٌ﴾[1]

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ) حنین کے دن غنیمت کے اُونٹ کے پہلو میں ہمیں نماز پڑھائی پھر اُونٹ میں سے کچھ لیا، معلوم ہوا کہ وہ ایک "قردہ" یعنی بال تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنی دو اُنگلیوں میں تھاما اور فرمایا: اے لوگو! یہ تمہاری غنیمتیں ہیں، سوئی اور دھاگہ یا اِس سے بھی کم، زیادہ ہو تو اُسے بھی ادا کرو کیونکہ قیامت کے دن جو سب سے بڑا داغ اور عذاب ہو گا وہ جہادی مال میں سے خیانت کا ہو گا۔

یعنی اِجتماعی مال کا سوئی اَور دھاگہ بھی ادا کر دو، سوئی اَور دھاگے کے بھی تم امین ہو وہ بھی واپس کر دو، (سوئی، دھاگے کا بھی قیامت کے دن سوال ہو گا)، اس سے اِجتماعی مال کی اَہمیت اَور قدر و قیمت کا آپ اَندازہ کیجئے!

1۔ سنن ابن ماجہ: کتاب الجہاد، باب الغلول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بڑا نمایاں کر کے اس بات کو اُچھالا جائے گا کہ یہ شخص جو آرہا ہے یہ جہادی مال کا چور آرہا ہے، دُنیا دیکھے گی یہ اِجتماعی خیانت ہے۔ اَیسے اِنسان کا ٹھکانا دوزخ ہے نیکیاں مردود اور پہاڑ جیسے عمل رائیگاں جائیں گے۔

اللہ کے پیغمبر کا اِیک خادم بلکہ خادمِ خاص! کیوں کہ وہ جہادی خادم تھا نبی علیہ السلام کی سواری کی خدمت کر رہا ہے اَور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد میں خود موجود ہیں اِیک انجانا تیر آتا ہے اَور اس کے بدن میں پیوست ہو جاتا ہے اسی تیر سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

﴿ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ " بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا " ﴾[1]

پس لوگوں نے کہا شہادت مبارک ہو، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک وہ اِیک چادر جو اس نے چوری کر لی تھی خیبر کے مال غنیمت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس چادر کو جہنم کی آگ نے پکڑ لیا ہے اَور وہ چادر اس کے بدن کے ارد گرد لپٹی ہوئی ہے وہ چادر جہنم کا شعلہ بن کے اس کے عذاب کا سبب بن چکی ہے۔

1۔ صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر : ۳۹۰۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب غلظ تحریم الغلول وانہ لا یدخل الجنۃ : ۱۱۵
سنن النسائی کتاب الایمان والنذور باب ھل تدخل الاء صون فی المال اذا نذر : ۳۷۶۷
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی تعظیم الغلول:۲۳۳۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(اور اس کی دلیل یہ تھی کہ میں خود مجاہد ہوں اس جنگ میں شریک تھا میرا بھی اس میں حصہ ہے پتا نہیں تقسیم کے وقت یہ چادر مجھے ملے یا نہ ملے ابھی اِسے رکھ لیتا ہوں بعد میں بتا دوں گا کوئی تاویل کر لوں گا لیکن بتانے کا موقع نہیں ملا، اب بتانے کا فائدہ بھی کیا ہوتا) یہ اجتماعی مال میں سے خیانت کا نتیجہ ہے، یہ کون ہے؟ صحابی ہے اور اللہ کے پیغمبر علیہ السلام کا خادم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ «لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي» ﴾[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے میرا دیدار کیا (صحابیؓ) یا میرے دیدار کرنے والے کا دیدار کیا (تابعیؒ)۔

لیکن دیکھیں خیانت نے جہاد جیسے عمل کو ضائع کر دیا، میدان معرکہ میں اپنی جان پیش کرتا ہے شہید ہے اس کا اِعزاز یہ ہے کہ:

﴿ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَ يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ يُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ يَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَ يُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ

1۔ جامع الترمذي كتاب المناقب: باب ماجاء في فضل من رأى النبي

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ يُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ [1]

حضرت معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل جلالہ کے ہاں شہید کے لیے چھ اعزاز ہیں ❶ خون کے پہلے قطرے پر اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جنت سے اس کا ٹھکانہ دکھادیا جاتا ہے ❷ قبر کے عذاب سے بچالیا جاتا ہے ❸ (قیامت کی) ہولناکی اور گھبراہٹ سے محفوظ رہتا ہے ❹ اس کے سر پر عزت کا ایسا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دُنیا ومافیھا سے بہتر ہے ❺ موٹی آنکھ والی بہتر (۷۲) حوروں سے بیاہ دیا جاتا ہے ❻ اپنے اقارب میں سے ۷۰ افراد کی شفارش کرے گا (اور اللہ شفارش قبول کر کے ان سب کو معاف کر دے گا)۔

۷۰ افراد کو بخشوانے والا خود جہنم کا لقمہ بن گیا کس بناء پر؟

ایک چادر چوری کرنے کی بناء پر یہ اجتماعی مال سے خیانت کی سزا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ بیان فرما چکے تو ایک صحابی روتے ہوئے اُٹھے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ یہ دو تسمے مجھے اسی جگہ سے ملے تھے اور میں نے جمع کرانے کے بجائے اپنی جیب میں رکھ لئے (فَاقْبِلْهُمَا) قبول کر لیجئے مجھ سے غلطی ہو گئی، بھول ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اب قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ قیامت کے دن لے کر آنا اب وہیں باتیں ہونگی۔

1۔ جامع الترمذی کتاب فضائل الجهاد باب فی ثواب الشهید : ١٥٨٦
سنن ابن ماجة کتاب الجهاد باب فضل الشهادة فی سبیل الله : ٢٨٢٦
مسند احمد عن المقدام بن معدیکرب : ١٦٧٣٠

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ﴾[1]

اللہ جل جلالہٗ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو، یعنی اللہ جل جلالہٗ کا حکم ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین تک پہنچاؤ جو اس کا اصل مقام ہے وہاں تک پہنچاؤ اپنی مرضی کا تصرف نہ کرو۔

تو اجتماعی مال میں سے خیانت کرنا یہ حرام معیشت کی بھیانک شکل ہے۔

اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اِعلانِ جنگ

۱۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ ﴾[2]

اے ایمان والو! (اللہ جل جلالہٗ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر یقین رکھنے والو) اللہ جل جلالہٗ سے ڈرتے رہو (سُودی لین دین کی ممانعت کا حکم پانے کے بعد) باقی ماندہ سُود چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو (تو ایسا کرنا تم پر ضروری ہے) اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر (تمہارے خلاف) اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اِعلانِ جنگ ہے اور اگر تم توبہ کر لیتے ہو (اور سُود چھوڑ دیتے ہو) تو تمہارے لئے تمہارا اصل مال ہے اس طرح نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔

1۔ سورۃ النساء : ۵۸

2۔ سورۃ البقرۃ : ۲۷۸، ۲۷۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❖ یہ احکام خداوندی ہیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والا شخص احکام الٰہی سے انحراف کا مرتکب ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم سُودی نظام کو اپنا کر اور ملکی معیشت و خوشحالی کا راز جان کر اس پر عمل پیرا ہیں لیکن ہمیشہ جوار کے نچلے پتے کی طرح ہماری معیشت بدحالی کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہے، بے برکتی کا یہ عالم ہے کہ آج سے چند سال قبل جس شخص کا گزارا پانچ ہزار روپے ماہانہ میں بحسن و خوبی ہوتا تھا آج اُس شخص کا گزارا بیس ہزار روپے ماہانہ کما کر بھی نہیں ہو رہا، چونکہ خیر و برکت اللہ جل جلالہ کے پاس ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، جب اُس ذات کے ساتھ ہی جنگ چھیڑ بیٹھیں گے تو پھر برکتوں کے نزول کی جگہ طرح طرح کی آفات ہی نازل ہونگی، یا تو ایسی خشک سالی ہوگی کہ بادل برسنا چھوڑ دیں گے،
یا اتنا برسیں گے کہ ہماری معیشت کی کمر توڑ دیں گے۔
(اللہ ہمیں محفوظ فرمائے)۔(آمین)

سُود مرکب اور مفرد، دونوں حرام ہیں

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾[1]

اے ایمان والو! سُود کو کئی گناہ اضافہ کر کے مت کھاؤ اور اللہ جل جلالہ سے ڈرتے رہو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ (فلاح پا جاؤ)۔

بعض سُود خور اس آیتِ کریمہ سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دوگنا چوگنا

1۔ سورۃ آل عمران : ۱۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود (سُود مرکب / سُود در سُود) حرام ہے مفرد سُود حرام نہیں ہے، یہ سوچ راہ حق سے فرار کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے حالانکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے بالصراحت یہ بات اجاگر کرائی ہے کہ ﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تجارت کو حلال اور سُود کو حرام قرار دیا ہے اور یہ مطلق سُود ہے اُس آیتِ کریمہ میں مطلق سُود کو حرام قرار دیا اور اس آیت میں سُود در سُود کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حرام قرار دیا ہے جس کے نتیجے میں سُود کی ہر شکل حرام قرار پاتی ہے۔

چاہے وہ سُود مفرد ہو یا مرکب ہو، سُود اِجتماعی سطح پر ہو یا اِنفرادی سطح پر ہو، فریقین کی رضا سے ہو یا عدم رضا سے، قومی سطح پر ہو، تجارتی اداروں کا ہو، اکیلا کوئی آدمی سُودی کاروبار کر رہا ہو وہ ہر شکل میں حرام ہے۔ علی الاطلاق اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے سُود کو حرام قرار دے دیا ہے، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تو یہاں سُود کی ایک خاص صورت ذِکر کی ہے۔ قرآن مجید کا یہ اَنداز متعدد مقامات پر پایا جاتا ہے

قرآن مجید سے مزید مثالیں

قرآن مجید میں اِس کی متعدد مثالیں موجود ہیں:

﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝﴾[1]

آپ کا رب بندوں پہ بہت زیادہ ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

ظلّام مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ظالم ظلم کرنے والا ظلّام (بہت زیادہ ظلم کرنے والا) اب اِس کا مفہوم کوئی یہ نکالے کہ بہت زیادہ ظلم کرنے والا تو نہیں ہے لیکن تھوڑا ظلم، (معمولی

1۔ سورۃ الفصلت: ۴۶

کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قسم کا ظلم) اللہ جل جلالہ بندوں پر کرلیتا ہے تو کیا یہ مفہوم اس کا صحیح ہو گا؟ ہرگز نہیں! کیوں صحیح نہیں؟ کیونکہ دوسری آیات میں آگیا ہے کہ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾[1]

اللہ جل جلالہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾[2]

اللہ جل جلالہ انسانوں پہ معمولی سا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

تو دوسری آیت میں آگیا کہ اللہ جل جلالہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا،

اس لئے (وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ) کا مفہوم کوئی شخص یہ نکالے کہ تھوڑا ظلم اللہ جل جلالہ کرتا ہے تو یہ ناجائز ہے یہ بات اس کی درست نہیں ہوگی،

دوسری مثال! اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں ان عورتوں کا تذکرہ فرمایا جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، بعد میں فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾[3]

ان عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔

پہلے اللہ جل جلالہ نے صرف دو رضاعی رشتے بیان کئے ہیں، ایک رضاعی بہن (ہمشیرہ اور

1۔ سورۃ النساء: ۴۰

2۔ سورۃ یونس: ۴۴

3۔ سورۃ النساء: ۲۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری رضاعی ماں، ان سے نکاح نہیں کرسکتے۔ ان کے علاوہ جو رضاعی رشتے ہیں وہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ کے اندر داخل ہیں۔ رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی، رضاعی بھانجی۔

آیت کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہونا چاہیے لیکن جائز نہیں کیوں کہ دوسری نص کا حکم یہ ہے کہ

﴿يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ﴾[1]

جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔

نسبی پھوپھی سے نکاح ناجائز ہے تو رضاعی پھوپھی سے بھی نکاح ناجائز ہے اسی طرح نسبی بھتیجی سے نکاح ناجائز ہے تو رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح ناجائز ہے تو جتنے نسبی رشتے حرام ہیں اتنے سب کے سب رضاعی رشتے بھی حرام ہیں اب چونکہ دوسری نص آگئی، رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد آگیا۔

اس لئے ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ کا مفہوم یہ نہیں لے سکتے کہ وہ رضاعی رشتوں کے علاوہ باقی رشتے حلال ہیں یہ مطلب اگر کوئی لیتا ہے تو وہ غلطی کر رہا ہے پھر پیچھے محرمات میں آیا ہے: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾[2]

دو بہنیں بیک وقت ایک آدمی کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں، یعنی انھیں جمع کرنا حرام ہے۔

1۔ صحیح بخاری: باب شهادة على الانساب والرضاع ، صحیح مسلم باب تحریم ابنة الاخ من الرضاعة :۱۴۴۷ وغیر هم

2۔ سورۃ النساء ۲۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فرما رہا ہے وہ تمہارے لئے حلال ہیں، اب پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا ان کے علاوہ ہے، خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا ان کے علاوہ ہے لیکن حلال نہیں۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں بیک وقت آسکتی ہیں لیکن اب نص آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی دونوں ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خالہ اور بھانجی دونوں ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ 1

پھر ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ کا مفہوم یہ بھی بنتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی دونوں ایک نکاح میں جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ ﴿مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ کی صورت میں یہ داخل ہوتی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ﴾ 2

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں ہرگز جمع نہیں ہو گی۔

اسی طرح ﴿أَضْعَافاً مُضٰعَفَةً﴾ کے الفاظ سے جو سُودی لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں کہ جی سُود مفرد تو جائز ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تو صرف سُود مرکب حرام کیا ہے یہ ان کی

1۔ صحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علی عمتھا :۴۸۱۹

2۔ صحیح بخاری کتاب فضائل أصحاب النبیؐ باب ذِکر أصھار النبیؐ منھم أبو العاص بن الربیعؓ .۳۸۲۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خام خیالی ہے ، سُود مفرد بھی حرام ہے اور سُود مرکب بھی حرام ہے۔ جیسا کہ ہم کتاب کے آغاز میں "مأخذ شریعت" کے تحت یہ عرض کر چکے ہیں کہ دلیل و حجت کے اِعتبار سے قرآن میں پائے جانے والے حکم میں اور حدیثِ رسول میں پائے جانے والے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ میں جو وزن قرآنِ کریم کا ہے وہی وزن حدیث رسول ﷺ کا ہے کیونکہ یہ حکم بھی قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾[1]

جو کچھ رسول سے ملے اُسے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز آجاؤ۔

لہٰذا رسول اکرم ﷺ کی بیان کردہ حلّت و حُرمت، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی القاء کردہ حلّت و حُرمت ہے۔

یہود پر راہِ حلال کی تنگی

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۝ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝﴾[2]

تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں، حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے۔ اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کئے جانے کے سُود لیتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور ان میں سے جو کافر ہیں ان کیلئے ہم نے درد

1۔ سورۃ الحشر : ۷

2۔ سورۃ النساء : ۱۶۰، ۱۶۱

کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ یہودیوں کے وہ گناہ گنوا رہا ہے جن کے سبب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اُن پر وہ طیّب چیزیں حرام کر دیں جو پہلے حلال تھیں مگر ان کے گناہوں اور بدکاریوں کی بنا پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کو حرام قرار دے دیا، کئی گناہ ذِکر کئے ہیں ان میں سے ایک گناہ یہ بھی ذِکر کیا ہے: (وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا)ان کے سُود لینے کے سبب،

وہ سُودی کاروبار کرتے تھے اور سُود لیتے اور دیتے تھے۔

یہ سُودی نظام جو پوری دُنیا پر رائج ہے اور غالب آچکا ہے اس کے موجد یہودی ہیں اور اِس نظام کی سرپرستی آج بھی یہودی کر رہے ہیں بڑے بڑے سُودی اِدارے، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کو یہودی ہی چلا رہے ہیں ، اُس وقت بھی یہود سُودی کاروبار میں پیش پیش تھے، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فرماتا ہے:

ان کے سُود لینے کے سبب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے پاکیزہ چیزیں جو پہلے حلال تھیں ان پر حرام کردیں حالانکہ ان کو سُود سے منع کیا گیا تھا، اور اب اہل اِسلام میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو کفار سے معاملہ کرتے وقت سُود کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، دراصل یہ بات یہودیوں کی طرف سے آئی ہے، مسلمانوں کی یہ بات نہیں ہے۔

﴿ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ کہہ کر یہ اشارہ فرمایا ہے کہ سُود کھانا، لینا، دینا اور لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانا یہ بھی ایک قسم کا کفر ہی ہے اور یہ اِسلام سے خارج ہونے والی بات ہے کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ کفر کرنے والوں کے لئے ہم نے درد ناک عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود ی معیشت نہیں پنپتی

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾[1]

اور جو تم سُود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجبِ برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دوچند کرنے والے ہیں۔

سُودی نظام ہمارے ملک میں بھی چل رہا ہے۔ سُود کی نئی نئی قسمیں نکلتی ہیں، اخبارات میں آپ پڑھتے ہیں کہ راتوں رات لاکھ پتی، کروڑ پتی، ارب پتی بنئے، یہ سب سُود کی اسکیمیں ہیں لیکن اس کے باوجود معیشت اَور اِقتصادیات کا دیوالیہ نکل رہا ہے، سبھی پریشان ہیں کہ کیا بنے گا؟

کچھ لوگ سُود دیتے ہیں اَور کچھ لوگ لیتے ہیں، دینے والے آہستہ آہستہ بالکل کنگال ہو جاتے ہیں، معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ سُودخوروں نے تو محنت کرنی نہیں ہوتی وہ پیسہ اکٹھا کرتے جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ملک کی معیشت تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے، زکوٰۃ دینے سے ان کا اَپنا مال بھی بڑھتا ہے جن کے پاس جاتا ہے ان کی معاشی حالت بھی بہتر بنتی ہے ان کا مال تقسیم ہوتا رہتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ امیر تو امیر تر بنتا جائے اَور جو غریب ہو وہ غریب تر ہوتا جائے بلکہ امیروں کا مال بھی غریبوں تک پہنچتا رہتا ہے پھر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے وراثت کا قانون رکھ دیا ہے اس کی جتنی جائیداد ہے وہ

1۔ سورۃ روم: ۳۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی، مال اس طرح تقسیم ہوتا رہے گا، بقدر ضرورت سب کے پاس پہنچ جائے گا جبکہ سُودی اور سرمایہ دارانہ نظام میں یہ چیز نہیں ہے۔

سُود بے برکتی اور صدقہ باعثِ برکت ہے

۱) اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ ﴾[1]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سُود کو مٹاتا ہے (بے برکت بناتا ہے) اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔

۲) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾[2]

اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر (دوگنا چوگنا) سُود نہ کھاؤ اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے ڈرتے رہو تاکہ نجات حاصل کر سکو۔

سُود خوری ماں سے نکاح کے برابر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

﴿اَلرِّبَاءِ ثَلَاثٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا أَيْسَرُهَا مِثْلَ أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ﴾[3]

سُود کے تہتر درجے ہیں اور سب سے آسان (کم تر درجہ) اپنی ماں سے نکاح کرنے جیسا ہے۔

1۔ سورة البقرة:۲۷۶

2۔ سورة آل عمران :۱۳۰

3۔ مستدرک حاکم کتاب البیوع : وأما حدیث أبي هریرة :۲۲۵۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ (غسیل الملائکہ) سے مروی ہے کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿دِرْهَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ زِنْيَةً يَزْنِيهَا فِي الْإِسْلَامِ﴾[1]

آدمی جانتے ہوئے سُود کا ایک درہم کھائے تو وہ اِسلام میں چھتیس (۳۶) مرتبہ زِنا کرنے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔

غور کریں! یہ سُودی کاروبار کرنا، سُود لینا دینا، اس میں معاون بننا اللہ جل جلالہ کے ہاں کتنا سنگین جرم ہے؟ پھر اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود کے ایک درہم کو چھتیس بدکاریوں سے زیادہ سنگین جرم قرار دیا ہے۔

جبکہ زِنا جیسی بدکاریوں کے علاوہ بھی بہت سے گناہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرما سکتے تھے کہ چھتیس چوریوں سے زیادہ سنگین جرم ہے، چھتیس ڈکیتیوں سے زیادہ سنگین جرم ہے، چھتیس قتل سے زیادہ سنگین جرم ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو چھتیس زِنا والے جرم کا ذِکر فرمایا، کیونکہ زِنا میں بے حیائی بے غیرتی ہے جو آدمی یہ حرکت کرتا ہے وہ بے حیا اَور بے غیرت ہے۔ بالکل اسی طرح سُودی کاروبار کرنے والے سُود لینے والے، سُود دینے والے ان میں بے حیائی اَور بے غیرتی پائی جاتی ہے۔ ملک میں روز بروز جو بے حیائی بڑھ رہی ہے اس کے بہت سے اسباب میں سے ایک سبب ہمارے ملک میں رائج سُودی نظام ہے۔

---

[1] مسند احمد، ج ۵، ص ۲۲۵، وقال الهيثمي في مجمع الزوائد: رجاله رجال الصحيح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود یہود و نصاریٰ کا تباہ کن ہتھیار

اِستعماری قُوتوں اَور حکومتوں نے مسلمان ممالک اَور مسلمان علاقوں میں سُودی فوائد پر مشتمل بینکاری کا اَیسا نظام منتقل کر دیا ہے جو چاروں اَطراف پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ اِسلامی اَور عرب ممالک کی شہری منڈیوں نے ان سُودی فوائد کو وقت اَور حالات کا تقاضا سمجھ کر طوعًا و کرھاً قبول کرنا شروع کر دیا دیکھتے ہی دیکھتے مختلف جامعات اَور مصر وغیرہ سے مختلف علماء کرام کی جانب سے جاری ہونے والے فتاویٰ جات بھی مختلف بینکوں میں موجود مینجنگ ڈائریکٹر کے دفتروں کی زینت بننے لگے۔

یہ سُودی نظام اِتنا عام ہوا کہ اسی کے ساتھ کاروبار منسلک کر دیئے گئے جو بہت ہی تھوڑے عرصے میں سب کو مرغوب ہو گئے(الا ماشاءاللہ) مسلمانوں کو ان نظاموں اَور طریقوں میں جکڑ لیا گیا، سُودی بینکوں کے بوجھ تلے دَب کر اَپنی معیشت کو تباہی کے گڑھے پر لا کھڑا کیا جس سے چھٹکارا پانا اب ممکن نظر نہیں آتا۔

اَلبتہ اِس اِجتماعی خرابی کی اِصلاح بھی اِجتماعی شکل میں ممکن ہو سکے گی کسی کی اِنفرادی کوشش اِس ضمن میں بالکل بے سُود ہو گی اَلبتہ علماء حق ، قائدین ، مفکرین اَور دانش مند حضرات اگر اِیک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے اُمّت کی اِقتصادیات کو ان سُودی نظاموں سے نجات دلانے اَور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں بینکوں اَور مصارف کی منڈیوں کو سُود سے پاک کرنے کی مشترکہ اَور مخلصانہ کوشش کریں تو اِسے یقینا نصرتِ الٰہی سے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَکلِ حرام توکّل کے منافی ہے

حرام کی طرف اِنسان اُس وقت راغب ہوتا ہے جب وہ سمجھتا ہے کہ صرف حلال سے میں اَپنا اَور اَپنے بیوی بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتا ہے چونکہ مہنگائی ہے اَور صرف حلال سے یہ سب پورا نہیں پڑتا اَور یہ سوچ نہ صرف توکل باللہ کے منافی ہے بلکہ شرک کی حد تک پہنچ جاتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اَپنے گھریلو اخراجات میں پورے کرتا ہوں اَپنے بچوں کا پیٹ میں پالتا ہوں جبکہ اِرشادِ باری ہے:

﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾[1]

تمہیں بھی ہم روزی دیتے ہیں اَور تمہارے آنے والے بچوں کو بھی ہم روزی دیں گے۔

اِنسان جب یہ سوچ لیتا ہے کہ صرف حلال سے پوری کیسے پڑے گی؟ تو یہ سوچ بھی عدم توکل کا نتیجہ ہی ہے چونکہ وہ اَپنے تک یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے زیر کفالت اَفراد کی روزی کا میں خود ذمہ دار ہوں حالانکہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

1) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾[2]

زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں کی روزی بھی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی کے ذمہ ہے۔

2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۝﴾[3]

بے شک اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی سب کو روزی دینے والا اَور مضبوط طاقت کا مالک ہے۔

1۔ سورۃ الانعام:۱۵۱

2۔ سورۃ الھود :٦

3۔ سورۃ الذاریات : ۵۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3) ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝﴾[1]

اور آسمان میں تمہاری روزی ہے (وہاں سے مینہ برساتا ہے) جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

4) ﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝﴾[2]

اور ہم نے اسی زمین میں تمہارے لئے روزی کے ذرائع بنائے ہیں اور اُن کے لئے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے (بلکہ ہم روزی دیتے ہیں)۔

5) ﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾[3]

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

6) ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾[4]

ہم نے لوگوں کی روزی کو دُنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا ہے کسی کو درجے میں اونچا کر دیا ہے اور کسی کو کم۔(یعنی کسی کو زیادہ دے کر امیر کر دیا اور کسی کو کم دے کر غریب کر دیا)۔

7) ﴿لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ

1۔ سورۃ الذاریات :۲۲

2۔ سورۃ الحجر : ۲۰

3۔ سورۃ الرعد : ۲۶

4۔ سورۃ الزخرف:۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الطَّيْرُ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا﴾ [1]

اگر تم اللہ جل جلالہ پر کماحقہ بھروسہ کرو تو تم ایسے روزی دیے جاؤ گے جیسے پرندے دیے جاتے ہیں، وہ صبح خالی پیٹ گھونسلے سے جاتے ہیں اور پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

سُود کی مختلف اَقسام

سُود کا لُغوی معنی:-

زیادتی، بڑھوتری اور اِضافے کے ہیں۔

سُود کی جدید تعریف:-

متعین سرمائے پر متعین وقت میں متعین منافع سُود ہے۔

شرعی اِصطلاح میں سُود کی دو بڑی اقسام ہیں:

۱۔ ربا النسیہ

۲۔ ربا الفضل

چنانچہ اِمام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سورۃ البقرۃ کی آیت:275 کے تحت یہی دو قسمیں بیان کی ہیں جسے آپ دیے گئے حاشیہ میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں:۔ [2]

1۔ سنن الترمذی:باب فی التوکل علی اللہ رقم الحدیث :۲۲٦٦، تحفۃ الاحوذی:ج٦ص۱۲۹

2۔ تفسیر الکبیر(الرازی)ج۱ص47﴿إعْلَمْ أنّ الرِّبَا قِسمان : ربا النَّسيئةِ ، وربا الفضلِ أمّا رِبا النسيئةِ فهوَ الأمْرُ الّذِي كانَ مَشْهُوراً مُتعارِفاً فِي الْجاهلِيّةِ ، وذلك أنهم كانوا يدفعونَ المالَ عَلَى أن يأخذُوا كل شَهْرٍ قَدراً مُعيّناً ، و يَكونُ رأسُ المالِ باقِياً ، ثُمّ إذا حلّ الدّينَ طالبوا المَدِيُونَ بِرأسِ المالِ ، فإن تعذر عليهِ الأداءُ زادوا في الحقِّ والأجلِ ، فهذا هُوَ الرِّبا الّذِي كانوا فِي الجاهلِيّةِ يتعامَلونَ بِهِ ﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود کی پہلی قسم ربا النسیئہ

اِسے رباءالجاہلیۃ ، رباءالقرآن اورربا ءالقرض بھی کہاجاتا ہے ،جاہلیۃ اس مناسبت سے کہ یہ اِسلام سے قبل دورِجاہلیت میں متعارف اور مروّج تھا اور ربالقرآن اس مناسبت سے کہ اس کی حرمت قرآن نے بیان کی ہے اور رباءالقرض اس اِعتبار سے کہ یہ دیے گئے قرض پر لگایاجاتاہے۔

لُغوی مفہوم

﴿وَهُوَ مِنَ الْمَالِ الَّذِیْ لَا یَرْجِیْ رُجُوْعَهٗ مِثْلَ الْقُمَارِ قِیْلَ هُوَ النَّسِیْئَةُ﴾[1]

صاحبِ محیط فی اللغہ نے النسیئہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ جوئے کی مانند اَیسا مال ہے جس کی واپسی کی اُمید نہ ہو (اُسی کو نسیئہ کہا جاتا ہے)۔

۲) القاموس: میں نسیئہ کو نقد کی ضد کہا گیا ہے۔[2]

۳) اس میں چونکہ اِضافی رقم مدّت یا مہلت کے عوض میں لی یا دی جاتی ہے، اس لئے اَیسے سُود کو شرعی اِصطلاح میں ربا النسیئہ کہا جاتا ہے یعنی اَیسا سُود جو مدّت یا اُدھار کی وجہ سے لگایا جاتا ہے۔

۴) ربا النسیئہ سے یہ مراد بھی ہے اِیک جیسی ذو متبادل چیزوں میں سے کسی اِیک کا مقررہ مدّت کے بعد زیادہ معاوضہ لینا۔

1۔ المحیط فی اللغہ باب: ضفن ج۲ ص۱۹۹

2۔ القاموس ج۱ ص۳۲۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی جب فریقین بیع کے وقت بائع(seller) اور مشتری(purchaser) مبیع(Subject matter) اور قیمت پر قبضہ نہ کریں تو یہ ربا النسیئہ ہے۔ مبیع(Subject matter) سے مراد وہ چیز جس کا سودا ہوا ہے،(Soled goods) یعنی فروخت کنندہ ، قیمت پر قبضہ حاصل کر لے اور خرید کنندہ خریدی گئی چیز پر قبضہ حاصل کر لے تو یہ جائز ورنہ یہ بیع ربا النسیئہ کے زُمرے میں داخل ہوگی کیونکہ غیر موجود کے بدلے میں موجود کو بیچنا منع ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں "مسلم: کتابُ الْمُسَاقَاةِ بابُ الصرفِ وبیع الذھبِ بالورقِ نقدًا" کے حوالے سے حدیث گزر چکی ہے اور صحیح بخاری کی ایک اور حدیث سے بھی اس مسئلے کی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ ﴾[1]

سونا سونے کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، گندم گندم کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، کھجور کھجور کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں اور جو جو کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں۔

ایک اور روایت جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ موطا میں لائے ہیں

﴿ اَلذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلاَّ هَاءَ

1۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرۃ :۲۱۳۴
وصحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الصرف وبیع الذھب :۱۵۸۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَهَاءَ﴾[1]

سونا چاندی کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، گندم گندم کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، کھجور کھجور کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں اَور جو جو کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں۔

"ھاءو ھاء" کا مطلب ہے کہ اِیک ہاتھ سے دے اِیک ہاتھ سے لے (نقد سَوداہو)۔

﴿فَإِذَا اخْتَلَفَتِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ﴾[2]

جب جنسیں مختلف ہوں اَور سَودا نقدونقد ہو تو پھر جیسے چاہو بیچو۔

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ جب دو عِوض جنس کے اِعتبار سے الگ الگ ہوں اَور علّت کے اِعتبار سے دونوں اکٹھے ہو جائیں تو اس وقت صرف ربا النسیئۃ ہی واقع ہوتا ہے جیسے سونے کا چاندی کے ساتھ اَور گندم کا جو کے ساتھ سَودا کرتے وقت اسی مجلس میں بائع (Seller) اَور مشتری (Purchaser) کا مبیع اَور قیمت کو قبضے میں نہ کرنا۔

بعض چیزوں کا اُدھار یا مقدار میں فرق جائز ہے

جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَهُ، أَنْ يَأْخُذَ فِي قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ البَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى الصَّدَقَةِ﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اُونٹوں (زکوٰۃ میں آنے والے

1۔ مؤطا إمام مالکؒ: کتاب المساقات باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا ج۴ص۳۳۹

2۔ صحیح مسلم کتاب المساقاة باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا : ۱۵۸۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمانہ مستقبل کے دو اُونٹوں) پر اُدھار اُونٹ لینے کا حکم فرمایا،
(ایک اُونٹ زکوٰۃ میں آنے والے دو اُونٹوں کے عوض اُدھار خریدے)۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ:

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِشْتَرَى عَبدًا بِعَبْدَيْنِ وَاشْتَرٰى جَارِيَةً بِسَبْعَةِ رُؤُسٍ﴾

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے اور ایک لونڈی کو سات سروں (لونڈیوں) کے بدلے خریدا۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی سودے میں جنس اور علّت کے اعتبار سے دونوں عوض مختلف ہو جائیں، جیسے نقدی کے بدلے خوراک یا خوراک کے بدلے نقدی یا کسی سودے میں سُود کی علّت ہی ختم ہو جائے، جیسے جانور کو جانور کے ساتھ کپڑے کو کپڑے کے ساتھ، برتنوں کو برتنوں کے ساتھ، گاڑی کو گاڑی کے ساتھ لکڑی کو لکڑی کے ساتھ، لوہے کو لوہے کے ساتھ، تانبے کو تانبے کے ساتھ(علی ھذاالقیاس) اس جیسی دوسری چیزوں کو ان جیسی چیزوں کے ساتھ ہی خریدوفروخت کرنا کہ جن میں نقدی اور خوراک جیسی سُود کی علت نہ پائی جاتی ہو اس وقت سُود کی مذکورہ دونوں صورتیں (ربا الفضل اور ربا النسیئۃ) ختم ہو جاتی ہیں۔ پس ایک اُونٹ کو دو اُونٹوں کے بدلے، ایک بکری کو دو بکریوں کے بدلے، ایک میٹر کپڑے کو دو میٹر کپڑے کے بدلے، ایک برتن کو دو برتنوں کے بدلے اور ایک گاڑی کو دو گاڑیوں کے بدلے یا اس سے کم پر یا اس سے زیادہ پر فروخت کرنا جائز ہے، نقدونقد بھی اور ایک مدت تک اُدھار پر بھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ربا القرض

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ ربا النسیئۃ کا دوسرا نام ہے، البتہ اَپنے نام کی مناسبت سے یہ صرف قرض والے سُود پر بولا جاتا ہے یعنی اَیسا سُود جو قرض دینے والا قرض دینے کی بناء پر مقروض سے بطور اِستفادہ کے حاصل کرتا ہے چاہے یہ فائدہ مشروط ہو یا غیر مشروط۔ تھوڑا ہو یا زیادہ، مثلاً اگر کسی نے اِیک لاکھ روپیہ، کسی کو قرض دیا پھر وہ واپسی پر اِیک لاکھ روپے پر دس ہزار اِضافی طلب کرتا ہے تو یہ اِضافی رقم سُود ہے اَور اسے ربا القرض کہا جاتا ہے۔

اسی طرح قرض دینے والا اگر مقروض سے کسی طرح کی خدمت لیتا ہے اس بنا پر کہ میں نے اِسے قرض دیا ہے تو یہ بھی سُود کے زُمرے میں آئے گا، یا قرض دینے والا مقروض سے کچھ مالِ تجارت وغیرہ اصل قیمت سے کم میں خریدتا ہے اس بنا پر کہ اُس نے قرض دیا ہے یہ بھی سُود ہے یا مقروض کو اَپنی کوئی چیز اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے تو یہ بھی سُود ہے، جو ربا القرض میں شامل ہے:

جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ يَرْكَبَهَا وَلاَ يَقْبَلُهُ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَبْلَ ذَلِكَ ﴾[1]

جب تم سے کوئی شخص اَپنے بھائی کو قرض دے اَور وہ اُسے کوئی تحفہ دینا چاہے تو نہ لے اَور اگر وہ اُسے اَپنی سواری پر سوار کرنا چاہے تو نہ ہو اَور نہ قرض دار کی سواری قبول کرے (یہ سب سُود ہو گا) اَلبتہ اگر پہلے سے اَیسا ہوتا ہو تو الگ بات ہے (اَور وہ بھی مقروض کی خوشی کے

1۔ سنن ابن ماجہ کتاب الصدقات باب القرض : ۲۴۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ، ورنہ نہیں)۔

۲۔ ﴿إِذَا أَقْرَضَ فَلَا يَأْخُذْ هَدِيَّةً﴾[1]

جب کوئی شخص قرض دے تو وہ قرض دار سے کوئی ہدیہ نہ لے۔

امام بیہقی نے حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

۳۔ ﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوهِ الرِّبٰوا﴾[2]

ہر قرض جو نفع لے کر آئے وہ سُود کے اسباب میں سے ایک سبب بن جاتا ہے۔

حارث بن ابی اُسامہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ ایک حدیث کو روایت کیا ہے:

بیہقی کی ایک اور روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

۴۔ ﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا﴾[3]

ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے وہ سُود ہے۔

اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے چنانچہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

۵۔ ﴿إِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَتَبَايَعُوا بِالْعِينَةِ وَاتَّبَعُوا أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ أَنْزَلَ اللهُ بِهِمْ بَلَاءً

1۔ تاریخ البخاری

2۔ سنن الکبری بیہقی: باب کل قرض جر منفعة فهو ربا (موقوف) ج۵ ص ۳۵۰

3۔ سنن الکبری بیہقی: باب کل قرض جر منفعة فهو ربا ج۵ ص ۳۴۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَلَمْ يَرْفَعْهُ عَنْهُمْ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ﴾[1]

جب لوگ درہم و دینار کے ساتھ بخل (کنجوسی) کرنے لگیں گے اور عینہ (Buy back) کی تجارت کرنے لگیں گے، بیلوں کی دُموں کے پیچھے لگ جائیں گے (کھیتی باڑی میں مگن ہو جائیں گے) اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیں گے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اُن پر کوئی مصیبت نازل کردے گا اور پھر تب تک اُسے اُن کے اُوپر سے نہ اُٹھائے گا جب تک وہ اَپنے دین کی طرف واپس نہ پلٹ آئیں۔

اِمام ابوداؤد کی رِوایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

﴿إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ﴾[2]

جب تم عینہ (Buy back) کی تجارت کرنے لگو گے، بیلوں کی دُمیں پکڑنے لگو گے، کھیتی باڑی کو پسند کرنے لگو گے اور جہاد کو ترک کر دو گے تو اس وقت اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تم پر ذلت و خواری کو مسلط کر دے گا اور اس (ذلت کو) وہ تم سے اس وقت تک دور نہیں فرمائے گا جب تک تم اَپنے دین کی طرف واپس نہیں پلٹ آؤ گے۔

1۔ اخرجه احمد فی المسند 26 - مسند عبد الله بن عمر ج ۲ ص ۲۸

2۔ سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی النهی عن العینة :۳۴۶۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود کی دوسری قسم رباءالفضل

رباءالفضل کو رباءالنقد، رباءالبیع یا رباءالحدیث بھی کہا جاتا ہے۔

ا۔ رباءالفضل:

جب ایک ہی جنس کا سودا اُسی طرح کی جنس کے ساتھ کیا جائے اور ایک چیز مقدار میں کم ہو اور دوسری زیادہ ہو، چاہے وہ معدنیات ہوں یا اجناس اسے رباءالفضل کہا جاتا ہے۔

البتہ ایک ہی جنس کا سودا اُسی طرح کی جنس کے ساتھ برابر مقدار میں اور نقد و نقد کیا جائے لیکن ایک چیز نقد اور دوسری اُدھار ہو تب بھی سُود ہے لیکن اسے رباء النسیئۃ" کہا جاتا ہے۔

رباءالفضل: یہ سُود کی ایسی قسم ہے جسے صرف اِسلام ہی نے متعارف کرایا ہے اِسلام سے قبل بھی یہ طریقۂ کار رائج تھا اور تاحال معاشرے میں مروج ہے اور بظاہر اِسے کوئی بھی سُود یا ناجائز تصوّر نہیں کرتا لیکن اِسلام نے اسے سُود اور حرام قرار دیا ہے یہ کچھ اس طرح سے ہے:

مثلاً: زید کے پاس ناقص قسم کے چاول ہیں اور بکر کے پاس اعلیٰ قسم کے چاول ہیں اب یہ دونوں باہم تبادلہ کرنا چاہتے ہیں، تبادلے کی ضرورت اس لئے پیش آرہی ہے کہ زید کو بریانی کے لئے اعلیٰ قسم کے چاول درکار ہیں جو اُس کے پاس نہیں بلکہ بکر کے پاس ہیں اور بکر کو کھچڑی کے لئے ناقص قسم کے چاول درکار ہیں جو اُس کے پاس نہیں بلکہ زید کے پاس ہیں اب تبادلہ اس طرح ہوتا ہے کہ زید کے چاول چونکہ ناقص درجے کے ہیں لہٰذا وہ پانچ کلو دے گا تو بکر اپنے اعلیٰ قسم کے چاول بدلے میں دو یا تین کلو دے گا۔

اِسلام نے اسے سُود قرار دیا ہے جس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر ایک ہی جنس کے لین دین میں اُدھار اور مقدار میں کمی بیشی کو جائز رکھا جائے تو اس میں لین دین کی بیسیوں شکلیں نکل سکتی ہیں لیکن ان تمام شکلوں میں کسی نہ کسی طرح سُود کا عنصر بھی شامل ہوتا جبکہ قربان جایئے رحمت عالم ﷺ کی جامعیت پر کہ آپ ﷺ نے ایک ایسا جامع اِرشاد فرمایا جس میں رباءالفضل اور رباءالنسیئۃ کی ممانعت بھی آگئی اور جائز شکل بھی بتادی اور اُمّت کو ایک ایسا فارمولا دے دیا جس پر باقی تمام اَجناس اور معدنیات اور پھل وغیرہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے آپ ﷺ کا جامع اور مانع اِرشاد ہے:

﴿اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى الآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ﴾[1]

سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جَو جَو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے ایک دوسرے کے برابر اور دست بدست ہوں، پھر اگر کوئی زیادہ دے یا زیادہ لے تو اس نے سُود لیا اور دیا، لینے اور دینے والے دونوں اس (گناہ) میں برابر (کے شریک) ہونگے۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

﴿لاَ تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلاَ الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلاَّ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ﴾[2]

1۔ صحيح مسلم كتاب المساقاة باب الصراف وبيع الذهب بالورق نقدا :
2۔ صحيح مسلم كتاب المساقاة باب الربا: ١٥٨٤

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں نہ بیچو مگر وزن اور قسم میں برابر اور ایک جیسے ہوں (یعنی دونوں کا قیراط بالکل ایک جیسا ہو) اور بالکل برابر، برابر ہوں۔

کچھ لوگ اس میں غلطی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو چھ چیزوں کا ذکر ہے یہ پابندی صرف انہیں چھ چیزوں کے لئے ہے یہ غلط ہے، رسول اکرم ﷺ نے یہ بات بطور ایک راہنما اُصول کے کہی ہے اس اُصول کو سامنے رکھ کر باقی تمام چیزوں کو پرکھا جائے گا۔

چھ چیزیں بطورِ ماڈل

الذھب والفضہ: یعنی سونا اور چاندی تو زر مبادلہ اور معدنیات کے حکم میں ہونگی

البر والشعیر : گندم اور جو کا اطلاق تمام اجناس (Grains) پر ہو گا۔

التمر : یعنی کھجور اور بخاری شریف کی ایک روایت میں "زبیب" (کشمش) کا ذکر بھی آیا ہے ان کا اطلاق تمام پھلوں (fruits) پر ہو گا۔

الملح : یعنی نمک کا اطلاق قوۃ (Foods) سے متعلق تمام اشیاء جیسے مرچ مصالحے، ہلدی اور سرکہ وغیرہ۔[1]

اس حدیث میں چھ چیزیں شمار کی گئی ہیں جو باقی تمام چیزوں کی اساس ہیں اور باقی تمام چیزیں انہیں چھ میں سے کسی نہ کسی پر محمول ہونگی ان تمام اشیاء کے باہمی تبادلے کے وقت درج ذیل دو باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اگر تبادلہ ہم جنس میں ہے تو برابری اور نقد کی بنیاد پر ہو گا یعنی دست بدست ہو گا اور مقداریں دونوں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز (هكذا قال الشيخ محدث العصر علامہ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ زید مجدہ)

www.KitaboSunnat.com

برابر ہوں گی تو درست ہے ورنہ بیع درست نہ ہوگی اس حدیث میں "مِثْلاً بِمِثْلٍ" سے رباء الفضل کی نفی کر دی گئی اور "یَداً بِیَدٍ" سے رباء النسیئۃ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں مزید یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر جنسیں باہم بدل لی جائیں مثلاً چاول کا تبادلہ گندم سے اور جو کا تبادلہ نمک سے اور کھجور کا تبادلہ کشمش سے "مِثْلاً بِمِثْلٍ" والی شرط ختم ہو جائے گی یعنی پھر وزن اور مقدار میں کمتی بڑھتی ہو سکتی ہے مثلاً تین کلو گندم کا تبادلہ دو کلو چاول سے کریں یا دس کلو نمک کا تبادلہ چار کلو جو سے کریں درست ہے البتہ "یَداً بِیَدٍ" یعنی نقد و نقد والی شرط برقرار رہے گی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ﴾[1]

پس اگر یہ جنسیں (باہم) مختلف ہوں تو جیسے چاہو سودا کرو بشرطیکہ یہ سودا نقد و نقد ہو۔

دوسری جائز شکل یہ ہے کہ زید اپنے چاول قیمتاً فروخت کر دے اور بکر کے پاس جو گندم ہے وہ قیمتاً فروخت کر دے اس طرح ہر جنس خریدی اور بیچی جا سکتی ہے۔

سونا، چاندی، کاغذی نوٹ، گندم، چاول، کھجور، اسی طرح خوراک کی دیگر تمام اقسام میں ہر قسم ایک الگ جنس کا حکم رکھتی ہے، جیسے گندم کے بدلے گندم چاول کے بدلے چاول، مکئی کے بدلے مکئی، کھجور کے بدلے کھجور لی اور دی جا رہی ہو تو اُسے وزن اور مقدار میں برابر ہونا چاہئے اگرچہ ایک جنس بڑھیا اور ایک جنس گھٹیا کیوں

1۔ مسلم کتاب المساقاۃ باب الصرف وبیع الذھب بالورق، ابوداؤد کتاب البیع باب فی الصرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو اگر بڑھیا کے مقابلے میں گھٹیا جنس مقدار یا وزن میں زیادہ لے گا تو یہ بیع سُود کے زُمرے میں آئے گی۔

اِن کو اِیک ہاتھ دے کر دوسرے ہاتھ کوئی چیز خریدی جاتی ہے اگر تو نقد و نقد سَودا ہو اَور برابری کی بنیاد پر ہو یعنی اِیک ہاتھ دے اَور اِیک ہاتھ لے تو خرید و فروخت درست اَور جائز ہے ورنہ اگر لینے اَور دینے میں (عوضین) میں برابری نہ ہو تو اُس میں سُود واقع ہو جائے گا مثلاً اگر سونے کا کاروبار سونے سے کیا جائے تو کاروبار کرتے وقت جانبیں(دونوں اطراف) سے وزن میں برابر ہوں ، اسی طرح چاندی کا چاندی کے ساتھ کاغذی نوٹ کا کاغذی نوٹوں کے ساتھ چاہے اِیک کے نوٹ نئے ہوں اَور دوسرے کے پرانے تب بھی برابر ہونے چاہئیں کیونکہ دونوں کی قیمت برابر ہے۔

اسی طرح ریال کے بدلے ریال اَور ڈالر کے بدلے ڈالر مقدار میں برابر ہونے چاہئیں۔ہاں اگر ریال کو پاکستانی کرنسی سے تبدیل کرنا ہو یا پاکستانی کرنسی کو ریال سے تبدیل کرنا ہو تو یہ بھی درست اَور جائز ہے بشرطیکہ اِیک ریال مارکیٹ ویلیو کے اِعتبار سے جتنے پاکستانی روپوں کے برابر ہے اُتنے روپے ہی لئے اَور دیئے جائیں ، تمام دوسری کرنسیوں کا بھی یہی حکم ہے۔

بیع الصُبرہ

(وزن کردہ اشیاء کا تبادلہ غیر وزن شدہ اشیاء سے کرنا)

۱) یعنی اِیک چیز کی مقدار یا وزن معلوم ہو اَور دوسری چیز کی مقدار یا وزن معلوم نہ ہو تو معلوم چیز کا سَودا غیر معلوم چیز کے بدلے میں کرنا جائز نہیں ہے۔

جیسے نگوں والے زیور میں سونے کی مقدار نا معلوم ہو اَور بغیر نگ والے زیور میں سونے کی مقدار معلوم ہو تو دونوں کو برابر بدلے میں لینا دینا ناجائز ہے ، اسی طرح آپکے پاس دس کلو چاول ہیں جن کا وزن معلوم ہے دوسرے کے پاس چاول کی اِیک ڈھیری رکھی

کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے، جس کا وزن معلوم نہیں ان دونوں کو آپس میں لینا دینا درست نہیں الا یہ کہ دس کلو دے کر اُسکی ڈھیری سے دس کلو وزن کر کے لے لئے جائیں اگر کم پڑیں تو اس سے مزید لیے جائیں اور اگر بڑھ جائیں تو اُسے واپس کر دیے جائیں۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۲) ﴿نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لاَ يُعْلَمُ مَكِيْلَتُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمَّى مِنَ التَّمْرِ﴾[1]

رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے اس ڈھیر کی خرید و فروخت سے منع فرمایا کہ جس کا وزن یا پیمانہ معلوم نہ ہو اور اسے کھجوروں کے معین ماپ تول سے سودے میں لیا دیا جا رہا ہو۔

۳) اسی طرح خشک کھجور یا خشک انگور (کشمش) کے بدلے میں اُسکی ایسی تر جنس لینا جو سودے کے وقت موجود نہ ہو یعنی ابھی درختوں پر لگی ہو، اُس کا لین دین بھی ناجائز اور سُود کے زُمرے میں داخل ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

۴) ﴿لاَ تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلاَّ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَلاَ تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلاَ تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلاَّ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَلاَ تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلاَ تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ﴾[2]

1۔ صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم بیع صبرۃ التمر المجھولۃ القدر بتمر : ۱۵۳۰

2۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الفضۃ بالفضۃ : ۲۱۷۷ وصحیح مسلم کتاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سونے کو سونے کے بدلہ میں فروخت نہ کرو، مگر برابر برابر اور ایک دوسرے کے وزن میں کمی بیشی نہ کرو، نیز چاندی کو چاندی کے بدلے میں فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور ایک دوسرے کے وزن میں کمی بیشی نہ کرو اور ان میں غیر موجود کے بدلہ میں موجود کو نہ بیچو۔

۵) ایک شخص کو خیبر پر ذمے دار مقرر کیا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں بہت عمدہ کھجوریں لے کر حاضر ہوا، اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا کیا خیبر میں پیدا ہونے والی سب کھجوریں اسی طرح کی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا:

﴿ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا ﴾[1]

اے اللہ کے رسول ﷺ! خدا کی قسم ہم اِس قسم کی کھجوریں ایک صاع لیتے ہیں دو صاع کے بدلے اور کبھی دو صاع لیتے ہیں تین صاع کے بدلے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو گھٹیا کھجوروں کو درہم کے عوض فروخت کر کے عمدہ اور اچھی کھجوریں بھی درہموں کے عوض خریدو۔

درج بالا احادیث کے علاوہ جو احادیث بھی اِس معنی اور مفہوم میں آئی ہیں۔(وہ سب زیادتی والے سُود پر دلالت کرتی ہیں)۔

المساقاة باب الربا : ۱۵۸۴

1۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منه ،

صحیح مسلم ،مؤطا وغیرہم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

زیور کی خرید و فروخت

زیور کی خرید و فروخت سے متعلق ایک اہم مسئلہ کی وضاحت نہایت ضروری ہے، جس کا اکثر لوگ علم نہیں رکھتے، پرانے زیورات یا نگوں والے سونے کو یا تھوڑے قیراط والے زیور یا سونے کو کسی زیادہ قیراط والے زیور یا سونے کے ساتھ تبدیل کرایا جاتا ہے جو ناجائز ہے، ضروری یہ ہے کہ اس پرانے نگوں والے اور تھوڑے قیراط والے زیور یا سونے کو بیچ دیں اور اس کی قیمت اپنے قبضہ میں کر لیں پھر اس قیمت سے کوئی دوسرا زیور خرید لیں تاکہ اس میں زیادتی والے سُود کا شائبہ نہ رہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سَودا نقد و نقد ہو، تاکہ اُدھار والے سُود سے بھی بچا جا سکے، چنانچہ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

﴿ اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلاَدَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لاَ تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ ﴾[1]

میں نے خیبر کے روز ایک ہار بارہ دینار میں خریدا اس میں سونے اور پتھر کے نگینے تھے، میں نے ان کو الگ کر دیا، تو میں نے اس میں بارہ دینار سے زیادہ کا سونا پایا، اس کا ذِکر میں نے نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: جب تک (نگوں) کو الگ نہ کر لیا جائے، فروخت نہ کیا جائے۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ:

﴿ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقِلاَدَةٍ فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ ، اِبْتَاعَهَا رَجُلٌ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ أَوْ بِسَبْعَةِ دَنَانِيرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ « لاَ حَتَّى تُمَيَّزَ

1۔ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب بیع القلادۃ فیھا خرز وذھب : ۱۵۹۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ .. فَقَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ الْحِجَارَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ « لاَ حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُمَا »[1]

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ہار لایا گیا کہ جس میں سونا بھی تھا اور پتھر کے نگ بھی، اسے ایک آدمی نے سات یا نو دیناروں میں خریدا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے خریدنا نہیں یہاں تک کہ سونے اور پتھروں کو الگ الگ کر لیا جائے۔ اس نے کہا: میں نے تو صرف نگینوں کا ہی ارادہ کیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! یہاں تک کہ دونوں (سونے اور نگینے) الگ الگ کر لئے جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے اس (ہار کو) واپس کر دیا یہاں تک کہ سونے اور نگینوں کو جدا جدا کر لیا گیا۔

بیع المزابنہ

(کھجور پر لگے پھل کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلاً بِتَمْرٍ كَيْلاً ، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلاً أَوْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ . وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ ﴾[2]

1۔ سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی حلیۃ السیف تباع بالدراھم :۳۳۵۱

2۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الزرع بالطعام کیلا : ۲۲۰۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور وہ (بیع مزابنہ) یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ کی تازہ کھجوریں، خشک کھجوروں سے یا تازہ انگوروں کو کشمش اور منقیٰ سے ماپ کر سودا کرے اور اگر کھیتی ہو تو اس کا سودا غلہ سے کرے آپ ﷺ نے ان سب صورتوں میں ہونے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔

صحیح احادیث سے واضح ہو گیا کہ ایک ہی جنس میں زیادتی سُود ہے اور برابری کے متعلق لاعلمی، زیادتی کیساتھ سُود واقع ہونے کے علم کی طرح ہے۔

بیع العرایا

(عطیہ کے طور پر دی جانے والی جنس کو مزابنہ کی شکل میں بیچنا)

رسول اللہ ﷺ نے عطیہ میں دی جانے والی جنس کو بیچنے کی اجازت دی ہے اس لیے یہ جائز ہو گا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

﴿رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ النَّخْلَةِ وَالنَّخْلَتَيْنِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا﴾[1]

رسول اللہ ﷺ نے عرایا کی فروخت میں کھجوروں کے ایک، دو درختوں کے پھل کی رخصت دی ہے کہ گھر والے (عطیہ دینے والے) اندازے سے خشک کھجور دے کر کھانے کے لئے تازہ کھجوریں حاصل کرلیں۔

1۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع التمر علی رووس النخل بالذھب او الفضۃ : ۲۱۹۱
صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا : ۱۵۴۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیع عینہ بھی سُود کا ایک ذریعہ ہے

بیع عینہ (Buy back) سُود کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ فروخت کنندہ ایک ضرورت مند کو اپنا مال بیچتا ہے، جیسے خوراک کا ایک سو تھیلا بحساب ایک سو دس روپے فی تھیلا کی قیمت پر ایک معینہ مدّت کے لئے (سودا طے ہوا) اور پھر وہی Seller (فروخت کنندہ) خریدار (Purchaser) سے یہی سو تھیلا، ایک سو روپے فی تھیلا کے حساب سے نقد میں خرید لے۔ (تو یہ جو ایک ہزار روپے خریدار کو زائد دینا پڑے ہیں یہی "ربا القرض" ہے جو اس بیع عینہ (Buy back) میں موجود ہے)

ایک اور مثال :

فروخت کنندہ خریدار کو ایک گاڑی ایک لاکھ میں ایک معینہ مدّت کے اُدھار پر بیچتا ہے اور (خریدار کی طرف سے ادائیگی پوری نہ ہونے کی صورت میں) یہی گاڑی وہ اس سے اسّی ہزار میں خرید لیتا ہے (تو یہ بیع عینہ (Buy back) ہوگی اور اسی میں بیس ہزار کا خریدار کو نقصان اس کی گردن پر سُود ہے جو کہ شریعت نے حرام کیا ہے)۔

ان دونوں مثالوں میں گویا پہلی صورت میں فروخت کنندہ نے سو تھیلے نہیں بلکہ ان کی قیمت مبلغ گیارہ ہزار روپے بیچے جو کہ دس ہزار روپے میں خریدار سے واپس لے لئے اور ایک ہزار روپیہ اس سے سُود میں بٹور لیا۔ اسی طرح ایک گاڑی نہیں بیچی بلکہ ایک لاکھ روپے کو اسّی ہزار میں حیلہ سازی سے واپس خرید لیا اور بیس ہزار ایک ضرورت مند کی گردن پر سُود کے ڈال دیئے۔

اصل زر (چیزوں کی قیمت) جس پر سودا ہوا تھا وہ ویسے کا ویسا فروخت کنندہ کے پاس واپس آگیا اور یہ اُصول سب کو معلوم ہے کہ وسائل کے لئے حیلے مقاصد کا حکم رکھتے ہیں چنانچہ سُود کے لئے وسیلہ (اس خرید و فروخت کا) خود سُود ہے، اس حدیث کی رو سے کہ جسے اِمام اَوزاعی نے نقل کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَسْتَحِلُّونَ الرِّبَا بِالْبَيْعِ يَعْنِي الْعِينَةَ﴾[1]

لوگوں پر ایک دور آئے گا کہ جب وہ خرید و فروخت کے ذریعے سُود کو حلال جانیں گے یعنی بیع عینہ (Buy back) کریں گے۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استدلال میں بیع العینہ (Buy back) کے عدم جواز پر فتویٰ دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگرچہ یہ حدیث سنداً مرسل ہے مگر بالاتفاق (اس کے ذریعے) مسئلہ ہذا میں مضبوطی حاصل کرنے کے لئے یہ بہت ہی بہتر روایت ہے۔[2]

ادائیگی قرض میں از خود زیادہ دینا

حضرت ابو رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ أَبُو رَافِعٍ .... فَقُلْتُ لَمْ أَجِدْ فِي الإِبِلِ إِلاَّ جَمَلاً خِيَارًا رَبَاعِيًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « أَعْطِهِ إِيَّاهُ فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً »﴾[3]

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص (ایڈوانس میں) سے جوان اُونٹ اُدھار لے

---

1 اغاثة اللهفان : فصل وقد أخبر ﷺ أن طائفة من أمته تستحل الربا باسم (مرسلا)
واعلام الموقعين: ليس للعبد إلا ما نواه (مرسلا)

2 حاشية ابن القيم على سنن أبي داود باب في المساقاة (فصل)

3۔ مؤطا امام مالکؒ باب مایجوز من سلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے۔ جب زکوٰۃ کے اُونٹ آئے تو میں نے آپ سے گزارش کی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! ان اُونٹوں میں تو سب کے سب بہت ہی پسندیدہ اَور چار دانتوں والے (چوگے) اُونٹ ہیں(جو کہ قدر و قیمت میں اُدھار لیے گئے اُونٹوں سے بہت اعلیٰ ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی دے دو تم میں سے وہ شخص بہت بہتر ہے جو اَدائیگی میں بہتر ہو، (اِحسان کرتے ہوئے اگر وہ اصل سے بہتر ادا کر دے تو یہ اس کے محسن ہونے کی دلیل ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

﴿ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ لِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ ﴾[1]

رسول اللہ ﷺ پر میرا کچھ قرض تھا تو آپ ﷺ نے مجھے وہ بھی ادا کیا اَور اس پر (اپنی مرضی سے) کچھ زیادہ بھی دیا۔

سُود کے چند مروّج طریقے

عصرِ حاضر میں چند سُودی معاملات معروف اَور مروج ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے۔

۱۔ زیورات کو تبدیل کرواتے وقت سونے کا تاجر کسی ایجنٹ سے مختلف قیراطوں والا یا نگینہ جڑاؤ والا پرانا سونا اس سے گراموں کے حساب سے قیمت طے کر کے خرید لیتا ہے اَور اسے وہ بنا ہوا نیا سونے کا زیور گراموں کے حساب سے طے شدہ قیمت (Price) پر ادلے بدلے میں بیچ دیتا ہے اَور دونوں سونوں کا درمیانی

1۔ صحیح بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریص علیھا باب الھبۃ المقبوضۃ وغیرہ المقبوضۃ وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرق(Deference) اس سے لے لیتا ہے تو برابری کا علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ زیادتی والا سُود ربا الفضل ہو گا اَور بیع کی مجلس میں مبیعہ(Subject Matter) اَور قیمت(Price) قبضہ میں نہ لینے کی وجہ سے یہ ربا النسیئہ بھی ہو گا تو ایسی صورت میں سُود سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ سونے ، چاندی کا تاجر، لیجنٹ سے پُرانا سونا(Old Gold) خرید لے اَور مبیعہ(Subject Matter) کی قیمت (Price)اس کی غیر جنس (روپیہ پیسہ، ریال، ڈالر وغیرہ کی شکل میں) ادا کر دے۔

اسی طرح اس لیجنٹ کو وہ نیا بنا ہوا زیورالگ سے قیمت طے کر کے بیچ دے اَور اس کی قیمت پر قبضہ کر لے۔

۲۔ دوسرا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ ایک شخص، جسے نقد رقم(Cash) کی ضرورت ہوتی ہے ایک تاجر کے پاس آتا ہے اَور اس سے ایک مدت کے لئے اُدھار پر نقد ریٹ سے زیادہ میں سامانِ تجارت خرید لیتا ہے (مگر اَدائیگی نہیں کرتا)پھر اس سامان کو اسی تاجر کے پاس کم قیمت پر نقد بیچ دیتا ہے تو چاہے مبیعہ(Subject Matter) اَور قیمت پر دونوں کے مابین اَدائیگی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو خریدار کا یہ نقصان سُود(ربا الفضل) شمار ہو گا ،کیونکہ اس نے نقد کم قیمت پر اس سامان کواُدھار کی زیادہ قیمت کے مقابلے میں نقصان اُٹھا کر بیچ دیا یہ بیع عینہ (Buy Back)کے تحت آتا ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اَور اس کی تنبیہ اُوپر گزر چکی ہے۔ ہاں! اگر وہ اس سامانِ تجارت(Subject Matter) کو ، جسے اس نے خریدا تھا وہاں سے اٹھا کر اَپنے قبضہ میں کرلے پھر کسی ایسے شخص کو فروخت کردے جو فروخت کنندہ(Seller) کا نائب ، معاون حصّہ دار یا وکیل نہ ہو تب یہ سُود سے پاک ہو گا۔

۳۔ مثال کے طور پر ایک شخص گھر بنانا چاہتا ہے یا تجارت کے لئے دُکان کھولنا چاہتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اُسے نقد رقم (Cash) کی ضرورت ہے تو وہ بینک میں آتا ہے، بینک سے ایک لاکھ روپے قرض لے لیتا ہے اور اپنا پلاٹ یا گھر اس رقم کے عوض (Against) گروی رکھ دیتا ہے، بینک کو ایک مقررہ مدت تک کے لئے وثیقہ لکھ دیتا ہے، مذکورہ رقم (مبلغ ایک لاکھ روپے) نکلواتے وقت وہ بینک سے اسی ہزار روپے وصول کرتا ہے یہ فرق والے مبلغ بیس ہزار روپے وہ سُودی فائدہ ہے جو بینک کو حاصل ہوا۔ گویا اس نے مبلغ ایک لاکھ روپے جو کہ اُسے کئی قسطوں میں ایک مدت کے بعد جا کر ملنے تھے اس نے انہیں فوری طور پر اسی ہزار روپے میں یکمشت خرید لیا۔ یہی وہ قرض کا سُود ہے کہ جسے حرام کر دیا گیا ہے۔

جب چیز قبضے میں ہو تب بیچو

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱) ﴿إِذَا اشْتَرَيْتَ شَيْئاً فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَقْبِضَهُ﴾[1]

جب تو کوئی چیز خریدے تو اسے اُس وقت تک نہ بیچ جب تک کہ تو اس پر قبضہ نہ کر لے۔

۲) ایک اور روایت میں ہے:

﴿كُنَّا نَشْتَرِي الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ جِزَافاً فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَبِيعَهُ حَتّٰى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ﴾[2]

1۔ اخرجہ احمد فی المسند ج۲ ص۴۶

2۔ صحیح مسلم :کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض :۱۵۲۶، ۱۵۲۵، سنن ابن ماجہ:باب بیع المجازفۃ،مسند احمد(عن ابن عمر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہم سامان تجارت لانے والے سواروں سے (سامان نیچے اُتروائے بغیر) اندازہ کر کے (اٹکل سے) کھانے کا سامان خرید لیتے تھے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا کہ ہم اُس وقت تک نہ بیچیں جب تک کہ ہم اُسے دوسری جگہ پر منتقل نہ کر دیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

۳) ﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ تَضْمَنْ وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ﴾[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرض اور بیع (قرض کی شرط پر سودا کرنا) حلال نہیں اور نہ کسی سودے میں دو شرطیں حلال ہیں اور نہ کسی چیز کا نفع حلال ہے جب تک اس کا ذمہ دار (ضامن) نہ بن جائے اور نہ اس چیز کا سودا حلال ہے جو تیرے پاس نہ ہو۔

صرف قبضے میں ہونا کافی نہیں ہے قبضہ شدہ مال پر اُس کا اِختیار ہونا بھی ضروری ہے مثلاً کسی نے آپ کے پاس کچھ امانت رکھی ہے وہ آپ کے قبضے میں تو آگئی ہے لیکن مالک کی اِجازت کے بغیر اُسے بیچنے یا تصرف کرنے کا اِختیار آپ کے پاس نہیں ہے۔

1۔ سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یبیع مالیس عندہ : ۳۵۰۳، ۳۵۰۴
جامع الترمذی کتاب البیوع باب ماجاء فی کراھیۃ بیع ما لیس عندہ ۱۲۳۳، ۱۲۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾[1]

اگر تم اُن میں سمجھ داری اور بھلائی (حسنِ تدبیر) پاؤ تو اُن کے مال ان کے حوالے کردو۔

باہمی رضامندی سے سودا کریں

جیسا کہ اِرشادِ خداوندی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾[2]

اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو (تو جائز ہے)۔

فرمانِ نبوی ﷺ:

﴿عَنْ اَبِيْ حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ﴾[3]

حضرت ابو حرۃ الرقاشی رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان آدمی کا مال اُسکی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہوتا۔

1۔ سورۃ النساء: ۶

2۔ سورۃ النساء: ۲۹

3۔ بیہقی: کتاب الغصب باب مَنْ غَصَبَ لَوْحًا فَأَدْخَلَهُ فِي سَفِينَةٍ أَوْ بَنَى عَلَيْهِ جِدَارًا ج2 ص342

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رحمتِ عالم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ﴾[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خرید و فروخت صرف باہمی رضامندی سے ہی جائز ہے۔

جب حلال و حرام کا شبہ ہو

ویسے تو شریعت نے جس قدر ہمارے لئے ضروری اور مفید تھا اُسی قدر واضح فرما دیا، اُس میں حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی جیسا کہ

۱۔ اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ﴾[2]

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور اِن دونوں کے مابین مشتبہات ہیں۔

اسی طرح نبی مکرم ﷺ کا دوسرا فرمان ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

۲۔ ﴿لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ﴾[3]

بہت سے لوگوں کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ یہ (شبہ والی چیز) حلال میں سے ہے یا حرام میں سے۔

1۔ سنن ابن ماجہ: باب بیع الخیار

2۔ بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ

3۔ ترمذی کتاب البیوع باب ماجاء فی ترک الشبہات ج۲ ص۵۱۱ احیاء التراثات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسی صورت میں ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ شبہات میں پڑنے کے بجائے یقینی اور واضح صورت کو اِختیار کرے کسی بھی معاملے میں شریعت نے شک پر فیصلے کو پسند نہیں کیا بلکہ ہمیشہ شک اور شبہ کو ترک کر کے یقینی صورت پر عمل کا حکم دیا۔

مثلاً: (i) چاند کا معاملہ ہو اور ۲۹ تاریخ کو بادل ہو جائیں تو یہاں چاند کا ہونا یقینی نہیں بلکہ شک پر مبنی ہے کہ بادلوں کے پیچھے چاند ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی اس لئے حکم ہوا اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تیس دن پورے کرو اس لئے کہ تیس تاریخ یقینی ہے کیونکہ قمری مہینہ تیس دنوں سے تجاوز نہیں کرتا۔

(ii)۔ نماز میں سہو واقع ہو تو اُس صورت میں بھی ہمیں حکم ہے کہ دو عددوں میں سے جو کم ہو اُس پر فیصلہ کرو اس لئے کہ کم یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے، جیسے میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار شبہ کی صورت میں تین یقینی ہے اور شبہ چار میں ہے دو اور تین میں شبہ ہونے کی صورت میں دو یقینی ہے اور تین میں شبہ ہے۔اس لئے کم پر فیصلے کا حکم ہے کیونکہ وہ یقینی ہے پھر ایک رکعت پڑھ کر اُس کمی کو پورا کرے اور سجدہ سہو کرے۔

اسی طرح حلال و حرام کا معاملہ ہے اس میں شبہ یا تو دلائل کے باہمی و ظاہری اِختلاف کی بنا پر ہو گا یا علماء کرام کی مختلف رائے بھی شبہ کا سبب بن سکتی ہے، شبہ کا سبب کچھ بھی ہو ہمارے ایمان کی سلامتی اور دین کی حفاظت اِسی میں ہے کہ ہم شبہات میں پڑنے کے بجائے اُس سے اِجتناب کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ رحمتِ عالم ﷺ کا فرمان ہے:

۳۔ ﴿فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ﴾[1]

جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو محفوظ کرلی۔

اس حدیث پاک سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جو شخص شبہ والی چیزوں سے نہیں بچتا اُس کا دین بھی غیر محفوظ ہے اور عزت و آبرو بھی غیر محفوظ ہے۔

۴۔ پھر فرمایا:

﴿وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ﴾[2]

جو شبہ والی چیزوں میں پڑا وہ حرام ہی میں جا پڑا۔

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ﴾[3]

اُس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالنے والی ہے،

اور اُس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے، (اُسکی حلّت یقینی ہو)۔

۶۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک گری ہوئی کھجور دیکھی تو فرمایا:

﴿لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا﴾[4]

1۔ بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ، ومسلم وغیرھما

2۔ بخاری کتاب الایمان باب فضل من استراء لدینہ،ومسلم وغیرھما

3۔ بخاری کتاب البیوع باب تفسیر الشبہات

4۔ بخاری کتاب البیوع باب یتنزہ من الشبہات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقے کی (کھجور) ہو سکتی ہے تو میں اسے ضرور کھا لیتا۔

۷۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخْبِرْنِي بِمَا يَحِلُّ لِي وَيُحَرَّمُ عَلَيَّ. قَالَ فَصَعَّدَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَوَّبَ فِيَّ النَّظَرَ فَقَالَ الْبِرُّ مَا سَكَنَتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالإِثْمُ مَا لَمْ تَسْكُنْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَلَمْ يَطْمَئِنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَإِنْ أَفْتَاكَ الْمُفْتُونَ﴾[1]

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے حلال و حرام سے متعلق آگاہی دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا نیکی وہ ہے جسکی طرف نفس پھر جائے اور دِل مطمئن ہو جائے اور گناہ یہ ہے کہ نہ تو نفس ٹھہرے اور نہ ہی دل مطمئن ہو، اگرچہ تجھے فتویٰ دینے والے فتویٰ دیں۔

۸۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ﴾[2]

نیکی اچھے اَخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں چبھے اور لوگوں کا اُس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔

---

1 مسند احمد: 544 - حديث أبي ثعلبة الخشني ج۴ ص۱۹۴

2۔ مسلم :كتاب 46 - البر والصلة والآدب ، باب تفسير البر والإثم ،و مسند احمد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ مَا الإِثْمُ فَقَالَ « إِذَا حَكَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعْهُ ». قَالَ فَمَا الإِيمَانُ قَالَ « إِذَا سَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ وَسَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ »﴾[1]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تیرے دل میں کوئی چیز کھٹکے اور تو اُسے چھوڑ دے اُس نے سوال کیا ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تجھے تیرا برائی کرنا برا لگے اور تیرا نیکی کرنا اچھا لگے تو تو مؤمن (صاحبِ ایمان) ہے۔

حرام سے اجتناب اِس قدر ضروری ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ « لاَ تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلاَهُ وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ »﴾[2]

آپ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن ابنِ آدم کے قدم اُسکے رب کے

1۔ مسند احمد: حديث أبي أمامة الباهلي ج48 ص266

2۔ سنن الترمذی:كتاب صفة القيامة، باب فی القيامة:وابن ابی شيبة: والبيهقی فی شعب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضور میں (اپنی جگہ سے اُٹھ نہ سکیں گے) جب تک کہ وہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے دے۔

(پہلا سوال) عمر سے متعلق ہو گا کہ اُسے کس چیز میں فنا کیا؟۔

(دوسرا سوال) اُسکی جوانی سے متعلق کہ اُس نے کہاں کھپائی؟۔

(تیسرا سوال) اُسکے مال سے متعلق کہ اُس نے کہاں سے کمایا؟۔

(چوتھا سوال) مال کے خرچ سے متعلق کہ، اُسے کہاں خرچ کیا؟۔

(پانچواں سوال) اس کے علم سے متعلق کہ اُس نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی عدالت میں ہر شخص گرفتار ہو گا اور چھٹکارے کی صرف ایک ہی صورت ہو گی کہ وہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے کئے جانے والے پانچ سوالوں کے جوابات دے دے، بھلا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی کیوں کا جواب کون دے سکے گا؟ اس لئے اگر ان پانچ مصارف صحیح اور جائز ہوئے تو اِن شاءاللہ نجات کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور بن آئے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2

باب

حرام کی جدید شکلیں

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا

ویرزقہ من حیث لا یحتسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

اے گناہوں کے بخشنے والے (ہمیں بخش دے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرام کی جدید شکلیں

جیسے جیسے اِنسان شعبہ ہائے زندگی میں سائنسی اِعتبار سے ترقی کرتا جا رہا ہے ویسے ویسے شیطان بھی اِنسان کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے نت نئی اسکیمیں اَور نت نئے داؤ پیچ اِستعمال کر رہا ہے۔

پرانی اسکیمیں جب فیل ہوتی نظر آتی ہیں تو اُس کمپنی کے ڈائریکٹر اَپنی پُرانی مصنوعات(Product) کا نام، کلر اور ڈیزائن وغیرہ تبدیل کرنے کا حکم دیتے ہیں نتیجتاً اُسی سابقہ پروڈکٹ کو نئی اَور خوبصورت شکل و صورت میں پیش کیا جاتا ہے اَور پھر عوام الناس نئے نام اَور نئے رنگوں سے دھوکا کھا کر اُس کا اِستعمال شروع کر دیتے ہیں۔

بعینہٖ ابلیس جو اَپنی کمپنی کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ڈائریکٹنگ، مارکیٹنگ اَور مینجمنٹ جیسے اہم شعبے بھی ڈیل کرتا ہے اُس کے لئے حرام کی جدید شکلیں مہیا کرنا کچھ بڑی بات نہیں ہے، صرف پالیسی ساز اِداروں کے ڈائریکٹروں کے ذہن میں وہ اَپنی پالیسی اِلقاء کر دیتا ہے اَور دیکھتے ہی دیکھتے اِلقاء کردہ تمام پالیسیاں دُنیاء کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہیں جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ﴾[1]

بے شک شیاطین اَپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔

حتی المقدور ہماری یہ کوشش ہے کہ ملک میں مروّج حرام کی جدید شکلوں سے قارئین

1۔ سورۃ انعام : ۱۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو متعارف کرایا جائے تاکہ ہم حرام کے وبال سے بچ سکیں اور ہمیشہ کسب حلال سے اپنی اور اپنے بچوں کی روزی کا اہتمام کر سکیں تاکہ حلال کی فیوض و برکات سے نہ صرف اپنی ذات کو بلکہ اپنے خاندان، اپنے شہر اور اپنے ملک کو بھی فائدہ پہنچا سکیں۔

گولڈن کی (Golden Key)

گولڈن کی انٹرنیشنل کمپنی کے صدر جناب جاوید مجید صاحب کا کہنا ہے کہ اس اسکیم کو پاکستان میں ہم نے متعارف کرایا۔

اگرچہ ملٹی لیول مارکیٹنگ کا یہ طریقہ کار دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کے ہارورڈ بزنس اسکول (Harvard business school) نے متعارف کرایا تھا اور ابتلک کم و بیش دُنیا کے ۵۰ سے زائد ممالک میں اپنی مختلف شکلوں میں چل رہا ہے پاکستان میں یہ اسکیم ۲۰۰۲ء کے لگ بھگ متعارف کرائی گئی ابتداء اس کا دفتر صرف کراچی میں تھا لیکن اپنے خوبصورت جال اور نیٹ ورک کی بدولت بہت تھوڑے عرصہ میں ملک کے تمام بڑے شہروں میں اس کے دفاتر قائم کر لئے گئے۔

دفاتر میں تعارفی کلاسز منعقد کی جاتی ہیں جس میں ان کے پلان کو بڑے پیچیدہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ اکثر لوگوں کی سمجھ سے ہی بالاتر ہوتا ہے، گولڈن کی بنیادی طور پر ایک تجارتی کمپنی ہے اور یہ چند ایک خاص چیزیں مہنگے داموں فروخت کرتی ہے اس لئے اس کمپنی کے ممبر بننے کے لئے کم از کم ۳۰۰۰ روپے کی وہ اشیاء خریدنا ازبس ضروری ہے جو کمپنی نے مہیا کر رکھی ہیں اس کے علاوہ کمپنی کا ممبر بننے کے لئے کمپنی کا کارڈ حاصل کرنا بھی ضروری ہے یاد رہے کہ اس کارڈ کے عوض ہر ممبر سے ۱۵۰۰ روپے وصول کئے جاتے ہیں گویا ۴۵۰۰ روپے خرچ کر کے ہی کوئی شخص اس کمپنی کا ممبر بنتا ہے اور پھر اسے اپنی ہی اس رقم کے عوض ۵ فیصد رقم بطور کمیشن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واپس دے دی جاتی ہے اس کے بعد یہ ممبر اگر مزید ممبر بھرتی کرواتا ہے تو اسے ان نئے ممبرز تیار کرنے کی بنیاد پر کچھ نمبر دیئے جاتے ہیں جنہیں بزنس والیم (B.V) کہا جاتا ہے مگر کمیشن اِیک خاص اِسٹیج پر پہنچ کر دیا جاتا ہے اس سے پہلے نہیں۔

یاد رہے کہ ہر نئے ممبر کے عوض پہلے ممبر کو ۳۳۰۰ نمبر دیئے جاتے ہیں بشرطیکہ نیا ممبر پہلے ممبر کی بلاواسطہ یا بالواسطہ محنت سے ممبر بنا ہو، بلاواسطہ کا معنی یہ ہے کہ نیا ممبر پہلے ممبر کی براہ راست محنت سے تیار ہوا ہو اَور بالواسطہ کا معنی یہ ہے نیا ممبر جس شخص کی محنت سے ممبر بنا ہے وہ بذات خود کسی اَور کی محنت سے ممبر بنا ہو مثلاً B کی محنت سے C نے ممبر شپ حاصل کی جبکہ B جس کی محنت سے ممبر بنا وہ A تھا تو گویا جو نیا ممبر C بنا اس میں بالواسطہ A کی محنت شامل ہے۔

گویا اِیک ممبر کے توسط سے آگے جتنے ممبر بنتے جائیں گے ان میں سے ہر اِیک کے عوض پہلے ممبر کو ۳۳۰۰ نمبر (B.V) دیئے جاتے ہیں پھر جب اِیک ممبر کے نمبر یعنی بزنس والیم ۱۰،۰۰۰ سے تجاوز کر جائیں تو اسے ممبر کی بجائے سپر وائزر (S) کا عہدہ دیا جاتا ہے اَور اس کے توسط سے آنے والے ہر نئے ممبر کو اُس رقم سے 15٪ کمیشن دیا جاتا ہے جس رقم سے اس نئے ممبر نے کمپنی کی چیزیں خریدیں ہیں، لیکن یہ کمیشن بھی کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے پھر جب اس کے توسط سے آنے والے ممبروں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے اَور اس کے عوض اس شخص کا جو سپر وائزر قرار دیا گیا ہے بزنس والیم ۶۰،۰۰۰ تک پہنچ جاتا ہے تو اسے منیجر (M.N) کا عہدہ دیا جاتا ہے اَور اس کے توسط سے آنے والے نئے ممبر کے عوض اسے 52٪ کمیشن دیا جاتا ہے پھر اگر پہلے شخص کا بزنس والیم ۲۴۰،۰۰۰ ہو جائے تو اسے ڈائریکٹر (D.I) کا عہدہ دے کر اس کے توسط سے آنے والے ہر ممبر کی صرف کردہ رقم سے کمیشن دیا جاتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے بشرطیکہ اس سے نیچے اس کے توسط سے دو مینیجر موجود ہوں اسی طرح جب B.V ۲،۰۰۰،۰۰۰ تک پہنچ جائے تو اس شخص کو ایگزیکٹو ڈائریکٹر (Ex.D) کا عہدہ دے کر 43٪ کمیشن دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس سے نیچے اس کے توسط سے چھ الگ الگ ڈائریکٹر موجود ہوں۔

یہ تو تھا ممبر بھرتی کرنے اور اس پر کمیشن مقرر کرنے کا وہ طریقۂ کار جو کمپنی کی طرف سے شائع کردہ لٹریچر میں ذِکر کیا گیا ہے یا پھر کمپنی کے دفاتر میں ہونے والی اِبتدائی کلاسوں میں ان کے مقرر کردہ نمائندے اَپنے لیکچرز میں بیان کرتے ہیں جبکہ عملی و واقعاتی طور پر یہ سب کچھ کس اَنداز میں کن شرائط کے ساتھ ہوتا ہے اس کی وضاحت ہم ان لوگوں پر اِعتماد کرتے ہوئے بیان کریں گے جنہوں نے کمپنی کی باقاعدہ ممبر شب سے کام شروع کیا مگر جلد یا بدیر کمپنی کے طریقۂ واردات کو سمجھ کر یا اُسے اَزرُوئے شریعت ناجائز سمجھتے ہوئے اس سے الگ ہو گئے اور ویسے بھی کسی بحال ممبر کو اس بات کا پابند کیا جاتا ہے کہ وہ نئے لوگوں کو بغیر تفصیلات بتائے کمپنی میں لے آئیں پھر کمپنی کی طرف سے روزانہ جاری رہنے والی تعارفی کلاسوں میں کمپنی کے ٹریننگ یافتہ لیکچرار مخصوص اَنداز میں ان لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"گولڈن کی" جن چیزوں کو فروخت کر رہی ہے ان کی قیمتیں اِیک ہزار سے شروع ہو کر تیس ہزار تک پہنچ جاتی ہیں۔ کمپنی کی یہ اَشیاء صرف وہی خرید سکتا ہے جو کمپنی کا ممبر ہے اگر کوئی شخص کمپنی کا ممبر بن کر کمپنی کی چیزیں بکوانے کے لئے ممبر بھرتی کروانے کا کام نہیں کرنا چاہتا تو تب بھی اسے کمپنی کی کوئی چیز جو کم از کم ۳۰۰۰ روپے کی لاگت تک ہو، خرید کر اور ۱۵۰۰ روپے اِضافی دے کر کمپنی کا ممبر شب کارڈ لازماً لینا ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے ۳۰۰۰ روپے کی اشیاء خریدنا اور اس کے ساتھ ۱۵۰۰ روپے اضافی جمع کروا کر ممبر شپ کارڈ لینا ضروری ہے۔ ۳۰۰۰ روپے کے عوض ممبر کو ۱۸۰۰ نمبر بزنس والیم کے طور پر شروع ہی میں دے دیئے جاتے ہیں اس طرح کارڈ کے عوض جو ۱۵۰۰ روپے لئے جاتے ہیں، ان کے عوض بھی ۱۵۰۰ نمبر دیئے جاتے ہیں گویا اس طرح ہر ممبر کے شروع ہی سے ۳۳۰۰ نمبر بن جاتے ہیں اس کے علاوہ اس ۳۳۰۰ میں سے ۵ فیصد یعنی ۱۶۵ روپے اسی ممبر کو یہ کہہ کر واپس بھی کر دیئے جاتے ہیں کہ یہ آپ کا کمیشن ہے، ایسا ہر ممبر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پھر جب ایک ممبر دو اور نئے ممبر بھرتی کراتا ہے تو اس کی محنت پر اسے کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا البتہ ہر ممبر کے عوض ۳۳۰۰ مزید نمبر دیئے جاتے ہیں مثلاً:

(Business volume:)B.V =3300 M(A)=3300

(M(D) B.V=3300+M(B=9900

B.V=3300+M(C) B.V=3300

اب پہلے ممبر A کے ۳۳۰۰ نمبر بھی اس میں جمع کئے جائیں تو یہ ۱۳۲۰۰ نمبر بنتے ہیں چونکہ اب اس کے نمبر ۱۰۰۰۰ سے تجاوز کر چکے ہیں اس لئے اب اسے ممبر کی بجائے S.V بننے سے پہلے کی جو ۵ فیصد کمیشن مقرر کی گئی تھی وہ اسے ممبر بنتے وقت اپنی ہی رقم سے مہیا کر کے تو دی گئی ہے مگر ہر نئے ممبر کے عوض نہیں دی جاتی اور یہ دھوکہ یہ کہہ کر دیا جاتا ہے کہ جہاں ممبر لیول کے مختلف لوگ جمع ہوں وہاں کسی کو بھی کمیشن نہیں ملے گا D کے ممبر بننے کے بعد A کا بزنس والیوم چونکہ ۱۰۰۰۰ سے آگے نکل چکا ہے اس لئے اسے S.V کی طے کردہ کمیشن یعنی 15٪ دی جائے گی اور وہ بھی اس طرح کہ 15٪ میں سے 5٪ منہا کر کے باقی 10٪ کمیشن دی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے گی اور یہ 10٪ کمیشن نئے ممبر کے ۳۳۰۰نمبر کے حساب سے دی جائے گی پہلے ممبر A کے حاصل کردہ نمبرز D کے حساب سے نہیں یعنی ۳۳۰۰روپے کے حساب سے ۳۳۰روپے کمیشن دی جائے گی اور یہ ۳۳۰روپے بھی اس وقت ہی مل سکتے ہیں جب پہلا ممبر کم از کم ۳ممبر مزید بنا چکا ہو اس طرح گزشتہ مثال آگے چل کر جو صورت اِختیار کر لیتی ہے اسے آپ یوں سمجھیں۔

ممبر A نے جب پہلے تین ممبر جمع کر لئے تو اس کا بزنس والیوم ۱۰۰۰۰ سے بڑھ گیا اور اسے S.V کا درجہ مل گیا اب S.V کے بعد آگے جتنے مزید ممبر اس کی چین میں داخل ہوں گے ان کے ۳۳۰۰ میں سے 10٪ S.V کو ملے گا۔ لیکن اگلا ممبر نئے ممبر بنا کر S.V کا درجہ حاصل کر چکا ہو یا ۴۰۰۰روپے کی خریداری کر کے براہ راست S.V کا درجہ حاصل کر چکا ہو تو پہلے S.V کو اس میں سے کوئی کمیشن نہیں ملے گا کیونکہ کمپنی کا اُصول ہے کہ ایک ہی لیول کے دو افراد ایک دوسرے کی کمیشن وصول نہیں کر سکتے۔ پھر نئے S.V نے آگے مزید ممبر بنائے اور ان میں مزید S.V بھی شامل ہو گئے تو اب ان سے آگے بننے والے ممبر کی کمیشن صرف اس S.V کو ملے گی جو نئے ممبر سے قریب تر ہے اور دور والے S.V کو محروم کر دیا جائے گا البتہ اگر پہلے سے موجود S.V کا بزنس والیم منیجر یا ڈائریکٹر کے درجہ کو پہنچ جائے تو پھر اسے طے کردہ کمیشن کے مطابق ہر نئے ممبر کی خریداری پر کمیشن ملے گی اور یہ بھی کچھ شرائط کے ساتھ ہے۔

گویا بظاہر یہ آسان اور بہت زیادہ منافع بخش بنا کر دکھایا جاتا ہے لیکن فی الواقع یہ اِنتہائی مشکل ہے اور مالی اِعتبار سے اس کا صحیح فائدہ صرف اسے ہی حاصل ہو سکتا ہے جو شروع ہی میں کمپنی کا ممبر بن کر سرگرم ہو جائے اور اس کا آگے نئے ممبروں کا نیٹ ورک بڑھتا چلا جائے اور نیٹ ورک بڑھانے کے لئے جھوٹ بول کر اور سبز باغ دکھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر دوسرے لوگوں کو پھنسایا جاتا ہے تاکہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کسی طرح سے (کم ازکم) ۵۰۰ روپے کی خریداری کر کے ممبر بنیں اور پہلے ممبر کا نیٹ ورک ترقی کرے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب یہ اسکیم نئی نئی متعارف ہوئی اور بندہ نے مسجد کے منبر سے اس کی مخالفت کا آغاز کیا تو جمعہ کے بعد اچھے اچھے شریف اور باشرع لوگ سامنے آئے اور انھوں نے گلشن اقبال میں واقع ایک معروف دینی درس گاہ کے بعض علماء واساتذہ کا نام لے کر کہا کہ وہ بھی اس اسکیم کے ممبر ہیں اگر یہ چیز ناجائز ہوتی تو وہ کیوں ممبر بنتے؟ (اللہ ہمیں محفوظ فرمائے)۔

اگر نئے ممبر کسی طرح سے اس کے دام میں نہ آسکیں یا ممبر بننے کے بعد وہ کسی وجہ سے کنارہ کش ہو جائیں تو پہلے سے موجود ممبروں کو کمپنی کی طرف سے کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ کمپنی یہ کمیشن تب دے گی جب اسے فائدہ ہوا ہو گویا کمپنی اصل میں اپنے فائدے کو ترجیح دیتی ہے اور اتنی ترجیح دیتی ہے کہ جب تک پہلا ممبر تین ممبر نہ بنالے اسے کسی طرح کا کمیشن نہیں دیا جاتا۔

گولڈن کی اِسکیم کی شرعی حیثیت

۱۔ مذکورہ کمپنی کے طریقہ کار کے بہت سے پہلو قابل غور ہیں لیکن ان میں دو پہلو خاص طور پر محل نظر ہیں ایک تو یہ ہے کہ کمپنی جب کوئی چیز فروخت کرتی ہے تو وہ اس کی جتنی چاہے قیمت وصول کرلے یہ الگ بات ہے اور اس کے جواز یا عدم جواز میں بحث کی گنجائش ہے مگر قیمت خریداری سے ہٹ کر ۱۵۰۰ روپے کی وہ اضافی رقم جو کمپنی اپنا کارڈ جاری کرنے کے نام پر ہر ممبر سے وصول کرتی ہے یہ کس بنیاد پر وصول کی جاتی ہے؟

اگر کمپنی یہ کہے کہ یہ ممبرشپ کے کاغذات ہیں تو یہ صریح جھوٹ ہے کیونکہ اس کا سادہ کارڈ ۱۵ روپے میں بآسانی بن سکتا ہے پھر ۱۵۰۰ روپے کیوں وصول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کئے جاتے ہیں؟

اگر کمپنی یہ کہے کہ اس رقم کے عوض کارڈ ہولڈر کو چند سہولیات فراہم کی جاتی ہیں تو یہ بات ایک لحاظ سے درست ہے مگر سوال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ سہولیات نہ لینا چاہے اور فی الواقع اکثر لوگ یہ سہولیات نہیں لینا چاہتے تو پھر بھی ان سے اتنی رقم جبری طور پر لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے بلکہ یہ ایک باطل حربہ ہے اور ایسے ہی حربوں کے پیش نظر اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾[1]

اور ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ۔

اگر کمپنی کہے کہ اتنی رقم کے عوض ہم ممبر کو کمپنی کے کاروبار میں شریک کر لیتے ہیں تو یہ بھی غلط بیانی ہے اور وہ اس لئے کہ اگر ۱۵۰۰ کی یہ رقم شراکت کی بنیاد پر لی گئی ہے تو اسے کمپنی کی مصنوعات کی تیاری اور خرید و فروخت کے پروسیجر میں داخل کر کے نفع و نقصان میں معروف ضابطوں کے مطابق تقسیم کرنا چاہئے لیکن اس رقم کا ممبر کو کوئی حساب نہیں دیا جاتا۔

اگر کمپنی یہ کہے کہ یہ ہماری شرط ہے کہ نئے ممبر لانے پر کمیشن تب دیا جائے گا جب پہلے ممبر نے ۱۵۰۰ روپے جمع کروائے ہوں تو پھر یہ صورت جوئے کی ہے اور وہ اس طرح کہ اگر نئے ممبر بنانے میں پہلا ممبر کامیاب ہو جائے تو اسے خاص اسٹیج پر نفع دیا جاتا ہے اور یہ زیادہ ممبروں کی صورت میں بہت زیادہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر اس کی چین میں دو سے زیادہ ممبر جمع نہ ہو سکیں تو اسے اپنی اس رقم سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۱۸۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اس طریقہ کار میں دوسرا پہلو یہ محل نظر ہے کہ پہلے ممبر کو بنیادی طور پر دو ممبر بھرتی کروانا ہوتے ہیں اس کے بعد اگر یہ چاہے تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گھر میں بیٹھا رہے اور اس کے بھرتی کئے ممبر آگے نئے ممبر تیار کرتے رہیں گے۔ اسی طرح اگر یہ سلسلہ کامیابی سے چل پڑے تو وہ پہلا ممبر ان نئے ممبروں کے عوض کمیشن وصول کرتا رہے گا حالانکہ پہلے دونوں ممبروں کے علاوہ اگلے ممبروں پر اس نے کوئی محنت نہیں کی یہ الگ بات ہے کہ اگلے ممبر جن لوگوں کے توسط سے آئے ہیں ان کو اس شخص نے محنت کر کے ممبر بنایا تھا مزید وضاحت کیلئے ایک مثال سے سمجھئے:

مثلاً A ممبر نے دو ممبر B,C تیار کئے پھر B,C نے آگے دو دو ممبر (D,E,F,G) تیار کئے۔ پھر اُنہوں نے آگے دودو ممبر تیار کئے اب اگر یہ کیا جاتا کہ A نے جو دو ممبر BC بنائے، اس کے عوض A کو کمیشن دیا جاتا پھر B نے آگے جو دو ممبر DE بنائے ان کا کمیشن صرف B کو دیا جاتا A کو نہیں۔ اسی طرح C نے آگے جو دو ممبر بنائے ان کا کمیشن صرف C ہی کو دیا جاتا تو تب یہ کمیشن جائز تھا اور اس کی صورت دلالی کی جائز صورت کی طرح یہ بنتی ہے کہ محنت کے عوض طے شدہ کمیشن محنت کرنے والے کو مل جاتی ہے لیکن یہاں صورتحال دوسری ہے یعنی ایک ممبر جب اگلے دو ممبروں پر براہ راست محنت کرتا ہے اس کا معاوضہ اسے نہیں دیا جاتا اور جن ممبروں کے عوض اسے کمیشن دی جاتی ہے ان پر اس نے محنت کی ہی نہیں ہوتی، اس لئے ان کے بدلے کمیشن لینا جائز نہیں اور جہاں کمیشن بنتی ہے وہاں کمپنی یہ کمیشن دے ہی نہیں رہی۔

ورلڈ ٹریڈنگ نیٹ اِسکیم W.T.N

اِن اِسکیموں یا کمپنیوں کو کاغذی اِسکیمیں یا کاغذی کمپنیاں بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کسی چیز کی خرید و فروخت نہیں کرتیں بلکہ چند فارموں کے ہیر پھیر سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کمیشن دینے کا لالچ دیتی ہیں اور لاکھوں روپے بٹور لیتی ہیں۔

مذکورہ اِسکیموں میں دراصل کاغذ(Forms) ہی کی خرید و فروخت چلتی ہے، اس لئے یہ سراسر ناجائز ہے کیونکہ خرید وفروخت کے لئے اشیائے تبادلہ کی موجودگی اور منتقلی ضروری ہے لیکن کاغذی اسکیموں میں ایسی کوئی چیز ان کی پشت پر کارفرما نہیں ہوتی اس کے علاوہ بھی اس میں کئی ایک پہلو محل نظر ہیں لہٰذا ان دھوکے والی اِسکیموں میں شمولیت سے بہر صورت گریز کرنا چاہئے۔

جوائنٹ اِسٹاک کمپنیوں کا تاریخی پس منظر

پارٹنر شپ کی موجودہ اِصطلاح زمانۂ قدیم میں مشارکت یا مضاربت کے نام سے جانی جاتی تھی،اِسلام نے بھی اسے چند حدود و قیود کا پابند بنا کر برقرار رکھا ہے۔

سترہویں صدی میں شراکت و مضاربت سے ملتی جلتی کاروبار کی ایک نئی صورت سامنے آئی جسے جوائنٹ اسٹاک کمپنی (Joint Stock Company) کہا جاتا ہے اور اس نے بہت جلد اِقتصادیات کے میدان میں اپنی اَہمیت کو منوالیا، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ سترہویں صدی میں جب یورپ میں صنعتی اِنقلاب آیا تو بڑے بڑے کارخانے قائم کرنے کے لئے وافر سرمائے کی ضرورت محسوس ہوئی چونکہ ہر جگہ ایک یا چند افراد مل کر اتنا سرمایہ فراہم نہیں کر سکتے تھے اس لئے یہ طے پایا کہ کسی بھی کارخانے کے جملہ اَجزا کو اِنتہائی چھوٹی اِکائیوں میں تقسیم کر کے اسے عوام میں پیش کر دیا جائے تاکہ ایک طرف لوگوں کو انہیں خرید کر متعلقہ کاروبار میں شراکت کا موقع مل سکے اور دوسری طرف کارخانہ اور فیکٹری چلانے کے لئے بھاری سرمائے کی فراہمی بھی ممکن العمل ہو سکے، چنانچہ اس طرح سے جوائنٹ اِسٹاک کمپنیاں وجود میں آئیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شروع شروع میں ان پرائیوٹ کمپنیوں کو ازراہ مجبوری حکومت وقت کی طرف سے وسیع اختیارات دیئے جاتے تھے حتی کہ انہیں قوانین تجارت وضع کرنے، سکہ ڈھالنے (کرنسی جاری کرنے) اور اپنے تحفظ کے لئے اسلحہ اور فوج رکھنے کا بھی اختیار ہوتا تھا کہا جاتا ہے کہ برصغیر پر قابض ہونے والی ایسٹ انڈیا کمپنی بھی اسی قسم کی ایک کمپنی تھی جو اپنے دور میں پورے برصغیر کی اقتصادیات کو کنٹرول میں لے چکی تھی پھر رفتہ رفتہ نوعیت کی بہت سی علاقائی کمپنیاں بھی وجود میں آنے لگیں اب تو پوری دُنیا میں جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں کام کر رہی ہیں مگر فرق صرف یہ ہے کہ اب ان کے اختیارات میں پہلے والی وُسعت نہیں بلکہ اب یہ صرف تجارتی کمپنیاں ہیں جو حکومت کی اجازت سے قائم ہوتی ہیں، پاکستان میں بھی کارپوریٹ لاء اتھارٹی (Corporate Law Authority) کے نام سے ایک سرکاری ادارہ قائم ہے جو ایسی کمپنیوں کی تشکیل اور کنٹرول کا کام کرتا ہے۔

ایسی کمپنیوں سے چونکہ سینکڑوں، ہزاروں لوگ وابستہ ہوتے ہیں اس لئے کسی بھی وقت کسی بھی فرد کو شراکت ختم کرنے یا کسی نئے فرد کو کمپنی کی شراکت اختیار کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، اب کمپنی کے لئے ہر وقت ایسے لوگوں سے حساب کتاب کرتے رہنا ممکن نہیں ہوتا جبکہ لوگوں کی یہ کل وقتی ضرورت ہے جسے پورا کرنے اور دیگر بہت سے معاملات طے کرنے کے لئے کمپنی کو الگ سے ایک بازار میں اپنے کاروبار کی جملہ تفصیلات مہیا کرنا پڑتی ہیں ان تفصیلات پر مشتمل دستاویزات کو کمپنی کا پراسپیکٹس اور متعلقہ بازار کو اسٹاک ایکسچینج (Stock Exchange) یا اسٹاک مارکیٹ (Stock Market) کا نام دیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اثاثہ جات (Assets) کی اقسام

بنیادی طور پر اثاثہ جات (Assets) کی تین اقسام لکھی جاتی ہیں:

(i) رواں اثاثہ جات (ii) جامد اثاثہ جات (iii) غیر مادی اثاثہ جات

(الف) رواں اثاثے: جنھیں عربی اصطلاحات میں موجوداتِ متداولہ، اور انگریزی میں Current Assets کہا جاتا ہے۔

یہ وہ اثاثے ہوتے ہیں جو نقد ہوں یا بسہولت نقد پذیر ہوں اور ان میں مندرجہ ذیل چار مدات شامل ہوتی ہیں:

1) نقد (Cash)

2) کمپنی کا وہ سرمایہ جو وصول ہونے والا ہو (Accounts Receivable)۔

3) وہ سرمایہ جو کسی کو بطور قرض کے دیا گیا ہو لیکن اُسکی رسیدیں اور مضبوط دستاویزات کمپنی کے پاس ہوں تو وہ بھی کمپنی کے اثاثہ جات میں شامل ہونگے جیسے بانڈز وغیرہ، ایسے اثاثوں کو Notes Receivable کہا جاتا ہے۔

4) کسی دوسری کمپنی یا ادارے میں سرمایہ کاری کی گئی ہو اور وہاں سے رقم کی وصولی متوقع ہو۔ اسے Investment کہا جاتا ہے۔

(ب) جامد اثاثہ جات جنھیں عربی میں موجوداتِ ثابتہ اور انگریزی میں Fixed Assets کہا جاتا ہے ان سے مراد نقد اثاثے ہوتے ہیں جو جلد نقد پذیر نہ ہوں جیسے مشینری اور بلڈنگ وغیرہ۔

(ج) غیر مادی اثاثہ جات جن کو عربی میں موجوداتِ غیر مادیہ اور انگیریزی میں Intangible Assets کہتے ہیں کیونکہ انہیں مادی طور پر محسوس نہیں کیا جاتا جیسے گڈوِل (ساکھ) اور شہرت و ناموری وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِسٹاک اَیکسچینج سے کیا مراد ہے؟

جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خرید کر اس کا حصہ دار بن جاتا ہے تو پھر اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ جب چاہے اَپنی رقم واپس لے کر شراکت سے دستبردار ہوجائے بلکہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کمپنی تحلیل ہو جائے اَور جب تک کمپنی موجود ہے اس سے متعلقہ حصّے کی رقم واپس نہیں لی جاسکتی کیونکہ وہ رقم کمپنی کے کاروبار میں لگی ہوئی ہے کمپنی کے برعکس شرکاء کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر افراد کو کسی بھی وقت اَپنا سرمایہ واپس لینے کی ضرورت لاحق ہوتی رہتی ہے اس لئے یہ ضمانت فراہم کرنا ضروری تھا کہ شرکاء میں سے ہر کسی کو بوقت ضرورت اَپنی رقم واپس لینے یعنی اَپنے حصص کو نقدی میں دوبارہ تبدیل کرنے کا اِختیار ہے اَور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اَپنے حصص کسی اَور کو فروخت کردیں، چنانچہ اس مقصد کے لئے جوائنٹ اِسٹاک کمپنیوں نے بازار حصص Stock Exchange قائم کئے، جہاں شرکاء متعلقہ کمپنی سے نفع/نقصان کا حساب کر کے اَپنا حصہ کسی اَور کو بیچ کر اَپنی رقم واپس لے سکتے ہیں اَور اسکے نتیجے میں خریدار اس کمپنی کے حصہ دار بن جاتے ہیں اس طرح خرید و فروخت کا یہ سلسلہ ہر وقت چلتا رہتا ہے۔

شیئرز کی خرید و فروخت کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، تاہم یہ بات یاد رہے کہ شیئرز کی خرید و فروخت کی اِیک اہم صورت اَور ذریعہ بازار حصص Stock Exchange ہے۔

واضح رہے کہ اسٹاک اِیکسچینج اِیک پرائیوٹ اِدارہ ہو تا ہے جو حکومت کی اِجازت و سرپرستی کے ساتھ کمپنیوں کے شیئرز کی خریدوفروخت کا اہتمام کرتا اَور ذریعہ بنتا ہے لیکن عام طور پر اسٹاک اِیکسچینج انہی کمپنیوں کے شیئرز کا کاروبار کرتا ہے جو قابل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِعتماد ہوں اَور کچھ نہ کچھ ساکھ رکھتی ہوں،

ان کمپنیوں کو لِسٹڈ کمپنیاں (Listed Companies) کہا جاتا ہے اَور جن کمپنیوں کے شیئرز کی ذمہ داری اسٹاک اِیکسچینج نہ لیتا ہو انہیں Unlisted Companies کہا جاتا ہے یہ کمپنیاں دیگر ذرائع سے اَپنے حصص فروخت کرتی ہیں۔

شیئرز (Shares) سے کیا مراد ہے؟

شیئرز (Shares) انگریزی زبان کا لفظ ہے جبکہ اردو میں اس کے لئے حصص اَور عربی میں اسھم کی اِصطلاح مروج ہے، واضح رہے کہ حصص، حصہ کی اَور اسھم، سھم کی جمع ہے۔

شیئرز، یا حصص دراصل کسی بڑے کاروباری اِدارے (فیکٹری، کارخانے وغیرہ) کے کل ملکیت کے چھوٹے چھوٹے اَجزا کا نام ہے یا دوسرے لفظوں میں اِیک کاروبار جتنے سرمائے سے شروع کیا جاتا ہے، اُسے اِکائیوں پر تقسیم کر لیا جاتا ہے اَور ان میں سے ہر اِیک اکائی اِیک حصّے (Share) کی نمائندگی کرتی ہے۔

مثلاً: اِیک شخص اِیک کروڑ روپے کی فیکٹری لگانا چاہتا ہے یا اِیک فیکٹری کے تمام اَثاثہ جات (Assets) سمیت کل مالیت اِیک کروڑ روپے ہے اب اِیک کروڑ کو اکائیوں میں تقسیم کیا جائے تو اِیک کروڑ اکائیاں بنتی ہیں یہی اِیک کروڑ اکائیاں اس فیکٹری کے اِیک کروڑ حصص طے پائیں گے گویا اِیک روپیہ فی حصہ کے حساب سے کمپنی کے کل حصص اِیک کروڑ ہوئے اَور اگر فی کس حصہ کی قیمت اِیک روپیہ کی بجائے دس روپے مقرر کر دی جائے تو کمپنی کے کل حصص دس لاکھ ہوں گے۔

اب فرض کیجئے کہ فیکٹری خوب چل رہی ہے اَور فیکٹری کا مالک یہ چاہتا ہے کہ اسی طرح کی اِیک اَور فیکٹری کسی دوسرے شہر میں بھی قائم کی جائے مگر اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مقصد کے لئے اسے کم از کم ۵۰لاکھ روپے مطلوب ہیں جو اس کے پاس نہیں اور اتنا قرض کوئی دینے کیلئے اوّل تو تیار نہیں اور اگر کوئی تیار ہے تو ساتھ سُود کا مطالبہ بھی ہے جسے یہ قبول نہیں کر سکتا چنانچہ وہ اس کا حل یہ نکالتا ہے کہ پہلی فیکٹری سے اتنی رقم اس مقصد کے لئے نکال لی جائے اور وہ اس کا طریقہ کار یہ اختیار کرتا ہے کہ ایک کروڑ حصص میں سے ۵۰لاکھ حصص فروخت کے لئے بازارِ حصص میں پیش کردیتا ہے تاکہ مختلف لوگ یہ حصص خرید کر اور اس کے عوض ۵۰لاکھ کی رقم دے کر اس کے کاروبار میں شریک ہو جائیں، چنانچہ ۱۰ اشخاص ۵،۵لاکھ کے حصص خرید لیتے ہیں اور یوں اس فیکٹری کے مالکان کی تعداد ایک کی بجائے ۱۱ہوگئی۔ ایک تو اصل مالک ہے جس کے پاس ۵۰لاکھ کے حصص ہیں اور باقی ۵۰لاکھ کے حصص کے ۱۰ نئے افراد اب اس فیکٹری کے حصہ دار بن چکے ہیں اور پہلے مالک کو نئی فیکٹری کے لئے جتنے سرمایہ کی ضرورت تھی وہ اسے مل چکا ہے اور جس کے پاس جتنے حصص ہیں وہ اسی قدر اس شخص کی متعلقہ کمپنی میں ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں مثلاً اصل مالک نے آدھے حصص اپنے پاس رکھے ہیں اور فروخت کردہ حصص میں سے بھی ۱۰حصص خریدے ہیں اس لئے وہ اب ۱۰۰فیصد کی بجائے ۶۰فیصد مالک ہے اور باقی 9افراد ۱۰،۱۰فیصد کے مالک ہوگئے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر فیکٹری خوب نفع دے رہی ہو تو لوگ دھڑادھڑ اس فیکٹری کے حصص خرید لیتے ہیں بلکہ اگر ایک کروڑ سے شروع ہونے والی فیکٹری1.5کروڑ کی مالک بن چکی ہو یعنی اس کا فی حصہ ایک روپے کی بجائے 1.5روپے کا ہو چکا ہو تو لوگ اُسے1.5کی بجائے 1.10روپے میں خریدنے کے لئے بھی تیار ہوتے ہیں اور اگر فیکٹری نقصان میں جارہی ہو تو پھر فی حصہ ایک روپے سے بھی کم میں بکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیئرز سرٹیفکیٹ اور بیئرر میں فرق

جب کمپنی مارکیٹ میں اپنے حصص (Shares) فروخت کرتی ہے تو شیئرز ہولڈر کے لئے ضمانت اور سند کے طور پر وہ رسیدیں جاری کرتی ہے ان رسیدوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن پر شیئرز ہولڈر کا نام درج ہوتا ہے انہیں Registered Share کہا جاتا ہے جب ایسے شیئرز کو متعلقہ شخص مزید آگے بیچتا ہے تو انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے حقوق کی منتقلی اور نئے حصہ دار کے نام کا سرٹیفکیٹس جاری کرنے کے لئے ایک سے تین ہفتوں کی مدت درکار ہوتی ہے اور اگر اس مدت میں کمپنی کو نفع یا نقصان ہو تو اس کا ذمہ دار نیا شخص ہوتا ہے جبکہ کمپنی اس نفع یا نقصان کو اس شخص کے کھاتے میں ڈالتی ہے جس کا نام بطور شیئر ہولڈر کمپنی میں درج ہے اور وہ شخص چونکہ اپنا حصہ زبانی یا تحریری وعدے کی بنیاد پر آگے فروخت کر چکا ہے اس لئے نفع ونقصان کا ذمہ دار اب وہ نہیں ہوگا۔

رسید سرٹیفکیٹ کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں رسید پر کسی کا نام تحریر نہیں ہوتا بلکہ جس کے قبضہ میں وہ رسید ہوگی وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا، شیئرز کی اس صورت کو بیئرر حصص Bearer Shares کہا جاتا ہے۔

جائز اور ناجائز شیئرز

کسی بھی کمپنی کے شیئرز خریدتے وقت یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ کمپنی کا بزنس کیا ہے چونکہ آپ جب شیئرز خرید کر شیئرز ہولڈر بن جاتے ہیں تو آپ اُتنی مالیت کے اُس کمپنی میں شراکت دار (پارٹنر) بن جاتے ہیں، شراکت اختیار کرنے سے قبل آپ پر لازم ہے کہ آپ حرام سے بچنے کے لئے اس بات کا یقین کرلیں کہ کمپنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا کوئی کام مشکوک یا غیر شرعی نہیں ہے کیونکہ جس کمپنی کا اپنا بزنس غیر شرعی اور سُودی ہو گا اُسکے شیئرز بھی اُسی زمرے میں آئیں گے اور جو کمپنی جائز بزنس کرتی ہے اُس کمپنی کے کاروبار میں شراکت بھی جائز ہو گی، اس ضمن میں اِسلامی نکتۂ نظر یہ ہے کہ

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں آپس میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ہر گز ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

جب شیئرز خریدا جاتا ہے تو اُسکی دو صورتیں بنتی ہیں ایک تو یہ کہ شیئرز ہولڈر اپنے لئے نفع کی اُمید رکھتا ہے اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ کمپنی کو جس رقم کی ضرورت تھی اُس نے شیئرز خرید کر اُسکی معاونت کی۔

قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت سے یہ واضح ہوا کہ جو کمپنی ناجائز کاروبار کرتی ہو اُسکے شیئرز ناجائز ہوئے اور جو کمپنی جائز کاروبار کرتی ہو اُسکے شیئرز خریدنا بھی جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

شرکت و مضاربت اور جوائنٹ اِسٹاک کمپنیوں میں فرق

اگر اِسٹاک کمپنیوں کا کاروبار جائز ہو تو پھر اس کی حِلّت کو شرکت و مضاربت پر ہی قیاس کریں گے اگرچہ شرکت و مضاربت اِسٹاک کمپنیوں سے نہ تو کلی طور پر مشابہت رکھتی ہے اور نہ ہی کلی طور پر مختلف ہے تاہم قدرے فرق موجود ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

1۔ سورۃ المائدہ :۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱) مضاربت میں گنے چنے افراد حصہ دار ہوتے ہیں اور کمپنی میں حصہ داروں کی تعداد غیر محدود ہوتی ہے۔

۲) مضاربت میں افراد کی موجودگی و شرکت ایک دوسرے سے مخفی نہیں ہوتی مگر کمپنی میں شرکاء کی اکثریت اور آئے روز تبدیلی کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون کون افراد شریک ہیں۔

۳) مضاربت میں شرکاء کے لئے عند الضرورت اپنے حصّے واپس لینے کی گنجائش ہوتی ہے مگر کمپنی میں وسعتِ کاروباری کی وجہ سے براہ راست یہ گنجائش نہیں ہوتی تاہم اس کے بدل کے طور پر حصص فروخت کرنے کی سہولت میسر ہوتی ہے۔

۴) مضاربت میں شرکاء کو براہِ راست کاروبار یا اثاثہ جات (Assets) میں تصرف (خرید و فروخت وغیرہ) کا اختیار ہوتا ہے اور ہر ایک شریک برابر کا ذمہ دار ہوتا ہے مگر کمپنی کے طریقہ کار میں حصہ دار ہونے کے باوجود کسی شخص کو کمپنی کے اثاثہ جات میں تصرف کا حق نہیں ہوتا بلکہ تصرف کا اختیار صرف اسے ہوتا ہے جس کے پاس نصف سے زائد حصص ہوں کیونکہ ہر شخص کو اگر تصرف کا حق دے دیا جائے تو پھر یہ وسیع کاروبار کامیابی سے چل نہیں سکتا، تاہم ہر شخص کا حصہ نفع ونقصان کی بنیاد پر محفوظ ہوتا ہے اور کمپنی کے تحلیل ہونے کی صورت میں اسے اپنا حصہ واپس لینے یا قبل از تحلیل اسے آگے بیچنے کا مکمل اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضاربت سے کلی مماثلت نہ رکھنا

اِسٹاک کمپنیوں کا مضاربت سے کلی مماثلت نہ رکھنا حرمت کی دلیل نہیں ہے

اسٹاک کمپنیوں کی طرف سے کاروباری وسعت اَور اِنتظامی پیچیدگیوں کی بنا پر بعض اَیسے قواعد و ضوابط مقرر کئے جاتے ہیں جو عام طور پر مضاربت کی قدیم صورتوں میں موجود نہیں ہوتے اَور یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے محض اسی وجہ سے کمپنی کے مذکورہ طریقہ کار کو حرام تک کہہ دیا کہ اس میں مضاربت کی وہ تمام صورتیں موجود نہیں جو ماضی میں مروج تھیں اَور جن کی فقہائے اِسلام نے الگ الگ جزئیات پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

۱) اَوّل تو کمپنی کا مذکورہ طریقہ کار متقدم فقہاء کے دور میں پیدا نہیں ہوا تھا ورنہ وہ ضرور اسے جواز یا عدم جواز کے حوالے سے محلِ بحث بناتے۔

۲) اَور دوم یہ کہ کمپنی کا مذکورہ طریقہ مضاربت ہی کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے اَور اس میں اگر جزوی طور پر بعض چیزوں کا طریقۂ مضاربت سے فرق ہے تو وہ محض اِنتظامی وجوہات کی بنا پر ہے اَور ان میں کوئی ضرر کا پہلو بھی نہیں۔

۳) سوم یہ کہ جہاں جہاں مضاربت اَور کمپنی کے طریقہ کار میں فرق ہے وہاں وہاں کمپنی کے طریقہ کار میں جائز متبادل موجود ہیں۔

۴) چہارم یہ کہ کمپنی کے طے شدہ اَور مروج طریقہ کار میں کوئی اَیسا ضابطہ اَور شرط موجود نہیں جسے خلاف شریعت قرار دیا جاسکے اَور حدیث نبوی ہے:

﴿مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ﴾[1]

www.KitaboSunnat.com

1۔ بخاری کتاب المکاتب: باب المکاتب ونحوہ. والنسائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس نے کوئی ایسی شرط طے کی جو اللہ جل جلالہ کی کتاب کے منافی ہو وہ شرط باطل ہے۔

گویا معاملات (کاروبار وغیرہ) میں صرف وہی شرائط باطل قرار پائیں گی جو کتاب و سنت کے منافی ہوں اور اگر کوئی شرط کتاب و سنت کے منافی ثابت نہ ہو تو پھر اسے باطل قرار دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

۵) پنجم یہ کہ خرید و فروخت کا تعلق معاملات سے ہے اور فقہاء کے ہاں یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ معاملات میں اصل اباحت ہے جو حلت کی متقاضی ہے، الا یہ کہ حرمت کے بارہ میں کوئی صریح دلیل موجود ہو لہٰذا جس چیز کی حرمت پر صریح دلیل مل جائے اسے ہی حرام کہا جا سکتا ہے۔

وسیع تر کاروبار کے لئے جوائنٹ اِسٹاک کمپنیوں کی تشکیل جن بنیادوں پر کی جاتی ہے ان میں کہیں کوئی ایسی چیز نہیں جسے خلافِ شرع قرار دیا جا سکے ماسوائے اس صورت کے کہ کمپنی حرام یا سُودی کاروبار کے لئے تشکیل دی جائے۔ گویا اگر حرام کاروبار کیلئے کمپنی تشکیل دی جائے یا بعد میں کسی وقت حرام اور سُودی کاروبار میں ملوث ہو جائے تو پھر ایسی کمپنیوں کے حصص خریدنا سراسر ناجائز ہے ورنہ انہیں ناجائز کہنے کی اور کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

اِسٹاک میں حاضر اور غائب سَودے

بعض اِسٹاک مارکیٹوں میں شیئرز اور بعض میں اجناس کی خرید و فروخت دو طریقوں سے ہوتی ہے ایک کو حاضر سَودا (Spot Sale) دوسرے کو غائب سَودا (Future/Forward Sale) کہا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ا۔ حاضر سودا (Spot Sale):-

حاضر سودے کے معنی یہ ہیں کہ اِسٹاک مارکیٹ سے شیئرز یا اجناس یا کوئی اَور اَشیاء نقد و نقد خریدی جائیں اَور ان کی قیمت ادا کر کے فوراً قبضہ حاصل کر لیا جائے یا ان کے نفع و نقصان کی ذمہ داری اَور حقوق کی منتقلی فوراً خریدار کو حاصل ہو جائے خواہ کاغذی قبضہ اِنتظامی رکاوٹوں کی وجہ سے کچھ دنوں تک ملتوی ہی کیوں نہ ہو جائے۔

۲۔ غائب سودا:-

غائب سودے کی صورت یہ ہے کہ شیئرز یا اجناس کی خرید و فروخت (بیع) تو ہو جائے مگر عملی یا حکمی قبضے کی تاریخ آئندہ کسی وقت کے لئے ملتوی کر دی جائے اسے اگرچہ Future Sale/ Forward Sale بھی کہتے ہیں مگر بازار حصص میں ان دونوں کے درمیان فرق کیا جاتا ہے یعنی Forward Sale تو وہ ہے جس میں فی الواقع خریدار کا مقصد خریدنا اَور فروخت کنندہ کا مقصد بیچنا ہو اَور اگر جانبین کا مقصد مقررہ تاریخ پر لینا، دینا نہ ہو بلکہ جنس کو محض بنیاد بنا کر مقررہ تاریخ پر آپس کا فرق Difference برابر کرنا مقصود ہو تو اسے Future Sale کہا جاتا ہے اَیسا دو وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے:

i۔ سٹہ/جوا (Speculation):-

مثلاً: زید یکم جنوری کو عمر کے ہاتھ ۱۰ روپے فی شیئرز کے حساب سے کچھ شیئرز بیچتا ہے اَور قبضہ کی تاریخ یکم فروری مقرر کرلی جاتی ہے مگر جب یکم فروری آتی ہے تو اسی شیئر کی قیمت بڑھ کر ۱۳ روپے ہو جاتی ہے تو اب زید، عمر کو ۳ روپے فی شیئرز کے حساب سے رقم دے دیتا ہے اَور شیئرز نہیں دیتا کیونکہ شیئرز کی خرید وفروخت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو پہلے ہی نیت نہ تھی بلکہ نیت صرف یہ تھی کہ اگر اس کمپنی کے شیئر کی قیمت فلاں تاریخ کو بڑھ گئی تو خریدار کو اتنے فیصد اِضافہ دے دیا جائے گا اَور اگر اس تاریخ کو نقصان ہو جائے تو خریدار سے اتنے فیصد اُلٹا وصول کر لیا جاتا ہے گویا یہ قسمت لڑانے کا کھیل ہے جسے جوا کہا جاتا ہے واضح رہے کہ اِسٹاک مارکیٹ میں یہی جوا، شیئر کی جگہ دیگر اشیاءاَور اجناس کو بنیاد بنا کر بھی کھیلا جاتا ہے۔

ii۔ پیشگی تحفظ:۔

دوسرا مقصد ممکنہ نقصان سے بچاؤ ہوتا ہے جسے ہیجنگ (Hedging) کہا جاتا ہے اس میں شیئر یا مقررہ جنس کی فی الواقع خرید و فروخت مطلوب ہوتی ہے ، جوا مقصود نہیں ہوتا لیکن خریدار کسی ممکنہ نقصان سے بچنے کے لئے انہی شیئرز یا جنس کو مستقبل کی اسی تاریخ پر آگے فروخت کر دیتا ہے اَور اگر اسے پچھلے فروخت کنندہ سے نقصان پہنچے تو دوسری طرف اگلے خریدار سے وہ اتنا ہی نفع وصول کر کے نقصان برابر کر لیتا ہے مثلاً عمر یکم جنوری کو ۱۰روپے فی شیئر کے حساب سے زید کو ۱۰۰شیئرز بیچتا ہے اَور قبضے کی تاریخ یکم مارچ طے پاتی ہے اب زید کو خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں یکم مارچ کو ان شیئرز کی ویلیو کم نہ ہوجائے چنانچہ وہ نقصان سے بچنے کے لئے اسی قیمت پر اتنے ہی شیئرز یکم مارچ کی تاریخ پر بکر کو بیچ دیتا ہے چنانچہ اگر یکم مارچ کو زید کو عمر سے خریدے ہوئے شیئرز میں نقصان ہوتا ہے اَور فی شیئر ۹روپے رہ جاتا ہے تو وہ اسی ۹روپے کے شیئر کو ۱۰روپے کے حساب سے آگے بکر کو فروخت کر دیتا ہے کیونکہ بکر سے اس نے اسی ریٹ پر پیشگی بیع کر رکھی تھی اَور اس طرح زید اس متوقع نقصان سے بچ نکلتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاضر اور غائب سودوں کی شرعی حیثیت

حاضر سودے کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ آپ رقم دیں اور فوراً شیئرز سرٹیفکیٹ یا اجناس وغیرہ وصول کر لیں اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ جس کمپنی سے معاملہ کیا ہے وہ کسی حرام کاروبار میں ملوث نہ ہو، البتہ غائب سودے (فیوچر سیل) کی ایک صورت تو صریحاً جوا اور دوسری صورتیں بھی مشکوک ہیں البتہ مستقبل کی تاریخ پر کسی چیز کی خرید و فروخت چند شرائط کے ساتھ جائز ہے اور وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ پیشگی رقم ادا کر دی جائے۔

۲۔ جنس کا بھی تعین کر لیا جائے۔

۳۔ ماپ تول (وزن وغیرہ) بھی طے کر لیا جائے۔

۴۔ مدّت بھی مقرر کر لی جائے۔

واضح رہے کہ یہ شرائط صحیحین میں مذکور اس حدیث سے ثابت ہوتی ہیں جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں کی پیشگی بیع کیا کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ:

مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ کَیْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ [1]

جو شخص پیشگی رقم دے کر کوئی چیز خریدنا چاہے تو اس صورت میں ماپ تول، وزن اور مدّت معلوم ہو (مدّت کا تعین کر لے)۔

یہ ہدایت اس لیے دی گئی تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا اور اختلاف پیدا نہ ہو۔

1۔ بخاری کتاب البیوع باب السلم فی وزن معلوم: مسلم والترمذی : وابن ماجہ والنسائی ومسند احمد وسنن بیہقی ومسند دارمی وشرح السنۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جوئے کی نئی قسم ''لاٹری''

بعض برائیاں ہمارے معاشرے میں اِسقدر رچ بس گئی ہیں کہ اب نہ تو انہیں معاشرہ معیوب سمجھتا ہے اَور نہ قانون کی نظر میں وہ کوئی جرم ہے جیسے سگریٹ پینا، داڑھی منڈانا، مردوں کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنا اَور عورتوں کا نصف پنڈلی تک رکھنا یعنی مرادانی عورتیں اَور زنانے مرد بن کے پھرنا، انہیں برائیوں کی طرح اِیک لاٹری ہے جو سر عام، علی الاعلان یہ دھندا کرنے والے لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کرتے نظر آئیں گے کہ فلاں تاریخ کو دس بجے فلاں مقام پر قرعہ اَندازی ہوگی پہلا انعام اِیک لاکھ، دوسرا انعام پچاس ہزار، تیسرا انعام پچیس ہزار اب آپ بھی اَپنی قسمت آزمایئے شاید یہ انعام آپ ہی کی قسمت میں ہو ٹکٹ صرف 10 روپے، 10روپے. جلدی کیجئے ورنہ یہ موقع ہاتھ میں نہ آئے گا۔وغیرہ وغیرہ

اب یہ تو واضح بات ہے کہ کوئی شخص اَیسا کاروبار نہیں کرتا جس میں اسے کچھ پلے سے ڈالنا پڑے، آپ ہی کا جمع شدہ پیسہ وہ کچھ آپ کو واپس کر دیتے ہیں، باقی خود رکھ لیتے ہیں، اگر مقررہ تاریخ پر جمع شدہ رقم میں انہیں فائدہ نظر نہ آئے تو تاریخ بڑھا دیتے ہیں یا قرعہ اَندازی میں اَیسا چکر چلائیں گے کہ انعامات اَپنے ہی کسی آدمی کے نام نکل آئے، یہ کاروبار بھی ''میسر''(جوئے) کی تعریف میں آتا ہے کیونکہ اِیک کثیر رقم آسانی سے بعض کے ہاتھ آجاتی ہے اور بعض بالکل اپنی اصل رقم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

معمہ بازی(پزل گیمز)

یہ پڑھے لکھے لوگوں کا جوا ہے اس طرح کی معمہ بازی مختلف اَخبارات اَور رَسائل کے مالکان سر انجام دیتے ہیں مثلاً جنگ پزل نمبر وغیرہ اس کا طریق کار بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معروف ہے جسے ہر پڑھا لکھا شخص تو کم از کم ضرور جانتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس میں قرعہ اندازی کے بجائے پہلا انعام صحیح حل والوں کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ ایک ہو یا زیادہ ہوں اگر زیادہ ہوں تو ان میں برابر بانٹ دیا جاتا ہے ، دوسرا انعام ایک غلطی والے کے لئے اور تیسرا دو غلطیوں والوں کے لئے ، اخبارات و رسائل کے مالکان لوگوں کو معمہ بازی کی چاٹ لگا کر خوب دولت بٹورتے ہیں جس کا کچھ حصہ انعامات کی شکل میں لوگوں کو واپس کیا جاتا ہے ،جوئے کی اس قسم کو معیوب تو کجا مستحسن سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ پڑھے لکھے لوگوں کا کھیل ہے اور اس میں کچھ ذہنی کاوش بھی ہوتی ہے اور جن کا انعام نہیں نکلا ان کی رقم ضائع ہو جاتی ہے جو صریحاً جوا ہے۔

ریفل ٹکٹ

یہ ٹکٹ بھی ملک میں پائی جانے والی لاٹری کی ایک قسم ہے ہمارے ہاں پاکستان میں یہ ٹکٹ بے نظیر کے پہلے وزارتِ عظمیٰ کے دور میں حکومتی سطح پر متعارف کرائے گئے علماء حق نے اس اسکیم کے خلاف آواز اُٹھائی تھی لیکن بے سُود ثابت ہوئی، اس کے ذریعہ پاکستان کے ایک معروف خاندان نے خوب دولت کمائی کتنے غریب لوگوں کو سبز باغ دکھا کر اُنکی عمر بھر کی جمع پونجیاں لوٹ لی گئیں کتنی بیواؤں نے تمام زیورات بیچ کر ٹکٹ خریدے کتنے ریٹائر ملازمین نے اپنی ریٹائرمنٹ کی لاکھوں روپے کی رقم ریفل ٹکٹ خریدنے پر صرف کر دی مگر انعام میں کسی کی اِستری نکلی اور کسی کا ۱۰ لیٹر کا کولر، اس طرح کی تمام اِسکیمیں دھوکے اور فریب پر مبنی ہیں اور یہ سب حرام کی جدید شکلیں ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انڈر رائٹنگ (Under writing) کی شرعی حیثیت

ضمان الاکتتاب(Under writing)اُس ضمانت کو کہا جاتا ہے جب کوئی اِدارہ نئی قائم ہونے والی کمپنی کیلئے یہ ضمانت لیتا ہے کہ اگر اس نئی کمپنی کے جاری کردہ شیئرز لوگوں نے نہ خریدے تو وہ خریدلے گا اور وہ اِدارہ اپنی اس ضمانت پر اُجرت وصول کرتا ہے اس میں دو باتیں غور طلب ہیں ایک یہ کہ انڈر رائٹر(Under writer)جو ضمانت لیتا ہے اُسکی حیثیت کیا ہے اور دوسرا مسئلہ اُس کمیشن کا ہے جو انڈر رائٹنگ(Under writing)پر لیا جاتا ہے۔

اس کی حیثیت سے متعلق اِشکال یہ ہے کہ ضمانت یا کفالت نہیں ہے اس لئے کہ ضمانت یا کفالت تو ایسے دَین کے بارے میں ہوتی ہے جو واجب ہو جبکہ شیئرز لینا واجب نہیں اس لئے شیئرز لینے کا ضامن بننا ضمانت یا کفالت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ Under writing پر جو کمیشن لیا جاتا ہے اُس کمیشن کے لینے پر جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ یہ کمیشن بلاعوض ہے جبکہ ضامن جب اُس کمپنی کے شیئرز خریدے گا تو وہ اُس کا شراکت دار بن جائے گا اور شریک بننے پر اپنی شراکت کی اُجرت نہیں لے سکتا ہے شراکت کی اُجرت یہی ہے کہ وہ اپنے سرمائے کے حجم کے برابر اُس کمپنی کا حصّے دار بن جائے گا اور اسے نفع کا نام بھی نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اگر نفع ہوتا تو وہ دونوں شراکت داروں میں اُس کے سرمائے کے حجم کے حساب تقسیم ہوتا اور وہ بھی کاروبار کرتے اور بعد میں معلوم ہوتا کہ کیا نفع ہے اور کیا نقصان ہے جبکہ مذکورہ صورت میں کام کے آغاز پر ہی اُس Under writer نے اپنی رقم کھری کر لی اب چاہے کمپنی کو نقصان ہو یا فائدہ یہ صورت بالکل ناجائز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِحتکار (ذخیرہ اَندوزی)

ذخیرہ اَندوز ملعون ہے، ارشادِ نبوی ہے:

﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ﴾[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ رسول اللہ نے ﷺ فرمایا! بازار میں سَودا لانے والے کو رِزق ملتا ہے اَور ذخیرہ اندوز ملعون ہے۔

ذخیرہ اندوز گناہ گار ہے، ارشاد نبوی ہے:

﴿لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ﴾[2]

ذخیرہ اندوزی، صرف گناہ گار ہی کرتا ہے۔

زیادہ نفع کمانے کی دو صورتیں ہیں اِیک یہ کہ اَپنے فروختنی مال کو جلد از جلد فروخت کر کے اسی رقم سے نیا مال خرید کر پھر فروخت کرتے جائیں اَور اِیک سال میں زیادہ مرتبہ خرید و فروخت (Sale &Purchase) ہو جائے، یہ صورت شرعی نقطہ نظر سے پسندیدہ اَور ملکی معیشت کے لئے بھی بہت مفید ہے، دوسری صورت ذخیرہ اَندوزی ہے جو مذموم ہونے کے ساتھ ساتھ ملکی معیشت کے لئے بھی تباہ کن اثرات کی حامل ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے ذخیرہ اندوز پر لعنت فرمائی ہے:

1- ابن ماجہ کتاب التجارات باب الحکرۃ والجلب : ۲۱۵۳ والدارمی کتاب البیوع باب فی النھی عن الاحتکار : ۲۵۴۷، شعب الایمان بیہقی ۵۲۵/۷، والمستدرک ۱۱/۲ ومسند عبد بن حمید :۳۳ والمسند الجامع ۵۶۳/۱۳ :۱۰۵۳۵

اس کی سند میں علی بن سالم اَور علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہیں۔

2- صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب تحریم الاحتکار فی الاقوات ۱۶۰۵/۱۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ إِنْ أَرْخَصَ اللهُ الْأَسْعَارَ حَزِنَ وَإِنْ أَغْلَاهَا فَرِحَ﴾[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ذخیرہ اندوز بہت بُرا آدمی ہے، اگر اللہ جل جلالہ بھاؤ کم کردے تو اسے غم لگ جاتا ہے اور اگر مہنگا ہو جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ مَنِ احْتَكَرَ طَعَاماً أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِءَ مِنَ اللهِ وَبَرِءَ اللهُ مِنْهُ﴾[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی چالیس راتوں کی (اجناس و اشیاء خوردونوش کو) روک رکھے بے شک وہ اللہ سے بیزار ہے اور اللہ اس سے بیزار ہے۔

اور بعض روایات میں ﴿يُرِيْدُ بِهِ الْغَلَاءَ﴾ (مہنگا ہونے کے ارادہ سے ذخیرہ کرے) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَا حُكْرَةَ فِي سُوقِنَا لَا يَعْمِدُ رِجَالٌ بِأَيْدِيهِمْ فُضُولٌ مِنْ أَذْهَابٍ إِلَى رِزْقٍ مِنْ رِزْقِ اللهِ نَزَلَ بِسَاحَتِنَا

1۔ الکامل اور ابن عدی ۲/ ۵۳۰ اور ابن عدی کے طریق سے امام بیہقی نے شعب الایمان: میں ذکر کی ہے۔

2۔ مسند احمد ، مستدرک حاکم وابویعلی والکامل ۳۹۹/۱ وحلیۃ الاولیاء ۱۰۱/۶، کشف الاستار :۱۳۱۱ العلل لابن ابی حاتم: ۱۱۷۴

اس کی سند ابو بشر الاملوکی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے امام ابو حاتم رازی نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فَيَحْتَكِرُونَهُ عَلَيْنَا وَلَكِنْ أَيُّمَا جَالِبٍ جَلَبَ عَلَى عَمُودِ كَبِدِهِ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ فَذَلِكَ ضَيْفُ عُمَرَ فَلْيَبِعْ كَيْفَ شَاءَ اللّٰهُ وَلْيُمْسِكْ كَيْفَ شَاءَ اللّٰهُ.﴾[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے بازار میں کوئی احتکار نہ کرے جن لوگوں کو ہاتھ میں حاجت سے زیادہ روپیہ ہے وہ کسی ایک غلہ کو جو ہمارے ملک میں آئے خرید کر احتکار نہ کریں اور جو شخص تکلیف اٹھا کر ہمارے ملک میں غلہ لائے سردی یا گرمی میں تو وہ عمر رضی اللہ عنہ کا مہمان ہے جس طرح اللہ کو منظور ہو بیچے اور جس طرح اللہ کو منظور ہو رکھ چھوڑے۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے فرمایا کہ غلہ لانے والے خوش ہو کر زیادہ سے زیادہ غلہ لائیں اور ملک میں ارزانی ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَأَبِي أُمَامَةَ وَابْنِ عُمَرَ. وَحَدِيثُ مَعْمَرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا احْتِكَارَ الطَّعَامِ وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي الِاحْتِكَارِ فِي غَيْرِ الطَّعَامِ﴾[2]

اِس باب میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو امامہ، حضرت ابنِ عمر اور معمر رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث حسن صحیح ہے اور اہلِ علم کا اِسی پر عمل ہے کہ غلّے میں اِحتکار ناپسندیدہ ہے بعض نے غلّے کے علاوہ اِجازت دی ہے۔

1۔ مؤطا کتاب البیوع باب الحکرة والتربص

2۔ الترمذی کتاب البیوع باب ما جاء فی الاحتکار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سٹہ بازی (Speculation)

سٹہ باز عموماً بڑے بڑے سیٹھ اور تاجر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے دفتروں میں بیٹھ کر ٹیلیفون کے ذریعہ ہی یہ کاروبار چلاتے ہیں سٹہ باز کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسی جنس یا چیز کا انتخاب کرتا ہے جس کی ملک میں قلت ہو یا اس کے نایاب ہو جانے کا امکان ہو مثلاً ایک صاحب یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ آجکل چینی کا بھاؤ ۳۰۰۰ روپے فی من ہے اور تین ماہ تک اس کا بھاؤ 3500 روپے من ہوجائے گا، وہ کسی مل یا فیکٹری کے مالک کو ٹیلیفون کرتا ہے کہ مجھے تین ماہ تک ایک ہزار من چینی درکار ہے بتاؤ کس بھاؤ پر مہیا کر سکتے ہو فیکٹری کا مالک اتنے تھوک کے سودے کو موجودہ نرخ پر مہیا کر دینا بھی بہت غنیمت سمجھتا ہے تاہم موجودہ ریٹ سے بھی کم پر عموماً سودا ہو جاتا ہے فرض کر لیجئے کہ -/2090 روپے فی من کے حساب سے ایک ہزار من کا سودا تین ماہ تک کی مدت کے لیے طے پایا، خریدار ۱۵ یا ۲۰ فیصد کے لگ بھگ رقم بطور بیعانہ فوری طور پر ادا کر دیتا ہے یا جتنی رقم ان میں باہمی سمجھوتے سے طے پاجائے مشتری ادا کر دیتا ہے اور اتنی مدت میں بائع کی ذمہ داری ہے کہ وہ پورا مال تیار کر کے یا بازار سے اکٹھا کر کے مشتری کو دے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ دوسرے ضرورت مند لوگ اور دکاندار بھی اس فیکٹری کے مالک سے اس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن وہ بیچ نہیں سکتا اسے تو یہ فکر ہوتی ہے کہ اپنا آرڈر وقت پر بھگتائے دوسرا اس چیز کا اسی وجہ سے بھاؤ بھی بڑھ جاتا ہے مثلاً -/3500 روپے فی من ہو جاتا ہے بائع مشتری سے خود کہنے لگتا ہے کہ اپنا سودا چھوڑ دو اور ۲۰ روپے من مجھ سے منافع لے لو، لیکن سیٹھ صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ میں تو اپنا مال -/4000 روپے سے کم پر ہرگز فروخت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اسی سودا بازی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں کچھ اور مدّت گزر جاتی ہے اور مثلاً /۳۵۰۰ روپے من وہی فیکٹری کا مالک سیٹھ صاحب سے یہ سودا واپس موڑ لیتا ہے اس طرح سیٹھ صاحب گھر بیٹھے بیٹھے اگر بیعانہ کا چالیس ہزار دیا تھا تو اپنی بیعانہ کی رقم بمع سُود اس سے دوگنی وصول کر لیتے ہیں۔

محصول چنگیاں

شرعی نقطۂ نگاہ سے محصول چنگیوں کا کاروبار بھی سراسر ناجائز ہے لیکن ہمارے ہاں محصول چنگیوں کی اتنی بھرمار ہے کہ سامان خواہ تجارتی ہو یا گھریلو چنگی ٹیکس ادا کئے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ناممکن بن گیا ہے شہروں کی سب اطراف میں چنگیاں قائم ہیں حتی کہ معمولی آبادی والے قصبے کو بھی یہ چنگیاں گھیرے ہوتی ہیں بعض لوگ محصول چنگی سے بچنے کی خاطر درآمدی یا برآمدی مال کو چوری چھپے اِدھر اُدھر کے راستوں سے پار کر جاتے ہیں اسی کا نام اسمگلنگ ہے۔

کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

بینکاری کے ماہرین و ناقدین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ بینک کا ہر پروگرام اور خدمات اگر سُود کی زد سے محفوظ ہیں تو وہ مباح ہو سکتی ہیں اور چونکہ کریڈٹ کارڈ (Credit Card) کی اکثر قسمیں ایسی ہوتی ہیں جن میں سُود کے شامل (Involve) ہونے کا اِحتمال ہوتا ہے لہٰذا اِن سے بچنا ہی بہتر ہے بعض بینک ۴۵ دن کی چھوٹ دیتے ہیں جس کے بعد وہ منافع لینا شروع کر دیتے ہیں جتنے بھی تجارتی بینک (Commercial Banks) ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کمیشن یا خدمات (Bank Charges) کے نام سے سُود لیتے ہیں اور مقررہ نسبت سے ڈپازٹ (Deposits) پر سُود (Interest) دیتے ہیں اور کریڈٹ کارڈ کے اِجراء پر حسبِ شرائط اِنتظار کرتے ہیں اِس کے بعد صرف شدہ رقم سے زائد رقم وصول کر لیتے ہیں جو سراسر سُود ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بینکوں کے ایجنٹ اسے محفوظ (Safe) کرنسی کہتے ہیں حالانکہ دیکھا جائے تو کریڈٹ کارڈ دنیا کی خطرناک ترین کرنسی ہے اگرچہ تجارتی حلقوں میں اِسے مفید و محفوظ ترین کرنسی کے نام سے متعارف کرایا گیا تھا اور ہنوز بہت سے لوگ اسے محفوظ ہی خیال کرتے ہیں مگر تیزی سے بدلتے ہوئے حالات یہ بتا رہے ہیں کہ یہ کرنسی نہ تو محفوظ ہے اور نہ مفید تر۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے یہ خبریں عام ہیں کہ ڈاکو اور اغوا کنندگان اب جب کسی مال دار شخص کو اغوا کرتے ہیں تو سب سے پہلے گن پوائنٹ پر اس سے اس کا کریڈٹ کارڈ چھینتے ہیں پھر اس سے اس کارڈ کا پن کوڈ حاصل کرتے ہیں اور پھر اسے ساتھ لے کر کسی بھی شاپنگ مال یا کیش کاؤنٹر پر جاتے اور کیش حاصل کرنے یا مال کی خریداری کے بعد اسے کسی بھی سڑک پر یا ویرانے میں اُتار کر کریڈٹ کارڈ کے محفوظ اور مفید تر کرنسی ہونے کا مذاق اُڑاتے ہوئے فرار ہو جاتے ہیں۔

کریڈٹ کی لُغوی تعریف

(Credit) عربی میں اس کے لئے لفظ اِئتمان بولا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ فریقین میں سے ہر فریق دوسرے کے لئے اَمین ہے اور اِقتصادیات میں اِئتمان کا مطلب ہے قرض دینے اور قرض لینے پر قدرت رکھنا۔

اِصطلاحی تعریف:

جدید معاشی اِصطلاح میں کریڈٹ کی تعریف مندرجہ ذیل ہے:

قرض دینے والا شخص یا ادارہ مقروض کو کچھ مہلت دیدے اور مقروض اس مہلت کے اِختتام پر اس قرض کی قیمت بھی ادا کرنے کا پابند ہو گا بعض نے Credit کریڈٹ کو قرض کے معنوں میں لیا ہے جب کہ انگریزی میں قرض کے لئے لفظ (Loan) آیا ہے اور یہی مستعمل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کریڈٹ کی میعادی صورتیں

مدّت کے اِعتبار سے کریڈٹ کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

۱۔ مختصر المیعاد کریڈٹ: (Short term credit)

اس کی مدّت ۸ ماہ سے کم ہوتی ہے۔

۲۔ درمیانی میعاد کریڈٹ: (Med term credit)

اس کی مدّت ۵ سال تک ہوتی ہے۔

۳۔ طویل المیعاد کریڈٹ: (Long term credit)

اس کی مدّت ۵سال سے زیادہ ہوتی ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی اَہمیت

عصرِ حاضر کی لامتناہی ضرورتوں کو پورا کرنے اَور بعض مثبت نتائج کی بدولت کریڈٹ کارڈ نے اس مشینی دور میں اَپنی ایک جگہ بہر حال بنالی ہے اَور معاشرے سے اَپنی اَہمیت اَور ضرورت کو منوالیا ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ کروڑوں روپوں کے بجائے آپ اس ۲ سنٹی میٹر کے پلاسٹکی کارڈ کو جس پر مخصوص نمبر کندہ ہوتے ہیں اٹھا کر کہیں سے کہیں بآسانی لے جا سکتے ہیں صاحب حق کو بھی محفوظ طریقے(الیکٹرانک) سے اَپنا حق وصول کرنے میں آسانی ملی کہ کمپیوٹر کارڈ پر درج معلومات کے ذریعے سے کارڈ ہولڈر کے بارے میں تمام معلومات اس اِکاؤنٹ میں موجود رقم کی تفصیلات سے اسے آگاہ کرتا ہے بڑی مارکیٹوں اَور ہوٹلوں اَور ریسٹورنٹس میں بھی اس (کارڈ) کو بخوشی قبول کیا جاتا ہے اس کارڈ کی آمد سے تجارتی لوگوں کو مالی اِعتبار سے اَور سامان کی فروختگی میں بھی خاصہ فائدہ ہوا ہے، اس سے بھی دگنا فائدہ کارڈ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاری کنندگان کو ہوا، یہ تمام فائدے اس کارڈ کی تیز رفتار ادائیگی، رقم میں محفوظ اور آسان ترین ذریعہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہوئے چنانچہ تاجر ایک واؤچر بناتا ہے اور اس پر اس کارڈ کی تفصیلات درج کرتا ہے اس پر مہر لگاتا ہے کارڈ ہولڈر کے دستخط لیتا ہے اور پھر کارڈ جاری کنندگان کی طرف اسے بھیج دیتا ہے تاکہ وہ کمپنی یا بینک اس کے مطابق اس کے اکاؤنٹ میں سے یا بطور قرض نکال کر تاجر کو ادائیگی کر دے۔

کریڈٹ کارڈ کے مفید پہلو

جیسا کہ مذکورہ عبارت میں تحریر ہو چکا ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے بعض مثبت اور مفید پہلو موجود ہیں جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱) تیز رفتار رقم کا حصول (Electronic payment)۔

۲) جلد قرض کا حصول۔

۳) کارڈ دِکھانے پر فوری خریداری کی سہولت۔

۴) خریداری کی قیمتیں کمپنی ادا کرتی ہے، یہ ادائیگی ماہانہ یا سالانہ طے شدہ معاہدہ کے حساب سے کر دی جاتی ہے۔

۵) خریدی ہوئی اشیاء میں خصوصی ڈسکاؤنٹ کی سہولت۔

۶) خریدے ہوئے سامان کی صحت کی ضمانت۔

۷) مال کا ضیاع سے بچنا اور بھاری رقوم کی منتقلی سے نجات۔

۸) اس کے اِستعمال میں سہولت ہے اور اس سے تجارتی معاملات میں طرفین کو سہولت میسر آتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کریڈٹ کارڈ کے منفی پہلو

تصویر کے ہمیشہ دونوں رُخ دیکھنے چاہئیں سُہانی صورت دیکھی ہے تو بھیانک شکل بھی دیکھنی چاہئے تاکہ فیصلے میں آسانی ہو چنانچہ کریڈٹ کارڈ کے منفی اَور ضرر رساں پہلو حسب ذیل ہیں:

۱) حامل بطاقۃ(Card holder) کے اکاؤنٹ میں بسا اوقات پیسے نہیں ہوتے اَور یہ مستقبل میں مال آنے کی آمد پر خریداری کریگا حالانکہ اس کو خریداری کی سچی طلب بھی نہ ہوگی تو اس طرح وہ قرضوں کے بوجھ تلے آئیگا، جو نقصان دِہ ہے۔

۲) مقروض در مقروض ہونے کی صورت میں ہر فرد کے پاس ضروری دولت اَور مال بھی نہ رہے گا۔

۳) جاری کنندہ کو عدم ادائیگی کی صورت میں سُود چڑھتا ہے یہ بھی اِیک زبردست نقصان کی بات ہے۔

۴) بعض لوگ اَیسے کارڈوں کو خرید لیتے ہیں جن کی فروخت مکمل نہیں ہوتی۔

۵) سب سے بڑا نقصان یہ کہ کارڈ گم ہونے پر غلط اِستعمال ہوتا ہے۔

۶) خاص طور پر ترقی پذیر ممالک جیسے کہ اِسلامی ممالک ہیں ان کو بہت ہی نقصان یوں ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں اَور پھر اس پر سُود کی زیادتی ہوتی رہتی ہے پھر جب کارڈ کی مدّت ختم ہوتی ہے تو اس کا حامل کہیں کا نہیں رہتا۔

۷) روز مرہ کے اِستعمال کی اشیاء میں اسراف ہوتا ہے، جب خریداری کے بعد ادائیگی کی سہولت مہیا کی جائے تو خریدار غیر محتاط ہو جاتا ہے اور اُسے پتہ ہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں چلتا کہ اس نے مہینہ بھر میں کونسی خریداری کی ہے، اُسے اِس کا اِحساس اُس وقت ہوتا ہے جب مہینہ کے آخر میں اس پر چڑھنے والے قرض کی سندیں اُسے موصول ہوتی ہیں۔

کریڈٹ کارڈ کی شرعی حیثیت

مذکورہ تمام عیوب کے باوجود کریڈٹ کارڈز کے فوائد اپنی جگہ قائم ہیں لہٰذا اگر کریڈٹ کارڈ کو شرعی محرمات اور رکاوٹوں سے پاک کر دیا جائے تو اس کے اِستعمال میں کوئی حرج نہیں ہے حکم لگانے سے پہلے درج ذیل امور کو خاص طور پر دیہان میں رکھنا ضروری ہے:

۱) قرض حسنہ نام کی کوئی چیز موجودہ سُودی بینکوں میں نہیں ہے اس لئے اس پہلو کو بطور خاص نظر میں رکھیں۔

۲) موجودہ تجارتی سُودی بینکوں کا شعار یہ ہے کہ کسی طرح ہمارے ذرائع آمدنی خوب پھلیں پھولیں اس کے لئے انہوں نے یہ کارڈ سسٹم جاری کیا ہے تاکہ مختلف فیسوں، جرمانوں اور فوائد کے نام سے بینکوں کی جیب بھرتے جائیں۔

بینک کریڈٹ کارڈ پر جو مختلف ناموں سے رقم وصول کرتا ہے وہ سُود کے زُمرے میں داخل ہے چونکہ بینک کا رقم لینا قرض پر منافع حاصل کرنا ہے جو کہ صریحاً حرام ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفِعَةً فَهُوَ رِبَاءٌ﴾[1]

1۔ البیہقی: ج۵ص۳۴۹، اعلاء السنن، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے (نفع لائے) وہ سُود ہے۔

۳) وہ کارڈ جو کہ عالمی طور پر کریڈٹ کارڈ کے نام سے مشہور ہے جو قطعی طور پر حرام شرائط اَور صفات کا حامل ہوتا ہے مثلاً تاخیر سے ادائیگی کا جرمانہ اَور وہ کٹوتی جو بینک تاجر کے بل سے کاٹتا ہے (جس پر حامل کے دستخط ہوتے ہیں) اَور یہ کہ حامل کو ڈِسکاؤنٹ ملتا ہے اس کے علاوہ دوسرے فائدے ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ بالکل حرام ہے اس کا لین دین نہیں کرسکتے، حقیقت میں بینک جو کمیشن وصول کرتا ہے وہ کارڈ کے مالک سے کرتا ہے البتہ تاجر کو درمیان میں واسطہ بناتا ہے اَور بلا کسی عوض اضافی پیسے، پیسوں کے مقابلے میں کارڈ والے سے لیتا ہے اَور یہی سُود کی تعریف و حقیقت ہے کہ بلا کسی عوض پیسوں پر اضافی پیسے لئے جائیں، لہٰذا بینک کا یہ کہنا کہ وہ کارڈ والے سے اضافی پیسے نہیں لیتا، یہ بینک کی غلط بیانی اَور دَروغ گوئی ہے، وہ اضافی پیسے کارڈ والے سے لیتا ہے، لیکن تاجر کی وساطت سے، کان کو سیدھی طرف سے پکڑنے کے بجائے گھما کر پکڑتا ہے، چنانچہ جو تاجر کریڈٹ کارڈ کی بنیاد پر کسی کو سامان دیتے ہیں تو جتنے کا سامان ہوتا ہے وہ اس پر دو فیصد ابتدا ہی میں کاٹ لیتے ہیں۔

ڈیپازٹ کارڈ (Deposit Card)

یہ ایک ایسا کارڈ ہے جس کے عوض (Against) میں صاحب کارڈ کی رقم بینک میں موجود ہوتی ہے وہ اُس کارڈ کے ذریعہ کچھ بھی رقم نکالے یا خرچ کرے تو بینک اُسے وہ رقم اُسکی جمع شدہ رقم سے ادا کرتا ہے اَور صاحب کارڈ اپنی ڈیپازٹ (Deposit) کردہ رقم سے زیادہ خرچ نہ کرے تو یہ شکل اِسلامی اُصولوں کے خلاف نہیں ہے لہٰذا جائز اَور درست ہے، جب تک کہ کوئی ایسی صفت یا شرط نہ لگ جائے جو شریعت کے بیان کردہ اُصولوں کے منافی ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جی پی فنڈ کی شرعی حیثیت

اس سے مراد وہ رقم ہے جسے گورنمنٹ اپنے سرکاری ملازمین کی تنخواہ سے ہر ماہ ایک خاص تناسب سے کٹوتی کرتی ہے پھر سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ پر انہیں وہ رقم دوگنی مقدار میں یا خاص اضافے کے ساتھ گورنمنٹ انہیں واپس کر دیتی ہے۔

قرآن و سنت کی رو سے زائد وصول شدہ رقم سُود ہے۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾[1]

اے ایمان والو! اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے ڈر جاؤ اور جو کچھ سُود سے باقی رہ گیا ہے، اُسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو بس اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے لئے تمہارا اصل مال ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اصل زر (Capital amount) لینے کا حکم فرمایا ہے اور زائد رقم کی وصولی سے روک دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ سُودی رقم لینا ایمان کے منافی ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے مترادف ہے، اسی طرح احادیث میں سُود لینے والوں پر لعنت مذکور ہے، لہٰذا ملازم آدمی صرف اپنی

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲/ ۲۷۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصل رقم (Capital amount) جو اس کی کاٹی جاتی ہے وہی وصول کر سکتا ہے، زائد رقم اگر لیتا ہے تو وہ اس کا مالک نہیں، وہ یقیناً سُود کھا کر لعنت کا مستحق بنتا ہے اور یہ بات حکومتی طبقہ جانتا ہے کہ جی پی فنڈ میں جو زائد رقم دی جاتی ہے وہ سُود ہی ہے جیسا کہ گورنمنٹ اِکاؤنٹ میں جو فارم ملتا ہے اس کے خانہ نمبر ۱۴ میں یہ بات درج ہے کہ کیا ملازم اَپنی جمع شدہ رقم پر سُود کا خواہش مند ہے یا نہیں؟ اگر ملازم لکھ دے کہ میں سُود وصول نہیں کروں گا تو اس کی جمع شدہ رقم کو سُود کی آلائش و آمیزش سے پاک رکھا جاتا ہے اس لئے تمام ملازمین کو اس رقم کی وصولی سے اِجتناب کرنا چاہئے۔

پگڑی سسٹم کی شرعی حیثیت

عصرِ حاضر میں جہاں اَور بھی بے شمار ناجائز طریقہ کار مروّج ہیں وہاں اِیک گڈوِل (پگڑی) بھی ہے یہ اِیک ظالمانہ نظام کا حصہ ہے۔

۱) اس سے بڑا ظلم اَور کیا ہو گا کہ پگڑی پر حاصل کرنے والا لاکھوں روپے کی رقم مالک مکان یا مالک دوکان کو دینے کے باوجود پھر بھی اُسے کرایہ دینے پر مجبور ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ کرایہ، محض کرائے کے طور پر حاصل کردہ مکان یا دوکان کے مقابلے میں کہیں زیادہ کم ہوتا ہے تاہم ہوتا تو ہے اَور مالک مکان بھی کرائے میں کمی اس وجہ سے کرتا ہے کیونکہ کرائے کے طور پر اُسے اَچھی خاصی رقم ایڈوانس میں پگڑی کے نام پر حاصل ہو جاتی ہے اَور مالک مکان اُس حاصل شدہ رقم سے خوب فائدہ اُٹھا رہا ہوتا ہے اَور پگڑی پر حاصل کرنے والا بھی اِیک خاص رقم یکمشت جمع کرا کر اُس رقم کے عوض کرائے کی مد میں کمی کراتا ہے جو صریحاً سُود کی شکل بن جاتی ہے کیونکہ پگڑی پر لینے والا اَپنی رقم بطورِ قرض مالک مکان کو دے رہا ہوتا ہے اَور اسی قرض کے بدلے میں اَپنے کرائے کی مد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں کمی کرا رہا ہوتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق:

﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا﴾[1]

ہر وہ قرض جس پر نفع کمایا جائے وہ سُود ہے۔

آپ کی تعلیمات میں تو یہاں تک احتیاط بتلائی گئی ہے کہ پہلے سے یہ معاملہ چلتا ہو کیونکہ قرض دے کر اُسکی سواری پر سوار ہونا بھی ایک فائدہ حاصل کرنا تھا جسے شریعتِ مطہرہ نے سُود کے زُمرے میں بیان فرمایا ہے حتی کہ مقروض ھدیہ بھی دے تو قبول نہ کیا جائے۔

۲) پگڑی پر لینے والا اپنا یہ حق اُجرت آگے کسی کو فروخت کر دیتا ہے تو اس میں بھی اِشکالات موجود ہیں کیونکہ حدیث کی رو سے جب تک مالک نہ ہو وہ اُس چیز کو فروخت نہیں سکتا یہ تو کرایہ دار ہے۔

۳) اور اگر مالک مکان کے پاس جو رقم پگڑی کے طور پر رکھوائی ہے اگر وہ وصول کرنا چاہے تو اس کے لئے دی ہوئی رقم سے زیادہ رقم حاصل کرنا جائز نہیں، جبکہ ایسا نہیں ہوتا اور رسید بدلی کے نام پر بھی بہت کچھ لیا جاتا ہے۔

۴) قانونِ شریعہ کے مطابق دو عوض ایک شخص کی ملکیت میں جمع نہیں ہو سکتے اور پگڑی سسٹم میں اس قانون کی خلاف ورزی کی جاتی ہے یعنی پگڑی پر مکان دینے والا مکان کا مالک بھی کہلاتا ہے اور پگڑی پر حاصل شدہ رقم کا مالک بھی وہی سمجھا جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ رقم کا مالک تب بن سکتا ہے جبکہ وہ مکان کا مالک نہ رہے اور اگر مکان کا مالک ہے تو پھر اُس نے مکان نہیں بیچا، تب وہ رقم کا مالک نہیں ہو سکتا اور اگر رقم کا مالک ہے تو پھر مکان اور کرائے کا مالک نہیں بن سکتا۔

---

[1] سنن الکبریٰ بیہقی: ج ۵ ص ۳۵۰ (مفہوم جانئے والا علم والا سلام کتاب ۵۱۲ صرف ۱۶ سے بڑا مفت مرکز)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیعانہ کھا جانا یا ڈبل وصول کرنا

بیعانہ(Token) جسے حدیث کی اِصطلاح میں "عُربون" یا "عُربان" کہا جاتا ہے اَور انگریزی میں اسے ٹوکن منی(Token Money) کا نام دیا جاتا ہے۔

مکان، پلاٹ، گاڑی اَور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت کے وقت اسے اِختیار کیا جاتا ہے بیچی جانی والی چیز کی فریقین کے مابین جو بھی قیمت طے ہوئی اُس کا کچھ متعین حصہ بات پکی کرنے کے لئے دے دیا جاتا ہے ہمارے معاشرے میں اس تعیین کی مقدار دس فیصد مروّج ہے یعنی اِیک لاکھ کی چیز ہے تو بیعانہ کم از کم دس ہزار روپے ہوگا اگر خریدار باقی رقم مقررہ وقت پر ادا کر کے چیز اَپنے قبضے میں کرلے تو بہتر ہے ورنہ بیچنے والا (Seller)دی گئی رقم(Token Money) کو اَپنے قبضے میں کر لیتا ہے اَور مشتری کو واپس نہیں کرتا اَور اگر خریدار(Purchaser) تو باقی رقم دے کر چیز لینا چاہ رہا ہو لیکن بیچنے والے کا اِرادہ کسی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہو تو ہمارے ہاں مروّج دستور کے مطابق اُسے وہ رقم(Token Money) دوگنی واپس کرنی پڑتی ہے، شرعاً اس شرط کے ساتھ یہ بیع کرنا حرام ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے رِوایت ہے کہ:

﴿نَهٰى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ﴾[1]

نبی کریم ﷺ نے بیعانہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسے ضعیف ابن ماجہ میں نقل کیا ہے جبکہ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[2]

1۔ مؤطا ج۲ص۶۰۹، ابوداؤد :۳۵۰۲

2۔ مسند احمد تحقیق احمد شاکر :۶۷۲۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

البتہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی روایت جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعانے سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے چونکہ اِس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ضعیف ہیں ملاحظہ فرمائیں۔[1]

البتہ فی زمانہ ایسا کثرت سے ہونے لگا ہے کہ لوگ سودا کر کے کچھ دنوں کے بعد انکار کر دیتے ہیں جس سے بیچنے والے کا نقصان ہوتا ہے یا بیچنے والا ہی پیچھے (Back) ہو جاتا ہے جس سے خریدار کا نقصان ہوتا ہے، ہر دو کو نقصان سے بچانے کے لئے معاشرے نے یہی بیعانہ والا معاملہ رکھا ہے جس سے کسی حد تک فریقین پلٹنے سے باز رہتے ہیں لیکن شریعت نے اِسے حرام کیا ہے اُس میں ہمارے لئے قطعاً خیر نہیں ہو سکتی بندہ کے نزدیک اس سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے کہ اگر بائع (Seller) کو مشتری (Purchaser) کی نیت پر شبہ ہو تو وہ اُس سے بیعانہ (Token Money) پر سودا نہ کرے بلکہ پوری رقم لے کر چیز اُسکے قبضے میں کر دے اور اگر مشتری (Purchaser) کو بائع (Seller) کے پلٹ جانے کا اندیشہ ہو تو وہ بھی سودے کے وقت پوری رقم دے کر چیز اَپنے قبضے میں کر لے اور یہ ایک دوسرے کے شر سے بچاؤ کی بہترین شکل ہے۔(واللہ اعلم)

پرانی اور نئی کرنسی کے مابین قیمت کا فرق رکھنا

قدیم تحقیق یہ تھی کہ کرنسی نوٹ براہِ راست ثمن نہیں بلکہ سونا اور چاندی جو اصل ثمن ہیں یہ اُسکی دستاویزات یا رسید اور سند کے طور پر اِستعمال ہوتے ہیں۔

البتہ ان کو ثمن عرفی کہا جاتا ہے، کیونکہ موجودہ زمانہ میں ان کی ماہیت اور حقیقت یکسر تبدیل ہو گئی ہے اور سونے چاندی کے ساتھ کرنسی نوٹ کا کوئی تعلق باقی

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی العینۃ، ح: ۳۴۶۰

کتاب او۔ستہ یکی الھدیٰ میں لکھی جائے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہا، اسی طرح ان نوٹوں نے پوری طرح سونے اَور چاندی کی جگہ لے لی ہے، یعنی اب یہ نوٹ سونے چاندی کی دستاویز کے طور پر اِستعمال نہیں ہوتے بلکہ فرضی قوتِ خرید کی نمائندگی کر رہے ہیں اَور حکومت کی طرف سے ہر شخص مجبور ہے کہ ان کو عوض کے طور پر قبول کرے، لہٰذا یہ کرنسی نوٹ قانوناً ثمن ہی متصوّر ہوتے ہیں۔

اَب یہ نوٹ حکومتِ وقت کی طرف سے اِسٹیٹ بینک کی رسید کے طور پر مانے جاتے ہیں اَور رسید تو پھر رسید ہوتی ہے چاہے وہ نئی ہو یا پرانی چونکہ اُسکی حیثیت اَور اَہمیت میں نئے اَور پرانے سے کچھ فرق نہیں پڑتا اَور اِسٹیٹ بینک بھی نئے اَور پرانے نوٹوں کی ویلیو کو یکساں تصوّر کرتی ہے بعض لوگ شادی اَور عیدین کے موقع پر اَپنے بچوں کو عیدی وغیرہ دینے کے لئے نئے نوٹ خریدتے ہیں اَور جو لوگ نئے نوٹوں کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں وہ اَپنے نئے نوٹوں پر نفع رکھ کر بیچتے ہیں۔

مثلاً ہزار روپے کے دس والے نئے نوٹوں کو گیارہ سو روپے میں فروخت کرتے ہیں شرعاً یہ ناجائز ہے کیونکہ قانونی طور پر نئے اَور پرانے نوٹوں کی قیمت برابر ہے ہاں اگر ملکی کرنسی کا تبادلہ غیر ملکی کرنسی سے ہو، جیسے ڈالر، پونڈ، ین، درھم اَور ریال وغیرہ تو قیمت کا فرق پورا کرنا جائز ہے مثلاً اگر ریال ۲۲ روپے کا ہے تو آپ اُس سے ایک ریال دے کر ۲۲روپے پاکستانی وصول کرسکتے ہیں یا ایک امریکی ڈالر دے کر۸۰روپے پاکستانی لے سکتے ہیں علی ھذا القیاس اُن کرنسیوں کی ویلیو کے فرق کو آپ پورا کریں یہ درست ہے لیکن اگر ایک ہی ملک کی کرنسیوں کا آپس میں تبادلہ کیا جائے تو چونکہ جنس ایک ہی ہے اس لئے ایک جانب سے مجلس عقد کے اندر قبضہ ضروری ہے تاکہ افتراق دَین بدَین لازم نہ آئے اَور اس میں کمی زیادتی بھی جائز نہیں، اگر کمی بیشی کریں گے تو سُود لازم آئے گا جو کہ حرام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلہ پر درج ذیل حدیث کا اِطلاق ہوتا ہے:

﴿يَحْرُمُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ اِلاَّ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ﴾[1]

سونے کی بیع سونے کے بدلے، چاندی کی بیع چاندی کے بدلے، گندم کی بیع گندم کے بدلے، جو کی بیع جو کے بدلے، کھجور کی بیع کھجور کے بدلے اَور نمک کی بیع نمک کے بدلے حرام ہے الا یہ کہ سب برابر برابر اَور نقد ونقد ہوں۔

ریزگاری کی فروخت

عموماً پرچون کی دوکان والوں، بس اَور مزدا وغیرہ چلانے والوں کو ریزگاری کی ضرورت پڑتی ہے جس کے لئے مختلف بس اڈوں پر اکثر عمر رسیدہ لوگ ریزگاری فروخت کرتے نظر آتے ہیں، مثلاً دس روپے بندھے لیں گے اَور بدلے میں ۹روپے کی ریزگاری دیں گے جس میں اِیک روپے کو وہ نفع تصوّر کرتے ہیں چونکہ عمر رسیدہ لوگ زیادہ محنت کا کام نہیں کرپاتے اس لئے اسی آسان کام میں لگ جاتے ہیں حالانکہ مسلمان کا فرض یہ بنتا ہے کہ وہ کام کی آسانی بعد میں دیکھے پہلے اُسکی حلت کا اطمینان کرے چونکہ حلال روزی فرض ہے اَور حرام سے اجتناب بھی لازمی ہے درحقیقت جس اِیک روپے کو وہ نفع تصوّر کر رہا ہے وہ نفع نہیں بلکہ سُود ہے جیسا کہ آپ مذکورہ نئے اَور پرانے نوٹوں کی تبدیلی کے ضمن میں یہ بحث پڑھ چکے ہیں کہ نوٹ چاہے پرانا ہو یا نیا اُسکی قیمت اِیک ہوتی ہے یہی معاملہ ریزگاری کا بھی ہے کہ وہ چاہے ریزگاری کی شکل میں دس روپے ہوں یا کاغذ کا بندھا ہوا دس روپے کا اِیک نوٹ ہو وہ اَپنی قیمت اَور ویلیو کے اِعتبار سے یکساں حیثیت رکھتے ہیں اس لئے اِیک ملک کی کرنسی کو اُسی ملک کی

---

1 فتح الباری ۵/۳۶، سبل السلام ۳/۱۱۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنسی کے ساتھ تبدیل کرنے میں درج ذیل تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ تبدیلی سُود کے زمرے میں آئے گی:

۱۔ سَوَاءً بِسَوَاءٍ

مقدار، تعداد یا وزن میں برابر ہوں۔

۲۔ یَداً بِیَدٍ

اِیک ہاتھ دو اَور دوسرے ہاتھ لو، یعنی نقد و نقد ہو اُدھار نہ ہو۔

۳۔ مِثْلاً بِمِثْلٍ

اِیک جیسی ہو (برابر برابر ہو)۔ (تفصیلی حدیث گزشتہ صفحہ پر گزر چکی ہے:)

مروّجہ کمیٹی (BC) کا شرعی حکم

بی سی کے عموماً دو طریقے مروّج ہیں جن میں سے اِیک طریقہ تو صریحاً سُود ہے جبکہ دوسرے طریقے کی بعض جزیات ناجائز اَور بعض جائز ہیں بظاہر یہ اِیک امداد باہمی کا طریقہ کار ہے جس کی رو سے اِیک ضرورت مند کی فوری ضرورت بھی پوری ہو سکتی ہے یا کسی کاروباری شخص کے کاروبار کے لئے درکار رقم بھی میسر آسکتی ہے اس کا طریقہ کار کچھ یوں ہوتا ہے کہ ۵، ۱۰، ۱۵، ۲۰ افراد مل کر اِیک متعین رقم ہر ہفتے یا پندرھویں دن یا ماہانہ بطور قرض کے جمع کراتے ہیں اَور باہمی نزاع ختم کرنے کے لئے قرعہ اَندازی ہوتی ہے پھر جس کے نام قرعہ نکلے وہ ساری جمع شدہ رقم اُسے بطور قرض کے دے دی جاتی ہے جسے وہ طے شدہ طریقہ کار کے مطابق قسط وار ادا کرتا رہتا ہے یہاں تک تو معاملہ ٹھیک ہے کہ جتنے افراد مل کر کمیٹی ڈالیں وہ آخر تک برقرار رہیں کسی فریق کو باقی قسطیں نہ دینے کا کہہ کر اُسے کمیٹی سے خارج نہ کیا جائے تاکہ دوسروں کا نقصان بھی نہ ہو اَور اُسکی رقم بھی اُس پر حرام نہ ہو، فرض کر لیجئے ہر ماہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۰ہزار روپے جمع ہوتا ہے تو وہ ہر ماہ کسی ایک ممبر کو ملنا چاہئے اور جس کو ملے وہ اُسے مالِ فے یا غنیمت نہ سمجھے بلکہ اُس رقم کو اَپنے اوپر قرض تصوّر کرتے ہوئے ہر ماہ اُسکی ادائیگی کو قسط وار یقینی بنائے تاکہ جس طرح اس کا تعاون ہوا ہے اسی طرح دوسروں کا بھی تعاون ہو، اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر دفعہ قرعہ ہی نکالا جائے بلکہ تمام ممبران باہمی رضامندی سے بغیر قرعہ اَندازی کئے اَپنے میں سے جو زیادہ ضرورت مند ہواُسے دے دیں تو اس سے کمیٹی ڈالنے کی اصل غایت بھی پوری ہوتی ہے اور باہمی تعاون کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے اُس فرمان پر بھی عمل ہو جاتا ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ﴾[1]

جو بندہ اَپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اُسکی ضرورتیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اَپنے فضل سے خود پوری فرما دیتا ہے۔

اور یہ بہت بڑے اَجر اور اِعزاز کی بات ہے۔ لیکن مختلف جگہوں پر اس کے مختلف طریقے رائج ہیں۔

B.C. کی ناجائز شکل

فرض کر لیجئے کہ ۲۰ افراد نے ایک ایک ہزار روپے ماہانہ دینے کا عہد کر کے کمیٹی ڈالی پہلے ماہ کل ۲۰ ہزار جمع ہوئے اب قرعہ اَندازی میں جس کا نام نکلا اُس پر باقی قسطیں معاف ہیں گویا اس شخص کو ایک ہزار روپے پر ۱۹ ہزار روپے کا فائدہ ہوا جو قرعہ میں جیت کر اُس نے حاصل کیا، دوسرے ماہ ۱۹افراد مل کر رقم جمع کریں گے کل ۱۹ہزار جمع ہونگے قرعہ میں جس کا نام آئے گا وہ حسبِ رِوایت رقم ۱۹ہزار روپے لے

1۔ مسلم: باب تحریم الظلم ،ابوداود :باب المؤاخاة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کر قسط کی ادائیگی سے بے نیاز ہو جائے گا اسی طرح ہر ماہ ایک ایک ممبر کم ہوتا جائے گا اور حاصل شدہ رقم بھی کم ہوتی جائے گی سب سے زیادہ فائدے میں پہلا شخص رہے گا اور سب سے زیادہ گھاٹے میں آخری شخص، کمیٹی کا یہ طریقہ کار بیک وقت سُود بھی ہے اور جوا بھی کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے: ﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا﴾[1]

(ہر وہ قرض جو نفع لے کر آئے وہ سُود ہے۔)

۱۔ ایک قسط کی ادائیگی پر ۱۹ہزار روپے بطورِانعام حاصل کیے، ایک ہزار کا جو قرض دیا تھا یہ اُس کے عوض میں ہے لہٰذا حدیث کی رو سے سُود ہے۔

۲۔ جتنے لوگوں نے رقم لگائی تھی اُس میں سے صرف ایک شخص جیتا اور باقی افراد اپنی اصل رقم بھی ہار گئے یہ جوئے ہی کی شکل ہے:

﴿لِاَنَّ الْقُمَارَ يَكُونُ الرَّجُلُ مُتَرَدِّدًا بَيْنَ الْغَنَمِ وَالْغَرَمِ﴾[2]

جوا یہ ہے کہ آدمی (رقم لگا کر) تردد کا شکار ہوتا ہے کہ یا تو بہت بڑی رقم ہاتھ آئے گی یا اصل بھی جائے گی۔

بی سی کی جائز صورت میں ناجائز صورتیں

شیطان قدم قدم پر ہمیں راہِ راست سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اِنسان اگر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی پناہ کا سہارا لے اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے مشعل راہ بنالے تو شیطان کے تمام عزائم خاک میں مل جاتے ہیں اور یہ سب کچھ حلال ہی کی برکت سے ممکن ہوتا ہے، بی سی میں پائی جانے والی ناجائز شکلیں حسب ذیل ہیں:

1۔ سنن الکبری بیہقی: ج۵ص۳۴۹

2۔ تحفۃ الاحوذی ۳۰/۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اگر کوئی ممبر مقررہ تاریخ پر اپنی قسط جمع نہ کرائے تو اس کے بعد اُس پر جرمانہ (Penalty) لگتی ہے، تب اُس کی مقررہ قسط کے ساتھ وہ پنلٹی بھی جمع کرانی ہوتی ہے، یہ صورت ناجائز ہے، چونکہ اس میں مدّت کے عوض ہم نے رقم پر رقم بڑھائی جو کہ سُود ہے۔

۲۔ اگر کسی ممبر کے حالات دو تین قسطیں ادا کرنے کے بعد سازگار نہ رہیں اور وہ مزید قسطیں دینے کے قابل نہ رہے تو اُسکی جمع شدہ قسطیں ضبط کر لی جاتی ہیں یا یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ اپنی جگہ کوئی ممبر لائے ورنہ رقم ضبط ہوگی یہ صورت بھی ظلم پر مبنی اور ناجائز ہے۔(اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ)

سُود کو حلال کرنے کا ایک حیلہ

آج کل مارکیٹوں میں یہ طریقہ کثرت سے رائج ہو گیا ہے:

۱۔ مثلاً دو لاکھ روپے نقد دے کر کوئی سودا خریدا پھر وہی سودا اُسی شخص یا دوسری کسی پارٹی کو قسطوں پر ڈھائی لاکھ میں فروخت کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ ایک رکشہ ڈرائیور کو رقم کی ضرورت ہے وہ اپنے رکشہ کا ایک حصہ دوسرے کو ۳۰۰۰۰ہزار میں فروخت کرتا ہے اور رقم وصول کرلیتا ہے پھر دوبارہ اسی وقت اس سے یہ حصہ ۴۰۰۰۰ہزار میں قسطوں میں خرید لیتا ہے اس طرح وہ تیس ہزار روپے اور گاڑی لے کر چلا جاتا ہے، شرعاً یہ خرید و فروخت نہیں ہے بلکہ سُود دینے اور لینے کا ایک حیلہ ہے، لہٰذا ناجائز اور حرام ہے اور تیس ہزار پر دس ہزار جو نفع کے نام سے سُود دینے کا معاہدہ ہوا اس کا بھی لینا اور دینا دونوں حرام ہیں دوسرے شخص کے لئے اس کا اِستعمال بھی حرام ہے۔حقیقتاً یہی بیع العینہ(Buy Back) ہے جو حرام ہے جسکی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

3

باب

حرا کی قدیم مکرر و جدید شکلیں

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا
ویرزقہ من حیث لا یحتسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

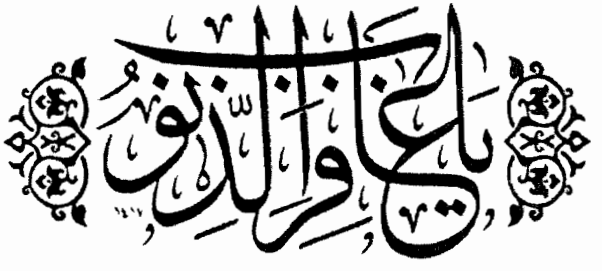

اے گناہوں کے بخشنے والے (ہمیں بخش دے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرام کی قدیم مگر مروّج شکلیں

اِس عنوان کے تحت حرام کی وہ شکلیں تحریر کی جا رہی ہیں جو دورِ جاہلیت سے چلی آ رہی ہیں البتہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسی تمام صورتوں سے منع فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم ﷺ کے حکم پر جان نچھاور کرنے والے تھے اُنہوں نے آپ ﷺ کے اَوامر و نواہی کو دل و جان سے تسلیم کیا مگر جیسے جیسے ہم عہدِ نبوی ﷺ عہدِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عہدِ تابعین رحمہم اللہ سے دور ہوتے چلے گئے ویسے ویسے اُس سنہری دور کے فیوض و برکات سے بھی محروم ہوتے چلے گئے اور ہمارے اپنے منفی طرزِ عمل نے ہمیں ذلت و پستی کے گھٹا ٹوپ اَندھیروں میں دھکیل دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم حلال و حرام میں اِمتیاز کئے بغیر اِسلامی تعلیمات سے یکسر منحرف ہو کر، دُنیا کی حرص و ہوس کو اَپنے دِلوں میں سجائے، حصولِ دُنیا کو اَپنا مقصد بنائے، یہود و نصاریٰ کا طرز اَپنائے اور راتوں رات کروڑ پتی بننے کی ذمہ داری اُٹھائے روزگار کی تلاش میں اُٹھ کھڑے ہوئے اَور دورِ جاہلیت کی تقریباً وہ تمام معاشی اِصطلاحات جنہیں نطقِ رسالت ﷺ کے ذریعہ اللہ جل جلالہٗ نے حرام کیا ہے ہم نے پھر سے اُنہیں اَپنے اُوپر حلال کر لیا ہے (الاماشاء اللہ) اللہ جل جلالہٗ ہمیں سُودی معیشت سے بچائے اَور اِسلامی تعلیمات پر عمل پیرا فرمائے۔ (آمین)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اُدھار کی بیع اُدھار کے ساتھ

حدیث کی اِصطلاح میں اِسے ''بیع الکالی بالکالی''[3] کہا جاتا ہے۔

بڑی بڑی تجارتی منڈیوں اَور مارکیٹوں میں لوگوں نے چھوٹے چھوٹے ٹھیے بنا رکھے ہوتے ہیں جن کا حدود اربعہ کم و بیش ۳x۴ یا ۴x۴ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا جس میں اِیک کرسی اَور اِیک چھوٹی سے ٹیبل جس پر اِیک یا دو فون سیٹ اَور اِیک عدد ڈائری رکھی ہوتی ہے، برابر میں اِیک عدد پیک دان بھی بطورِ ضرورت وزینت میسر ہوتا ہے۔ اگرچہ اُن کی جیب میں پیسہ اَور ٹھیے میں مال موجود نہیں ہوتا، تاہم جیبیں پان، گٹکا اَور بیڑی جیسی لوازمات سے مالامال ہوتی ہیں،

مختلف کمپنیوں، کارخانہ داروں اَور فیکٹریوں کے ساتھ اُن کے روابط ہوتے ہیں زیادہ تر سَودے فون پر ہی ہوتے ہیں، اِیک فریق اُن سے کپڑا یا دیگر اشیاء کا سَودا کرتا ہے کہ اتنے ہزار میٹر کپڑا درکار ہے فریق ثانی اَپنا منافع رکھتے ہوئے بھاؤ کرلیتا ہے ابھی سَودا بھی موجود نہیں اَور رقم بھی موجود نہیں فریق اَوّل نے کہا کہ میں اِیک ہفتے میں تمہیں کپڑا دے دونگا، فریق ثانی نے کہا کہ میں پندرہ دن میں تمہیں رقم دے دو دونگا جبکہ دونوں چیزیں معدوم اَور اُدھار ہیں، اسی معاہدے پر دونوں فریق ڈن کرتے ہیں جو کہ شرعاً حرام ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الْکَالِیِ بِالْکَالِیِ﴾[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدھار کے بدلے اُدھار کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

---

1 دارقطنی:البیوع (قَالَ اللُّغَوِیُّونَ هُوَ النَّسِیئَةُ بِالنَّسِیئَةِیعنی هو بیع الدَّین بالدَّین)،مصنف عبدالرزاق، بیہقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی سند میں اگرچہ موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔[1]

تاہم اس کی تائید اُن احادیث مبارکہ سے ہو جاتی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے ایسی تجارت سے منع فرمایا ہے اور اُس میں اُس حکم کی علت بیع کا معدوم ہونا ہی ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا ابْتَعْتَ طَعَامًا فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَهُ﴾[2]

جب تم غلہ خرید لو تو اسے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿قَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يُسْتَوْفٰى﴾[3]

رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ مکمل قبضہ نہ حاصل کر لیا جائے۔

ایک روایت میں ہے (حَتّٰى يَكْتَالَهُ) اسے ماپ لے (پھر فروخت کرے)۔[4]

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنَا، أَنَّهُ بَيْعُ دَيْنٍ بِدَيْنٍ، وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ بِالْإِجْمَاعِ. قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ بَيْعَ الدَّيْنِ بِالدَّيْنِ لَا يَجُوزُ. وَقَالَ أَحْمَدُ: إِنَّمَا هُوَ إِجْمَاعٌ.﴾[5]

ہمارے نزدیک اُدھار کے ساتھ اُدھار بیع بالاجماع جائز نہیں ہے، ابنِ مُنذر رحمۃ اللہ علیہ

1- میزان الاعتدال ۲۱۳/۴، المغنی ۶۸۵/۲، التاریخ الکبیر ۱۹۱/۷، التاریخ الصغیر ۸۷/۲، الجرح والتعدیل ۱۵۱/۸، الکاشف ۱۶۴/۳

2- مسلم کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض: ۱۵۲۸، احمد ۳۹۲/۳، وبیہقی

3- مسلم کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض: ۱۵۲۸، احمد ۳۳۷/۲

4- مسلم: کتاب البیوع: باب بطلان بیع المبیع قبل القبض: ۱۵۲۸

5- المغنی باب الربا والصرف فصل لرجل في ذمة رجل ذهب وللآخر عليه دراهم فاصطرفا بما

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ اس بات پر اہلِ علم متفق ہیں کہ اُدھار کے ساتھ اُدھار بیع جائز نہیں ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اجماع کی تصدیق کی ہے۔

اَپنے ٹھیے پر لاؤ تب بیچو

حدیث کی اِصطلاح میں اِسے "بیع قبل القبضہ" کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِيعُونَهُ فِي مَكَانِهِمْ . فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ﴾[1]

لوگ بازار کے بلند مقام میں غلہ خریدتے اور اسی جگہ فروخت کر دیتے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا! کہ غلہ وہیں فروخت نہ کریں بلکہ وہاں سے (کہیں اور) منتقل کرنے کے بعد فروخت کریں۔

﴿قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَحْسِبُ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلُ الطَّعَامِ.﴾[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ہر چیز (حکم میں) غلے کی مانند ہی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ﴾[3]

1۔ صحیح البخاری کتاب البیوع باب منتهی التلقی، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی

2۔ ابوداؤد: کتاب الاجارہ باب فی بیع الطعام قبل أن یستوفی، ترمذی، ابن ماجۃ، احمد

3۔ ابوداؤد: کتاب البیوع باب فی بیع الطعام قبل أن یستوفی، والسنن الکبری للبیهقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے سودے کو اُسی جگہ بیچنے سے منع فرمایا ہے جہاں اسے خریدا جاتا ہو حتی کہ اسے اپنے گھروں کی طرف لے جائیں(تب فروخت کریں)۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

﴿ «فَإِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعاً فَلاَ تَبِعْهُ حَتَّى تَقْبِضَهُ» ﴾[1]

جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔

غلہ خریدتے اور بیچتے وقت ماپو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيْهِ الصَّاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِيْ ﴾[2]

رسول اللہ ﷺ نے غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے حتی کہ اس میں دو صاع جاری ہوجائیں، (ایک) بائع(Seller) کا صاع(اور دوسرا) مشتری(Purchaser) کا صاع۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ ہیں:

﴿عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ «إِذَا بِعْتَ فَكِلْ، وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ﴾[3]

1- مسند احمد: مسند حکیم بن حزام ، سنن الدارقطنی ، طبرانی کبیر ، نسائی

2- ابن ماجۃ: کتاب التجارات باب النھی عن بیع الطعام قبل مالم یقبض،دارقطنی، بیہقی

3- صحیح البخاری کتاب البیوع باب الکیل علی البائع والمعطی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب تم خریدو تو ماپ کرلو اَور جب بیچو تو ماپ کر دو۔

مندرجہ بالا ہر دو روایات کی روشنی میں (جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ) جو شخص ماپ کر کوئی چیز خرید (Purchase) کرے اَور اسے قبضہ میں لینے کے بعد فروخت (Sale) کرے تو پہلے کئے ہوئے وزن کے ساتھ اسے مشتری (Purchaser) کے حوالے کر دینا جائز نہیں حتی کہ دوسری مرتبہ (فروخت کرتے وقت) اس کا وزن کیا جائے (یا اسے ماپ لیا جائے)۔

نقلی بولی لگانا حرام ہے

بھاؤ بڑھانے کیلیے عموماً نقلی بولی بھی لگائی جاتی ہے جسے شرعی اِصطلاح میں ''بیع النجش'' کہا جاتا ہے۔

تقریباً تمام بڑے شہروں میں مخصوص اَور گنجان مارکیٹوں میں اَیسے اِدارے، دفتر یا دکانیں کھول دی جاتی ہیں اِیک دو ملازم اَیسے رکھ لئے جاتے ہیں جو مائیک منہ میں لئے شور مچاتے رہتے ہیں ،یہ ریڈیو ہے، یہ ٹیپ ریکارڈر ہے ، یہ گھڑی ہے، جس کی قیمت ہماری طرف سے صرف پچاس روپے مقرر ہے مجمع میں دو تین افراد اُن کے اَپنے کھڑے کردیئے جاتے ہیں جو بولی دے کر قیمت چڑھاتے رہتے ہیں مثلاً اِیک کہے گا ۱۰۰ روپے دوسرا کہے گا ۱۵۰ روپے، تیسرا کہے گا ۲۰۰ روپے علی ھذا القیاس اُن کا مقصد چیز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ قیمت بڑھا کر دوسرے گاہک کو پھانسنا مقصود ہوتا ہے۔

اس کا نام ناجش اس لئے رکھا گیا ہے کہ کیونکہ بولی لگانے والا سَودے میں لوگوں کی رغبت اُبھارتا ہے یہ (تناجش) بائع کے ساتھ پہلے سے طے ہوتا ہے اس صورت میں دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے اَور یہ بائع کو علم ہونے کے بغیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی ممکن ہے اس صورت میں صرف ناجش (بولی لگانے والا) ہی گناہ گار ہو گا اور بعض اوقات یہ بائع کے ساتھ خاص بھی ہوتا ہے جیسا کہ وہ (بائع) لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے اصل قیمت خرید سے بڑھ کر قیمت خرید بتلائے۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿نَهَى رَسُوْلُ اللهِ عَنِ النَّجْشِ﴾[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَاَنْ يَتَنَاجَشُوْا﴾[3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے سے اور بولی لگا کر بھاؤ چڑھانے سے منع فرمایا ہے۔

سودے پر سودا کرنا حرام ہے

ہمارے معاشرے میں یہ رواج بھی عام ہے اور اسے برا بھی نہیں سمجھا جاتا، اگر کسی آدمی نے کسی گاڑی، مکان، پلاٹ یا دیگر اشیاء صرف کا سودا کیا ہو تو دوسرا شخص بیچنے والے کو بھڑکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اس کا بیعانہ واپس کردے میں تجھے اس سے زیادہ قیمت دیتا ہوں یا دلاتا ہوں، چنانچہ بائع اپنے پہلے سودے سے پھر جاتا ہے چونکہ لوگوں کو اپنی زبان اور عہد کا پاس نہیں رہا، زندگی کا مقصد ہی دولت کمانا رہ گیا ہے اور

1- فتح الباری ۵/۹۰، تحفۃ الاحوزی ۴/۶۰۴

2- مؤطا امام مالک، بخاری:باب النجش ومن قال لایجوز ذالک،مسلم،ابوداود وغیرھم

3- مسلم:باب تحریم الخطبۃعلی خطبۃ اخیہ.ج۹ص۱۵۴،مسند احمد:ج۱۵ص۴۸۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سودے پر سودا کرنے والے کے بھی کئی ایک مذموم مقاصد ہوتے ہیں مثلاً صرف اپنا بھلا سوچنا اور دوسرے بھائی کے نقصان کی کوئی پرواہ نہ کرنا جس میں

۱) خود غرضی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

۲) دوسرے کو نیچا دکھانا۔

۳) باہمی تفاخر وغیرہ

لیکن یہ تمام تر مقاصد شریعت کی نظر میں انتہائی سطحی اور معیوب ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ﴾[1]

تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

اس حدیث کے تحت بالاتفاق جس طرح بیع پر بیع کرنا حرام ہے اسی طرح شراء پر شراء (خریداری پر خریداری) بھی حرام ہے یعنی پہلی صورت تو یہ تھی فریق ثالث بائع کو بہکاتا ہے کہ تو یہ سودا کینسل کردے میں تجھے اُس سے زیادہ قیمت دونگا اور شراء پر شراء کی صورت یہ ہے کہ فریق ثالث مشتری (خریدار) سے کہتا ہے کہ تو یہ سودا کینسل کر دے میں تجھے اس سے کم قیمت پر دلاؤں گا مذکورہ دونوں صورتیں شرعاً ناجائز ہیں۔

1۔ بخاری کتاب البیوع باب لا یبیع علی بیع أخیه ولا یسوم علی سوم أخیه ومسلم باب تحریم الخطبة علی خطبة أخیه حتی یأذن أو یترك، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ اشیاء جن کی بیع حرام ہے

شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام ہے اِن تجارتوں پر ٹیکس لگا کر رقم حاصل کرنا بھی حرام اور لائسنس جاری کرنا بھی حرام اور ان کی تجارت بھی حرام ہے چونکہ حرام میں معاونت بھی حرام ہی کے زمرے میں داخل ہے چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ﴾[1]

بے شک اللہ جل جلالہ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام کی ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خنزیر کے تمام اجزا کی تجارت بالا جماع حرام ہے۔[2]

(علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں):

﴿يَحْرُمُ الِانْتِفَاعُ بِهِ وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ فَلَا يُنْتَفَعُ مِنَ الْمَيْتَةِ إِلَّا مَا خَصَّهُ دَلِيلٌ كَالْجِلْدِ الْمَدْبُوغِ﴾[3]

مردار کی کسی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں اِلایہ کہ جسے کوئی دلیل خاص کر دے جیسے رنگا ہوا چمڑا وغیرہ۔

1۔ بخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام،ومسلم کتاب المساقاۃ،باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والأصنام ،احمد ،ابوداؤد، ابن ماجۃ،نسائی وغیرھم

2۔ فتح الباری ۱۷۸/۵

3۔ نیل الاوطار کتاب البیوع باب ما جاء في بیع النجاسۃ وآلۃ المعصیۃ ۵۸/۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتے، بلّی اور خون کی تجارت حرام ہے

مختلف نسلوں، شکلوں اور مختلف رنگوں کے اِعتبار سے دنیا میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اقسام کے کتے اور بلے پائے جاتے ہیں، مختلف ممالک میں بالخصوص غیر مسلم ممالک میں ان کی مانگ بہت زیادہ ہے اسی طرح خون کی تجارت جیسے بلڈ بینک وغیرہ کرتے ہیں یا ہسپتالوں کے باہر چند نشائی نظر آتے ہیں جو اَپنے نشہ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے اَپنا بلڈ فروخت کرتے ہیں جو کہ شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔

۱۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ﴾[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ﴾[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ الصَّيْدِ﴾[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے علاوہ کسی بھی کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو مجروح قرار دیا ہے)

1۔ بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب:۲۲۳۷، مسلم:۱۵۶۷، ابوداؤد:۳۴۸۱، ترمذی:۱۲۷۶ نسائی ۳۰۹/۷، ابن ماجۃ:۲۱۵۹، احمد ۱۱۸/۴، دارمی ۱۷۰/۲، شرح معانی الآثار ۵۱/۴،

2- سنن ابوداود کتاب الاجارہ، باب فی ثمن السنور: سنن الترمذی، البیوع، باب ما جاء فی کراھیۃ ثمن الکلب والسنور، والنسائی وغیرھم

3- سنن الترمذی البیوع باب النھی عن ثمن الکلب (1328)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ.....﴾[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔

۵۔ ﴿وَهُوَ حَرَامٌ إِجْمَاعًا أَعْنِي بَيْعَ الدَّمِ وَأَخْذَ ثَمَنِهِ﴾[2]

یعنی خون کی بیع بالاجماع حرام ہے اور اس کی قیمت لینا بھی۔

قسطوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت

دولت کی حرص و حوس نے ایک جائز اور ہمدردانہ شکل و صورت کو بھی ناجائز اور ظالمانہ شکل و صورت میں تبدیل کر دیا ہے۔

قسطوں پر چیز عموماً وہی شخص لیتا ہے جس کے پاس نقد لینے کے لئے رقم کا بندوبست نہیں ہوتا اب اگر دوکاندار اُسے وہ چیز اُدھار دے دے اور اُسکی سہولت کے لئے رقم کی کچھ قسطیں باندھ دے تو یہ دوکاندار کی طرف سے اُس گاہک پر اِحسان ہے کہ اُس غریب آدمی کو اس نے سہولت فراہم کی ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا صحیح مصداق بن جاتا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾[3]

جو بندہ (اپنے مسلمان) بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ جل جلالہ اُس بندے کی ضرورتیں (اپنے فضل سے) پوری کر دیتا ہے اور جس بندے

1۔ بخاری کتاب البیوع ، باب ثمن الکلب، احمد ۳۰۸/۴، بیہقی ۶/۶

2۔ فتح الباری باب ثمن الکلب ۱۸۰/۵

3۔ البخاری کتاب المظالم - باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه:ومسلم البر والصلة والآدب باب تحریم الظلم:وابوداؤد والترمذی وغیرهم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف (دُنیا میں) دور کی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس بندے کی قیامت کے دِن کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا۔

لیکن ہم بھی کیا کریں؟ کیونکہ ہمیں تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رضا سے زیادہ دُنیا عزیز ہے اس لئے ہمیں یہ نیکیاں کرنے اَور نیکیاں کمانے کی کیا ضرورت ہے؟ خالی نیکیوں سے بچوں کا پیٹ تھوڑی بھرتا ہے کاش کہ ہم یہ جان جاتے کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾[1]

زمین پر چلنے والے چوپایوں کی روزی بھی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذمہ ہے۔

اَور وہی سب کے پیٹ بھرنے والا ہے، معمولی پیسوں کے لئے اَپنی روزی کو حرام کر کے اَپنی عاقبت کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔

مدّت کے بدلے قیمت بڑھانا

قسطوں پر خرید و فروخت کی صورت میں اگر اَشیاءِ صرف کی قیمتیں وہی رکھی جائیں جو نقد (Spot) کی صورت میں ہیں تو درست اَور جائز ہیں اَور اگر مدت کے مقابلے میں قیمت بڑھا دی جائے تو یہ ناجائز شکل ہے اگرچہ اس مسئلہ میں علماء متقدمین اَور متاخرین مختلف فیہ ہیں تاہم احادیثِ صحیحہ سے جو رہنمائی ملتی ہے اُس کی روشنی میں قیمت بڑھانا جائز نہیں رہتا، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

﴿مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا﴾[2]

جو شخص کسی چیز کی دو بیع کرے یا تو وہ کم قیمت لے ورنہ وہ سُود ہے۔

1۔ سورہ ھود: ٦

2۔ ابوداؤد کتاب الاجارۃ- باب فیمن باع بیعتین فی بیعۃ: ٣٤٦١، ابن حبان ٢٢٦/٨: ٤٩٥٣ ، مستدرک حاکم ٤٥/٢، بیہقی ٣٤٣/٥

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّد بدیع الدّین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

مجھے یہ لکھتے ہوئے خوشی محسوس ہورہی ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت علّامہ سیّد بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الموسوم "بدیع التفاسیر" (سندھی) میں

سورۃ البقرۃ کی آیتِ کریمہ ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾[1]

(تجارت کو اللہ جل جلالہٗ نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام کیا ہے۔)

کے تحت اُدھار میں بیچی جانے والی چیز کی قیمت نقد سے زیادہ رکھنے کو مدّت کا معاوضہ کہہ کر رِبا قرار دِیا ہے اور اِسی طرح قسطوں والے کاروبار میں بھی نقد کی نسبت قسط میں زیادہ قیمت رکھنے کو مدّت کا معاوضہ کہہ کر رِبا میں شمار کیا ہے۔[2]

اور جہاں یہ لکھتے ہوئے خوشی محسوس کی، وہاں یہ لکھتے ہوئے افسوس بھی ہورہا ہے کہ آج اُن کے نام لیوا اور نامور نہ صرف یہ کہ اِسے سود نہیں سمجھتے بلکہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف فتویٰ بھی دیتے ہیں اور شاید اِسی کا نام ردِّ تقلید ہے۔

نوٹ: اگر حوالے کے لیے مذکورہ تفسیر دیکھنی ہو تو ہمارے فاضل دوست محترم جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب جلالانی حفظہ اللہ کی لائبریری سے اِستفادہ کیا جاسکتا ہے۔ (بصد شکریہ)

اور ربا سے متعلّق آپ پہلے باب میں فرمانِ اِلٰہی پڑھ چکے ہیں۔

﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵

2۔ بدیع التفاسیر (سندھی) ج ۴ ص 466- 467

3۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

☆ ﴿لَا تَحِلُّ صَفْقَتَانِ فِيْ صَفْقَةٍ﴾[1]

ایک عقد میں دو معاملے کرنا جائز نہیں ہے۔

امام سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

☆ ﴿قَالَ سِمَاكٌ الرَّجُلُ يَبِيعُ الْبَيْعَ فَيَقُولُ هُوَ بِنَسَأٍ بِكَذَا وَكَذَا وَهُوَ بِنَقْدٍ بِكَذَا وَكَذَا.﴾[2]

کوئی شخص کوئی چیز بیچتے وقت یہ کہے کہ یہ چیز اُدھار اِتنے پر اور نقد اِتنے پر بیچتا ہوں تو یہ "صَفْقَتَانِ فِيْ صَفْقَةٍ" ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

☆ ﴿قَالَ الثَّوْرِيُّ رحمہ اللہ : إِذَا قُلْتَ : أَبِيعُكَ بِالنَّقْدِ إِلَى كَذَا ، وَبِالنَّسِيئَةِ بِكَذَا وَكَذَا ، فَذَهَبَ بِهِ الْمُشْتَرِيُّ ، فَهُوَ بِالْخِيَارِ فِي الْبَيْعَيْنِ مَا لَمْ يَكُنْ وَقَعَ بَيْعٌ عَلَى أَحَدِهِمَا ، فَإِنْ وَقَعَ الْبَيْعُ هٰكَذَا فَهٰذَا مَكْرُوهٌ ، وَهُوَ بَيْعَتَانِ فِيْ بَيْعَةٍ ، وَهُوَ مَرْدُودٌ ، وَهُوَ الَّذِيْ يُنْهٰى عَنْهُ﴾[3]

جو یہ کہے کہ میں یہ چیز تمہارے ہاتھ نقد اِتنے میں اور اُدھار اِتنے کی بیچتا ہوں اور مشتری دونوں اختیار پا کر چل دیا اور کسی ایک بیع پر فیصلہ نہ ہوا تو یہی "بیعتان فی بیعة" ہے اور یہ مردود ہے اور یہی وہ تجارت ہے

---

1 صحيح ابن حبان:كتاب البيوع باب الربا

2 مسند احمد : مسند عبد الله بن مسعود ۳۹۸/۱

3 مصنف عبدالرزاق : ج۸ص138

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس سے منع کیا گیا ہے۔

نوٹ: اگر چہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں میں سے کسی ایک قیمت پر متفق ہونے کو جائز قرار دیا ہے، تاہم یہ محتاجِ دلیل ہے کیونکہ ایک چیز کی دو قیمتیں مقرر کرنا ہی اصل غلطی ہے، جیسا کی آپ گزشتہ صفحات میں کی گئی بحث میں پڑھ چکے ہیں کہ دو قیمتوں میں کم قیمت لے ورنہ (فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا) کے تحت سود ہو گا۔

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی مثالیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں پانچ طرح سے بیع کی جاتی تھی:

۱۔ نقد رقم حاصل کر کے چیز بھی اُسے نقد دے دی جاتی۔

۲۔ چیز تو نقد دے دی جاتی لیکن رقم اُدھار کر لیجاتی (قیمت میں اِضافہ کئے بغیر)۔

۳۔ چیز تو نقد دے دی جاتی لیکن رقم اُدھار کر لی جاتی اَور خریدار کی تنگدستی کے پیشِ نظر قیمت میں کچھ کمی کر کے رعایت کر دی جاتی۔

۴۔ چیز تو نقد دے دی جاتی لیکن رقم اُدھار کر کے (قیمت میں اِضافہ کئے بغیر) قسطوں کی شکل میں وصول کی جاتی تا کہ خریدار کو آسانی ہو۔

5۔ رقم تو نقد دِے دِی جاتی لیکن چیز اُدھار کر لی جاتی (بیع سلم کی شکل میں)

مذکورہ طریقہ کار سے متعلق احادیث میں مثالیں موجود ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نقد تجارت کی مثال:

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے:

﴿أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ شَاةً، فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ﴾[1]

کہ نبی ﷺ نے ان کو قربانی کا جانور یا بکری خریدنے کے لئے ایک دینار عطا فرمایا اس نے ایک دینار کے عوض دو بکریاں خریدیں پھر ان دو میں سے ایک کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور ایک بکری اور ایک دینار لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اس کے لئے اس کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی پھر (اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) اگر وہ مٹی بھی خرید لیتا تو اس میں بھی اسے ضرور منافع حاصل ہوتا۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے نقد بیع کی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے پسند فرماتے ہوئے خیر و برکت کی دُعا دی، اسی طرح کی کوئی نقد بیع کرتا ہے تو ٹھیک ہے۔

۲۔ اُدھار تجارت کی مثال:

i. ﴿عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَوْبَانِ قِطْرِ يَّانِ غَلِيظَانِ فَكَانَ إِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلاَ عَلَيْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلاَنٍ الْيَهُودِيِّ. فَقُلْتُ لَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ إِلَى الْمَيْسَرَةِ. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا يُرِيدُ إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يَذْهَبَ بِمَالِي أَوْ بِدَرَاهِمِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ . كَذَبَ قَدْ

1۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب حدثنا محمد بن المثنی ۳۶۴۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلِمَ أَنِّي مِنْ أَتْقَاهُمْ لِلَّهِ وَأَدَاهُمْ لِلأَمَانَةِ..﴾[1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر دو کپڑے تھے قطر کے بنے ہوئے (قطر ایک قریہ ہے) وہ گاڑھے (موٹے) تھے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو پسینے میں شرابور ہو جاتے اور کپڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں ہو جاتے، سو کچھ کپڑا شام کی طرف سے فلاں یہودی کے پاس آیا، سو میں نے کہا، کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اس کے پاس بھیجیں اور اس سے دو کپڑے آسانی تک (رقم میسر آنے تک) اُدھار لے لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے یہاں کہلا بھیجا، سو اس نے کہا میں سمجھ گیا کہ وہ کیا اِرادہ رکھتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ میرے کپڑے اور روپیہ دبا رکھیں، سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے جھوٹ کہا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ میں ان سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں اور ان سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں

ii. ﴿عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ﴾[2]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی ذرہ گروی رکھوا کر کچھ اناج اُدھار لیا۔

مذکورہ دونوں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اُدھار خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

1- سنن الترمذی، البیوع، باب ما جاء فی الرخصة فی الشراء إلی أجل (1257)، سنن النَّسائي (4645)، مسند أحمد (25883)

2- صحیح بخاری کتاب البیوع، استقراض، السلم، باب شراء الطعام الی اجل ۱۶۸/۸ وغیرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

1) دوکاندار کو اپنی چیز نقد اور اُدھار دونوں طرح بیچنے کا اختیار ہے اور یہ اُسکی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔

2) خریدار تاجر کو اُدھار دینے پر مجبور نہیں کر سکتا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے قاصد کو دوبارہ نہیں بھیجا۔

3) اُدھار کا لین دین بھی جائز ہے ورنہ آپ قاصد کو اُدھار کے لئے نہ بھیجتے۔

4) دوکاندار کے اُدھار نہ دینے پر خریدار کو ناراض نہیں ہونا چاہئے (جیسا کہ آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا)۔

5) دوکاندار چاہے تو صرف نقد پر چیز فروخت کرے اور اُدھار قطعی بند رکھے اُسے اختیار ہے (جیسا کہ حدیث سے واضح ہے)۔

6) اگر اُدھار میں قیمت بڑھانے کا عمل مستحسن ہوتا تو آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کے لئے ضرور اُسے زیادہ رقم آفر کرتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

۳۔ کم قیمت پر اُدھار کی مثال:

﴿عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ . تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالُوا أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ قَالَ قَالَ فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ.﴾[1]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں

---

[1] الصحیح بخاری کتاب البیوع باب انظار الموسر

کتاب اہلسنت کی سب سے بڑی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں فرشتوں نے ایک شخص کی روح سے ملاقات کی اور کہا کہ کیا تو نے کچھ نیکی کی ہے؟ اس نے کہا کہ (کچھ خاص تو نہیں بس) میں اپنے ملازموں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگ دست کو ادائے قرض معاف کر دیا کریں اور مالدار سے (تقاضہ میں) نرمی اختیار کریں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرشتوں سے کہا اسے چھوڑ دو (اس سے درگزر کرو)۔ (یہ روایت قدرے لفظی فرق کے ساتھ دیگر کتبِ حدیث میں بھی موجود ہے)۔

اس حدیث سے اُس شخص کی بخشش کی بشارت معلوم ہوئی جو تنگ دستوں کے لئے آسانیاں پیدا کرتا تھا مقروض کا تمام قرض یا اُس کا کچھ حصہ معاف کر دیا کرتا تھا لیکن اَحادیث کے پورے ذخیرے میں ایک رِوایت بھی ایسی نہیں ملتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا ہو آپ مجھے یہ چیز اُدھار دے دیں میں کچھ عرصہ بعد رقم چکا دوں گا لیکن جواب میں اُس تاجر نے کہا ہو کہ اگر پیسے ہوتے تو میں تجھے سو درہم میں دے دیتا اب میں تجھے یہ /100 والی چیز /150 میں دوں گا، لیکن ایسا نہیں ہوا، آج کیونکہ ہمارے دلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا خوف اور خدا پر توکل نہیں ہے اور دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ہمارے دل میں ہمدردی کا وہ جذبہ نہیں ہے، اسی لئے ہم ایسا سوچتے اور کرتے ہیں، جس نے کیش دیا اُسے تو وہ چیز-۱۰۰ میں دے دی اور جس نے مہلت مانگی وہی سودا اُسے ۱۵۰ میں دیا۔

سیٹھ نے بنیان بھی اُتار لی

ایک غریب نے کسی سیٹھ سے کہا کہ سردی کا موسم ہے مگر میں لُنگی اور بنیان میں پھرتا ہوں چونکہ میرے پاس قمیض خریدنے کے پیسے نہیں ہیں آپ مجھے قمیض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلوادیں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تجھے برکت دے گا، سیٹھ صاحب نے قمیض دلوانے کی بجائے اُلٹا اسکی بنیان بھی اُتار لی !!!

۴۔ بغیر قیمت بڑھائے قسطوں کی مثال:

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي. فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلاَؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ، فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، إِلاَّ أَنْ يَكُونَ الْوَلاَءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ. خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلاَءَ، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ . . فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ، أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.﴾[1]

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا (لونڈی) میرے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے اپنے مالک سے نو اُوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے کہ ہر سال میں ایک اُوقیہ ادا کرتی

1۔ صحیح بخاری کتاب البیوع باب اذا شترط فی البیوع : ۲۱۶۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہوں گی لہٰذا میری (اس بارے میں) مدد کریں میں نے (اسے) کہا کہ اگر تیرے مالک کو یہ پسند ہو کہ میں تیری مجموعی رقم یکمشت ادا کردوں اور تیری ولاء میری ہو جائے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا یہ تجویز لے کر اپنے مالک کے پاس گئی اور ان سے یہ کہا تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیا، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس سے واپسی آئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں کے سامنے وہ تجویز پیش کی تھی مگر انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وِلا ان کے لئے ہے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کیا یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے لو اور ان سے وِلاء کی شرط کر لو کیونکہ ولاء کا حق دار وہی ہے جو اسے آزادی دے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطاب فرمانے کھڑے ہوئے اللہ جل جلالہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں (یاد رکھو! کہ) جو شرط کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں اللہ جل جلالہ کا فیصلہ نہایت برحق ہے اور اللہ جل جلالہ کی شرط نہایت ہی پختہ اور پکی ہے، ولاء اسی کا حق ہے جو آزاد کرے۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے ۹- اوقیہ چاندی 9-سال کی قسطوں پر خریدی ہر سال اُسے ایک اوقیہ ادا کرنا تھا یہ صورت بھی جائز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے مدد کی درخواست کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۹۔ اَوقیہ یکمشت دینے پر رضامندی کا اظہار فرمایا بشرطیکہ اُس کا مالک بریرہ رضی اللہ عنہا کا حق ولا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو منتقل کردے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یکمشت دے رہی ہیں تب بھی ۹۔ اَوقیہ ہے، بریرہ رضی اللہ عنہا ۹ سالوں میں ادا کرنا چاہ رہی تھیں تب بھی ۹۔ اَوقیہ ہے یہی شکل جائز اَور حلال ہے۔

بصورت دیگر مدّت کے مقابلے میں رقم بڑھانا یقینی سُود ہے۔(واللہ اعلم)

اَور اللہ جل جلالہ کے درج ذیل فرمان کے بھی منافی ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ﴾[1]

اگر مقروض تنگ دست ہے تو اس کو آسانی تک مہلت دو۔

یہ نہیں فرمایا کہ مہلت کے پیسے وصول کر لو، اِیک آدمی اگر ایک لاکھ روپیہ قرض دیتا ہے اَور ساتھ یہ کہتا ہے، سال بعد یا مہینے بعد ادا کرو گے تو میں نے سوا لاکھ لینا ہے اس کو تمام علماء کرام اَور ساری اُمّت حرام کہتی ہے اَور اِسے سُود کے زُمرے میں شامل کرتی ہے کیونکہ وہ مہلت کے پیسے لے رہا ہے، لیکن یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ قسطوں کی بیع میں جب ایک سَودے پر رقم بڑھائی جاتی ہے تو یہ بڑھوتری بھی مدت اَور مہلت کے عوض میں ہے اگر وہ نقد دیتا تو پچاس ہزار تھے لیکن اب سال بعد ادائیگی مکمل ہو گی اس لئے اُسے پچھتّر ہزار دینے پڑیں گے یہ پچیس ہزار کا اِضافہ یقیناً ایک سال کی مہلت پر ہے پھر یہ کیوں سُود نہیں!

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۸۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فلہ او کسھما او الرباء کا صحیح مفہوم

قسطوں والی بیع میں ایک قیمت نقد ہوتی ہے جو کم ہوتی ہے اور دوسری قیمت زیادہ ہوتی ہے جو مہلت کی وجہ سے بڑھائی جاتی ہے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ان دونوں قیمتوں میں سے صرف ایک قیمت اُس پر حلال ہے اور اس ایک قیمت پر بھی اُسے اختیار نہیں دیا گیا کہ دونوں میں سے جسے چاہے اختیار کرلے بلکہ شارع علیہ السلام نے اُس قیمت کو خود متعین فرمایا ہے فَلَہٗ اَوْکَسُھُمَا اُن دونوں میں جو کم ہے وہ حلال ہے أَوِالرِّبَاء کہہ کر یہ وضاحت بھی فرما دی کہ بصورت دیگر وہ سُود ہے۔

ابوداؤد میں مروی اِس روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی چیز کی دو قیمتیں متعین ہوں تو ان دونوں میں سے کم والی لینا جائز اور دوسری (زیادہ قیمت) رِبا ہے ظاہر بات ہے کہ جب آپ کسی کو بتاتے ہیں کہ نقد سو روپے کی اور اُدھار ۱۵۰ روپے کی تو اس میں کم قیمت نقد والی ہے اور زیادہ قیمت اُدھار والی ہے جو سود کے زُمرے میں داخل ہے۔

اشکال نمبر ۱:

یہ اشکال پیدا کیا جاتا ہے کہ دو بیع تب ثابت ہوتی ہیں جب بائع (Seller) مشتری (Buyer) کو نقد اور اُدھار دونوں قیمتیں بتادے اور مشتری (Purchaser) یہ بھی کہہ دے کہ ٹھیک ہے یہ چیز میری ہوئی لیکن نقد اور اُدھار دونوں میں سے کسی ایک قیمت پر مجلس میں اتفاق نہ ہوا ہو اور مجلس بغیر کسی تعیین کے برخواست ہو گئی ہو تب اس میں جہالت کے سبب ناجائز والا عنصر آجائے گا۔

جواب:

1) مندرجہ بالا بات سے ہمیں قطعًا اختلاف نہیں ہے لیکن حدیث کے وسیع مفہوم کو صرف یہیں تک محدود رکھنا بھی قطعًا قرینِ انصاف نہیں ہے کیونکہ حدیث کا مفہوم عام اور مطلق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کوئی قرینہ بھی اُسے خاص کرنے کے لئے موجود نہیں ہے تب ہم کس بنیاد پر "او کسھما او الرباء" کو جہالت والی قیمت پر محمول کریں گے؟ فقہاء اور شارحین کی بیان کردہ وہ تشریح جس کی تائید میں دلیل، نص، موجود نہ ہو اُس کی کیا حیثیت ہے؟ بات اگر اَحناف کی حد تک ہوتی تو اسقدر قابل تعجب نہ تھی لیکن اہل الحدیث بھی اگر بغیر دلیل کے محض تاویلات کی بنیاد پر مفاہیم متعین کرنے لگیں تو یہ بات یقیناً قابل تشویش ہے،

2) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی رِوایت جسے اہل الحدیث فاتحہ خلف الامام پر منطبق کرتے ہیں ان کے پاس اِس اِنطباق کی کیا دلیل ہے، سوائے اس کے کہ شارع علیہ السلام کا یہ حکم عام ہے جس کا مقتدی اور امام دونوں پر اطلاق ہوتا ہے یہاں بھی فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عام ہے جس بھی چیز کی دو قیمتیں ہوں چاہے وہ کسی بھی سبب سے ہوں اُن دونوں میں سے کم والی جائز اور حلال ہے جبکہ زیادہ والی سود اور حرام ہے۔

اشکال نمبر ۲:

بعض نے کہا اس سے یہ مراد ہے کہ مثلاً نقد ۱۰۰ اور اُدھار ۱۵۰ تھے مشتری نے یہ چیز اُدھار خریدی یعنی ایک ماہ بعد ۱۵۰ روپے دے گا اب یہ ایک قیمت متعین ہو گئی ایک ماہ بعد مشتری (Purchaser) نے کہا کہ ابھی میرے پاس رقم کا بندوبست نہیں ہوا آپ مجھے ایک ماہ کی مزید مہلت دے دیں تب بائع (Seller) نے کہا کہ مہلت بڑھے گی تو رقم بھی ۱۵۰ سے ۲۰۰ روپے ہو جائے گی، اب یہ زیادہ قیمت ۲۰۰ روپے حرام ہیں اور کم قیمت ۱۵۰ روپے حلال ہیں جو کہ اصل قیمت ہے۔

جواب:

یہ بات حدیث کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اصل قیمت ۱۵۰ روپے نہیں تھی اصل تو وہ تھی جو نقد کی تھی ۱۰۰ روپے، دوسری بات یہ ہے کہ اب ایک ماہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کی مزید مہلت پر ۵۰ روپے بڑھے اور چیز ۱۵۰ سے ۲۰۰ کی ہو گئی تو اسے سبھی سود تسلیم کر رہے ہیں، جبکہ پہلی مہلت ایک ماہ پر جو پچاس روپے بڑھے یعنی ۱۰۰ روپے کی چیز ۱۵۰ میں ایک ماہ کی مہلت کے سبب ہی بکی، جب دوسری مہلت پر اضافہ بالاتفاق سُود ہے تو پہلی مہلت پر اضافہ کیوں سُود نہیں؟

اِضافے کی نسبت قرآن کی طرف

جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اُدھار بیع میں قیمت کے اِضافے سے متعلّق فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"یہ بیع جس میں اُدھار کی وجہ سے قیمت زیادہ وصول کی جائے، نہ صرف ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے مذہب میں جائز ہے، بلکہ اس کا جواز خود قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ جو مشرکین سود کی حرمت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، قرآنِ کریم نے ان کا یہ اِعتراض نقل فرمایا ہے کہ:

﴿اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾[1] یعنی "بیع بھی تو سود کی طرح ہے"

ان کا کہنا یہ تھا کہ اگر بیع جائز ہے تو سود بھی جائز ہونا چاہئے، متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بیع سے ان کی مراد وہ بیع تھی جس میں اُدھار کی وجہ سے بیچنے والا قیمت میں اضافہ کیا کرتا تھا۔"[2]

جواب:

قرآنِ مجید کی اس آیتِ مبارکہ کا سیدھا سادہ مفہوم یہی ہے کہ سُود کی حرمت کا اِعلان

1۔ سورۃ بقرہ: ۲۷۵

2۔ غیر سودی بینکاری از تقی عثمانی ص۷۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سن کر سودی کاروبار کرنے والوں نے یہ اِعتراض کیا کہ تم ایک چیز ۱۰ روپے کی خرید کر ۱۲ روپے میں فروخت کرتے ہو تو اُسے حلال کہتے ہو اور ہم اگر کسی کو ۱۰ روپے دے کر ۱۲ روپے لیں تو اُسے سُود کہہ کر حرام کہتے ہو نتیجہ تو دونوں کا ایک ہی ہے کہ پہلا شخص بھی ۱۰ روپے لگا کر ۱۲ روپے لے کر ۲ روپے کا نفع کمارہا ہے اور دوسرا شخص بھی ۱۰ روپے قرض میں صرف کر کے ۱۲ روپے لے کر ۲ روپے کا نفع کمارہا ہے تو شکل وصورت کے اِعتبار اور منافع کے اِعتبار سے دونوں ایک ہوئے پھر ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام کہنا ٹھیک نہیں ہے، تب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے کہا کہ ایک نے نفع کسی چیز پر حاصل کیا جس میں نفع ونقصان دونوں کا اِحتمال تھا اور دوسرے نے نفع رقم پر حاصل کیا جس میں ہر صورت نفع ہی نفع ہے اور نقصان کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔

پہلا عمل بیع ہے جسے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حلال قرار دیا ہے اور دوسرا عمل ربا (سود) ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسی کی مثل علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی اپنے حاشیہ میں لکھا ہے جو مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"یہ حالت اس واسطے ہوگی کہ اُنہوں نے حلال وحرام کو یکساں کر دیا اور صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں نفع مقصود ہوتا ہے دونوں کو حلال کہا حالانکہ بیع اور ربوا میں بڑا فرق ہے کہ بیع کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام،

فائدہ : بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسا کسی نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا دو درہم کا فروخت کیا اور سود وہ ہوتا ہے جس میں نفع بلا عوض ہو جیسے ایک درہم سے دو درہم خرید لیوے اوّل صورت میں چونکہ کپڑا اور درہم دو جدی جدی (جدا) قسم کی چیزیں ہیں اور نفع اور غرض ہر ایک کی دوسرے سے علیحدہ ہے اس لئے ان میں فی نفسہٖ موازنہ اور مساوات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیر ممکن ہے"۔[1]

1) دُور کی کوڑیاں لانے سے بہتر ہے کہ قریب ترین معنی کو اختیار کیا جائے اور یہی قرین اِنصاف ہے اگر اور نہیں تو کم از کم عثمانی نسبت کا تو پاس رکھیں جو علامہ شبیر احمد عثمانی اور آپ میں مشترک ہے۔

2) محترم تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب "غیر سودی بینکاری" کے ص ۷۹ تا ۸۳ تک مزید جو کچھ لکھا ہے وہ محض اقوال ہیں اور ان اقوال کی نسبت شارع علیہ السلام کی طرف ثابت نہیں لہٰذا حلت و حرمت کے فیصلے اقوال پر موقوف نہیں کئے جاسکتے۔

عثمانی صاحب کا اِشکال نمبر ۳:

جناب عثمانی صاحب، صاحبِ ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس میں بھی یہ بات عام تجارتی معمول کے طور پر ذِکر کی گئی ہے کہ اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کی جاتی ہے۔ اس پر یہ اِشکال ہو سکتا ہے کہ کتاب الصلح میں ایک جگہ صاحبِ ہدایہ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کا دوسرے پر ایک ہزار کا دَین مؤجل تھا، پھر وہ مدیون سے پانچ سو نقد پر صلح کرلے تو یہ جائز نہیں ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ:

"وذلك اعتياض عن الأجل وهو حرام"

یعنی یہ مدت کا معاوضہ لیا جارہا ہے جو کہ حرام ہے۔[2]

جواب:

یہ عبارت جناب عثمانی صاحب کے مؤقف کے سو فیصد خلاف ہے، خط کشیدہ عبارت

---

1 حاشیہ عثمانی ص ۵۹

2 غیر سودی بینکاری ص ۸۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر غور فرمائیں جس میں صاف لکھا ہے کہ یہ مدت کا معاوضہ ہے جو حرام ہے۔

ہماری بھی یہی گزارش ہے کہ اُدھار میں جو قیمت بڑھائی جاتی ہے وہ مدت کے عوض میں بڑھائی جاتی ہے لہٰذا آپ ہی کی پیش کردہ عبارت کی روشنی میں صریحاً حرام ہے۔

عثمانی صاحب کا اِشکال نمبر ۴ :

"بات دراصل یہ ہے کہ مدت کا براہِ راست معاوضہ لینا تو ناجائز ہے، مگر مدت کی وجہ سے کسی چیز کی قیمت میں اضافہ جائز ہے، اسلئے دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے"۔[1]

جواب :

جناب عثمانی صاحب کی مذکورہ عبارت پر غور فرمائیں اور پھر مندرجہ ذیل حدیثِ مبارکہ پر بھی غور فرمائیں تفصیلی بحث تو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے یہاں ضمناً پیش خدمت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں اگر کوئی شخص ۵ کلو گندم کسی کو دیتا ہے اور اُسکے عوض میں بھی صرف ۵ کلو گندم ہی لیتا ہے لیکن پانچ دنوں کے بعد لیتا ہے تو شارع علیہ السلام اسے بھی سود قرار دے رہے ہیں چونکہ یہاں صرف برابری شرط نہیں تھی یدًا بیدٍ کی بھی شرط تھی اور یہ مدت بھی کسی کیش رقم پر نہیں بلکہ چیز پر ہے پھر اگر وہ شخص مدت کے بدلے گندم پوری لے تب بھی سود ہے اور اگر ۵ دن بعد ایک کلو بڑھا کر یعنی چھ کلو وصول کرے تب بھی سُود ہے بلکہ ڈبل سُود ہے یعنی اوّل سُود تقابل والا اور دوسرا سُود اُدھار والا یعنی نسیئہ، اس لئے یہ تاویل سو فیصد غلط ہے کہ رقم پر مدت کے عوض رقم بڑھائی جائے تو وہ تو سُود ہے اور سامان پر مدت کے عوض رقم بڑھائی جائے تو وہ سود نہیں یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

---

1 غیر سودی بینکاری ص ۸۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عثمانی صاحب کا اِشکال نمبر ۵ :

فرماتے ہیں:

"اوّل تو اس حدیث کی سند کمزور ہے۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص ابوداؤد میں اس کی سند پر کلام کیا ہے، اور حضرت علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَفی أسنادہٖ محمّدُ بنُ عمرِو بنِ علقمة ، وقدْ تکلّمَ فیہِ غیر واحدٍ وقد تفرّدَ بہٖ وأیضاً ھو مخالفٌ لما ھو المشھورُ عنہ وھو ((أنّہ نَھَی عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ)) فإنّہ یدُلّ علی فسادِ البیعِ بخلافِ ما رواہ عنہ أبوداؤد. فإنہ یدلُّ علی جوازہٖ بأوکس الثَّمَنَیْنِ فلا یحتج بما تفرد بہ بل المقبول من حدیثہ ما وافقہ علیہ غیرہ﴾[1]

اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں اور ان کے بارے میں متعدد علماء نے کلام کیا ہے اور وہی تنہا اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اور خود انہی (محمد بن عمرو) سے اس معاملے میں جو حدیث مشہور ہے، یہ روایت اُس کے مخالف بھی ہے اور وہ ہے:

﴿نَھَی عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ﴾[2]

جواب:

یہ راوی (محمد بن عمرو بن علقمہ) ضعیف نہیں ثقہ ہے۔ امام ترمذی، یحییٰ بن معین

---

1 اعلاء السنن ، باب النھی عن بیعتین فی بیعة ج:۱۴ ص:۱۸۱ ط :أدارہ القرآن

2 غیر سودی بینکاری ص۹۵۔۹۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا ایک قول ہے کہ یہ ابن عقیل سے زیادہ ثقہ ہے اور ابن عقیل کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے میرے اساتذہ، امام حمیدی اور اسحاق بن راہویہ، ابن عقیل کی حدیث سے احتجاج کرتے تھے یعنی دلیل پکڑتے تھے۔

قال الألباني في "السلسلة الصحيحة" 5/419: رواه ابن أبي شيبة في "المصنف" (6/120/502) وعنه (3461) وابن حبان في "صحيحه" (1110) وكذا الحاكم (2/45) و البيهقي (5/343): أخبرنا ابن أبي زائدة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة مرفوعا. قلت: وهذا سند حسن وقد صححه الحاكم، ووافقه الذهبي، ثم ابن حزم في "المحلى" (9/16). ورواه النسائي (7/296 الطبعة الجديدة) والترمذي (1/232) و صححه، وابن الجارود (286) وابن حبان أيضا (1109) والبغوي في "شرح السنة" (8/211/142) وصححه أيضا، وأحمد (2/432 و475 و503) والبيهقي من طرق عن محمد بن عمرو به بلفظ: "نهى عن بيعتين في بيعة" وقال البيهقي: "قال عبد الوهاب (يعني: ابن عطاء): "يعني يقول: هو لك بنقد بعشرة، وبنسيئة بعشرين"۔[1]

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے "السلسلہ الصحیحہ" 5 / 419: میں کہا ہے ابن أبي شيبة، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے بسند "أخبرنا ابن أبي زائدة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة مرفوعا" مرفوعًا نقل کیا ہے اور میرے نزدیک یہ سند حسن ہے۔

- امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے،
- امام ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے،
- امام ابن حزم، امام نسائی امام الترمذی، امام ابن الجارود، امام ابن حبان اور امام

---

1. السلسلة الصحيحة 5/ 419 (الألباني)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح کہا ہے،

○ امام احمد اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے محمد بن عمرو کے طریق سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں " نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ "ایک چیز کی دو قیمتیں حرام ہیں اور امام بیہقی نے عبد الوهاب یعنی: ابن عطاء کے حوالے سے کہا کہ وہ کہتے ہیں (دو قیمتیں اس طرح) کہ نقد میں دس کی اور اُدھار میں بیس کی"

○ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد محدثین کا حوالہ دیا ہے جنھوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

﴿مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا﴾

(صحیح بشواھدہ)[1] یہ حدیث اپنے شواہد کے اعتبار سے صحیح ہے۔

لہٰذا محمد بن عمرو بن علقمہ ثقہ ہوئے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔ شیخ عبد الحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس کو درج کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے۔ اہل علم جانتے جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد سکوت اختیار کریں وہ صالح ہوتی ہے۔ کیونکہ ابو داؤد کا فرمان ہے جس حدیث کے متعلق میں سکوت اختیار کروں وہ صالح للعمل ہوتی ہے۔

عثمانی صاحب کا اشکال نمبر ۲ :

خود محمد بن عمرو سے اس معاملے میں جو حدیث مشہور ہے یہ روایت اُس کے مخالف ہے اور وہ ہے ﴿نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ﴾

1- السلسلة الصحيحة مختصرة ج۵ص ۵۱۹ (الألباني)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جواب:

۱) جناب عثمانی صاحب کا یہ اعتراض "آپ اپنے دام میں صیاد آگیا" کا مصداق ہے، جب محمد بن عمرو بن علقمہ کی ثقاہت سے آپ نے انکار کر دیا اور فلہ او کسھما والی روایت کو بوجہ محمد بن عمرو کے مجروح قرار دے دیا تو آپ کی پیش کردہ مشہور روایت بھی تو محمد بن عمرو ہی کے واسطے سے ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ بھی صحیح ہے یا پھر دونوں مجروح ہونگی اب آپ ہی بتائیں کہ ایک ہی ہنڈیا سے نکلے ہوئے شوربے کو حرام اور بوٹیوں کو حلال تو نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ لوگ کہیں گے کہ مولوی "میٹھا میٹھا ہپ ہپ کرتے ہیں اور کڑوا کڑوا تھو تھو" یہ داغ علماء کے دامن میں مناسب نہیں۔

۲) دوسری بات یہ ہے کہ روایات دونوں صحیح ہیں اس حدیث کی سند کمزور نہیں ہے بلکہ محمد بن عمرو بن علقمہ پر کی جانے والی جرح کمزور ہے جس کا جواب اپنے محل پر گزر چکا ہے۔

۳) دراصل محترم عثمانی صاحب نے جس روایت کو مشہور قرار دیا ہے

یعنی نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ یہ مختصر روایت ہے اور دوسری روایت جس میں فلہ او کسھما اور ربا کا اضافہ ہے یہ مفصل روایت ہے جس سے دو بیعوں کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ کم قیمت حلال اور زیادہ قیمت ربا (سود) کے زمرے میں آئے گی۔

۴) خود مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب جن کے حوالے سے محترم تقی عثمانی صاحب نے محمد بن عمرو کو مجروح قرار دیا ہے نقد اور اُدھار کی بیع کے حوالے سے محترم تقی عثمانی صاحب کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں جسے خود تقی عثمانی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ان کے یہ الفاظ امداد الاحکام ج ۳ ص ۳۷۵، ۳۷۶ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اگر یوں کہا کہ نقد پانچ روپیہ کے عوض بیچتا ہوں اور اُدھار دس کے عوض تو جائز نہیں، اور اگر بدون نقد و اُدھار کی قیمت الگ الگ بیان کئے پانچ کا مال دس میں فروخت کیا تو جائز ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی دوسری شکل کو اس لئے جائز قرار دیا کہ اُس میں قیمت ایک ہے اگرچہ دُکاندار کو ایک چیز ۵ روپے کلو پڑی ہو بیچتے وقت خریدار جب اُسکی قیمت معلوم کرتا ہے کہ آپ کتنے میں دیں گے تو یہ شخص اگر اُس چیز کو ۱۰۔۱۵ یا ۲۰ روپے میں بھی فروخت کرے تب بھی درست ہے لیکن یہی قیمت نقد میں بھی رہے اور اُدھار میں بھی البتہ اس میں یہ غلط بیانی شامل نہ ہو کہ یہ چیز مجھے ۱۵ میں پڑی ہے میں آپ کو دس میں کیسے دے دوں حالانکہ وہ چیز اُسے ۵ روپے میں پڑی ہے غلط بیانی حلال بیع کو بھی حرام کر دیتی ہے۔

چند متفرق اِعتراضات کے متفرق جوابات

اِعتراض نمبر ۱:

یہ روایت منسوخ ہے۔

جواب:

دورانِ مطالعہ بعض تحریروں میں یہ اعتراض بھی سامنے آیا کہ محمد بن عمرو سے مروی روایت منسوخ ہے لیکن بندہ نے انتہائی دیانت کے ساتھ اس کا ناسخ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی پھر ممتاز شیوخ کی طرف بھی رجوع کیا لیکن مجھے اس حدیث کا ناسخ نہیں مل سکا لہٰذا یہ اعتراض محتاج دلیل ہے۔

اِعتراض نمبر ۲:

بعض نے کہا کہ یہ حدیث صرف تین صورتوں پر محمول ہے۔

۱۔ بیع عینہ (Buy back)

۲۔ ایک چیز ایک ماہ کے ادھار پر دس ہزار کی فروخت کی لیکن ایک ماہ بعد جب وہ رقم نہ دے سکا تو مزید ایک ماہ کی مہلت دے کر وہ چیز ۱۲ ہزار کی کر دی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ایک شخص نے کسی کو اپنا پلاٹ ۵ لاکھ میں فروخت کیا لیکن یہ شرط لگادی کہ تم مجھے اپنی گاڑی اتنے میں فروخت کروگے۔

جواب:

i. حدیث مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا میں شارع علیہ السلام سے کسی قسم کی کوئی حد بندی نظر نہیں آتی اور کسی قسم کی تحدید کا نہ پایا جانا اس کے حکم کو عموم پر محمول کر دیتا ہے۔

ii. اس حدیث میں دور دور تک کہیں حصر بھی نظر نہیں آتا جسے لفظ انما سے ظاہر کیا گیا ہو کہ اس میں صرف یہی تین صورتیں داخل ہیں جو اُوپر مذکور ہیں۔

iii. اس پوری روایت میں کہیں اِشارۃً بھی کسی قسم کا کوئی اِستثناء نظر نہیں آتا جو ان تین صورتوں کے علاوہ باقی تمام صورتوں کو مستثنیٰ قرار دے۔ لہٰذا حدیث میں پائے جانے والے عموم کو مندرجہ بالا تین صورتوں تک محدود رکھنا محتاجِ دلیل ہے۔

اِعتراض نمبر ۳:

بعض نے کہا کہ اگر کسی مجلس میں یہ کہا جائے کہ یہ چیز نقد ۵۰ روپے کی اور اُدھار ۱۰۰ روپے کی ہے اور اُس مجلس میں مشتری یہ صراحت نہ کرے کہ اُس نے نقد قبول کی یا اُدھار تو یہ بیع مذکورہ حدیث کے تحت بوجہ جہالتِ ثمن کے حرام ہوگی۔

جواب:

یہ بات تو درست ہے کہ بوجہ ثمن کی جہالت کے وہ بیع فاسد ہوگی لیکن اس فسادِ بیع کا سبب مذکورہ حدیث نہیں ہے اس کا سبب وہ غرر ہے جو جہالت کے سبب اس میں موجود ہے لیکن مذکورہ حدیث نے حرمت کی علّت جہالت کو نہیں بلکہ ربا کو قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فلہٰذا کسھما الربا ء لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ اس حدیث کے تحت مندرجہ بالا اعتراض نمبر ۳ والی صورت آتی ہے، دیکھا جائے تو نقد اور اُدھار کی قیمتوں کا فرق اس میں داخل نہیں بلکہ اصل مقصود ہی وہ بیع ہے جس میں دو قیمتیں ہوتی ہیں جن میں ایک کم اور ایک زیادہ ہوتی ہے جس میں کم والی کو حلال اور زیادہ والی کو ربا کا نام دیا گیا، چاہے یہ دو قیمتیں اُدھار کے سبب ہوں یا کسی اور وجہ سے وہ بحکم شارع علیہ السلام حرام ہیں الا یہ کہ کم تر قیمت کو اختیار کیا جائے۔

اعتراض نمبر ۴:

الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم کے تحت یہ مسئلہ نکالا جاتا ہے کہ اگر فریقین کسی بیع پر راضی ہوں تو وہ جائز ہے لہٰذا قسطوں والی اُدھار بیع میں دونوں زیادہ قیمت پر راضی ہوتے ہیں تبھی سودا ہوتا ہے دونوں میں سے کسی پر جبر نہیں ہوتا۔

جواب:

یاد رہے کہ کبھی بھی رضامندی حرام کو حلال کرنے کا باعث نہیں بنتی۔

i. جس طرح مسلمانوں کے لئے ذبح کے وقت تکبیر کا پڑھنا لازمی شرط ہے جس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ ذبیحہ تکبیر ہی سے حلال ہوتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کتے کو بھی تکبیر پڑھ کر ذبح کریں تو وہ حلال ہو جائے گا یعنی تکبیر بھی حلال جانور ہی کو حلال کرتی ہے حرام کو وہ بھی حلال نہیں کر سکتی۔

ii. اگر فریقین کی رضامندی کو حلت و حرمت کا مأخذ قرار دیا جائے تو پھر تو زنا بھی صرف وہ حرام کہلائے گا جو بالجبر ہو اور جو زنا باہمی معاشقے کا نتیجہ ہو اُسے تو فریقین کی رضامندی دھو ڈالے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

iii. اگر نقد اور اُدھار کی قیمتوں کا فرق رضامندی سے حلال ہوتا تو رحمت عالم ﷺ اُسکی حرمت بیان کرتے وقت خود نطق رسالت سے رضامندی والی بیع کو مستثنیٰ قرار دیتے کہ اگر دونوں فریق زیادہ قیمت پر جو مدّت کی وجہ سے بڑھائی گئی ہے پر راضی ہیں تو درست اور جائز ہے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا اور اس آیت میں پائے جانے والے حکم کی غایت یہ ہے کہ اگر جائز تجارت بھی باہمی رضامندی سے نہ ہو تو وہ بھی ناجائز ہے۔

اِعتراض نمبر 5:-

کچھ لوگوں کا اِشکال ہے کہ قسطوں کی بیع کے بارے میں علماء کی رائے مختلف فیہ ہے لہٰذا کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب :

i. علماء مختلف فیہ ہو سکتے ہیں لیکن اِسلام تو مختلف فیہ نہیں ہے۔

ii. دوسری بات یہ ہے کہ علماء کے مختلف فیہ ہونے سے اُسکی حلّت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حلت و حرمت مشتبہ ہوتی ہے۔

iii. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ﴾[1]

جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اُسے چھوڑ دے اور اُسے اِختیار کر جو تجھے شک میں نہ ڈالے (جس کی حلّت یقینی ہو)۔

---

1 مسند احمد، مسند أنس بن مالك، والترمذي، والنسائي وغيرهم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِعتراض نمبر6:-

تاجر حضرات نے اس حدیث کے اِطلاق سے بچنے کے لئے ایک حیلے کے طور پر اِشکال پیدا کیا ہے کہ اِیک چیز کی دو قیمتیں حرام ہیں لیکن ہم تو صرف اِیک ہی قیمت وصول کرتے ہیں اَور اِیک ہی قیمت بتاتے ہیں یعنی ہم صرف اُدھار پر چیز بیچتے ہیں، نقد سَودا کرتے ہی نہیں ہیں۔

جواب :

یہ اِیک اَیسا حیلہ ہے کہ جس کی مثال نہ تو عہد نبوی ﷺ میں ملتی ہے اَور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اَور تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں ملتی ہے کہ چیز کو مہنگا بیچنے کے لئے نقد بیچنا بند کر دیا ہو اَور صرف اُدھار بیچا جا رہا ہو ، یہ تو ملتا ہے کہ بعض نے اُدھار بیچنے سے اِنکار کیا اَور صرف نقد بیچتے رہے اَور بعض نے نقد اَور اُدھار دونوں طرح بیچا لیکن اُدھار میں قیمت نہ بڑھائی تاکہ مسلمانوں کے لئے آسانی ہو جس کی مثالیں آپ سابقہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

اِعتراض نمبر7 :-

اگر ہم اُدھار کی بیع میں قیمت میں اِضافہ نہ کریں تو پھر سال چھ مہینے تک ہماری رقم بلاوَجہ پڑی رہتی ہے اُس کا ہمیں کیا فائدہ؟

اگر وہ رقم ہمارے پاس ہوتی تو ہم اَپنے بزنس میں لگا کر اُس میں اِضافہ کر لیتے گویا اُدھار پر دینا تو اِیک عبث اَور لایعنی فعل ہوا جس کا سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

جواب :

دراصل یہ سوچ خالصتاً دنیاداری کا نتیجہ ہے اگر آخرت کی زندگی پر ہمارا یقین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پختہ ہوتا اور اُسکی تیاری اور آسودگی کی بھی فکر ہوتی تو یقینا یہ سوچ مختلف ہوتی درج ذیل حدیث سے اندازہ لگائیں کہ آپ کو کیا ملا؟۔

مہلت دینے سے جو ملا قابلِ رشک ملا

1) چنانچہ حضرت بُرَیْدَہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا كَانَ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ وَمَنْ أَنْظَرَهُ بَعْدَ حِلِّهِ كَانَ لَهُ مِثْلُهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ»﴾[1]

جس شخص نے کسی تنگ دست کو اُدھار دیا تو اُسے (اُدھار دینے کی تاریخ سے لے کر اُسکی ادائیگی کی تاریخ تک) ہر روز اُتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب اُس کے کھاتے میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اگر مقروض اپنی مقررہ مدّت تک وہ قرض ادا نہ کر سکے اور اُدھار دینے والے کے پاس آکر مزید مہلت کی درخواست کرے اور وہ اُسے خندہ پیشانی کے ساتھ مہلت دے دے تو پھر اُس دن سے اُسکی ادائیگی کی تاریخ تک اُسکی دی ہوئی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہر روز اُس کے کھاتے میں لکھ دیا جاتا ہے۔

2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿«كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ

1- مسند أحمد :حديث بريدة الأسلمي:وسنن ابن ماجه كتاب الصدقات باب إنظار المعسر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَجَاوَزُوا عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ﴾[1]

ایک تاجر تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے جوانوں سے کہتا کہ اس سے درگزر کرو، شاید کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہم سے درگزر کرے، چنانچہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اسے بخش دیا۔

3) حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

﴿مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ﴾[2]

جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کے لیے (کچھ قرض) معاف کر دیا تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اُسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا جس دن اُس کے (عرش) کے سائے کے سوا (کائنات میں) اور کوئی سایہ ہی نہ ہو گا۔

4) حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

﴿مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ وَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ﴾[3]

جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کے لیے (کچھ قرض) معاف کر دیا تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اُسے جہنم کی حرارت سے بچائے گا۔

---

1 صحيح البخاری كتاب البيوع باب من أنظر معسرا

2 سنن الترمذی كتاب البيوع ،باب ما جاء فی إنظار المعسر والرفق به: ومسند احمد

3 مسنداحمد: مسند عبد الله بن العباس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں

اَب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ فائدے میں کون رہا؟ کیا وہ جس نے تنگدست کو تنگدست پا کر سو روپے کی چیز ڈیڑھ سو میں دی اور اُسے مزید غربت اور مفلسی کی دلدل میں دھکیلتے ہوئے اور اپنی سنگدلی کا ثبوت دیتے ہوئے سُود کی مدد سے اپنے سرمائے میں پچاس روپے کا اِضافہ کرلیا۔ (اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

یا وہ جو اُدھار میں دیے ہوئے ۱۰۰ روپے پر ہر روز ۱۰۰ روپے کا صدقہ کرنے کا اَجر پاتا رہا اور دوسری مہلت پر یہ اَجر دوگنا حاصل کرتا رہا اور روزِ قیامت جب دُنیا سورج کو نیزے برابر پاکر تپتی زمین پر ایسے بُھن رہی ہوگی جیسے تپتی کڑھائی میں مکئی کا دانہ، تب یہ تنگدست کو مہلت دینے والا یا معاف کرنے والا، عرشِ اِلٰہی کے سائے تلے اپنا مسکراتا چہرہ لیے اَپنے آپکو کتنا محفوظ اور پر سکون محسوس کرے گا۔ (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

اے دُنیا میں بسنے والے مسلمان تاجرو!

ذرا آنکھیں بند کر کے اس منظر کا تصوّر تو کرو! یقینا مسلمان کا دل گواہی دے گا کہ صرف پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔

پیسے سے ہم ہر نعمت خرید سکتے ہیں مگر پیسوں سے سکون نہیں خریدا جاسکتا، پیسے سے دنیا کی ہر ضرورت پوری کی جاسکتی ہے مگر پیسے سے چہرے پر مسکراہٹ نہیں لائی جاسکتی، ہاں یہ فیصلہ ہمیں دنیا ہی میں کرنا ہے کیونکہ اَپنی حلال کمائی سے جنت کمائی بھی جاسکتی ہے اور حرام کمائی سے جنت گنوائی بھی جاسکتی ہے۔

(اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَلَالًا طَیِّبًا)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گناہوں کا رجسٹر ہی پھاڑ دیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا

﴿ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يَسْتَظِلُّ فِيْ ظِلِّ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِرَجُلٍ أَنْظَرَ مُعْسِرًا حَتّٰى يَجِدُ شَيْئًا أَوْتَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِمَا يَطْلُبُه يَقُوْلُ مَالِيْ عَلَيْكَ صَدَقَةٌ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ وَيَخْرِقُ صَحِيْفَتَهُ ﴾[1]

بیشک پہلا شخص جو قیامت کے دِن اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے (عرش کے) سائے تلے جگہ پائے گا وہ، وہ شخص ہوگا جس نے کسی مستحق، تنگدست کو (اُدھار دیا) اَور مہلت دی (اُس کا نام پتہ اَپنے رجسٹر میں لکھ کر اُس کا کھاتہ بنالیا لیکن وہ شخص جب اُدھار مال لے کر وہاں سے روانہ ہوا تو راستے میں ڈاکوؤں نے اُسے لوٹ لیا وہ دِلبرداشتہ ہوکر روتا ہوا، ٹپ ٹپ اتھرو بہاتا ہوااوراپنے دُکھ کی داستان سناتاہوا، اُس تاجر کے پاس دوبارہ آحاضر ہوا اَور سارا معاملہ کہہ ڈالا، اُس تاجر دکاندار نے ساری بات سن کر کہا):

﴿مَالِيْ عَلَيْكَ صَدَقَةٌ اِبْتَغِيْ وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى﴾

تو نے جتنا مال مجھ سے اُدھار پر لیا تھا میں نے وہ سارا مال تجھے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ

---

1 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد(الهيثمي) باب حسن الطلب ج۲ص۱۰۸:كنزالعقال باب الإكمال من الفصل الثاني في الإنظار والمسامحة ج٦ص٣١٢ :الترغيب والترهيب(المنذري) ج۲ص۲۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی رضا کے لئے معاف کر دیا ہے،

چنانچہ اُس نے اَپنے ہاتھ سے اُسکے اُدھار مال کی لکھت پڑھت والا صفحہ نکال کر پھاڑ دیا۔(کہ آج کے بعد اس سرمائے کا کوئی تم سے مطالبہ نہیں کرسکے گا۔)

اس کے اس عمل پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اتنا خوش ہوا کہ قیامت والے دن اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فرشتوں سے اُسکا رجسٹر منگوائے گا اَور اُس رجسٹر سے اسکے گناہوں والا صفحہ اس طرح پھاڑ پھینکے گا جس طرح اُس نے اُس غریب کے قرض کا کھاتہ پھاڑ دیا تھا۔

اُس نے دنیا میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ایک تنگدست بندے کے آنسوں اس پیار سے پونچھے کہ وہ روتا ہوا چہرہ خوشی سے کھل کھلا اُٹھا آج اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اُسے دُوزخ کا خوف دلا کر رونے نہیں دے گا بلکہ سب سے پہلے اَپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے کر اُس کے آنسو اَپنے دامنِ رحمت سے پونچھ کر اُسے خوش کر دیگا اور عقل والوں کے لیے یہ سَودا مہنگا نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

4

باب

چند حرام اور معیوب پیشے

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا
ویرزقہ من حیث لا یحتسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

اے گناہوں کے بخشنے والے (ہمیں بخش دے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

چند حرام اور معیوب پیشے

شریعت اسلامیہ ہر جائز و حلال پیشے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿عَنِ الْمِقْدَامِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ « مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ »﴾[1]

حضرت مقدام (بن معدی کرب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کسی شخص نے کبھی کوئی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس کھانے سے بہتر ہو جو اس نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھایا ہے اور اللہ کے پیغمبر داود علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔

اسی طرح آپ ﷺ کی طرف ایک اور روایت بھی منسوب کی جاتی ہے جسے ہم بچپن سے سنتے چلے آرہے ہیں اور بچوں کے اسکول کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے لیکن کوشش بسیار کے باوجود تادم تحریر بندہ اس کے اصل مأخذ تک نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی صحت اور عدم صحت سے متعلق آگاہی حاصل کر سکا؛ اور وہ روایت ہے

﴿اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللهِ﴾

1۔ بخاری: کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ(2072)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ جل جلالہ کا دوست ہے۔

اس میں ہاتھ سے کئے جانے والے تمام فنون اور کسب شامل ہیں بشرطیکہ وہ درست اور جائز ہوں، جیسے راج گیری ، مزدوری، کارپینٹری، خطاطی، سلائی، کڑھائی، بُنائی، چنائی وغیرہ لیکن کچھ پیشے اور کسب ایسے ہیں جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں یا شریعت نے اُس کی کمائی اور اُجرت کو پسند نہیں فرمایا جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ فی نفسہٖ معیوب نہیں ہے بلکہ درست اور جائز مقدمے کی پیروی کر کے اُجرت لینا بھی جائز ہے لیکن ہمارے ہاں رواج یہ ہے کہ بڑے سے بڑا وکیل بھی وہی شخص کرتا ہے اور بڑی سے بڑی فیس بھی وہی شخص دیتا ہے جس کا کیس جھوٹا ہو، اس لئے زیادہ سے زیادہ فیس کمانے کے چکر میں اکثر وکیل اپنی حلال کمائی کو بھی حرام کر بیٹھتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں آپس میں ہرگز تعاون نہ کرو۔

گلوکاری کا پیشہ

نہ صرف یہ کہ یہ پیشہ معیوب وناجائز ہے بلکہ اس کے ساتھ اور بھی حرمت پر مبنی اشیاء شامل ہو جاتی ہیں لہٰذا یہ صرف گناہ ہی نہیں بلکہ گناہ در گناہ ہے جیسے طبلہ، سارنگی، ہارمونیم، گٹار، بانسری، الغرزہ، تنبورہ، شہنائی اور ڈھولک وغیرہ یہ تمام آلات

1۔ سورۃ المائدہ :۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موسیقی شرعاً حرام و ناجائز ہیں اور یہ تمام آلات گلوکاری کا ایک حصہ ہیں بلکہ معاشرے کی پستی کا یہ عالم ہے کہ گانے بجانے اور گانے سننے کو روح کی غذا اور تسکین کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے، اسی لئے اس کی پریکٹس کو مشق یا پریکٹس کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ احتراماً ریاض یا ریاضت کہا جاتا ہے جبکہ قرآن مجید میں

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾[1]

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غافل کرنے والی چیزیں خریدتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کریں اور اسے ہنسی و مذاق بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے اور (یہ ایسا شخص ہے کہ) جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتے ہوئے اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے آپ اسے درد ناک عذاب کی خبر سنا دیں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "لھو الحدیث" کا مطلب گانا بجانا اور آلاتِ طرب وغیرہ ہیں۔

۲) سیدنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں:

1۔ سورۃ لقمان : ٦، ٧

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلْغِنَاءُ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ﴾[1]

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! اس آیت میں "لہو الحدیث" سے مراد گانا بجانا ہے، یہ بات آپ نے تین مرتبہ دہرائی۔

۳) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مدارج السالکین" میں علی بن ابی طلحہ کے حوالے سے اور تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تصریح ہے کہ:

اَلْكَبَائِرُ كُلُّ ذَنْبٍ خَتَمَهُ اللّٰهُ بِنَارٍ اَوْ لَعْنَةٍ اَوْ غَضَبٍ اَوْ عَذَابٍ﴾[2]

ہر وہ گناہ جس کے بیان کا اختتام اللہ جل جلالہ نے آگ، غضب، لعنت یا عذاب کے الفاظ کے ساتھ کیا ہو، وہ کبیرہ گناہ ہے۔

۴) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ ، يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُوا ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ ، وَ يَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾[3]

1۔ ابن ابی شیبۃ ۳۰۹/۶، تفسیر ابن کثیر ۴۸۶/۳، تفسیر ابن جریر طبری ۶۲/۲۱،

2۔ مدارج السالکین:ابن قیم الجوزیۃ:فصل وأما الکبائر:فاختلف السلف فیھااختلافالایرجع إلی تباین وتضاد: وتفسیر ابن کثیر سورۃالنساء رقم الآیۃ(31)

3۔ بخاری کتاب الأشربۃ، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ(۵۰۹۰)، مسند الشامیین ۳۳۴/۱(۵۸۸) المعجم الکبیر (۳۴۱۷)، بیہقی ۲۲۱/۱۰، ابوداؤد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زِنا، ریشم، شراب اَور باجے حلال ٹھہرائیں گے اَور چند لوگ اِیک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے۔ شام کو ان کا چرواہا ان کے جانور لے کر ان کے پاس آئے گا اَور ان کے پاس اِیک فقیر آدمی حاجت و ضرورت کیلئے آئے گا، وہ اسے کہیں گے ہمارے پاس کل آنا، رات کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ان پر پہاڑ گرا کر انہیں تباہ کردے گا اَور ان میں سے کچھ لوگوں کو بندر اَور سور بنا دے گا وہ قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باجے گاجے حلال سمجھنے والے لوگ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ یہاں بندر اَور سور کا بالخصوص ذِکر کیا گیا ہے اَور بندر حرص میں اَور سور بے حیائی میں ضرب المثل ہے یعنی اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ صفات کے حاملین دنیا دار، شہوت پرست اَور حریص و لالچی ہوں گے اَور بے حیائی و بے غیرتی میں سور کی مثل ہوں گے۔

۵) سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللہ حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْخَمَرَ وَالْمَیْسِرَ وَالْکُوْبَۃَ وَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ﴾[1]

یقیناً اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تم پر شراب، جوا اَور طبلہ حرام کیا ہے اَور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(۴۰۳۹)، تهذیب السنن ۲۷۱/۵، تاریخ کبیر ۳۰۴/۱

1- مسند احمد ۲۸۹/۱، کتاب الأشربة، بیہقی ۲۲۱/۱۰، طبرانی کبیر ۱۰۱/۱۲، دارقطنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶) نافع رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا قَالَ فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ وَقَالَ لِي يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قَالَ فَقُلْتُ لاَ. قَالَ فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ وَقَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا﴾[1]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو اُنہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور راستے سے ہٹ گئے اور مجھ سے پوچھا: "اے نافع! کیا تو کوئی آواز سن رہا ہے؟" میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے نکال لیں اور فرمایا: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے اسی طرح کی آواز پر ایسا ہی کیا۔

۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ « فِي هَذِهِ الأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ ». فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَتَى ذَاكَ قَالَ « إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ »﴾[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اُمّت میں زمین کے اندر دھنسنا،

1- ابوداؤد کتاب الأدب، باب کراہیۃ الغناء والزمر(۴۹۲۴)، بیہقی ۲۲/۱۰، المنتقی النفیس ص۳۰۴، موارد الظمآن(۲۰۱۳) مسند احمد (۸/۲) ، حلیۃ الأولیاء (۱۲۹/۶)، طبرانی صغیر (۱۳/۱)

2- ترمذی کتاب الفتن : باب ما جآء فی علامۃ حلول المسخ والخسف (۲۲۱۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورتیں بدلنا اور بہتان بازی پیدا ہوگی۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ایسا کب ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب گلوکارائیں اور طبلے سارنگیاں عام ہوں گی اور شرابیں پی جائیں گی۔

۸) ﴿اِنَّمَا نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ فَاجِرَيْنِ، صَوْتِ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَ صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ﴾[1]

مجھے دو بدترین آوازوں سے روکا گیا ہے، خوشی کے وقت بانسری کی آواز سے اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز سے (یعنی نوحہ خوانی وغیرہ سے)۔

۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَ كَسْبِ الزَّمَّارَةِ﴾[2]

نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت اور گلوکارہ کی کمائی سے منع کیا ہے۔

مذکورہ دلائل سے آپ اچھی طرح جان چکے ہونگے کہ شرعاً گلوکاری اور اس سے متعلقہ آلات اسلام کی نظر میں کس قدر مذموم اور عذابِ الٰہی کو دعوت دینے والے ہیں لیکن افسوس کہ ہم اسے حکومتی سطح پر ثقافتی سرمایہ قرار دیتے ہیں کچھ تو گلوکار ہیں اور کچھ باپ گلوکار ہیں جس میں برگر فیملی کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی مشترکہ اچھل کود

1- ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الرخصة فی البکاء علی المیت (۱۰۰۵)، طبقات ابن سعد ۱۳۸/۱، مسند طیالسی (۱۶۸۳)، حاکم ۴۰/۴، شرح السنة ۴۳۱/۵۔
امام بغوی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

2- شرح السنة ۲۳/۸(۲۰۳۸)، بیہقی ۱۲۶/۶، غریب الحدیث لأبی عبید ۳۴۱/۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور بابا ہو سے ملک کی ینگ جنریشن کو نام نہاد روشن خیالی کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ اللہ جل جلالہ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین)

قحبہ گری کا پیشہ

غیر مسلم ممالک میں تو اس ملعون پیشے کو قانونی حیثیت حاصل ہے باقاعدہ اسکولوں اور کالجوں میں جنسی تعلیم ایک سبجیکٹ کی حیثیت رکھتی ہے، طوائف پیشہ افراد کو باقاعدہ لائسنس دیئے جاتے ہیں اور اسے ایک پیشہ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ اسلام اپنی پاکیزگی اور حیا داری کے پیش نظر اس پیشہ کی جڑ پر تیشہ چلاتا ہے اس پیشے میں ملوث چاہے کوئی آزاد عورت ہو یا لونڈی اسلام اُسے جسم فروشی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❖ ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾[1]

اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں محض اس لئے کہ دنیوی فائدہ تم کو حاصل ہو جائے۔

❖ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: «جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَعَهُ جَارِيَةٌ مِنْ أَجْمَلِ النِّسَاءِ تُسَمّٰى مُعَاذَةَ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذِهِ لِأَيْتَامِ فُلَانٍ أَفَلَا نَأْمُرُهَا بِالزِّنَا فَيُصِيْبُوْنَ مِنْ مَنَافِعِهَا؟ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " لَا " فَأَعَادَ

1۔ سورۃ النور: ۳۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْكَلَامَ﴾[1]

عبداللہ بن اُبی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک لونڈی تھی جو بہت زیادہ خوبصورت تھی اور اُسکا نام معاذہ تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ لونڈی فلاں یتیموں کی ہے، کیا ہم اسے زِنا کا حکم نہ دیں تاکہ اس کا نفع ان یتیموں کو ملے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

اس طرح نبی ﷺ نے اس گندے پیشہ کی بالکل ممانعت کردی خواہ اس کی کمائی سے کسی بے سہارا یتیم کو فائدہ پہنچتا ہو یا کسی بے روزگار کی روزی اس سے کیوں نہ جڑی ہو اور کتنا ہی اچھا مقصد کیوں نہ پیش کیا جائے، تاکہ اسلامی معاشرہ اس قسم کی خبیث اور مہلک باتوں سے پاک رہے۔

جوئے بازی کا پیشہ

بہت سے لوگ جو محنت سے جی چراتے اور نہایت آرام سے حرام کی کھانا چاہتے ہیں تو اُسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں بعض لوگ تو اپنا مکان اور بیوی تک داؤ پر لگا دیتے ہیں، صاحبِ تحفۃ الاحوذی علّامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاحوذی میں قمار (جوئے) کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الْقِمَارَ يَكُونُ الرَّجُلُ مُتَرَدِّدًا بَيْنَ الْغَنَمِ وَالْغَرَمِ﴾[2]

یعنی قمار میں مقامر کو یا نفع ہی نفع ہوتا ہے یا نقصان ہی نقصان۔

1۔ تفسیر رازی ج۲۳ ص۲۲۰ فی تفسیرسورۃالنور:الآیۃ 33

2۔ تحفۃ الاحوذی ۳۰/۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب وہ بازی لگاتا ہے تو ہارنے کی صورت میں اس کی اپنی پونجی بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور اگر وہ بازی جیت لیتا ہے تو دوسرے بازی لگانے والوں کا سرمایہ بھی اس کو مل جاتا ہے اس میں سراسر نقصان یا سراسر فائدہ ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ میسر (جوا) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿لأنَّ الْمَيْسِرَ مَا يُوْجِبُ دَفْعَ الْمَالِ، أَوْ أَخْذَ مَالٍ﴾[1]

یعنی قمار اس کو کہتے ہیں جس میں سارا مال ہاتھ سے نکل جاتا ہے یا سارا اس کی جھولی میں آگرتا ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

قمار، قمر سے ماخوذ ہے اور قمر کبھی بڑھتا رہتا ہے کبھی گھٹتا رہتا ہے اور قمار کو قمار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو جوا کی بازی لگاتے ہیں تو کسی کا سارا مال اس کے ساتھی کو مل جاتا ہے اور کبھی اس کے ساتھی کا مال اُسے مل جاتا ہے۔

جب ایک کا مال بغیر کسی اِستحقاق کے دوسرے کو مل جاتا ہے تو اس سے بغض و عناد کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں اور باہمی محبت و ایثار کے جذبات کا نام و نشان نہیں رہتا، کیونکہ یہ اکل بالباطل اور عداوت کے جذبات کو فروغ دینے کا باعث ہے اس لئے شریعتِ اِسلامیہ نے قمار کو حرام کر دیا ہے۔

ا۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[2]

تم آپس میں اپنے اموال باطل اور ناجائز ذریعہ سے مت کھاؤ۔

1۔ تفسیر کبیر ۲/۲۲۰

2۔ سورۃ النساء ۲۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾[1]

اے ایمان والو! یہ شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر، سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

۳۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ارشاد ہے:

قمار اور جوئے کو حرام قرار دینے کی حکمت ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾[2]

یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض، شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک دے تمہیں یادِ الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو۔

اس آیت میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے شراب و جوئے کی حرمت کی حکمتیں بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی سے باہمی محبت و پیار کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور حسد و عداوت کے شعلے بھڑکنے لگتے ہیں کیونکہ جب کسی جسمانی کاوش اور ذہنی ریاضت کے بغیر کسی کی دولت کسی کو مل جاتی ہے تو باہمی خیر سگالی کے جذبات دم توڑ دیتے ہیں اور ہارنے والے کے سینہ میں حسد و عناد کے انگارے دہکنے لگتے ہیں نیز یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر سے انسان کو غافل کر دیتا ہے اور نماز پڑھنے کی مہلت بھی نہیں دیتا۔

1۔ سورۃ المائدہ ۹۰

2۔ سورۃ المائدہ:۹۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رقّاصی کا پیشہ

حیاء سوز لباس میں ملبوس جوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے جسم کو مختلف زاویوں اور مختلف انداز میں جنسی ہیجان پیدا کرتے ہوئے حرکت دیتے ہیں یہ بھی انتہائی شرمناک پیشہ ہے، بعض دفعہ رقص و سرود کی محفلوں میں شراب کا دور بھی چلتا ہے اور آلاتِ موسیقی تو اس کا جزوِ بدن ہیں، پائل کی آواز پر تھرکتا بدن شرکاء محفل کو زنا کی دعوت دیتا ہے یا کم از کم اُسے زنا کے قریب تو کر ہی دیتا ہے، جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾[1]

زنا کے قریب نہ جاؤ، وہ بے حیائی کا کام اور بہت بُرا راستہ ہے۔

یعنی زنا کی ممانعت پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کی قربت کو بھی ممنوع فرمایا۔

جن باتوں کو لوگ جذبات انگیز سمجھتے ہیں وہ سب اس بے حیائی سے قریب کرنے والی باتیں ہیں بلکہ اس پر آمادہ کرنے والی اور اس کی ترغیب دینے والی ہیں تو یہ کتنے بُرے کام ہیں جو لوگ کرتے ہیں۔

پتنگ سازی و پتنگ بازی

بسنت کے تہوار یا جوئے کے طور پر ہمارے معاشرے میں پتنگ بازی کا بہت رواج ہو گیا ہے اسی سے پتنگ سازی کو بھی فروغ ملا چھوٹے طبقے سے لے کر بڑے طبقے تک سبھی پتنگ بازی کے اسیر ہو چکے ہیں بعض ہستیوں کے تو مانجے بھی امریکا اور لندن سے امپورٹ ہوتے ہیں اس کا کھیل ہو یا اس کا کاروبار دونوں شرعاً معیوب اور

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل ۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرام ہیں چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ: شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً. ﴾[1]

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتری کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان ہے، شیطانی کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔

اُڑتے ہوئے کبوتر کے پیچھے بھاگنا یا اُڑتی ہوئی کٹی پتنگ کا پیچھا کرنا ہم معنی ہے کبوتر اُڑا کر کبوتر باز کا لقب پانا یا پتنگ اُڑا کر پتنگ باز کہلانا ایک ہی چیز ہے اور اس میں شرعاً واخلاقاً بہت سے نقصان کے پہلو موجود ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱) پتنگ بازی کی وجہ سے پتنگ باز نماز ہی سے غافل ہوجاتا ہے اور اللہ جل جلالہ نے جوئے اور شراب کے حرام ہونے کی ایک علت یہ بھی بیان فرمائی ہے:

﴿ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ﴾[2]

اور وہ تمہیں اللہ جل جلالہ کے ذکر اور نماز سے روکتے ہیں۔

۲) پتنگ اکثر مکانوں کی چھت پر کھڑے ہو کر اڑائی جاتی ہے جس سے آس پاس والے گھروں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

۳) بعض اوقات پتنگ اڑاتے ہوئے لوگ نیچے گر جاتے ہیں اس میں خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے بھی منع فرمایا ہے جس میں منڈیر نہ ہو، تاکہ انسانی جان کا ضیاع نہ ہو۔

1۔ ابوداؤد: کتاب الادب باب فی اللعب بالحمام: وابن ماجہ (ایضا): ومسند احمد

2۔ سورۃ المائدۃ: ۹۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴) اسی طرح اس کی ڈوری سے آئے دن لوگوں کا زخمی ہونا، گلے کٹ کر ہلاک ہونا یہ تو روز کا معمول بن گیا ہے ایسی افسوسناک خبریں اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

کسی اِنسان کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے اگر چہ بلاارادہ ہی ہو بلکہ حدیث میں آیاہے کسی اِیک اِنسان کو ناحق قتل کرنا تمام اِنسانوں کو قتل کرنے کے برابر گناہ ہے۔

۵) اس میں مال کو بے جا خرچ کرنا ہے،اور بے جاخرچ کرنا اسراف ہے قرآن کریم نے اَیسے لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے:

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ﴾[1]

بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔

لہٰذا پتنگ اُڑانا شرعاًناجائز اور حرام ہے، اگر اس کے ساتھ ہار جیت بھی شامل ہو تو قمار کااطلاق بھی ہو گا ،جب شرعاً پتنگ اڑانا ناجائز بلکہ حرام ٹھہرا تو پتنگ سازی اس حرام کام کے لئے معاون بننا ہے، تو جس طرح دوسرے آلاتِ معصیت کی تجارت حرام ہے پتنگ کی تجارت بھی حرام ہوگی اس لئے اِجتناب لازم ہے، اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا اِستعمال بھی جائز نہیں ہو گا۔

بے گناہ ہلاکتوں اور تضیعِ اوقات اور فضول خرچی کے پیش نظر اب تو ہماری عدالتیں بھی اس کے خلاف فیصلہ سنا چکی ہیں۔

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل:۲۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجسمہ سازی اور فوٹو گرافی کا پیشہ

مجسمہ سازی کا پیشہ بھی اِن دنوں زوروں پر ہے بالخصوص کپڑا مارکیٹوں، بڑے بڑے بوتیک سینٹروں میں، ساڑھی ہاؤس، شرارہ ہاؤس کے نام سے کھلی دُکانوں میں ایسے مجسموں کی بڑی مانگ ہوتی ہے قدِ آدم لیڈیز اینڈ جینٹس کے مجسمے مختلف ڈیزائنوں کی نمائش کے لئے سلے ہوئے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں جبکہ اِسلام نے انہیں حرام قرار دیا ہے چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ، إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَ إِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لاَ أُحَدِّثُكَ إِلاَّ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ سَمِعْتُهُ يَقُولُ، مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ، حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا». فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ. فَقَالَ وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلاَّ أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ﴾[1]

حضرت سعید بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! میرا ذریعہ معاش کاریگری ہے اور میں اس قسم کی تصویریں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ

1۔ البخاری: کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیھا الروح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہی تمہیں سناؤں گا میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو تصویر بنائے گا اسے اللہ جل جلالہ عذاب دے گا کہ وہ اس میں روح پھونک دے لیکن وہ کبھی اس میں روح پھونک نہ سکے گا یہ سن کر اس شخص کا چہرہ متغیر ہو گیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر (غیر ذی روح اشیاء کی) درخت وغیرہ جیسے مناظر کی تصویریں بناؤ۔

کسی جاندار کی تصویر بنانا، مجسمہ بنانا، مورتی بنانا (جس کو عربی میں تمثال کہا جاتا ہے) یا ایسی تصویر جو کسی کپڑے، کاغذ یا دیوار وغیرہ میں بنی ہوئی ہو، چاہے ہاتھ سے بنائی ہو یا جدید مشینی آلات سے بنی ہو، جس کو عربی میں صورۃ کہا جاتا ہے سب حرام ہیں۔

❖ حرمت کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ دنیا میں بت پرستی کی بنیاد تصویر سازی اور اس کا احترام بنی ہے، جس کی تفصیل کتبِ تاریخ میں موجود ہے اور بت پرستی ہی شرک کی بنیاد ہے جبکہ شرک اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے جب تک کہ بندہ زندگی میں تائب نہ ہو۔

○ حرمت کی دوسری وجہ تشبیہ بخلق اللہ یعنی صفتِ تخلیق میں اللہ جل جلالہ کی مشابہت اختیار کرنا ہو سکتی ہے، یہ بھی جرمِ عظیم ہے۔

﴿قوله عليه السلام إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ﴾[1]

1۔ بخاری: اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة (5950) ومسلم کتاب اللباس والزینة، باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولا صورة (5659) والنسائی (5381) وغیرهم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب مصوّروں (تصویر بنانے والوں) کو دیا جائے گا۔

﴿حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ فَرَأَى أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً﴾[1]

حضرت ابو زُرعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس کے اوپر ایک مصور تصویریں بنا رہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا، جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرتا ہے، پس اس کو چاہئے کہ وہ ایک ذرہ پیدا کر کے دکھائے یا کوئی دانہ یا جو پیدا کر کے دکھائے۔

﴿وقوله ﷺ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ تَمَاثِيلُ أَوْ تَصَاوِيرُ﴾[2]

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس گھر میں مورتی یا تصویر ہو، اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

1۔ صحیح بخاری: (5953)اللباس، باب نقض الصور:التوحید،وباب قول الله تعالى والله خلقكم....

2۔ مؤطاامام مالك:الاستئذان باب ما جاء فی الصور والتماثیل(1771):والترمذی(3035)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چونکہ تصویر سازی حرام ہے ، اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے ، لہٰذا جانداروں کی مجسمہ سازی یا فوٹو گرافی کا پیشہ ، اسی طرح پروگراموں کی مووی وغیرہ بنانا اس کو پیشہ کے طور پر اِختیار کرنا حرام ہے اَور اس سے حاصل ہونے والی کمائی حرام ہے، لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تصویر بنانا، بنوانا، خریدنا، فروخت کرنا، قلمی ہو یا عکسی، منقش ہو یا مجسمہ، صرف چہرہ ہو یا پوری، یہ بڑے گناہ کا کام ہے اَور حرام ہے ، لہٰذا اگر کسی نے تصویریں بنالیں تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کو مٹائے اور ضائع کر دے۔

یاد رہے کہ اس حکم میں ایسی تمام تصاویر شامل ہیں جنھیں بطورِ یادگار، بطورِ عقیدت یا بطورِ زینت کے رکھا یا لٹکایا جاتا ہے، البتہ مقصدیت کا فرق حکم میں تبدیلی پیدا کر دے گا جیسے شناختی کارڈ یا پاسپورٹ کے لیے تصویر بنانا یا بنوانا استثنائی شکلیں ہو نگی۔

بیوٹی پارلر کا پیشہ

فیشن کی دنیا میں تقریباً ہر علاقے میں اس طرح کے سینٹر کھول دیئے گئے ہیں مختلف طبقات کے لوگوں کے لئے مختلف اقسام کے بیوٹی پارلر موجود ہیں بڑے بڑے بیوٹی پارلروں میں بعض جگہ خواتین کی آرائش و زیبائش کا کام بھی مرد حضرات انجام دیتے ہیں جو اس پیشہ میں ماہر گردانے جاتے ہیں پھر اُس میں بہت سے کام خلاف شرع بھی کئے جاتے ہیں مثلاً چہرے کے بال نچوانا، ابرو بنانا، پورے جسم سے بال صاف کرانا، بال لمبے دکھانے کے لئے اصل بالوں کے ساتھ نقلی بال لگوانا، بالوں کی خلاف شرع فیشن ایبل کٹنگ کرانا وغیرہ اگر یہ کام نہ کئے جائیں تو بیوٹی پارلروں کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اس لئے یہ لوازمات بیوٹی پارلروں کے ساتھ لازم و ملزوم ہو چکے ہیں جبکہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے چہرے کے بال اُکھیڑے کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ کی تخلیق کو بدلنا ہے اور شیطانی عمل ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کام کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

﴿ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ. قَالَ فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ وَكَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَتَتْهُ فَقَالَتْ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ وَمَا لِيَ لاَ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَيِ الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُهُ. فَقَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ فَإِنِّي أَرَى شَيْئًا مِنْ هَذَا عَلَى امْرَأَتِكَ الآنَ. قَالَ اذْهَبِي فَانْظُرِي. قَالَ فَدَخَلَتْ عَلَى امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ فَلَمْ تَرَ شَيْئًا فَجَاءَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا. فَقَالَ أَمَا لَوْ كَانَ ذَلِكَ لَمْ نُجَامِعْهَا ﴾[1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اللہ جل جلالہ نے

1۔ مسلم: باب تحريم الواصلة والمستوصلة، ابوداود، ابن ماجه

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گودنے والی اور گدوانے والی اور چہرے کے بال اُکھیڑنے والی، خوبصورتی کے لئے دانتوں پر سونا چڑھانے والی اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی تخلیق میں تغیر کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، بنو اسد قبیلے کی اُمِّ یعقوب نامی عورت کو یہ بات پہنچی تو وہ آئی اور اس نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے اس طرح لعنت کی ہے ؟ تو عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لعنت کی ہو اور وہ کتاب اللہ میں بھی موجود ہو ؟ اس نے کہا میں نے پورا قرآن پڑھا ہے مگر اس میں یہ چیز مجھے نہیں ملی تو عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ بات مل جاتی، کیا تو نے یہ نہیں پڑھا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فرماتا ہے : رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو چیز تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں، اس سے باز آجاؤ۔ تو اس نے کہا کیوں نہیں؟ تو عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا اللہ کے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کام سے روکا ہے تو اس عورت نے کہا تمہاری بیوی میں بھی یہ بات موجود ہے انہوں نے کہا جاؤ اور دیکھو، وہ گئی اور اسے ان کی بیوی میں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی پھر واپس آئی تو عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا اگر اس میں ایسا عمل موجود ہوتا تو میں اس کے ساتھ مجامعت نہ کرتا۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے چہرے کے بال اُکھیڑے یا دیگر فیشن وغیرہ کیلئے دانت رگڑ کر خوبصورت کرے یا چہرے اور باقی جسم پر نیل یا سرمہ وغیرہ بھر کر پھول بنائے کیونکہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسے فعل پر لعنت کی ہے اور جس فعل پر لعنت ہو اس کا ارتکاب حرام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، البتہ جن عورتوں کو مردوں کی طرح داڑھی، مونچھوں کے بال آتے ہوں تو وہ انھیں ختم کرائیں کیونکہ فریقین پر ایک دوسرے کی مشابہت حرام ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت بیان کی ہے کہ:

﴿قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ ، فَامَّرَقَ شَعَرُهَا ، وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا أَفَأَصِلُ فِيهِ فَقَالَ «لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ» ﴾[1]

فرماتی ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لڑکی کو چیچک نکلی تو اس کے بال اتر گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے کیا میں اس کے بالوں میں مصنوعی بال لگا سکتی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

○ ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ ﴾[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا: لعنت ہے اللہ جل جلالہ کی اُن عورتوں پر جو اپنے حسن کیلئے جسم گودتیں اور گودواتی ہیں، بال

1۔ صحیح بخاری: کتاب اللباس ،باب الموصولۃ،وباب الوصل فی الشعر (۵۹۴۱)

2۔ صحیح بخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ (۵۵۹۹) صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم فعل الواصلۃ (۲۱۲۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اُکھاڑتی اَور اُکھڑواتی ہیں یا دانتوں کے درمیان کشادگی یہ اُن عورتوں کا شیوہ ہیں جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی تخلیق کو بدلنا چاہتی ہیں۔

عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے رِوایت بیان کی ہے کہتے ہیں:

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ﴾[1]

لعنت کی ہے اللہ نے اِضافی بال لگانے والی اَور لگوانے والی عورتوں پر اَور (خوبصورتی پیدا کرنے کیلئے) جسم پر رنگ بھرنے والی اَور بھروانے والی عورتوں پر۔

جسم گودنے سے مراد یہ ہے کہ بہت سے لوگ مرد اَور عورت اَپنے جسم میں چہرے یا دیگر حصوں پر آرائش اَور زیبائش کیلئے سوئی کی مدد سے جسم گدواتی ہیں جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جسم پر سوئیاں چبھو چبھو کر پھول، بیل بوٹے یا اَپنے نام وغیرہ لکھے جاتے ہیں اَور اُن سوئیوں کے چبھونے کی جگہ پر سُرمہ، نیل یا کوئی اَور رنگ بھر دیا جاتا ہے جس سے اُس جگہ پر نیلا، کالا یا جو بھی رنگ بھرا ہو اسی رنگ کے پھول وغیرہ بن جاتے ہیں، یہ عمل خود کریں تو اِسے جسم گودنا کہتے ہیں، دوسرے سے کرائیں تو اِسے جسم گدوانا کہتے ہیں۔

بیوٹی پارلروں کے نام سے مارکیٹ میں کام کرنے والے ادارے در حقیقت شریعت سے بغاوت کے اَڈّے ہیں جہاں لڑکے اَور لڑکیوں کو مختلف طریقوں سے اِیک دوسرے کیلئے سجایا جاتا ہے۔

1۔ صحیح بخاری:کتاب اللباس،باب الموصولۃ،(5933،5937):صحیح مسلم:کتاب اللباس والزینۃ،باب تحریم فعل الواصلۃ(5693) وابوداود،والترمذی وغیرہم

کتاب اور سنت کی روشنی میں لکھا گیا اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مثلاً نقلی بال (Wig) ، نقلی بھنویں (Eye Brows) ، نقلی پلکیں(Eye Lashes)، رنگ برنگے نقلی ناخن(Nails)، چہرے اَور جسم کے دیگر حصّوں کو آراستہ کرنے کیلئے بال اُکھاڑنا (Threading,Waxing) وغیرہ کرنا یا کرانا ،اَیسے تمام کام اِس حدیث کی روسے نا جائز اَور حرام ہیں اور جو کام لعنت کا موجب بنتے ہوں اُن کاموں کو پیشہ کے طور پر اَپنانا بدرجہ اَولیٰ معیوب و مذموم ہے۔

ٹی وی اَور فلم سازی کا پیشہ

ان پیشوں میں ہو سکتا ہے کچھ پہلو خیر کا بھی ہو لیکن ان کا شر یقینا ان میں موجود خیر سے کہیں بڑھ کر ہو گا چونکہ مشاہدہ اسی بات کی گواہی دیتا ہے کہ عریانیت، بے حیائی، نوجوان لڑکوں اَور لڑکیوں کا برملا اختلاط فیشن کی دنیا میں نت نئے اَنداز نیم عریاں اَورحیا سوز لباس،رقص وسرود،باجے اور گانے، عشق ومعاشقی کی داستانیں اور اخلاق سوز مناظر، اسی پیشے کی مرہونِ منت ہیں۔

چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ ﴾[1]

جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند ہیں ان کے لئے دنیا اَور آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سب کچھ جانتا ہے اَور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

1۔ سورۃ النور:۱۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گداگری کا پیشہ

گداگری بھی ایک بری لت ہے ،جسے پڑ جائے پھر جاتی نہیں، چونکہ بغیر محنت کے مفت کی مل جاتی ہے بلکہ بعض گداگروں نے تو علاقے ،چوراہے اور گلیاں بانٹ رکھی ہوتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں تو گداگروں کا ایک پورا نیٹ ورک ہے ، چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی اسی کی تربیت دے کر چوراہوں اور بس اسٹاپوں پر کھڑا کر دیا جاتا ہے تاکہ عوام الناس معصوم بچوں پر ترس کھا کر زیادہ دیں چنانچہ اس ضمن میں چند احادیث حسب ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

❖ ﴿ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم .مَايَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ ﴾[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت والے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

❖ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿ اَلْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى

1۔ بخاری:کتاب الزکاۃ،باب من سأل الناس تکثرا (1474)
مسلم:کتاب الزکاۃ باب کراھۃ المسئلۃ للناس (2445)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلاَّ أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لاَ يُجِدُ مِنْهُ بُدًّا ۔﴾[1]

بے شک سوال خراشیں ہیں جس کے ذریعے اِنسان اَپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے پس جو چاہے اسے اَپنے چہرے پر باقی رکھے اَور جو چاہے اسے چھوڑ دے، الایہ کہ اِنسان حاکم سے سوال کرے یا کسی اَیسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

❖ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَوْ يَعْلَمُ صَاحِبُ الْمَسْئَلَةِ مَالَه، فِيْهَا لَمْ يَسْئَلْ﴾[2]

اگر سوال کرنے والے کو علم ہو جائے کہ اس میں اس کے لئے کیا (ذلت و رسوائی اَور گناہ ہے) تو وہ کبھی سوال نہ کرے۔

❖ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ سَأَلَ وَهُوَ غَنِيٌّ عَنِ الْمَسْأَلَةِ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهِيَ خموش فی وجهه﴾[3]

www.KitaboSunnat.com

جس نے مستغنی ہوتے ہوئے سوال کیا تو اسے قیامت کے روز اس حال میں اُٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرے میں خراشیں ہوں گی۔

1۔ صحیح الترغیب کتاب الصدقات باب الترهیب من المسألة (۷۹۲)، ابوداؤد(۱۶۳۹)، نسائی ۱۰۰/۵، ترمذی(۶۸۱)، ابن حبان فی صحیحه(۳۳۸۸)

2۔ صحیح الترغیب، کتاب الصدقات، باب الترهیب من المسألة (۷۹۷)، رواه الطبرانی فی الکبیر

3۔ صحیح الترغیب کتاب الصدقات باب الترهیب من المسألة (۸۰۰)، رواه الطبرانی فی الأوسط باسناد لا بأس به

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ «مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوشاً أَوْ كُدُوشاً فِي وَجْهِهِ». قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا غِنَاهُ قَالَ «خَمْسُونَ دِرْهَماً أَوْ حِسَابُهَا مِنَ الذَّهَبِ» ﴾[1]

جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ سوالی کے چہرے پر چھلا ہوا نشان بن کر آئے گا، سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آدمی کو کتنا مال کفایت کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔

❖ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ «مَنْ يَتَقَبَّلُ لِي بِوَاحِدَةٍ وَأَتَقَبَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ». قُلْتُ أَنَا. قَالَ «لاَ تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا». قَالَ فَكَانَ ثَوْبَانُ يَقَعُ سَوْطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ فَلاَ يَقُولُ لِأَحَدٍ نَاوِلْنِيهِ حَتَّى يَنْزِلَ فَيَأْخُذَهُ ﴾[2]

جو شخص میری ایک بات قبول کرلے میں اس کے لئے جنت کا ذمہ لیتا ہوں، میں نے کہا میں قبول کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے کسی بھی چیز کا سوال نہ کر، پھر ثوبان رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ وہ سوار ہوتے اور ان کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے یہ نہ کہتے کہ میرا کوڑا مجھے پکڑا دو بلکہ خود اتر کر اٹھاتے۔

1۔ ابن ماجہ:الزکاۃ،باب من سأل عن ظهر غنى(1913)،احمد(ابن مسعود) (3747)

2۔ ابن ماجہ کتاب الزکاۃ باب کراهية المسئلة(1910)،احمد(من حديث ثوبان)(22048)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قسم ہے پیدا کرنے والے کی کہ آج تک چشم فلک نے صحابہ کرام سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی ذات اور بات سے محبت رکھنے والا اور ان پر عمل کرنے والا نہیں دیکھا۔

ہیئر ڈریسنگ کا پیشہ

مطلقاً تو شریعت نے اس پیشہ سے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا البتہ عصر حاضر میں یہ شعبہ جس طرح کے کاموں میں الجھ گیا ہے وہ ضرور ناپسندیدہ ہیں، بالوں کی کٹنگ خلافِ سنت کرنا، خلافِ سنت مونچھوں کے ڈیزائن دینا، داڑھی مبارک مونڈنا، یا اُسکے مختلف ڈیزائن اور نقشے بنانا حتی کہ اگر آپ بیس، پچیس منٹ تک کسی حجام کی دوکان پر کھڑے ہوجائیں تو آپ دیکھیں گے اس عرصہ میں کتنے لوگ چھل چھلا کر فارغ ہوجاتے ہیں، بعض کے چہروں پر جغرافیکل ڈیزائننگ (Geographical Designing) اس قدر خوفناک ہوتی ہے کہ وہ چہرہ کسی بہت بڑے زلزلے یا بہت بڑی جنگ کے بعد کا منظر پیش کر رہا ہوتا ہے ایسے لوگ اگر کسی گلی کوچے میں راہ چلتے اچانک بچوں کے سامنے آجائیں تو بچے چیخ کر ماں سے لپٹ جاتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے میں حجام ہی کا تو اصل کردار ہوتا ہے اس لئے اِس اِعتبار سے یقیناً یہ پیشہ معیوب ہو چکا ہے۔

داڑھی فطرتِ اِسلام میں داخل ہے جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ .....﴾[1]

1۔ مسلم: الطهارة، باب خصال الفطرة (627)، ابوداود: باب السواك من الفطرة (53) وغيرهم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دس خصلتیں فطرت سے ہیں ،ان میں سے مونچھیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا بھی ہے۔

اِعفاءُ اللحیۃ کا معنی یہ ہے کہ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دے ، اس میں کاٹ چھانٹ نہ کرے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

﴿فَحَصَلَ خَمْسُ رِوَايَاتٍ: أَعْفُوْا وَأَوْفُوْا وَأَرْخُوْا وَأَرْجُوْا وَوَفِّرُوْا، وَمَعْنَاهَا كُلِّهَا: تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا﴾[1]

پانچ (مختلف) روایات سے پانچ طرح کے الفاظ (: أَعْفُوا، وَأَوْفُوا، وَأَرْخُوا، وَأَرْجُوا، وَوَفِّرُوا،) ملتے ہیں ان سب کا ایک ہی معنی ہے کہ داڑھی کو اُس کی اَپنی حالت پر چھوڑ دو۔

علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ:

○ ﴿أَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ إِذَا فُعِلَتْ اتَّصَفَ فَاعِلُهَا بِالْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللهُ الْعِبَادَ عَلَيْهَا وَحَثَّهُمْ عَلَيْهَا وَاسْتَحَبَّهَا لَهُمْ لِيَكُونُوا عَلَى أَكْمَلِ الصِّفَاتِ وَأَشْرَفِهَا صُورَةً﴾[2]

ان اشیاء پر اگر عمل کیا گیا تو ان کا عامل اس فطرت سے متّصف ہو گا جس پر اللہ جل جلالہ نے بندوں کو پیدا کیا اور ان کو اس پر رغبت دلائی اور

1۔ شرح نووی علی مسلم:الطهارة، باب خصال الفطرة(383)

2۔ نیل الاوطار:الطهارة، باب سنن الفطرة (ص 284)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے لئے پسند فرمایا تاکہ وہ صورت کے لحاظ سے کامل ترین اور اعلیٰ صفات کے مالک بن جائیں۔

اس کے بعد مزید فرماتے ہیں:

○ ﴿ هِيَ السُّنَّةُ الْقَدِيمَةُ الَّتِي اِخْتَارَهَا الْأَنْبِيَاءُ وَاتَّفَقَتْ عَلَيْهَا الشَّرَائِعُ فَكَانَّهَا أَمْرٌ جِبِلِّيٌّ يَنْطَوُونَ عَلَيْهَا ﴾[1]

یہ سنت قدیمہ ہے جس کو تمام انبیاءعلیہم السلام نے اِختیار کیا اور تمام شریعتیں اس پر متفق ہیں کیونکہ یہ پیدائشی اور طبعی چیز ہے جس پر سب اکٹھے ہیں۔

دَلالی (Brokery) کا پیشہ

ہمارے ہاں بروکری کی جو شکلیں مروج ہیں اُن میں سے بعض شکلیں درست ہیں اور بعض ناجائز ہیں عموماً گاڑی کی خرید و فروخت ہو یا مکان اور پلاٹ وغیرہ کی خرید و فروخت ہو اس کے لئے گاڑی ڈیلروں، پراپرٹی ڈیلروں اِسٹیٹ ایجنٹوں سے واسطہ پڑتا ہے۔

ناجائز شکلیں:-

1) دونوں پارٹیوں کا بیک وقت اجیر ہونا غلط ہے یعنی بیچنے والے سے بھی معاوضہ لے اور خریدنے والے سے بھی لے تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ جس پارٹی کا اجیر ہے صرف اُسی سے اُجرت کا حق دار ہے۔

1۔ نیل الاوطار:الطهارة، باب سنن الفطرة، ج1ص284

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲) بروکر صرف اپنے مفاد کو عزیز رکھتا ہے اور اس ضمن میں اُسے متعدد بار جھوٹ کا سہارا بھی لینا پڑتا ہے مثلاً بیچی جانے والی چیز کے عیب سے خریدار کو لاعلم رکھنا جبکہ اُس کا عیب اُسے معلوم ہوتا ہے۔

3) غلط بیانی سے کام لینا اور فریقین کی غلط رہنمائی (Miss Guide) کرنا مثلاً بائع (Seller) سے کہنا کہ یہ بہت اچھی آفر ہے ورنہ مارکیٹ تو بالکل گر چکی ہے اور مزید اترنے والی ہے ایسا نہ ہو کہ بالکل زیرو ہو جائے دو چار لاکھ کو کیا دیکھنا، اور مشتری (Purchaser) کو یہ کہہ کر آمادہ کرنا کہ اس وقت مارکیٹ تو کافی چڑھی ہوئی ہے اور مزید چڑھنے کا امکان ہے ایسا نہ ہو کہ پھر مالک مکان کو بھی اسکی بھنک پڑ جائے اور چیز ہاتھ سے نکل جائے۔ علی ھذا القیاس، یہ باتیں شاید اُن کے فن کا حصہ ہوتی ہیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو انہیں بروکر کون کہے؟۔

۴) متعین کمیشن کے علاوہ بھی اکثر بروکر ٹاپ (Top) مارنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً مشتری (Purchaser) کو ۵۰ لاکھ پر آمادہ کرلیا، لیکن بائع (Seller) سے کہا جائے گا کہ مشتری (Purchaser) ۴۵ سے اُوپر راضی نہیں ہو رہا اور اگر بہت تیر مار لیا تو شاید ۴۶ لاکھ تک راضی ہو جائے اور اگر بائع (Seller) نے کہہ دیا کہ میری مشتری (Purchaser) سے میٹنگ کرادی جائے تاکہ میں خود اُسے ۵۰ پر لانے کی کوشش کر دیکھوں تب بروکر اُسے اصل پارٹی سے ملوانے کے بجائے اپنے کسی دوست کو فرضی پارٹی بنا کر اُس کے سامنے لائے گا اور وہ منصوبے کے مطابق ۴۵، ۴۶ سے اوپر نہیں بڑھے گا اس طرح اصل پارٹی سے ۵۰ لاکھ وصول کئے جائیں گے جبکہ بائع (Seller) کے حصے میں ۴۵، ۴۶ آئیں گے اور باقی ۴، ۵ لاکھ بروکر کی چالاکی کی نذر ہو جائیں گے اور مزید فریقین سے دو فیصد (2٪) کمیشن بھی انتہائی معصومیت اور سنجیدگی سے وصول کر لیا جائے گا، یہ تمام شکلیں شریعت کی نظر میں ناجائز اور حرام ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائز شکل:-

۱) بروکر بائع اور مشتری (فریقین) میں سے کسی ایک کا وکیل بنے اور اُسی سے معاوضہ وصول کرے جو پہلے سے متعین ہو۔

۲) بروکر جس کا وکیل ہے اُسی کے مفاد کے لئے کام کرے لیکن دوسرے کا نقصان بھی نہ سوچے۔

۳) بیچی جانے والی چیز سے متعلق جتنی معلومات اور جتنے نقائص اُسے معلوم ہیں، خرید و فروخت سے قبل اِنتہائی ایمانداری سے اَپنے مؤکل کو بتا دے۔

۴) فروخت سے قبل فریقین (اصل پارٹیوں) کی باہمی ملاقات کرائے۔

۵) فریقین میں سے کسی کے ساتھ دھوکا اور غلط بیانی نہ کرے۔

قوّالی کا پیشہ

قوّال عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ مبالغے کا صیغہ ہے اس کا اصل مادہ ق ول قول ہے، قوّال کا اُردو زبان میں اگر سلیس ترجمہ کیا جائے تو بہت زیادہ باتونی بنتا ہے اور بازاری زبان میں اس کا ترجمہ بکواسی بنے گا اور اُردو میں تنگیِ دلماں کے سبب لفظِ قوّال کا ترجمہ اس سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوسکتا، یہ نام بھی اِیک خاص مناسبت سے پڑا ہے کیونکہ قوّالوں کو اکثر دیکھا اور سنا ہوگا کہ وہ اِیک اِیک لفظ یا جملے کو بیک وقت پندرہ، پندرہ یا بیس، بیس مرتبہ بھی کہتے اور دہراتے ہیں۔

لطیفہ

اِیک دفعہ کسی محفل سماع میں اِیک قوّال اَپنے کارندوں اور سازندوں کے ہمراہ جلوہ گر ہوئے۔ اسٹیج سے تھوڑا فاصلے پر اِیک قنات لگی تھی اس قنات کے پچھلے حصّے سے وقفے وقفے سے دھواں بھی اُٹھ رہا تھا قوال صاحب نے قوالی شروع کی جس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ابتدائی بول تھے "خدا جانے پردے میں کیا ہو رہا ہے" طبلے کی تھاپ پر جب قوال نے خوب جھوم جھوم کر اس جملے کو حسبِ عادت پندرہ بیس مرتبہ دہرایا تو باورچی کو بہت غصہ آیا اُس نے حالتِ غصہ میں قنات ہٹائی اور کہا کہ "اتنا بے صبرہ ہے تو دیکھ لے تیرے لئے کھانا بن رہا ہے اور کچھ نہیں" آدھے گھنٹے سے ایک ہی بات کئے جا رہا ہے "خدا جانے پردے میں کیا ہو رہا ہے"۔

جہلا میں اس کا تقدس اِسقدر ہے کہ وہ مطلق لفظِ قوالی اِستعمال نہیں کرتے بلکہ قوالی شریف کا نام دیتے ہیں۔

۱۹۸۵،۸۶ء کی بات ہے جن دِنوں بندہ جامعہ کراچی میں ایم اے عربی کا طالب علم تھا کراچی یونیورسٹی کے پوائنٹس چلا کرتے تھے لیکن کبھی ٹائمنگ آؤٹ ہو جاتے تو ہم پرائیوٹ مزدے وغیرہ میں جایا کرتے تھے اسی طرح ایک دن غالباً G-7 میں جانے کا اتفاق ہوا صبح کا ٹائم تھا ڈرائیور نے فل آواز میں گانے لگا رکھے تھے بندہ نے ازراہِ نصیحت کہا کہ صبح صبح تو کچھ خدا کا خوف کر لیا کرو اگر ضرور کچھ لگانا بھی ہے تو تلاوت قرآن لگا دیا کرو میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ سوار لوگوں میں سے ایک صاحب بولے ہاں اُستاد، صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں صبح صبح اللہ، رسول کا نام لینا چاہئے ڈرائیور نے جھٹ سے وہ کیسٹ ہٹائی اور قوالی کی کیسٹ لگا دی جس کے بول تھے۔

"بھر دو جھولی میری یا محمد، لوٹ کر میں نہ جاؤں گا خالی" (العیاذ باللہ)

اَب میں دِل میں ایسا کُڑھا کہ یا اللہ اس سے تو وہی گانا ہی ٹھیک تھا اُس میں تو مطلق گناہ تھا اس میں تو نرا شرک ہے اور شرک صرف گناہ ہی نہیں بلکہ گناہِ عظیم ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو اتنا ناپسند ہے کہ اگر بندہ توبہ کئے بغیر مر جائے تو گناہ گار کی بخشش کی تو اُمید کی جاسکتی ہے لیکن مشرک کے لئے قطعی حکم ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾[1]

بے شک اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ مشرک کو نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے گا، اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھرائے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

قوالی سے گمراہ کن عقائد جنم لیتے ہیں

قوالی میں چونکہ زیادہ تر مذہب سے متعلق من گھڑت اور سینہ گزٹ باتیں ہوتی ہیں اور لوگ اُسے سند کے طور پر قبول کرتے ہیں ایک صاحب سے بات ہوئی کہنے لگے حضرت بلال کا رتبہ تو اتنا بڑا تھا کہ لوگوں نے اُسکی زبان کی لکنت پر اعتراض کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اذان دینے سے روک دیا اُس نے فجر کی اذان نہ دی تو اُس دِن سورج ہی نہیں نکلا میں نے کہا بھائی یہ من گھڑت جھوٹی بات ہے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ سو جانے کی وجہ سے حضرت بلال کی آنکھ نہ کھلی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھکاوٹ کی وجہ سے سوتے رہ گئے اور اذان دینے کے لئے نہ نکل سکے لیکن سورج اپنے وقت پر نکل آیا اور دھوپ کی تپش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جگایا یہ بات احادیث صحیحہ میں موجود ہے، اُس نے کہا کونسی حدیثوں کی بات کرتے ہو ہر مذہب والے نے اپنی حدیثیں بنا رکھی ہیں میں نے کہا جو تم بات کہہ رہے ہو یہ کیا قرآن کی آیت ہے؟ کہنے لگا نہیں میں نے اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے خود دیکھا اور کانوں سے خود سنا ہے، میں نے کہا کس سے سنا

1۔ سورة النساء: ۴۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کہاں دیکھا ہے؟ کہنے لگا ٹی وی میں قوالی شریف سنی ہے: "حضرت بلال نے جو اذانِ سحر نہ دی، قدرت خدا کی دیکھو نہ مطلق سحر ہوئی" گویا عوام الناس کی نظر میں قوالی صرف قوالی ہی نہیں بلکہ مأخذِ شریعت میں سے ایک اہم مأخذ ہے۔(العیاذ باللہ) اس میں مزامیر کی حرمت تو اپنی جگہ لیکن قوال اپنے پیشے کے اعتبار سے مُبلّغِ شرک و بدعت ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾[1]

جس نے شرک کیا، اُس پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے جنت کو حرام اور دُوزخ کو فرض کر دیا ہے۔

یہ شرک کرنے والے کا حال ہے، قوال اپنے شرکیہ عقائد کی بدولت مشرک تو ہوتا ہی ہے لیکن شرک کا پرچار کرکے دوسروں کی گمراہی کا وبال بھی اپنے سر لے رہا ہوتا ہے اس سے زیادہ بدتر پیشہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

طوطہ مارکہ پروفیسری اور فال گیری کا پیشہ

یہ لوگ ایک طوطا پالتے ہیں اُسے سدھاتے ہیں، کچھ پرچیاں بناتے ہیں اُس میں ہیرا پھیری کے کچھ الفاظ ہوتے ہیں اُن کا نام قسمت کی پڑیا رکھا ہوتا ہے جب کوئی گاہک آتا ہے اور پروفیسر صاحب کی فیس بھی ادا کر دیتا ہے تب پنجرے کا دروازہ کھلتا ہے اور طوطا پنجرے سے باہر آتے ہی ترتیب سے رکھی ہوئی پرچیوں میں سے ایک پرچی اُٹھاتا ہے اور پروفیسر صاحب کے ہاتھ کی طرف بڑھا دیتا ہے، بس اب طوطے کا کام ختم اور پروفیسر صاحب کا کام شروع، پرچی کھول کر تحریر پڑھ کر سنائی جاتی

---

1 سورۃ المائدہ: ۷۲

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے کسی کو شادی کی بشارت کسی کو کاروباری میں ترقی کی بشارت کسی کو خزانۂ غیب سے بہت ساری دولت ہاتھ آنے کی بشارت، غیب دانی کے دعوے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر ماضی حال اور مستقبل کی خبریں دینا ان نام نہاد پروفیسروں کی خاص چالیں ہیں۔

اس طرح کے تمام پیشے کہانت کے زُمرے میں داخل ہیں اور آپ ﷺ نے کہانت کی سخت وعید فرمائی ہے چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَالَه، عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَه، صَلَاةٌ اَرْ بَعِیْنَ یَوْمًا﴾[1]

جس شخص نے کسی نجومی کے پاس جا کر پوچھا تو اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہ ہونگی۔

یہ وبال اس شخص کے لیے ہے جو صرف اُن کے پاس جائے اور پوچھے، لیکن جو ان کی تصدیق بھی کرے تو وہ ہر اُس چیز کا عملاً منکر ہے جو رسول اللہ ﷺ پر اُتاری گئی ہے، یعنی قرآن و احادیث کا۔

چنانچہ اِس ضمن میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ اَتٰی کَاهِنًا اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ﴾[2]

1۔ صحیح مسلم،کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان(5957)

2۔ مسند احمد: ابوھریرہ (10435)،الترمذی،الطھارۃ،باب ماجاء فی کراھۃ اتیان الحائض: (۱۳۵)،ابن ماجہ: الطھارۃ، باب النھی عن إتیان الحائض(682)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو شخص کسی نجومی یا کاہن کے پاس آیا پھر اس کی بات کی تصدیق بھی کی تو اس نے یقیناً نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی (شریعت) کا انکار کیا۔

یعنی جس طرح جادو کرنا کفر ہے اسی طرح جادوگر کے پاس جانا، کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں پر یقین رکھنا اور انہیں سچ ماننا یہ بھی کفر کے زُمرے میں داخل ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے اس شریعتِ محمدیہ کا انکار کیا جو مجھ پر نازل کی گئی ہے اس لئے اس فعلِ شنیع سے اِجتناب ضروری ہے، تاکہ کفر کے ارتکاب سے بچا جا سکے۔

اِنعامی بانڈز کی شرعی حیثیت

گورنمنٹ کو جب کسی مقصد کے لئے رقم درکار ہوتی ہے اور حکومتی خزانے سے وہ مقصد پورا نہ ہو سکتا ہو تو وہ پبلک سے اپنی مطلوبہ رقم بطور قرض کے لیتی ہے پبلک کو قرض دینے پر بخوشی آمادہ کرنے کے لئے وہ اس طرح کی اسکیمیں نکالتی ہے جس میں عوام کے لئے ترغیب ہو اور وہ اپنی رغبت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رقم اس مد میں جمع کرائیں عوام الناس کو انعام کا لالچ ہوتا ہے اور گورنمنٹ کے پیشِ نظر اپنی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ترغیبی عمل اس قدر مؤثر ثابت ہوا ہے کہ ۱۹۹۹ء میں بینکوں کی انعامی ڈیپازٹ اِسکیموں پر اِسٹیٹ بینک آف پاکستان کو پابندی لگانا پڑی جبکہ ان اسکیموں کے ذریعہ پاکستان کے بڑے بڑے بینکوں نے اپنے مالی بحران پر قابو پاتے ہوئے محض ان اسکیموں کے ذریعہ ۴۵ ارب روپے کے اِضافی ڈیپازٹس حاصل کئے، اِسٹیٹ بینک آف پاکستان کو اس لئے پابندی لگانا پڑی کیونکہ پاکستان کے تجارتی اور صنعتی ادارے تقریباً ٹھپ ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ مارکیٹ سے سرمایہ نکل کر بینکوں کی انعامی اسکیموں کی طرف منتقل ہو گیا تھا اور حصص مارکیٹ بھی اُن دنوں بحران کا شکار تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ویلیو کے اِعتبار سے پرائز بانڈز کی اِقسام

اس وقت ملک میں بلحاظ ویلیو چھ قسم کے پرائز بانڈز رائج ہیں:

۱۔ پہلا بانڈ 40000/=(چالیس ہزار روپے مالیت کا ہے)۔

۲۔ دوسرا بانڈ 15000/=(پندرہ ہزار روپے مالیت کا ہے)۔

۳۔ تیسرا بانڈ 7500/=(سات ہزار پانچ سو روپے مالیت کا ہے)۔

۴۔ چوتھا بانڈ 1500/=(پندرہ سو روپے مالیت کا ہے)۔

۵۔ پانچواں بانڈ 750/=(سات سو پچاس روپے مالیت کا ہے)۔

۶۔ چھٹا بانڈ 200/=(دو سو روپے مالیت کا ہے)۔

جن پر نکلنے والے اِنعامات کی تفصیل درج ذیل ہے:

پرائز بانڈ	پہلا انعام	دوسرا انعام	تیسرا انعام
200	ساڑھے سات لاکھ روپے	ڈھائی لاکھ روپے (۳)انعامات	1250روپے (۲۳94)انعامات
750	پندرہ لاکھ روپے	پانچ لاکھ روپے (۳)انعامات	9300روپے (1696)انعامات
1500	تیس لاکھ روپے	دس لاکھ روپے (۳)انعامات	18500روپے (1696)انعامات
7500	ڈیڑھ کروڑ روپے	پچاس لاکھ روپے (۳)انعامات	93000روپے (1696)انعامات
15000	تین کروڑ روپے	ایک کروڑ روپے (۳)انعامات	185000روپے (1696)انعامات
40000	ساڑھے سات کروڑ روپے	ڈھائی کروڑ روپے (۳)انعامات	500000روپے (1696)انعامات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہر پندرہ دِن بعد قرعہ اندازی ہوتی ہے مہینے کے آغاز میں اور مہینے کے وسط میں اس طرح تقریباً تین ماہ میں ان کا سرکل مکمل ہوجاتا ہے۔

اس کے حکم کے بارہ میں علماء مختلف فیہ ہیں، البتہ علماء حق کی کثیر تعداد اس کی حرمت کی قائل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ اختلاف بھی مختلف تعریفات کا اختلاف ہے مثلاً بعض نے کہا کہ برائز بانڈ قمار(Gambling) کی تعریف میں نہیں آتے کیونکہ قمار(جوئے) کی شکل یہ ہے کہ اُس میں یا تو فریقین میں سے کسی ایک فریق کی اپنی اصل رقم بھی جو داؤ پر لگی ہے وہ ڈوب جائے گی اور دوسرے کو مل جائے گی یا اُسکی وہ معمولی رقم ایک بڑی رقم کو اُسکی جھولی میں لاڈالے گی جیسا کہ علامہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں:

﴿لانّ القُمَارَ یَکونُ الرّجُلُ مُتَرَدِّدًا بَیْنَ الْغَنَمِ وِالْغَرَمِ﴾[1]

یعنی قمار میں مقامر کو یا نفع ہی نفع ہوتا ہے یا نقصان ہی نقصان۔

جب وہ بازی لگاتا ہے تو ہارنے کی صورت میں اس کی اپنی پونجی بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور اگر وہ بازی جیت لیتا ہے تو دوسرے بازی لگانے والوں کا سرمایہ بھی اس کو مل جاتا ہے اس میں سراسر نقصان یا سراسر فائدہ ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، میسر(جوا) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ لأنَّ الْمَیْسِرَ مَا یُوْجِبُ دَفْعَ الْمَالِ، أَوْ أَخْذَ مَالٍ﴾[2]

یعنی قمار اس کو کہتے ہیں جس میں سارا مال ہاتھ سے نکل جاتا ہے یا سارا

1۔ تحفۃ الاحوذی: ما جاء في الرهان والسبق(1621)وعون المعبود:في المحلل(2215)

2۔ تفسیر کبیر (الرازی) ج۳ص280 سورۃالبقرۃ الآیۃ:219

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی جھولی میں آگرتا ہے۔

اس تعریف کو سامنے رکھ کر کہا جاتا ہے کہ پرائز بانڈ میں قمار کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا اور نہ ہی یہ تعریف اُس پر صادق آتی ہے کیونکہ جوئے میں اصل رقم کے ڈوبنے کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور اُس رقم کے بڑھنے کا امکان بھی ہوتا ہے لیکن انعامی بانڈز میں پرائز بانڈ ہولڈر کی اصل رقم قطعی محفوظ ہوتی ہے وہ جب چاہے بینک کو یہ بانڈ واپس کر کے اُس پر لگائی ہوئی رقم کھری کر سکتا ہے۔

اسی طرح علماء نے جو تعریفات سُود سے متعلق بیان کی ہیں بعض کے نزدیک وہ بھی پرائز بانڈ پر صادق نہیں آتیں، اسطرح تمام تعریفات کا ذکر کر کے کہا جاتا ہے کہ نہ یہ جوا ہے، نہ سُود ہے، نہ لاٹری ہے اور نہ شرط ہے لہٰذا یہ جائز ہے اور جواز کے لئے وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قرض خواہ کو قرض واپس کرتے وقت اُس کی اصل رقم سے بڑھا کر دیا،

لہٰذا گورنمنٹ نے بھی عوام الناس سے جو قرض لیا تھا وہ اُسے بڑھا کر دینا چاہتی ہے تو اس میں کیا ہرج ہے؟ پھر چونکہ گورنمنٹ چند افراد کو یہ انعام دینا چاہتی ہے اس لئے قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے تاکہ نزع کا پہلو پیدا نہ ہو اور قرعہ اندازی کا عمل بھی کتاب و سنت سے ثابت ہے لہٰذا پرائز بانڈ پر نکلنے والا انعام شرعاً درست اور جائز ہوا۔

- جہاں تک تعریفات کا مختلف فیہ ہونا ہے یا اُن تعریفات کا صادق نہ آنا ہے یہ در حقیقت ایک حیلہ اور بہانہ ہے کہ اس پر یہ تعریفات صادق نہیں آتیں، سوال یہ ہے کہ کیا یہ تعریفات اللہ جل جلالہ نے کی ہیں یا رسول اللہ ﷺ نے کی ہیں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی بیان کردہ تعریفیں اگر کسی گناہ پر صادق نہیں آرہیں تو اس سے نفسِ مسئلہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

اس تعریف میں فلاں سُود کی صورت آتی ہے اور فلاں صورت میں یہ تعریف صادق نہیں آتی لہٰذا یہ جائز ہے۔

یہ حرام کو حلال کرنے کا ایک بہانہ ہے جو بنایا ہوا ہے اور یہ بڑے عرصے سے چل رہا ہے آپ کو کبھی ایسے لوگوں سے گفتگو کا موقع ملا ہو تو یہی بات وہ کرتے ہیں کہ فلاں چیز کی تعریف کریں اور پھر کئی عالم اور دانا بھی یہی بات کرتے ہیں اور کچھ لوگوں نے تعریفیں بھی کی ہیں، پرانے دور میں بھی کرتے رہے ہیں اور آج بھی کرتے ہیں، آپ اُن کی ایک ایک تعریف سامنے رکھتے جائیں ہر کسی میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور نکل آئے گا۔

لہٰذا کوئی جامع اور مانع نہیں رہے گی تو پھر تعریف کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟ اگر سُود کا مسئلہ سمجھانے کے لئے یا سُود کو ترک کرنے کے لئے تعریف ضروری ہوتی تو اللہ جل جلالہٗ قرآن مجید میں سُود کی تعریف فرما دیتے، یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سُود کی کوئی جامع اور مانع تعریف فرما دیتے، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اُس وقت لوگوں نے تعریف کے بغیر ہی سُود کا مسئلہ سمجھا اور ہم سے بہتر سمجھا پھر اہل ایمان نے سُود کو ترک بھی کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ﴾[1]

جتنا جاہلیت کا سُود ہے سب ختم۔

---

1 سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی وضع الربا (۳۳۳۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ﴾[1]

میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا سارا سود معاف ہے، اب کسی سے یہ سود نہیں لیں گے صرف اپنی اصل رقم ہی لیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ سود کی سب سے اچھی تعریف جو کی گئی ہے وہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریف ہے، اہل علم اس کی بہت تعریف کرتے ہیں کیونکہ یہ جامع اور مانع ہے۔ لیکن اسے بھی گہری نظر سے دیکھا جائے تو وہ بھی ناقص ہے، کیونکہ سود کی کچھ صورتوں پر وہ صادق نہیں آتی اور وہ صورتیں اس تعریف کے مطابق جائز بنتی ہیں، جبکہ قرآن مجید نے سود کی ہر قسم اور ہر صورت کو حرام کیا ہے،

سپریم کورٹ میں بھی کافی عرصہ تک یہ بحث ہوتی رہی ہے، سود کے حامی وہاں بھی یہی نکتہ اٹھاتے رہے ہیں کہ سود کی تعریف تو کرو!

ان کا مقصد یہ تھا کہ جب یہ تعریف کریں گے تو قرآن و حدیث کی راہ سے ہٹ جائیں گے پھر ہم اس تعریف کے بخیے اُدھیڑ دیں گے اور بات دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اب آپ چوری کو ہی لے لیں، قرآن نے کہا ہے کہ:

چور مرد ہو یا چور عورت، ان کے ہاتھ کاٹ دو۔

تو کیا قرآن نے اس حکم سے قبل چوری کی کوئی تعریف کی ہے؟ یہ سب باتیں اصل دین سے دور ہٹنے اور ہٹانے کی ہیں۔ اللہ ہمیں محفوظ فرمائے۔ (آمین)

1۔ سنن ترمذی باب ومن سورة التوبة (3367)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پرائز بانڈ کے حق میں پیش کردہ دلائل کا جائزہ

حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا﴾[1]

ہر وہ قرض جس سے نفع اُٹھایا جائے وہ سُود ہے۔

۱۔ پرائز بانڈ ہولڈر گورنمنٹ کو قرض دیتا ہے اور اُس قرض پر نفع حاصل کرنا اُس کے لئے حرام ہے۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ نے قرض خواہ کو جو رقم بڑھا کر دی وہ پہلے سے طے شدہ نہیں تھی اور نہ قرض خواہ کا مطالبہ اور خواہش تھی وہ تو اس سے بالکل لا علم تھا رسول اکرم ﷺ نے اپنی مرضی سے ایسا کیا جس کی پہلے سے نہ شرح طے تھی اور نہ پہلے سے کسی قسم کا معاہدہ اور یہی حلت و حرمت کے مابین حد فاصل ہے اور شریعت نے اِسے اِحسان سے تعبیر کیا ہے۔

۳۔ پرائز بانڈ پر اگر آپکا انعام نکل آئے اور بینک آپکو نہ دے تو آپ عدالت میں کیس کر سکتے ہیں جبکہ رسول اکرم ﷺ اگر اُس شخص کو بڑھا کر نہ دیتے تو اُسے کیس کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

۴۔ ہم سے قرض لے کر گورنمنٹ اُس رقم کو سُود پر آگے بڑی بینکوں میں رکھوادیتی ہے جس میں سے کچھ سُود انعام کی شکل میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور باقی کا سُود گورنمنٹ اپنی ضروریات میں خرچ کرتی ہے۔

۵۔ گورنمنٹ تمام بانڈز ہولڈرز کی رقم سے فائدہ اُٹھاتی ہے جبکہ اگر واقعی انعام ہی

---

[1] سنن کبریٰ للبیہقی، ۵/۳۵۰، الرقم: ۱۰۷۱۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس کا استحقاق بھی تمام ممبران رکھتے ہیں جبکہ تمام کا حق بھی ایک دو میں تقسیم ہو جاتا ہے جو کسی زیادتی سے کم نہیں۔

۶۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک نے ۲۰۰روپے والے سو بانڈز خریدے گویا گورنمنٹ کو اُس نے 20000/=(بیس ہزار روپے) دیئے لیکن اُس کا کوئی انعام نہ نکلا اور دوسرے نے صرف ایک بانڈ خریدا یعنی گورنمنٹ کو صرف ۲۰۰روپے دیئے لیکن اُس کا انعام نکل آیا جس کو لوگ قسمت یا خوش بختی کا نام دیتے ہیں جس کی بنیاد کسی استحقاق یا قاعدے کلئے پر نہیں ہے بلکہ محض اتفاق، قسمت اور بخت پر منحصر ہے، اسے قمار (جوا) قرار دینے اور سمجھنے کے لئے یہی علت کافی ہے۔

۷۔ سورہ مائدہ میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ﴾[1]

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر، سب ناپاک اور شیطان کی کارستانیاں ہیں سو ان سے بچو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس آیتِ کریمہ میں ﴿ وَالْأَزْلَامُ ﴾ سے مراد پانسے جس کا ترجمہ جوئے کے تیروں سے کیا جاتا ہے۔

8۔ سورہ مائدہ میں دوسری جگہ بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے:

﴿ أَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ﴾[2]

1۔ سورۃ المائدہ: ۹۰

2۔ سورۃ مائدہ: ۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿تَسْتَقْسِمُوْا﴾ اِسْتَقْسَمَ۔ یَسْتَقْسِمُ۔ اِسْتِقْسَامٌ (باب استفعال سے ہے)
جس کے معنی قسم کھانے کے لئے کہنا، قسمت معلوم کرنا اور تقسیم کرنا بھی ہے۔
﴿اَزْلَام﴾ زَلَمَ۔ یَزْلِمُ۔ زَلْمًا۔ باب (ض) جس کے معنی خطاء کرنا، کاٹ دینا، بھرنا
﴿اَزْلَام﴾ زَلَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بے پر کے تیر۔
تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ کے دو معنی کے گئے ہیں:
ایک تیروں کے ذریعہ تقسیم کرنا دوسرا تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا، پہلے معنی کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جوئے وغیرہ میں ذبح شدہ جانور کی تقسیم کے لئے یہ تیر ڈالے جاتے تھے، جس سے کسی کو کچھ مل جاتا، کوئی محروم رہ جاتا دوسرے معنی کے رو سے کہا گیا ہے کہ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ کسی کام کا آغاز کرتے وقت فال لیا کرتے تھے انہوں نے تین قسم کے تیر بنا رکھے تھے۔ ایک اِفْعَل (کر) دوسرے میں لَا تَفْعَل (نہ کر) اور تیسرے میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اِفْعَل والا تیر نکل آتا تو وہ کام کر لیا جاتا، لَاتَفْعَل نکلتا تو نہ کرتے اور تیسرا تیر نکل آتا تو دوبارہ فال نکالتے یہ بھی گویا کہانت اور استمداد لغیر اللہ کی شکل تھی اس لئے اسے بھی حرام کر دیا گیا اِسْتِقْسَامٌ کے معنی ہی طلب قسمت ہیں یعنی تیروں سے قسمت طلب کرتے تھے۔
تقسیم کی ایک شکل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ مختلف تیروں پر مختلف الفاظ لکھ لئے جاتے تھے مثلاً رُبع، ثلث، نصف، تمام اور کچھ تیر خالی رکھ دیئے جاتے تھے، مشترکہ رقم لگا کر کام کیا جاتا جب منافع ہوتا تو تیروں کے ذریعے فال نکالتے جس کے حصے میں جو تیر آتا وہ اتنا مال کا حق دار ہوتا اگر خالی تیر آتا تو وہ محروم ہو جاتا، اگر تمام کا تیر آتا تو وہ سارا مال لے جاتا اور باقی محروم رہتے۔ اور اگر رُبع، ثلث یا نصف کا تیر آتا تو اُتنی رقم کا حقدار قرار پاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پرائز بونڈ اور فال گیری

مذکورہ آیتِ کریمہ کی روشنی میں آپ جان چکے ہیں کہ شراب ،جوا ،بت اور جوئے کے تیروں کو حرام کیا گیا ہے یہ چاروں قسمیں اب بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں اور مذکورہ آیتِ کریمہ کے حکم کا اطلاق ان چاروں پر ہوتا ہے لیکن زیر بحث مسئلے کا تعلق شراب کے علاوہ باقی چیزوں سے ہے

ا۔ مشرکانہ فال گیری

جس میں کسی دیوی یا دیوتا سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتا ہے ، یا غیب کی خبر دریافت کی جاتی ہے یا باہمی نزاعات کا تصفیہ کرایا جاتا ہے ، مشرکینِ مکہ نے اِس غرض کے لئے کعبہ کے اندر ہبل دیوتا کے بت کو مخصوص کر رکھا تھا اس کے استھان میں سات تیر رکھے ہوئے تھے جن پر مختلف الفاظ اور فقرے کندہ تھے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہو یا کھوئی ہوئی چیز کا پتہ پوچھنا ہو، یا خون کے مقدمہ کا فیصلہ مطلوب ہو، غرض کوئی کام بھی ہو، اس کے لئے ہبل کے پانسہ دار (صاحب القِداح) کے پاس پہنچ جاتے، اسے نذرانہ پیش کرتے اور ہبل سے دعا مانگتے کہ ہمارے اس معاملے کا فیصلہ کر دے پھر اِن تیروں کے ذریعہ سے فال نکالتے، اور جو تیر بھی فال میں نکل آتا اس پر لکھے ہوئے لفظ کو ہبل کا فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔

۲۔ توہم پرستانہ فال گیری

جس میں زندگی کے معاملات کا فیصلہ عقل وفکر سے کرنے کے بجائے کسی وہمی و خیالی چیز یا کسی اتفاقی شے کے ذریعے سے کیا جاتا ہے یا قسمت کا حال ایسے ذرائع سے معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو کسی علمی طریق سے ثابت نہیں ہیں، رمل ، نجوم، جفر، مختلف قسم کے شگون اور فال گیری کے بے شمار طریقے اس میں داخل ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ جوئے پر مبنی تمام کھیل

جوئے کی قسم کے وہ سارے کھیل اور کام جن میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے مثلاً یہ کہ لاٹری میں اتفاقاً فلاں شخص کا نام نکل آیا ہے لہٰذا ہزارہا آدمیوں کی جیب سے نکلا ہوا روپیہ اُس ایک شخص کی جیب میں چلا جائے یا یہ کہ علمی حیثیت سے تو ایک معمہ کے بہت سے حل صحیح ہیں مگر انعام وہ شخص پائے گا جس کا حل کسی معقول کوشش کی بنا پر نہیں بلکہ محض اتفاق سے اُس حل کے مطابق نکل آیا ہو جو صاحبِ معمہ کے صندوق میں بند ہے۔

اِن تین اقسام کو حرام کردینے کے بعد قرعہ اندازی کی صرف وہ سادہ صورت اِسلام میں جائز رکھی گئی ہے جس میں دو برابر کے جائز کاموں یا دو برابر کے حقوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہو مثلاً ایک چیز پر دو آدمیوں کا حق ہر حیثیت سے بالکل برابر ہے اور فیصلہ کرنے والے کے لئے ان میں سے کسی کو ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے اور خود ان دونوں میں سے بھی کوئی اپنا حق خود چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے اس صورت میں ان کی رضامندی سے قرعہ اندازی پر فیصلہ کا مدار رکھا جا سکتا ہے یا مثلاً دو کام یکساں درست ہیں اور عقلی حیثیت سے آدمی ان دونوں کے درمیان مذبذب ہے کہ ان میں سے کس کو اختیار کرے، اس صورت میں ضرورت ہو تو قرعہ اندازی کی جاسکتی ہے ، نبی کریم ﷺ العموم ایسے مواقع پر یہ طریقہ اختیار فرماتے تھے جبکہ دو برابر کے حق داروں کے درمیان ایک کو ترجیح دینے کی ضرورت پیش آجاتی تھی اور آپ کو اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر آپ خود ایک کو ترجیح دیں گے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دوسرے کو ملال ہو گا۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ اور آیت نمبر ۹۰ سے جو بات عیاں ہوتی ہے اُس سے ہماری صحیح رہنمائی ہوتی ہے کہ بانڈ پر حاصل ہونے والا انعام کئی وجوہ سے حرام اور ناجائز ہے جن میں سے نمبر ۱ تا ۶ آپ گزشتہ صفحات میں پرائز بانڈ کے حق میں پیش کردہ دلائل کا جائزہ کے عنوان کے تحت پڑھ چکے ہیں البتہ اس آیتِ کریمہ سے ساتویں قسم بھی واضح ہوتی ہے اور وہ ہے۔ ﴿أَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ﴾

جس طرح کفار مکہ مل کر کام کرتے لیکن مشترکہ رقم سے حاصل ہونے والے سرمائے کو جوئے کے تیروں کے ذریعے تقسیم کرتے جس سے کچھ سرمایہ لگانے والے بالکل محروم رہتے اور کچھ اپنے سرمائے سے بھی بڑھ کر رقم لے جاتے اور پرائز بانڈ میں یہ علت یکساں طور پر موجود ہے کہ سرمایہ، تو لاکھوں لوگوں کا شامل ہوا لیکن قرعہ اندازی کے ذریعہ منافع چند افراد میں تقسیم کیا گیا، جو قطعی ناجائز اور حرام ہے۔

اِنعامی پرچیاں

بعض کمپنیوں نے انعامی بانڈز کے نمبروں کی فوٹو کاپیاں کرا کر پرچیاں بنائی ہوتی ہیں جنہیں ان کمپنیوں کے بروکر یا ایجنٹ حضرات فروخت کرتے ہیں یہ پرائیویٹ کمپنیاں ہوتی ہیں، مختلف مالیت کے بانڈز کی پرچیاں بھی مختلف قیمت کی ہوتی ہیں البتہ بانڈز کی نسبت بہت سستی ہوتی ہیں اس کا فارمولا یہ ہوتا ہے کہ اگر اس پرچی پر درج نمبر کا بانڈ انعام میں نکلا تو جتنی مالیت کا انعام ہو گا اُتنی رقم پرچی خریدنے والے کو وہ کمپنی ادا کرے گی بصورتِ دیگر (انعام نہ نکلا تو) جتنی رقم پرچیاں خریدنے پر لگائی گئی ہے وہ رقم کمپنی کی ملکیت ہو گی اور پرچیاں خریدنے والے کو اس صورت میں کچھ نہیں ملے گا جو صریحاً جوئے کی معروف شکل ہے جو حرام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قسمت کی پڑیا

بچوں کی چیزوں میں بعض کمپنیاں ایسی پڑیاں نکالتی ہیں جن کا نام قسمت کی پڑیا رکھا ہوا ہے فرض کر لیجئے کہ یہ پڑیا ۳روپے کی ہے اُس میں یا تو بچوں کے کھانے کی کوئی چیز نکلے گی جیسے ٹافی وغیرہ یا نقد انعام بھی ہو سکتا ہے جیسے ۵روپے یا ۱۰روپے وغیرہ یا بالکل خالی بھی ہو سکتی ہیں چونکہ یہ سارا کھیل قسمت پر منحصر ہے یہی فلسفہ اسے جوئے کی قبیل میں داخل کر دیتا ہے، اس لئے کہ اس سے اصل رقم سے زیادہ حاصل ہونے کا بھی اِمکان موجود ہے اَور اصل رقم کے تلف ہو جانے کا خطرہ بھی باقی رہتا ہے اور اس کے حرام ہونے کے لیے یہی علّت کافی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

5

باب

اسلامی بینکاری نظام

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا
ویرزقہ من حیث لا یحتسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

اے گناہوں کے بخشنے والے (ہمیں بخش دے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِسلامی بینکاری نظام

(Islamic Banking)

غیر سودی بینکاری نظام بلاشبہ ایک مستحسن کاوش ہے تاہم مزید اصلاح کی ضرورت ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

اچھائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور گناہ کے کاموں میں ہرگز تعاون نہ کریں۔

تاحال ہم یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتے کہ اِسلامی بینکوں کے تمام تر موڈز اِسلامی اُصولوں کے عین مطابق کام کر رہے ہیں لیکن جتنا کچھ ہوا ہے وہ سُودی بینکوں کے نظام سے بہرحال بہتر ہے۔ ہمیں اس اچھے اقدام کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ سُودی نظام کی حوصلہ شکنی ہو۔ عصر حاضر میں علماء حق کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اِسلامی بینکوں کی مخالفت کرنے کی بجائے انہیں صحیح منہج دیں اور غیر سُودی راہوں کا تعین کریں۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ مخالفت اس شدومد سے ہو رہی ہے کہ گویا یہ طبقہ بینکوں سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں رکھتا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا ادارہ، مسجد یا عالم دین ایسا نہیں ملے گا جس کا کسی نہ کسی بینک میں اکاؤنٹ نہ ہو اور وہ بھی سُودی بینک میں (الا ماشاءاللہ) بلکہ مساجد اور مدارس کی تعمیر بعد میں ہوتی ہے اُس تعمیری اخراجات یا پلاٹ کی خریداری سے متعلق تعاون کی اپیل کے ساتھ بینڈ

1۔ سورۃ المائدۃ: ۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلوں، پوسٹروں اور بینروں میں بینک اکاؤنٹ پہلے دے دیا جاتا ہے تاکہ مخیر حضرات اپنا تعاون اس اکاؤنٹ نمبر پر بھیج سکیں جب بینک اکاؤنٹ اس قدر اہم اور ضروری ہے تو پھر کیوں نہ کسی ایسے بینک کا اِنتخاب کیا جائے جو سُودی نظام کے سراسر خلاف ہو اور غیر سُودی نظام کا حامی ہو اور اگر اُس بینک کا کوئی پیکج قرآن و سنت سے متصادم نظر آئے تو اپنی تحریر اور تقریر سے اُس کی اصلاح فرمائیں نہ کہ سرے سے اس مستحسن کوشش کا اِنکار کر دیں، ایک مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے باوجود دودھ میں پانی ڈالتا ہے، چوری اور زنا کا مرتکب ہوتا ہے، تو ہمیں اُس کے مذکورہ عیوب کی اصلاح کرنی چاہئے نہ کہ کفر کا فتویٰ صادر فرما کر اُسے اِسلامی دائرے سے ہی خارج کر دینا چاہئے۔

اِسلامی بینکوں کی مخالفت کیوں؟

بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اِسلامی بینکوں کی سب سے پہلے سُودی بینکوں نے مخالفت کی، اگر یہ اِسلامی بینکیں بھی سُودی نظام لے کر آئی ہیں تو پھر سُودی بینکیں اس کی مخالفت کیوں کر رہی ہیں؟ سُودی بینکوں کی مخالفت سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ نظام اُس نظام کے مخالف ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ بھٹو صاحب کا دور تھا جن دِنوں بندہ گورنمنٹ ایس ای (صادق ایجرٹن) کالج بہاولپور میں اِنٹر کا طالبعلم تھا، پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قادیانیوں کا مناظرہ رکھا گیا، مناظرے کے آغاز پر قادیانی عالم نے کہا کہ پہلے آپ اپنا مؤقف واضح کریں کہ آپ قادیانیوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ اُس وقت تک حکومتی سطح پر قادیانیوں کو غیر مسلم اَقلیت قرار نہیں دیا گیا تھا۔اس کے باوجود حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم قادیانیوں کو کافر سمجھتے ہیں ،اس پر قادیانی عالم سیخ پا ہو کر کہنے لگا کہ اگر آپ ہمیں کافر کہو گے تو پھر ہم بھی آپ کو کافر کہیں گے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ! جب تک مرزائی ہمیں کافر نہ کہیں ہم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہو ہی نہیں سکتے اگر مرزائی بھی کسی کو مسلمان سمجھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ بھی مرزائی ہے، اسی پیمانے پر سُودی اور بلاسُود بینکاری کو بھی تولا جائے۔

آج کے دور میں بلاسُود بینکاری کو ناکام ثابت کرنے کے لئے حامیانِ سُود کی طرف سے جو سب سے بڑی دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آج کل معاشرہ میں جھوٹ، فریب اور بددیانتی عام ہے لہٰذا جو لوگ مضاربت یا مشارکت کے لئے بینکوں سے رقوم حاصل کریں گے وہ حسابات سے ہیرا پھیری کر کے یا تو نقصان دکھائیں گے یا پھر اصل نفع سے بہت کم نفع دکھائیں گے اور نتیجتاً یہ اسکیم بالکل ناکام ہو جائے گی۔

اس کا اصل علاج تو یہ ہے کہ لوگوں میں خوفِ خدا اور دیانت پیدا کی جائے انہیں پوری طرح احکام شرعیہ سے روشناس کیا جائے نہ کہ ایسی بددیانتی کو بنیاد بنا کر شراکت و مضاربت کی حوصلہ شکنی کی جائے اور سُود کے لئے میدان کھلا چھوڑ دیا جائے اور اس کام کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ نصاب تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں اور ملازمین کی جب نئی تقرری کرنا ہو تو ان کے دین سے لگاؤ اور دیانت کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور پرانے ملازمین کے لئے تربیتی کورس تجویز کر کے انہیں اِسلامی تعلیمات و احکام سے روشناس کرایا جائے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آج کے دور میں ہی کئی کمپنیاں مشترکہ سرمایہ سے نفع و نقصان کی بنیاد پر کام کر رہی ہیں اور بینکوں کے سُود سے زائد منافع بھی دکھا رہی ہیں اور انہوں نے ایسے قواعد تیار کر رکھے ہیں کہ جن سے بددیانتی کو غیر مؤثر بنایا جا سکتا ہے تو پھر بینکوں کے لئے ایسے قواعد کیوں نہیں بنائے جا سکتے اور ایسے اِنتظامات کیوں نہیں کئے جا سکتے؟

آج کل عدالتوں میں جو مقدمات جاتے ہیں ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں مدعی جھوٹ مکر و فریب اور بد دیانتی سے کام لیتا ہے اور اسی طرح مدعا علیہ بھی،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فریقین کے گواہ بھی جھوٹ بولنے میں کسر نہیں چھوڑتے، تو کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہو گا کہ چونکہ آج کل جھوٹ مکروفریب اور بد دیانتی عام ہو چکی ہے لہٰذا عدالتوں کو بند کر دینا چاہئے، جھوٹ اور بد دیانتی کے فروغ سے عدالتوں کا کام لمبا ضرور ہو جاتا ہے لیکن بالآخر جھوٹ کے اس ڈھیر سے سچ نتھر ہی آتا ہے۔ہاں ! اگر لوگوں میں خدا خوفی ہو تو مقدمات کا فیصلہ نسبتاً بہت تھوڑے عرصہ میں ہو جاتا ہے۔

بالکل یہی صورت دوسرے معاملات کی ہے۔ مضاربت اور شراکت کا معاملہ بھی انہیں میں سے ایک ہے، بد دیانتی کی روک تھام کے لئے قواعد بھی وضع کئے گئے ہیں اور مزید کئے جا سکتے ہیں اور اقدامات بھی اختیار کئے جا سکتے ہیں ضرورت صرف عزم کی ہے۔

اِسلامی بینکاری لائقِ تحسین ہے

جس طرح اِسلامی بینکاری کا اِنعقاد ایک مستحسن اقدام اور لائق تحسین عمل ہے اِسی طرح ہر سطح پر اِس کی حوصلہ اَفزائی بھی ایک خوبصورت اقدام اور لائق تحسین ہے اور سُودی نظام معیشت کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی ہونی چاہئے، چاہے وہ اِجتماعی شکل میں ہو یا اِنفرادی صورت میں بینکوں کی سطح پر ہو یا دیگر اِداروں کی صورت میں یہ نظامِ معیشت ہر زاویئے اور ہر سطح پر مذموم ہے، اس کے خلاف کوشش کسی جہاد سے کم نہیں ہے، یہی ہمارا دینی، ملی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

قوم و ملک کو سُودی نظام معیشت سے بچانا اللہ جل جلالہ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچانا ہے اگرچہ تاحال اسلامی بینکاری میں کچھ کمزوریاں، کوتاہیاں اور خامیاں باقی ہیں لیکن اُس کے ساتھ خوبیاں بھی ہیں اس کے لئے ہمیں کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اُن کوتاہیوں کو دور کیا جائے نہ کہ سرے سے اِسلامی بینکاری کی افادیت سے ہی انکار کر دیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❖ اِسلامی بینکاری کے ماڈل میں درج ذیل معاہدے شامل ہیں:

1) مضاربہ
2) مشارکہ
3) استصناع
4) مساومہ
5) مرابحہ
6) اِجارہ
7) سلم

یہ تمام تر معاہدے بلاشبہ اِسلامی طرزِ معیشت کے معاہدے ہیں بشرطیکہ اِسلامی بینک بھی انہیں اپنی اصل شکل میں قبول کریں اِسلامی بینکوں کی سب سے بڑی اور بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے مذکورہ "Modes" کو اکثر کھاتوں میں حیلے کے طور پر لیا ہے چونکہ اسلامی بینکوں کے زیادہ تر اُصول اَور قواعد و ضوابط فقہ حنفی سے ماخوذ ہیں اور فقہ حنفی حیلہ سازی میں اپنی مثال آپ ہے۔

اِصلاح طلب پہلو

بعض معاملات میں مروّجہ اِسلامی بینکاری کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے قرآنِ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾[1]

مطلقہ (جس پر مغلظہ واقع ہو چکی ہو) وہ دوبارہ اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس کا نکاح دوسرے خاوند سے نہ

1۔ سورۃ البقرہ : ۲۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے یہاں یہ وضاحت بھی فرمادی کہ حلّت کے لئے صرف نکاح شرط نہیں ہے بلکہ صحبت بھی شرط ہے، لیکن یہ عمل کسی حیلہ سازی کے بغیر اپنی اَصل بنیادوں پر ہونا چاہئے، یہ ہے وہ اَصل مقصدیت کا حامل عمل جسے ہم بلا تردّد اِسلامی یا قرآنی حلالے کا نام دے سکتے ہیں لیکن فقہائے اَحناف نے اِسی آیتِ کریمہ کی روشنی میں باقاعدہ ایک مروّجہ حلالے کا طریقہ کار وضع کیا جس میں بظاہر دیکھا جائے تو قرآن کے بیان کردہ حلالے اور فقہ حنفی کے وضع کردہ حلالے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا چونکہ دونوں صورتوں میں دوسرے شوہر سے نکاح ہوتا ہے، گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے، دونوں میں خلوتِ صحیحہ ہوتی ہے پھر طلاق ہوتی ہے، عدت گزاری جاتی ہے پھر پہلے خاوند سے فریقین کی رضامندی اور گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ نکاح ہوتا ہے، دیکھا جائے تو اس پورے عمل (Procedure) میں قرآنی اَحکامات کی پیروی ہوتی نظر آتی ہے، لیکن اِس کے باوجود رحمتِ عالم ﷺ نے

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ﴾[1]

(حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے (دونوں) پر خدا کی لعنت ہے۔)

کے الفاظ کہے ہیں، آخر کیوں؟

کہیں تو فرق ہے اور وہ فرق بھی اِتنا بڑا فرق ہے کہ اَیسا عمل جو اپنی ظاہری شکل و صورت میں قرآنی آیت سے ماخوذ اور مستنبط نظر آتا ہے وہ لعنت کا باعث و موجب ہو جاتا ہے اور یہ فرق سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن کی بیان کردہ شکل و صورت ایک Natural اور حقیقی زندگی کا تقاضہ کر رہی ہے کہ دوسرا نکاح بھی اُسی چاہت اور جذبے سے ہو جس چاہت اور جذبے سے پہلا نکاح ہوا تھا اور زندگی بھر

1۔ ابو داود: باب فی التحلیل، (2078) وابن ماجہ: باب الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ (2011)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نبھانے کا عزم رکھتے ہوں، لیکن فقہائے اَحناف نے جو طریقہ اِختیار کیا ہے اُس میں نہ تو وہ مقصدیت موجود ہے اور نہ حقیقی نبھا کا کچھ عمل دخل ہے بلکہ اِس حلالے کے پورے عمل میں کہیں بھی وہ مقصد کار فرما نہیں ہے، جس کا تقاضا قرآن کر رہا ہے اور یہ تمام تر سلسلہ مصنوعی (Artificial) اور اصل مقاصد سے ہٹ کر ہے، صرف نیت اور مقاصد کے تبدیل ہوتے ہی حلّت و حرمت کی فصیل کھڑی ہو گئی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ربا اور حلالے کو ایک ہی قبیل میں شمار کیا۔

چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَاشِمَةَ وَالْمُتَوَشِّمَةَ وَالْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ وَالْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُطْعِمَهُ﴾[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اُن عورتوں پر جو اَپنے حسن کیلئے) جسم گودتیں اَور گودواتی ہیں، اِضافی بال لگاتی اَور لگواتی ہیں اور حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر سُود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی۔

اِس وقت اِسلامی بینکاری کا معاملہ بھی بعض معاملات میں (Same) یہی ہے کہ اِسلامی تجارتی معاہدات کی شکل و صورت تو اَپنا لی گئی ہے لیکن حقیقی تقاضے پورے کرنے کی بجائے حیلہ سازی سے کام لیا جا رہا ہے جو نہ صرف معیوب ہے بلکہ حلال کاروبار کو بھی حرام میں تبدیل کر دیتا ہے۔

مثلاً: کسی شخص کو مکان خریدنا ہے لیکن اُس کے پاس رقم نہیں ہے تو وہ اِسلامی بینکوں کی طرف رجوع کرتا ہے اِسلامی بینک اُسے رقم نہیں دے گا بلکہ اُسے کہے گا کہ تم مکان پسند کرو رقم ہم مالک مکان کو دیں گے لیکن مکان پسند کرتے وقت

1۔ مسند احمد: باب عبداللہ بن مسعود :ج۹ص۳۹۹ (4372)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کلائنٹ بینک کا وکیل بنے گا پہلے وہ چیز پسند کر کے بینک کے لئے خریدے گا پھر بینک سے کلائنٹ دوبارہ گاہک بن کر اپنے لئے خریدے گا اور بینک نے بھی اپنے لئے نہیں خریدا ہوتا بلکہ اُس کا مقصد بھی کلائنٹ کے لئے خریدنا ہوتا ہے صرف اِس شکل کو ایک قانونی حیلے کے طور پر اِستعمال کیا جاتا ہے جبکہ حقیقی شکل یہ ہوگی کہ بینک مختلف علاقوں اور سوسائٹیوں میں پہلے سے مکان خرید کر رکھیں یا پلاٹ خرید کر اُسے بنائیں جب یہ سب اُن کی ملک میں آجائیں تب کلائنٹ اُن کے پاس آئے تو اب اُسے وکیل بنانے کی ضرورت نہیں ڈائریکٹ اُسے خریدار بنائیں اور بینک بائع شمار ہوگا ،اب بینک اپنا منافع رکھ کر اُسے فروخت کر سکتا ہے،اور اگر وکیل بنائے بغیر چارہ نہ ہو تو پھر جواز کی یہ شکل ہوگی کہ وکیل اس چیز کو بینک سے اپنے لیے خرید لینے کا پابند نہ ہو۔

اِسی طرح کمپنی سے گاڑیاں پہلے سے بینک بک کروا کر اپنے قبضے میں لے پھر جس کلائنٹ کو گاڑی کی ضرورت ہو، اُسے وہ گاڑی اپنے منافع کے ساتھ بینک فروخت کرے یعنی بینک بھی خریداری میں اصل خریدار بنے صرف حرام کو حلال کرنے کے لئے قانونی حیلہ نہ ہو جس طرح زکوٰۃ کے لئے سرمائے پر اپنے قبضے اور ملکیت میں سال گزرنا شرط ہے۔

تو اِس شرط سے بچنے کے لیے حیلہ سازی کر کے چھ ماہ کے لئے رقم بیوی کے اِکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی جاتی ہے اور چھ ماہ بعد میاں کے اِکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دی جاتی ہے تاکہ نہ میاں کے پاس سال گزرے اور نہ بیوی کے پاس سال گزرے ،اِس طرح سال تو گزر جائے گا لیکن زکوٰۃ کسی پر فرض نہیں ہوگی کیونکہ فریقین میں سے کسی کے پاس بھی سرمایا سال بھر نہیں رہا، تو اس طرح کے حیلے شریعت کی اَصل روح کے منافی ہوتے ہیں۔

۲۔ تقریباً ہر معاہدے میں یہ شرط مشترک ہے کہ ادائیگی کی تاریخ میں اگر کچھ دِنوں کی تاخیر ہو جائے تو اُس کے لئے ایک صدقاتی فنڈ میں صدقے کی رقم بطور جرمانہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا جرمانے کی رقم بطورِ صدقہ ادا کرنی ضروری ہے، ادائیگی کی تاریخ میں تاخیر کی صورت میں اُسکی اصل ادائیگی سے زیادہ جو رقم بھی وصول کی جائے گی وہ رباء النسیئۃ کے زُمرے میں آئے گی اگرچہ اس کا نام صدقہ ہی کیوں نہ رکھ لیا گیا ہو۔ اسکی تفصیلی بحث اِن شاءاللہ آئندہ صفحات میں "جبری صدقہ" کے عنوان سے آنے والی ہے۔

اِسلامی بینکوں کے قیام کی مختصر تاریخ

۱۔ غیر سُودی بینکاری کا پہلا تجربہ سوشل سیکورٹی بینک آف مصر کی شکل میں ہوا۔ پہلی اِسلامی سربراہی کانفرنس جو رباط میں منعقد کی گئی کے فیصلے کے تحت جدہ میں اِسلامی سیکٹریٹ قائم کیا گیا جس کا مقصد بلاسُود بینکاری کے امکانات و مسائل پر غور کرنا تھا۔ جس کے نتیجے میں مصری ماہرین نے قاہرہ میں ۱۹۷۲ء میں غیر سُودی بنیادوں پر سوشل سیکورٹی بینک قائم کر دیا۔

۲۔ شاہ فیصل مرحوم کی خصوصی توجہ کی بدولت ۱۹۷۵ء میں جدہ میں دوسرا غیر سُودی بینک "اِسلامی ترقیاتی بینک" کے نام سے کھولا گیا۔

اِسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کی قرارداد صادر ہونے کے بعد فرانس کے بعض اخبارات اور رسائل نے یہاں تک لکھا کہ

"اگر اِسلامی بینک اپنی صحیح شکل میں قائم ہو گیا تو یہ مغرب کے لئے ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ خطرناک ہو گا۔"[1]

۳۔ ۱۹۷۵ء میں دبئی کے ایک مشہور تاجر جناب احمد سعید لوتاہ نے اِسلامی بینک آف دبئی کا اعلان کیا۔

1۔ احکامِ تجارت بحوالہ روزنامہ المدینہ جدہ شمارہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اس کے بعد شاہ فیصل مرحوم کے بیٹے امیر محمد الفیصل نے ۱۹۷۷ء میں اپنے چند رفقاء سے مل کر "فیصل اِسلامی بینک" قاہرہ میں اور ایک مصر میں اور ایک سوڈان میں قائم کیا۔ اور یہ بینک اب بھی بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں۔

۵۔ کویت کے مسلمان تاجروں نے بھی اس میدان میں قدم رکھا اور ۱۹۷۷ء میں اِسلامی بینک کی "بیت التمویل الکویتی" کے نام سے بنیاد ڈالی۔

۶۔ ۱۹۷۸ء میں اِسلامی بینک آف عمان کا قیام عمل میں آیا جس کی سرپرستی علماءِ اسلام کی ایک قابل قدر ٹیم کر رہی تھی۔

۷۔ ۱۹۷۹ء میں اِسلامی بینک آف بحرین کا وجود عمل میں آیا۔ اس بینک کے قیام میں بحرین کے جمعیت اصلاح کے صدر جناب عبدالرحمن الجودر کی کوششیں لائق تحسین ہیں۔

۸۔ اسی طرح جنیوا (سوئٹزرلینڈ) میں بھی "اِسلامی بینک آف جنیوا" قائم کیا گیا۔

۹۔ ۱۹۸۰ء میں اسلامی بینکوں کی تحریک نے ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۱ء کو قبرص کے مشرقی ساحل پر واقع شہر فلا گوستا میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ قبرص میں ایک ادارہ قائم کیا جائے جس کا نام ہو "انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اِسلامک بینکنگ اینڈ اکنامکس" ہونا چاہیے یہ اجتماع اس لحاظ سے نہایت کامیاب رہا ہے کہ اس میں مسلم ممالک کے کئی قابل ذکر ادارے شریک ہوئے ہیں ان اداروں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اِسلامی بینکوں کی تحریک سرمایہ کاری کے دوش بدوش "انسان سازی" کی ضرورت بھی محسوس کرتی ہے اور مسلم ممالک کا سنجیدہ عنصر اس کے کامیابی اور ترقی کے لئے ہر ممکن تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔ شریک اداروں کے نام یہ ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ازہر یونیورسٹی مصر
۲۔ ملک عبدالعزیز یونیورسٹی۔ جدہ۔ سعودیہ
۳۔ ملک فیصل یونیورسٹی دمام۔ سعودیہ
۴۔ اِسلامی یونیورسٹی ام درمان۔ سوڈان
۵۔ فیصل فاؤنڈیشن۔ سعودیہ
۶۔ ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ۔ سعودیہ
۷۔ متحدہ عرب امارات یونیورسٹی۔ ابو ظہبی
۸۔ امام محمد بن سعود اِسلامی یونیورسٹی۔ ریاض
۹۔ استنبول یونیورسٹی۔ ترکی
۱۰۔ ملایا یونیورسٹی۔ ملائیشیا
۱۱۔ اِسلامی یونیورسٹی بنڈونگ۔ انڈونیشیا
۱۲۔ عرب تربیتی بیورو برائے ممالک خلیج
۱۳۔ قائد اعظم یونیورسٹی۔ اِسلام آباد
۱۴۔ اِسلامی یونیورسٹی۔ اِسلام آباد
۱۵۔ نیشنل یونیورسٹی۔ ملائیشیا
۱۶۔ سائنٹفک ریسرچ سنٹر استنبول
۱۷۔ اِسلامی بینکوں کا بین الاقوامی وفاق
۱۸۔ شیخ احمد صلاح حمجوم (ذاتی حیثیت میں)

اس اجتماع میں کچھ ادارے مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ مثلاً دارالافتاء سعودی عرب، اِسلام سکرٹریٹ۔ اِسلامی کونسل آف یورپ، مدارس اِسلامیہ کا عالمی وفاق۔ سنٹرل بینک ترکی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سعودی علماء کی سپریم کونسل کی توثیق

سعودی عرب کے علماء کی سپریم کونسل کی طرف سے اسلامی دارالمال کی مکمل اسکیم اور قواعد وضوابط کا مطالعہ کرنے کے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ اسکیم بالکل درست اور صحیح ہے۔ کونسل نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ اس اسکیم کے تحت اپنا سرمایہ لگائیں۔ دارالمال کا موجود عدضی مرکز جنیوا ہو گا جسے بعد میں آئندہ کسی مسلمان ملک کے اند منتقل کیا جائے گا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دارالمال کے لئے جنیوا کو بطور مرکز کیوں منتخب کیا گیا ہے۔ اس کا جواب خلیج سرمایہ کاری کمپنی کے وائس چیئرمین ڈاکٹر مصطفی کامل نے یہ دیا ہے کہ دارالمال کے لئے مصر کو بھی مرکز بنایا جا سکتا تھا لیکن مصر کا موجودہ دیوانی قانون جو زیادہ تر فرانسیسی قانون سے ماخوذ ہے اور ۱۹۳۸ء سے نافذ ہے کسی کاروباری کمپنی کو نفع و نقصان کے اصول پر کاروبار کرنے کی کھلی اجازت نہیں دیتا جبکہ سوئٹزرلینڈ کا موجودہ دیوانی قانون مجریہ ۱۹۷۰ء اس امر میں مانع نہیں ہوتا کہ سوئٹزرلینڈ میں نفع و نقصان کے اساس پر سرمایہ لگایا جائے تاہم ہمارا یہ فیصلہ کہ جنیوا دارالمال کا مرکز ہو، عدضی ہے۔ آئندہ کسی مسلم ملک کو ہی منتخب کیا جائے گا۔ 1

اسلامی بینکوں کی نظریاتی اساس

الف

1) سود کی لعنت سے بچتے ہوئے اور حرام سے اجتناب کرتے ہوئے حلال معیشت کی راہ اختیار کرنا اصل مقصود ہے۔

2) فرمان نبوی ﷺ

﴿عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ

1۔ الدعوۃ ۔ ریاض مکہ جون ۱۹۸۱ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے دینے والے، اس کی دستاویز رکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔

3) سودی معیشت اپنانے کو اللہ جل جلالہ نے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ سودی معیشت سے چھٹکارا پانے کے لئے اسلامی معیشت کی راہ اختیار کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسلامی بینکوں کے قیام کا یہ پہلا بنیادی مقصد ہے۔

(ب) اسلامی بینکوں کے اندر جو دوسرا نظریہ کار فرما ہے وہ یہ ہے کہ یہ بینک لوگوں کو نقد سرمایہ قرض پر نہیں دیتے، اسلامی بینک کاروبار میں مشارکت و مضاربت تک محدود رہتے ہیں۔ اس طرح ایک تو نقد سرمائے سے جو غلط نوعیت کے کاروبار چلائے جاتے ہیں وہ نہیں ہوتے اور دوسرے کاروبار میں بینک حصہ لے کر ملکی معیشت کو متحرک کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(ج) اسلامی بینکوں کا تیسرا اساسی نظریہ کرنسی کے اساسی تصور سے متعلق ہے۔ مغرب کے ماہرین اقتصادیات روپے کو سامان قرار دیتے ہیں یعنی جیسے انسان کے لئے زمین اور جائیداد اور مشینری سامان ہے۔ اسی طرح روپیہ بذات خود ایک سامان ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی ماہرین جس طرح زمین، عمارت، جائیداد اور مشینری وغیرہ کو کرائے پر دے کر نفع حاصل کرنے کو درست سمجھتے ہیں اسی طرح نقد روپے کو کرائے پر دینا بھی درست سمجھتے ہیں اور اسی کا نام سود ہے، اس کے مقابلے میں اسلامی بینک اور

1۔ مسلم کتاب المساقات والمزارعة باب لعن آكل الربا وموكله ١٥٩٨/١٠٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلم ماہرین اقتصادیات روپے کو فی نفسہ سامان یا جنس (Commodity) نہیں بلکہ ذریعہ حصول سامان و اجناس سمجھتے ہیں، اِسلام کی نظر میں نقود قیمت نہیں ہیں بلکہ نقود قیمت کا پیمانہ ہیں یعنی نقود فی نفسہ قیمت نہیں سمجھے جاتے، بلکہ ان کی قیمت وہ خدمات ہیں یا وہ اجناس ہیں جو ان کے ذریعے سے خریدی جا سکتی ہیں،اسی تصوّر نے اِسلامی بینکوں کا راستہ بنیادی طور پر سُودی بینکوں سے الگ کر دیا ہے۔

کیا متبادل لانا علماء کی ذمہ داری نہیں؟

1) جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیا متبادل پیش کرنے کی کوشش علماء کی ذمہ داری ہے یا نہیں، تو اس بات میں بھی ہمیں قرآن کریم اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہی سے رہنمائی ملتی ہے قرآن کریم نے سُود کی حرمت کے لیے ''حَرَّمَ الرِّبٰوا'' بعد میں فرمایا اور متبادل کے طور پر ''أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ'' پہلے ارشاد فرمایا۔

2) اور آنحضرت ﷺ نے جب ایک صاع کھجوروں کو دوصاع کھجوروں سے خریدنا ربوا قرار دے کر اُس کی حرمت بتلائی تو ٹھیک اُسی وقت اُس کا متبادل طریقہ بھی بتلایا کہ دو صاع کھجوروں کو پہلے درہموں سے بیچ دو، پھر اُن درہموں سے ایک صاع اچھی کھجور خرید لو۔

یہاں آپ نے متبادل تو بتایا لیکن متبادل بھی ایسا جس کا نتیجہ بالکل وہی ہے جو پہلی صورت کا تھا۔وہی بات جس پر عام طور پر اِعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ وہی ہو گیا، ناک گھما کر پکڑی ، لہٰذا یہ ناجائز ہونا چاہئے، لیکن نبی کریم ﷺ نے صرف حرام کہنے پر اِکتفا نہیں فرمایا بلکہ متبادل بھی دیا اور متبادل بھی ایسا تھا جس کے نتیجے میں وہی بات اور وہی نتیجہ حاصل ہو رہا تھا۔

3) حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب ان کے پاس قید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خانے میں بادشاہ کا پیغام پہنچا اور خواب کی تعبیر ان سے پوچھی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر تو بعد میں بتلائی کہ سات سال کا قحط آنے والا ہے لیکن اس قحط سے نجات حاصل کرنے کا راستہ پہلے بتا دیا چنانچہ فرمایا کہ

﴿فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ﴾[1]

اس آیت سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ داعی حق صرف حرام کام کو حرام کہہ دینے پر اکتفا نہ کرے یا صرف کسی مصیبت کو بیان کرنے پر اکتفاء نہ کرے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے بلکہ اپنے امکان کی حد تک اس سے نکلنے کا راستہ بھی بتائے اور یہ راستہ اسی وقت بتایا جا سکتا ہے جب آدمی معاملات اور حقائق سے واقف ہو۔

4) انبیاء کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ خیر و شر دونوں راستے اُمّت کو بتائیں تاکہ اُمّت شر سے بچ کر خیر کا راستہ اِختیار کرے، صرف شر سے روکنا اور خیر کا راستہ نہ بتانا کافی نہیں ہے، آیت ''وَهَدَيْنَٰهُ النَّجْدَيْنِ'' سے بھی یہی صراحت ہوتی ہے کہ ہم نے خیر اور شر دونوں راہیں بتلا دیں کہ برے راستے سے بچے اور اچھے راستے پر چلے،

5) جب اللہ جل جلالہ نے زِنا کو حرام کہہ دیا تو اس کے متبادل نکاح کا راستہ بھی بتا دیا تاکہ وہ زِنا سے بچ کر نکاح کا راستہ اِختیار کر لے، یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اکثر و بیشتر جگہوں میں "نہی عن المنکر" کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف کا بھی ذِکر بھی ہوتا ہے، تاکہ اِنسان جب گناہ کا راستہ ترک کرے تو نیکی کا راستہ بھی اِختیار کرے۔

6) ڈاکٹر اور طبیب کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ پرہیزی اشیاء کے

1۔ سورۃ یوسف : ۴۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ وہ چیزیں بھی بتائیں جن کو مریض استعمال کر سکتا ہو، اور علماء کی حیثیت بھی ایک روحانی طبیب کی ہوتی ہے اس لئے شریعت نے جہاں ربا سے منع کیا وہیں بطورِ متبادل بیع کی اجازت بھی دی ہے۔

7) اسی طرح مسلمانوں کو(لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا) سے روکا تو(قُوْلُوا انْظُرْنَا) کا متبادل دیا۔اسلام نے جہاں حرام راستوں کو مسدود کیا وہاں حلال راہیں بھی متعین کیں۔اُن تمام مسدود راستوں اور وضع کردہ حلال راستوں سے آگاہ کرنا علماء کی یقیناً ذمہ داری ہے اور یہی منشاءِ الٰہی ہے جس کا اظہار

﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1]

سے کیا گیا ہے، خاص کر ان عوامل میں علماء کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے جن عوامل میں عوام الناس کیلئے چھٹکارا ممکن نہیں رہتا۔

۸) علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

﴿وَعَنْ أَبِي جَبَلَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ : إِنَّا نَقْدَمُ أَرْضَ الشَّامِ وَمَعَنَا الْوَرِقُ الثِّقَالُ النَّافِقَةُ، وَعِنْدَهُمُ الْوَرِقُ الْخِفَافُ الْكَاسِدَةُ أَفَنَبْتَاعُ وَرِقَهُمُ الْعَشَرَةَ بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ ؟ فَقَالَ : لَا تَفْعَلْ، وَلَكِنْ بِعْ، وَرِقَكَ بِذَهَبٍ، وَاشْتَرِ وَرِقَهُمْ بِالذَّهَبِ. وَلَا تُفَارِقْهُ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ، وَإِنْ وَثَبَ مِنْ سَطْحٍ فَثِبْ مَعَهُ﴾[2]

"ابو جبلہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم

1۔ سورۃالنحل :۴۳

2۔ ألمبسوط للسرخسی:کتاب الصرف ج16ص ۲۷۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شام جاتے ہیں تو ہمارے پاس بھاری چاندی (کے درہم) ہوتے ہیں جو بازار میں خوب چلتے ہیں، اور ان کے پاس ہلکی چاندی کے درہم ہوتے ہیں جو اتنے نہیں چلتے، تو کیا ہم ان کی چاندی کے دس درہم اپنی چاندی کے ساڑھے نو درہم دے کر خرید سکتے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ "ایسا نہ کرو، لیکن ایسا کرو کہ اپنی چاندی کو سونے کے عوض بیچ دو، اور ان کی چاندی کو سونے سے خرید لو، اور جب تک قبضہ نہ کرلو، اس سے الگ نہ ہو، اور اگر وہ چھلانگ لگائے تو تم بھی اُس کے ساتھ چھلانگ لگا دو۔" (قبضہ لیے بغیر علیحدگی اِختیار نہ کرو)

مندرجہ بالا شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی حلت و حرمت کے حوالے سے نصوص شرعیہ موجود ہوں علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کیروشنی میں وہ عوام الناس کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے جہاں پرہیز بتایا ہے وہاں علاج بھی تجویز فرمائیں تاکہ حرام کے نقصانات سے بچتے ہوئے حلال کے فوائد سے مالا مال ہوں اور جہاں نصوص موجود نہ ہوں وہاں عوام الناس کو ازخود اِجتہادات کے لئے شتر بے مہار نہ چھوڑا جائے بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں علماء کرام ہی دلائل و براھین کے ساتھ اُن کی رہنمائی فرمائیں۔ بالخصوص اُن مسائل میں جن کے سوا کوئی چارہ نہ رہے۔

کیا بینک اور معیشت لازم وملزوم ہیں؟

فی زمانہ بینکوں کا وجود نہ صرف ہماری اجتماعی معیشت کی ضرورت ہے بلکہ انفرادی معیشت کی گاڑی بھی اس کے بغیر نہیں چل سکتی حتی کہ حج جیسی عبادت بھی بینکوں سے منسلک ہو چکی ہے، بڑے بڑے جائز اور حلال سَودے بھی بینکوں کے بغیر ممکن نہیں رہے، جائیداد اور صنعتوں کی خرید سے لے کر ایک کاشت کار کے لئے کھاد اور بیج کی خریداری تک، بینک ہماری ضرورت بن چکے ہیں، چاہے کوئی سرکاری ملازم ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا ذاتی نوعیت کا کاروباری، مدرسوں اور مسجدوں کا فنڈ ہو یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کا،

عصرِ حاضر میں رقوم کی حفاظت اور منتقلی کا یہی مؤثر ذریعہ ہے، علماء کرام یہ بات تو بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ بینکوں کے کھاتے حرام ہیں، اس کی نوکری حرام ہے اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے لیکن جب اپنا اماؤنٹ بینکوں میں رکھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ یہ ہماری مجبوری ہے اور ہم نے کونسا (PLS) میں رکھا ہے ہم نے تو کرنٹ اکاؤنٹ کھلوایا ہے جو ہمیں سُود نہیں دیتا، ٹھیک ہے کرنٹ اکاؤنٹ کے ذریعہ آپ سُود کھا نہیں رہے لیکن کھلا تو رہے ہیں، جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے بوجہ سُود چار قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اُن میں صرف کھانے والا ہی نہیں بلکہ کھلانے والا بھی شامل ہے، (آکل الربوا وموکلہ) اس لعنت سے بچنے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو اس لعنت سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا حلال متبادل تلاش کیا جائے اور یہ متبادل ہمیں اِسلامی بینکوں کی صورت میں نظر آرہا ہے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آنکھیں بند کر کے اس کی حلت کا فتویٰ دے دیا جائے، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ آنکھیں کھول کر اس میں پائے جانے والے سقم کو دور کیا جائے، اس لئے کہ یہ اقدام ان شاءاللہ ہمیں حلال کی جانب ضرور لے جائے گا اور جتنا جتنا ہمیں حلال سے قربت نصیب ہوتی جائے گی اُتنا اُتنا ہمیں حرام سے دوری بھی حاصل ہوتی جائے گی۔

لہٰذا سرے سے اِسلامی بینکوں کی افادیت سے انکار کر دینا قطعاً مفید نہیں ہے البتہ ان میں پائی جانے والی خرابیوں کو دور کیا جائے تو یہ یقیناً ایک مستحسن اقدام ہوگا اور قوم و ملک کے ساتھ ساتھ دین کی بھی خدمت ہوگی اور جب بینک ہماری زندگی کا لازمی حصہ بن چکے ہیں تو پھر کیوں نہ اِسلامی بینکوں کو فروغ دیا جائے اور سُودی معیشت سے نجات کے لئے سُودی بینکوں سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ سُودی بینکوں میں رقم رکھوانا بھی گناہ میں تعاون کے مترادف ہے لہٰذا بحیثیت مسلمان ہمیں حلال معیشت اختیار کرنی چاہئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا اسلامی اور سُودی بینکاری نظام یکساں ہیں؟

ایک شخص نے نماز جمعہ کے بعد سوالات کی مجلس میں ایک سوال کیا کہ کیا میں اپنے سرمائے کی حفاظت کے لئے بینک میں اکاؤنٹ کھلوا سکتا ہوں تو بندہ نے کہا کہ کیوں نہیں مگر اسلامی بینکوں کا انتخاب کیجئے وہ شخص انتہائی تعجب سے مجھے دیکھنے لگا اور پھر کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اسلام میں تو بینک کا وجود ہی نہیں ہے، حالانکہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں اپنے راہنما اصول چھوڑے ہیں یہ تمام کی تمام یہود ونصاریٰ کی سازش ہے کہ اُنہوں نے ہمارے دِل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اسلام صرف عبادات تک محدود ہے رہا بینک کا معاملہ تو یہ سُود کے بغیر ممکن نہیں ہے تاکہ مسلم دنیا کا سرمایہ اُن کے بینکوں سے نکل ہی نہ سکے اور مسلم دنیا ہم سے بے نیاز ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو سکے۔

اور ہم واقعی ان سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں، سُودی بینکوں کا نظام اور اسلامی بینکوں کا نظام دو مختلف نظام ہیں اِن میں قطعاً یکسانیت نہیں ہے دیکھنے میں تو کافر اور مسلم بھی ہم شکل ہو سکتے ہیں، ہم لباس ہو سکتے ہیں، لیکن جس بنیاد پر ہم ایک غیر مسلم کو کافر اور مسلم کو مسلمان کہتے ہیں وہ فرق شکل و صورت کا نہیں بلکہ نظریاتی فرق ہوتا ہے اور یہی وہ فرق ہوتا ہے جو دونوں کی راہوں کا تعین کرتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے راہیں جُدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

یکسانیت کے اِشکال کا جائزہ

اِشکال: یہ دلیل دی جاتی ہے کہ شرح منافع تقریباً یکساں ہے۔

جواب: سُودی بینکوں میں شرح منافع فکس ہے جو پہلے سے آپ کے علم میں ہوتا ہے جبکہ یہاں شرح منافع پہلے سے فکس نہیں ہوتا ہاں اگر اتفاق سے ریشو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برابر بیٹھتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مثلاً: اگر امام کعبہ الشیخ عبدالرحمن سُدیس حفظہ اللہ کی تلاوت کی کیسٹ یا سی ڈی ۳۰ روپے کی ملے اور نور جہاں کے گانوں کی کیسٹ یا سی ڈی بھی ۳۰ روپے کی ملے تو شیخ السدیس کی کیسٹ لینی اس لئے حرام ہوجائے گی کہ دونوں کی قیمتیں یکساں ہیں؟ یا اس لئے حرام ہوگی کہ دونوں سیڈیز کسی ایک کمپنی کی بنی ہوئی ہیں۔ ہرگز نہیں یہی معاملہ بظاہر اِسلامی بینکوں اور سُودی بینکوں کا ہے، شرعی اِعتبار سے دونوں کے حکم الگ الگ ہیں۔

سُودی بینکوں کے ڈیپازٹ کا شرعی حکم

سُودی بینکوں میں جو رقوم رکھوائی جاتی ہیں، وہ فقہی یا شرعی لحاظ سے امانت نہیں بلکہ قرض ہیں جس کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ امانت کو عموماً اِستعمال نہیں کیا جا سکتا، جب کہ بینک وہ رقوم اِستعمال کرتے ہیں

۲۔ امانت کی کوئی ضمانت (Guarantee) نہیں ہوتی جبکہ بینکوں کے ڈپازٹس ضمانت والے (واجب الاداء) ہوتے ہیں۔

اس کے برخلاف قرضہ کے اندر یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں یعنی قرضہ کی رقم کو اِستعمال بھی کیا جا سکتا ہے اور اس پر ضمانت بھی ہوتی ہے لہٰذا ڈپازٹس کی رقوم اصل ڈپازٹ ہولڈرز کی طرف سے بینکوں کو قرضہ ہے اور کسی بھی قرضہ پر اس کے رأس المال (Capital) سے زائد کی ادائیگی سُود ہے۔

دوسری طرف بینک اپنے گاہکوں کو ان کی مختلف ضروریات کے پیشِ نظر قرضے دیتا ہے اور اس پر اضافی رقم وصول کرتا ہے یہ اضافی رقم بھی چونکہ قرضہ پر وصول کی جاتی ہے لہٰذا یہ بھی سُود ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِسلامی بینکوں کے ڈیپازٹ کا شرعی حکم

اِسلامی بینکاری میں ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس میں سُود لازم نہ آئے چنانچہ ڈیپازیٹرز کے ساتھ بینکوں کے معاہدے میں قرضے کے بجائے شرکت، مضاربت یا وکالت کے معاہدے کئے جانے ضروری ہیں تاکہ جو رقم ڈیپازیٹرز بینک میں جمع کرائیں وہ مذکورہ شرعی اُصولوں کے تحت ہو اور اس پر نفع سُود کے حکم میں نہ ہو۔

اس کے بعد بینک وہ پیسہ (کھاتہ داروں کے پیسے) مختلف قسم کے جائز کاروبار میں لگاتے ہیں، جائز کاروبار سے مراد ہر وہ کاروبار یا تجارت ہے جو شرعاً حلال ہو۔ مثلاً جائز اشیاء کی خرید وفروخت (مرابحہ، مساومہ) کرایہ داری (Leasing) بیع سلم، تعمیری ٹھیکہ (استصناع) مزارعت، شرکت (پارٹنر شپ) مضاربت وغیرہ۔ اِسلامی بینک ان تجارتوں سے جو نفع حاصل کرتے ہیں اس میں سے وہ انتظامی اُجرت یا نفع (Management share/fee) رکھ کر باقی ڈیپازیٹرز (کھاتہ داروں) کو تقسیم کردیتا ہے، لہٰذا اگر بینک زیادہ نفع کماتا ہے تو وہ کھاتہ داروں کو زیادہ نفع دیتا ہے اور اگر کم کماتا ہے تو کم نفع دیتا ہے۔

کیا سُود کے بغیر بینکاری ناممکن ہے؟

اس ضمن میں محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب (مرحوم) کا پیش کردہ لیکچر قارئین کے لئے ایک نادر اور پر مغز تحفہ ہے جو فاران کلب کراچی میں ..... 1997ء میں دیا گیا۔ ہم یہاں لیکچر کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(خطبہ مسنونہ کے بعد) لمابعد!

یہ موضوع ملت اِسلامیہ کا سب سے زیادہ فکر انگیز اور تشویشناک موضوع ہے، مجھے احساس ہے کہ اس موضوع کی اطراف اور اس کی جہات جس قدر متعدد ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی قدر وسیع تر بھی ہیں۔ تمہیداً آپ کے سامنے ایک بات عرض کردوں کہ اسلام کا معاشی نظام جو ہے یہ اسلام کے کلیۃً جو نظام زندگی ہے اس سے کوئی مختلف چیز نہیں ہمارے ہاں عموماً یہ ایک رجحان پایا جاتا ہے کہ ہم مختلف موضوعات کا تجزیہ کرتے ہوئے جو انٹر لیٹڈ (Interrelated) حقیقتیں ہیں ان کا جائزہ نہیں لیتے جس طرح ایک انسان جسم ہے اگر اس میں سے آنکھیں الگ کردی جائیں کان الگ کر دیئے جائیں، زبان الگ کر دی جائے، اعضاء جوارح کو الگ الگ کر دیا جائے تو باوجود اس کے کہ وہ انسانی جسم کے سالم اعضاء کہلائیں گے لیکن ان کے فنکشن (Functions) ان کی معنویت یا ان کی افادیت وہ ختم ہو کر رہ جائے گی بعینہٖ اگر اسلام کے مجموعی تصور زندگی کے وہ سارے کے سارے اجزاء جو اس کے ریاستی امور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو اس کے معاشرتی مزاج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو اس کے تعلیمی اور تہذیبی اور عمرانی اور عدالتی اور معاشی اور معاشرتی پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں اگر ان کو الگ الگ کر کے ان کا جائزہ لیا جائے تو پھر یہ اپنی کوئی افادیت جو ہے وہ پیدا نہیں کرتے۔

ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح سے خود یونانیوں کے ہاں بھی وہ ایک سُودی معیشت کو درست تصوّر نہیں کرتے افلاطون کا نام اس کی ری پبلک کے حوالے سے اور پھر ارسطو کا نام اس کے افکار کے حوالے سے ہمارے سامنے لیا جاتا ہے لیکن عجیب اتفاق ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ کوئی دینی منہج کے فلاسفر یا مفکرین نہیں تھے لیکن ان کے ہاں بھی ان کے افکار میں اس سُودی معیشت کو یا سُودی افکار کی ممانعت یا نفی جو ہے وہ ہمیں دکھائی دیتی ہے اس کے بعد آسمان سے دین تو ایک ہی اترا ہے جسے اِسلام کہتے ہیں لیکن مختلف زمانوں اور اور تاریخ کے مختلف ادوار کے اندر شرائع کے اندر ایک اختلاف موجود رہا ہے اور شرائع کے حوالے سے ہم یہ بات محسوس کرتے ہیں جتنے بھی ادیان رسول اللہ ﷺ سے پہلے موجود رہے ہیں ان ادیان کی کتابوں اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

صحائف میں اس مسئلے پر ہمیں واضح تعلیمات جو ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں یہودیت کی کتاب تورات ہو یا عہد نامہ قدیم ہو یا عیسائیت کی کتاب انجیل یا عہد نامہ جدید ہو ان دونوں کے کتابوں کے حوالے سے بھی واضح طور پر سُودی معیشت اور سُودی افکار کی نفی اور ان کی مذمت اور ان کی حرمت جو ہے وہ ہمیں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے قرآن مجید میں بھی اس سُودی معیشت کے بارے میں جو لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے، یہ سب سے زیادہ منفرد قسم کا اسلوب اس حوالے سے ہے کہ جو سختی اور جو شدت ہمیں اس سلوب کے اندر دکھائی دیتی ہے وہ قرآن مجید کے دوسرے احکامات کے اندر جو کہ زندگی کے سیکڑوں موضوعات پر جو احکامات موجود ہیں جن کے اندر حدود بھی ہیں جن کے اندر احکامات بھی ہیں لیکن اس حکم کو بیان کرتے ہوئے لب ولہجہ کے اندر جو سختی اور جو شدت اختیار کی گئی آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ظلم کو اور شرک کو کسی صورت گوارا نہیں کرتا اور سُود کے مزاج کے اندر یہ ظلم اور شرک موجود ہے ظلم تو اس اِعتبار سے کہ یہ دنیا کے اندر طبقات کو جنم دیتا ہے مجبوروں کی محرومیوں کی تجارت کرتا ہے اور معاشرے کے اندر مجبوروں کی ضروریات جو ہیں ان سے ایک ہلاکت آفریں قسم کے تصوّر کے ساتھ ان سے یہ لوٹ کھسوٹ کا ایک نظام دنیا کے اندر پیدا کرتا ہے اور شرک اس اِعتبار سے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی جو صفت ربوبیت ہے اس کائنات کی پیدائش میں اور اس کائنات کے رِزق اور وسائل کے اندر کوئی دوسری چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے اندر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے کسی دوسرے انسان کی ضرورت کو کبھی محسوس کیا ہو اس کائنات کی پیدائش، اس کائنات کے وسائل، اس کائنات معاشی ذرائع ان سب کے اندر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے کو شریک نہیں رکھا ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ربوبیت تمام انسانوں کے لئے عام ہے اس سُود کے حوالے سے دراصل ایک انسان سرمائے کی قوت کی بنیاد پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک ربوبیت کے اندر شریک ہونے کی کوشش کرتا ہے اور وہ ربوبیت عامّہ جو اللہ جل جلالہٗ نے تمام انسانیت کیلئے بغیر کسی تفریق کے رنگ اور نسل اور زبان اور علاقے کی تمیز کے جو ربوبیت عامّہ انسانوں کیلئے عام کی ہے اور واضح کی ہے اس کے اندر انسان شریک ہونے کی کوشش کرتا ہے اس اِعتبار سے سُود کی حرمت کے اندر ایک طرف جہاں ظلم کا پہلو بہت زیادہ واضح ہے دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شرک کا پہلو جو ہے وہ بھی بہت واضح ہے لہٰذا جب ظلم اور شرک اس سُود کے مزاج کے اندر شامل ہو جاتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کیلئے ایسا اسلوب، ایسا اسٹائل اور ایسا انداز اختیار کیا جاتا جیسا انداز سورہ بقرہ کی ان آیات میں باقاعدہ اختیار کیا گیا اور فرمایا گیا کہ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾[1]

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو تمہارا سُود جو کچھ باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے اب بھی توبہ کر لو اور سُود چھوڑ دو تو اپنا اصل سرمایہ تم لینے کے حقدار ہو نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

یہ لا تظلمون ولا تظلمون غیر سُودی معیشت کا جو امتیاز ہے جس کو قرآن مجید میں یہاں پر پیش کیا گیا کہ اِسلامی معیشت اور ربوبیت الٰہیہ اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ دنیا پر نہ تو کسی پر ظلم کیا جائے اور نہ کوئی اس ظلم کا شکار ہو یہی وجہ ہے کہ

---

1 سورۃ البقرۃ: 278، 279

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علامہ اقبال نے اسی فلسفہ کو اسرار خودی کے اندر پیش کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی کہ

کس نہ باشد در جہاں محتاجِ کس .... نکتہ شرع مبینی نیست بس

شرع مبین کا آخری نکتہ یہ ہے کہ کوئی انسان اس دنیا میں دوسرے انسان کا جو محتاج رہا ہے اس اِعتبار سے "کس نہ باشد در جہاں محتاجِ کس" یہ اِسلامی معیشت کا اتنا بڑا اسلوب ہے کہ جس کو قرآن مجید نے اپنے حوالے سے یہاں پر پیش کیا ہے، یہاں پر ایک اور بات کو ذہن میں رکھا جانا چاہئے کہ ہمارے ہاں جدید زمانے کے اندر وہ افکار پھیل گئے ہیں، جدید معاشرت کے اندر گزشتہ کئی صدیوں سے جو ہمارے ہاں افکار کا تصوّر ہے وہ مغرب کے حوالے سے مشرق کی دنیا کے اُوپر آتا چلا گیا، لیکن ہم اگر غور کریں تو چودہ سو سال پہلے کا جو اِسلامی معاشرہ جو ہمارے سامنے ہے اس اِسلامی معاشرے کے جو امتیازات ہمارے سامنے ہیں اس معاشرے کے اندر بھی تجارت موجود تھی اس معاشرے کے اندر بھی بین الاقوامی منڈیوں کے اندر لوگوں کا آنا جانا موجود تھا اور ہمیں یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معاشی اسوہ جو ہم دیکھتے ہیں تو رسالت سے قبل بھی آپ نظام تجارت کے اندر موجود تھے اور یہ ہمیں علم ہے کہ آپ بصرہ میں اور موصل میں اور بحرین میں اور مختلف قسم کی بین الاقوامی منڈیاں جو حجاز کے اردگرد موجود تھیں وہاں ادارے کی تجارت اور خدمت کے طور پر آپ اس کے اندر شامل رہے اس لحاظ یہ تجارتی اموال کا لین دین اور سُودی معیشت کی صورتحال جو ہے یہ تو آج کے زمانے کے ساتھ یا جدید زمانے کے ساتھ وابستہ نہیں ہے بلکہ انسانیت کے ہر عہد کے اندر اور تاریخ کے ہر دور کے اندر یہ معاشی مسئلہ اپنے اپنے احوال اور اپنے اپنے تاریخی تناظر کے ساتھ ہمارے سامنے موجود رہا اور عرب کے قریش جو تھے وہ سُود کے اس ظالمانہ نظام کے اندر لتھڑے ہوئے تھے یثرب کے اندر جو یہود تھے وہ بھی معاشی صورتحال کے اندر سُود کی اس ظالمانہ کاروائی کے اندر پورے طور پر ہمیں شریک دکھائی دیتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس لحاظ سے ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ سُودی معیشت کی یہ پوری صورتحال جو ہے عرب کی سرزمین بھی اس میں لتھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور عرب کے لوگ قرآن مجید کی آیات کے پہلے مخاطب تھے، لہٰذا واضح ہے کہ یہ جو آیات ان کے سامنے پیش کی جارہی ہیں یہ آیات کسی عجمی معاشرے کیلئے نہیں پوری کائنات کیلئے تھیں لیکن اس کے اوّلین مخاطب جو تھے وہ خود عرب کے لوگ تھے اور عرب کے لوگ سُود مفرد کے اور سُود مرکب کے اس پورے نظام کے اندر موجود تھے ہمارے ہاں ایک عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ سُود جو مہاجنی طرز کا ہے جو یوزری کیلئے موجود ہے شاید اس کے اندر تو کوئی خرابی موجود ہے اور وہ ایک ظالمانہ نظام ہے لیکن کاروبارِ زندگی کو چلانے کیلئے تجارتی اموال کو ریگولیٹ کرنے کیلئے گردشِ زر کو برقرار رکھنے کیلئے تو اموال کی ضرورت ہوگی اور اس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی یہ معاملہ بھی ان کے ہاں درپیش تھا بلکہ یہ بات واضح رہے کہ یہ آیات اور ان کا پس منظر اور ان کی شانِ نزول جو ہے یہ یوزری یا مہاجنی یا ذاتی ضرورتوں والے قرضے کیلئے نہیں ہے بلکہ ان آیات کا اصل مصداق اسی تجارتی اموال کیلئے ہیں جن کے لئے کہ عرب کے لوگ ان کی جانچ ٹاپس کمپنیز بھی تھیں، عرب کے لوگوں کے اندر باقاعدہ یہ صورتحال موجود تھی، کچھ سلیپنگ پارٹنر ہوتے تھے وہ اپنے سرمایہ جو تھے جانچ ٹاپس کمپنی کی صورت میں دیتے تھے اور ان کے کچھ لوگ جو تھے وہ اس تجارت کو کرتے تھے اور اس کے منافع کو آخر میں تقسیم کیا کرتے تھے اس اِعتبار سے یہ سمجھنا کہ شاید چودہ صدیوں پہلے انسانیت کسی معاشی تصوّر سے یا معاشی ماحول سے اور یا معاشی احتیاجات سے یا معاشی ضروریات سے بے خبر تھی ایسا قطعاً نہیں ہے وہ معاشرہ پورے طور پر اس معاشی صورتحال کے اندر موجود تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایسے لوگ موجود تھے کہ جو تجارتی اموال کے اِعتبار سے اپنے زمانے کے ممتاز لوگوں میں سے تھے جس طرح سے ہمارے ہاں ملٹی نیشنل کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک تصوّر موجود ہے، ایسا ملٹی نیشنل کا تصوّر تو اس وقت ممکن نہیں تھا لیکن اپنے ہی مختلف لوگوں کے ایک جائنٹ ٹاپس کمپنی کا تصوّر جو تھا اس معیشت کے اندر پورے طور پر موجود ہے لیزنگ کی صورتحال بھی موجود ہے اِجارے کی صورتحال بھی موجود ہے اور شراکت کی صورتحال بھی موجود ہے مضاربت کی صورتحال بھی موجود ہے اس معاشی صورتحال کے اندر یہ ساری چیزیں ہمیں دکھائی دیتی ہیں پھر ہم یہ دیکھتے ہیں ایک بات یہ واضح رہنا چاہئے کہ سُود کا تعلق کیونکہ انسان کی روز مرہ زندگی کے ساتھ ہے اور سُود کا تعلق کیونکہ روپے پیسے کی گردش اور ضروریات کے ساتھ وابستہ ہے اور ایک انسان کی جو جبلی تقاضے ہیں یا ایک انسان کی جو طبعی فطرت ہے اس کے ساتھ روپے پیسے یا مالیات کے معاملے کا ایک بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے اور جس قسم کا نظام معیشت اختیار کیا جائے گا اُسی قسم کا نظام اخلاق پیدا ہوگا یہی بات ہے کہ عرب کے اندر یہودی جو تھے وہ اپنے فطری خصائل کے اِعتبار سے ایک خاص طرزِ اخلاق کے مالک تھے اور دنیا کے ادبیات کے اندر سُودی نظام کے حوالے سے جو قباحتیں اور خرابیاں ہمارے سامنے آتی ہیں وہ ہمارے لٹریچر کے اندر بھی موجود ہیں، شیکسپیئر کے اندر شائیلوک کا کردار کسے معلوم نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اِسلامی احکامات کی جو تدریج ہمیں دکھائی دیتی ہے اس تدریج کے اندر سارے احکامات کے بعد ہمیں بالآخر وہ حکم جو ہم سورہ بقرہ کی آیات کے اندر سُود کی ممانعت اور قطعی ممانعت کا پڑھتے ہیں یہ آخری احکامات جو نازل ہوئے ہیں اُس میں سے ایک حکم ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس حیاتِ دنیا کے اندر چار مہینے تک تشریف فرما ہوئے اور پھر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اس سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ جب تک کسی معاشرے کی پوری اخلاقی صورتحال ترتیب نہ دے دی جائے اس وقت تک یہ معیشت کا تصوّر جو ہے اس کا نفوذ اور اس کا رسوخ وہاں پر قائم نہیں ہو سکتا اس نکتہ کو اور اس حکیمانہ بات کو بھی اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کسی معاشرے کو سُودی نظام سے سُودی معاشرے سے سُودی معیشت سے غیر سُودی معاشرہ اور غیر سُودی معیشت کی طرف لانے کیلئے کون کون سے اقدامات ایسے ہیں جو اس معاشرے کے اندر ذہنی انقلاب کے اِعتبار سے اخلاقی اقدار اور روایات کے پیدا کرنے کے اِعتبار سے وہاں پر پیدا کئے جانے چاہئیں، دوسری بات یہ کہ سُود جو ہے یہ وعظ و تبلیغ کی چیز نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے اِسے اختیار کرے اور جس کا جی چاہے اِسے اختیار نہ کرے سُود کا مسئلہ یا معیشت کا مسئلہ جو ہے اِسلامی فکر کے اِعتبار سے یہ کوئی اختیاری مسئلہ نہیں ،اِسلامی ریاست کے جو ذمہ داران ہیں وہ پوری کومٹمنٹ کے ساتھ ایک معاشرے کو قائم کریں جس معاشرے کے اندر یہ غیر سُودی معیشت جو ہے یہ پورے طور پر ابھرتی چلی جائے تاکہ اس کے نتیجے میں ایک نظام اخلاق جو ہے وہ پیدا ہوتا چلا جائے ،سُودی معیشت کے حوالے سے جو اخلاقیات دنیا کے اندر پیدا ہوتے ہیں ان کے اندر ایک شقاوت ایک تنگ دلی ایک بخل ایک کنجوسی دوسروں کی ضروریات سے فائدہ اُٹھانا اور یہ سارے عناصر جو ہیں اور یہ سارے مفاسد اور یہ سارے رزائل جو ہیں یہ اُس کے ساتھ وابستہ ہیں اور غیر سُودی معیشت جو ہے اس کے بطن میں اور اس کے مزاج میں یہ بات شامل ہے کہ ایثار کی بات، ہمدردی کی بات، انفاق کی بات اور دوسروں کے ساتھ تعاون کی بات یہ ساری کی ساری صورتحال جو ہے یہ اس معیشت کے ساتھ وابستہ ہے یہی بات ہے کہ ۲۳ سال تک اس معاشرے کی تربیت انفاق کے اِعتبار سے کی گئی اپنی ضروریات کی نسبت دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دینا جو ہے یہ قرآنی احکامات میں بتایا گیا

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[1]

1۔ سورۃ الحشر :۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کہ اپنی ضرورتوں پر وہ دوسروں کی ضرورتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔
وہ اپنی بھوک تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن وہ ہمسائے کی بھوک کو برداشت نہیں کرتے اس لحاظ سے اگر آپ یہ دیکھیں کہ ایک معیشت کا تصوّر

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ [1]

یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کیا جائے اپنی جائز ضروریات کے بعد جو کچھ ان کے پاس بچتا ہے اُسے معاشرے کی اور انسانیت کی فلاح کیلئے اُسے اِستعمال کریں۔
اور پھر اِسلامی ریاست کے جو بنیادی فرائض گنوائے گئے ہیں ان فرائض کے اندر نماز کے بعد نظام زکوٰۃ کو پورے طور پر شامل کیا گیا ہے، پھر احکام میراث جو ہیں وہ جائیداد کے تعین کو حلال اور حرام کے حوالے سے جو پوری تعلیمات ہیں ان سے ایک معاشرہ پیدا ہوتا ہے یہ سُود تنہا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اِسلام نے معیشت کے اندر حلال اور حرام کی جو قیود ہمارے سامنے واضح کی ہیں معیشت کے اندر جو انفاق کی حدود ہمارے سامنے واضح کی ہیں اور ہمارے اموال خواہ وہ نقود کی شکل میں ہوں ،دینار و درہم کی شکل میں سونے یا چاندی کی شکل میں ہوں، مال اور مویشی کی شکل میں ، زرعی اجناس کی شکل میں ، تجارتی اموال کی شکل میں یا آج کے زمانے میں صنعتی اموال کی شکل کے اندر موجود ہوں یہ سارے کے سارے ایک اِسلامی ریاست میں اور اِسلامی معیشت کے اندر ان کے لئے ایک باقاعدہ ضابطہ ہے ایک کوڈ ہے جن کے تحت یہ باقاعدہ اِستعمال ہونا اس لحاظ سے آج اگر کوئی طبقہ کوئی گروہ کوئی تحریک کوئی ریاست کوئی ادارہ کوئی انسٹیٹیوشن اگر یہ بات چاہتا ہے کہ اپنی معیشت کو سُودی معیشت کے مفاسد سے اور مظالم سے پاک کیا جائے تو اس کے سامنے وہ تدریج اور وہ ضابطہ اور وہ

1۔ سورۃ البقرۃ :219

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منہج اور وہ پیٹرن اور وہ میتھاڈولوجی موجود رہنا چاہئے جو رسول اللہ ﷺ نے ۲۳ سالہ حیاتِ طیبہ اور عہد رسالت مآب ﷺ کے اندر اختیار کیں، بین الاقوامی سطح پر اب دنیا جو ہے سمٹتی چلی جارہی ہے اور دنیا اگرچہ مختلف جغرافیائی حدود اور قیود کے اندر بستی ہے لیکن ایک گلوبل ویلج پیدا ہوچکا ہے کمیونی کیشن کے ذرائع نے ٹیکنالوجی نے دنیا کی سرحدوں کو بہت سارا سمیٹ لیا ہے اور ان سمٹتی ہوئی سرحدوں کے اندر انسانوں کی ضرویات جو ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں اور انسانی معیشت جو ہے وہ ملکی دائروں سے نکل کر بین المِلّی اور بین الاقوامی دائروں کے اندر پھیلتی جارہی ہے اس لحاظ سے یہ ضرورتیں درپیش ہیں ہمیں یہ معلوم ہے کہ عہدِ رسالت مآب ﷺ کے اندر بھی یہ صورتحال ہمارے سامنے آتی ہیں خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جب واپس آتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہے کہ بنو مغیرہ جو تھے وہ عرب کے معاشرے کے اندر سُودی بزنس کرنے والوں میں سرفہرست ایک کمپنی تھی بہت سارے لوگوں کو تجارتی سُود بھی دیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ مکہ کے گورنر کو ایک ڈائریکٹر (....) (ہدایت نامہ) لکھا کہ بنو مغیرہ کے پاس جا کر اولاً ان سے یہ بات کہو کہ وہ اپنے سُودی کاروبار کو سمیٹ لیں، رسول اللہ ﷺ نے گورنر مکہ کو عامل مکہ کو یہ بات ہدایت کی کہ آپ ان لوگوں سے کہیں کہ اپنا اصل راس المال ان سے وصول کیا جاسکتا ہے لیکن سُودی رقوم جو لوگوں پر واجب الادا ہیں ان کو ساقط کر دیا جائے اور اگر بنو مغیرہ کے لوگ میرے اس ڈائریکٹر (ہدایت نامہ) اور میرے اس حکم کے ملنے کے بعد بھی اس نظام کو جاری رکھیں تو پھر ان کے خلاف کھلی جنگ کرو یہ تو دار الاِسلام کا مسئلہ ہے کہ ایک دارالاِسلام کے اندر ایک اِسلامک اِسٹیٹ کے اندر کیا صورتحال ہوگی اب دوسری طرف آیئے ہمیں یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مختلف ممالک سے جو ڈیپوٹیشن اور وفود آتے رہے ہیں ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اندر ایک وفد نجران کے عیسائیوں کا بھی موجود تھا اور نجران کے عیسائیوں کے وفود کے ساتھ جو آپ کی طویل گفتگو ہوئی اس کے نتیجے میں وہ ایک باقاعدہ معاہدہ ترتیب پایا اور اس معاہدہ کے بہت سارے اجزاء میں سے اور اس کے بہت سارے آرٹیکلز میں سے ایک جز اور آرٹیکل یہ بھی موجود تھا آپ اپنے ہاں سُودی معاملات کو جاری و ساری نہیں رکھ سکیں گے اور اگر ہمیں یہ اطلاع ملی کہ آپ اپنے دار الحرب کے اندر سُودی نظام کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں تو پھر یہ ہمارا معاہدہ کالعدم تصوّر کیا جائے اور پھر نئے سرے سے اعلانِ جنگ تصوّر کیا جائے، اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ قرآن مجید میں:

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾[1]

کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ کہ ایک اِسلامک اِسٹیٹ کے کوڈ آف کنڈیکٹ کے اندر یہ بات شامل ہے کہ اس معاشرے کے اندر یا اس معاشرے سے باہر اگر کہیں سُودی مفاسد موجود ہیں تو یہ ایک طرح سے کھلا اِعلانِ جنگ ہے ان کے ساتھ یہ تعلقات اختیار نہیں کئے جاسکتے ، سُودی مفاسد سے بچنے کی صرف اِسلامی معاشروں کو ہی ضرورت نہیں بلکہ پوری انسانیت کا مفاد اس بات کے اندر ہے کہ ان کو اس سُودی معیشت کے مفاسد سے نجات دلائی جائے ،اس وقت دنیا کے اندر سب سے زیادہ مقروض ملک کا نام امریکہ ہے اگر آپ ۱۹۰۰ء سے لے کر آج ۱۹۹۷ء تک کا ایک گراف پورے امریکہ کا دیکھتے چلے جائیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ اس امریکہ کی معیشت کے اندر ہر سال جو ان کے رأس المال جو انہوں نے اختیار کیا جو قرضے لئے ہیں ان قرضوں کی بنیاد پر سُود بڑھتا چلا گیا ہے اور ہر سال وہ اپنی بجٹری پروویژن کے اندر اس سُود کی ادائیگی کے لائق نہیں ہے اور جب تک یہ سُودی معیشت کسی بھی ملک کے ساتھ موجود ہے وہ اپنے

1۔ سورۃالبقرۃ :279

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُود کے اس شکنجے سے نکلنے کی کبھی پوزیشن میں نہیں ہوسکتا ،یورپ کے اندر سُودی نظام کا پورے کا پورا آغاز یورپ بینک آف انگلینڈ کے ساتھ دکھائی دیتا ہے اس سے پہلے ایک دوسرا نظام ہمارے سامنے موجود ہے پورے یورپ کے اندر اور امریکہ کے اندر اس سُودی معیشت کے حوالے سے اس فری اِنٹرپیور کے حوالے سے جو ایک نظام اخلاق ترتیب پایا ہے اس کا نتیجہ آج آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس معیشت کے نتیجے میں اس سُودی معیشت کے مفاسد کے نتیجے میں آج یورپ اور امریکہ کا پورا تہذیبی نظام تباہ ہوچکا ہے ان کا خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے بلکہ کلنٹن کو اپنے گزشتہ انتخابات کے موقع پر جو انتخابی پالیسی کے بنیادی نکات نشر کرنا پڑے ان میں سے ایک بنیادی نکتہ یہ بھی تھا کہ امریکہ پھر سے اپنے خاندانی نظام کے احیاءاور اس کی تشہیر کی ضرورت کو محسوس کرے گا یہ نظام معیشت کسی خلا میں نہیں ہوتا یہ صرف بینک کی عمارات کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتا بلکہ پورے معاشرت کے ساتھ پورے تہذیبی رویوں کے ساتھ پورے ثقافتی شعور کے ساتھ اس کی پیوستگی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے یہ بات کہی تھی کہ:

یورپ میں بہت روشنی ہے علم و ہنر کے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات
بیکاری و میخواری و عریانی و افلاس
کیا کم ہے فرنگی مدنیت کی فتوحات
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کیلئے ہے مرگِ مفاجات
اور کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تیری منتظر روزِ مکافات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُودی معیشت سے نجات نہ صرف اِسلامی معاشروں کی خوشحالی اور اِسلامی معیشت کی معاشرت کے احیاء اور تشکیل نو کا ذریعہ بنے گی بلکہ پوری انسانیت کو ان مفاسد سے ، ان رزائل سے ، اُن خباثتوں سے نجات دلانے کا ایک رجحان ہوگا یہی وجہ ہے کہ گذشتہ تین عشروں کے اندر جو غیر سُودی معیشت کی کچھ کوششیں جن کی تفصیل میں اپنی گفتگو کے آخر میں آپ کے سامنے رکھوں گا اس کے اندر صرف مسلمان ممالک شامل نہیں بلکہ آپ حیران ہونگے کہ مسلمان ممالک سے بڑھ کر غیر مسلم ممالک کے اندر مضاربے اور مشارکے کی شکلیں اور ان کے ادارے پیدا ہو رہے ہیں اور غیر سُودی کاؤنٹر جو ہیں وہ اپنے بینکوں کے اندر ان کو جاری کر رہے ہیں اِسلام چودہ سو سال پہلے جس معاشرے میں ہمارے سامنے آیا اس معاشرے کے اندر بھی دو بہت بڑی سپر پاورز موجود تھیں ایک طرف قیصر روم کی سلطنت تھی اور دوسری طرف کسرائے ایران کی سلطنت اور یہ دونوں سلطنتیں اپنے مزاج کے لحاظ سے اپنے رقبے کے لحاظ سے قرو فر کے لحاظ سے ثقافتی افتخار کے لحاظ سے دنیا کی دو بہت بڑی مملکتیں تھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار تھیں اِسلامی تہذیب،اِسلامی انقلاب، اِسلامی عقائد اوراسلامی معاشرت نے یہ نہیں کیا کہ ان دو تہذیبوں کے ساتھ کوئی پیوندکاری کا عمل اختیار کیا کچھ لے اور کچھ دے کا عمل کیا ہو نیوٹرل بارگیننگ کی پالیسی پر نہیں چلے بلکہ

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾[1]

ان نظاموں کے مقابلوں میں ایک پورا نظام جو ہے اس کا احیاء کیا اور ان کو ختم کر کے ایک نظامِ حق جو ہے اس نظام باطل کے مقابلے میں اس

1۔ سورۃالتوبۃ :33

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو نافذ کیا،

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ کے تیرہ سالہ زندگی کے بعد اللہ جل جلالہ کے حکم کے تحت جب ہجرت اختیار کی تو ہجرت کے نتیجے میں جب آپ مدینہ آئے ہیں تو مدینہ میں آنا غلبہءدین کے لئے ایک بہت بڑی علامت ہے اُس کے نتیجے میں اِسلامی ریاست قائم ہوئی جس کا رقبہ چار مربع کلومیٹر پر مبنی تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے دس سالوں کے اندر یہ ریاست جو ہے بارہ سے لے کر تیرہ لاکھ مربع میل تک پھیل گئی اس بارہ اور تیرہ لاکھ مربع میل کی ریاست کے اندر جو ابتدائی کوششیں کی گئیں ان کوششوں کے اندر ایک چیز یہ کہلاتی ہے جو انٹرنیشنل چارٹر کے طور پر میثاقِ مدینہ ہے یہ میثاقِ مدینہ جو ایک انٹرنیشنل چارٹر تھا اس چارٹر کی باون کے قریب دفعات ہیں ان میں سے ۲۷ وہ ہیں جو غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کو ڈیل کرتی ہیں اور نصف کے قریب وہ ہیں جو ان مسلم معاشروں کے اپنے جو رہاشی اور ہیبی ٹینس ہیں ان کے ساتھ وہ تعلق رکھتی ہیں، تاریخ انسانی میں اس سے پہلے کبھی کسی ریاست کے اندر بیت المال کا تصوّر نہیں تھا جتنی تاریخ ساتویں صدی ہجری کے ابتداء تک ماقبل کی جتنی تاریخ اور جتنی ریاستوں کا علم اور ان کی تفصیلات ہمارے سامنے آئی ہیں کسی ریاست کے پاس ویلفیئر اِسٹیٹ کے اِعتبار سے بیت المال نامی کوئی تصوّر موجود نہیں تھا رسول اللہ ﷺ نے اِسلامی ریاست میں بیت المال کے اس نظام کو نہ صرف قائم کیا بلکہ اس قائم کرنے کے نتیجے میں خلافت راشدہ میں ایک وقت وہ بھی آیا کہ خلیفۃ المسلمین اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ دجلہ کے کنارے اگر کوئی کتا بھی رات کو بھوکا سوئے تو اس کی ذمہ داری جو ہے وہ خلیفۃ المسلمین کے کندھوں پر ہے جس نظام معیشت کے اندر بے زبان جانوروں کی معاشی کفالت کی ذمہ داری بھی اُمرائے سلطنت پر قرار دی جائے اس میں انسانوں کے حقوق کا عالم کیا ہوگا !! اور پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اِسلامی ریاست جو خلافت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راشدہ کے زمانے میں ۲۲لاکھ مربع میل تک بڑھ چکی تھی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام سے پہلے پہلے پینتالیس لاکھ مربع میل کا رقبہ مسلمانوں کی ریاست میں شامل تھا اور یہ بات پیش نظر رہے کہ دنیا کا تہذیبی جغرافیہ پہلی صدی ہجری کے اختتام تک پینتالیس لاکھ کے مربع میل سے زیادہ بھی نہیں تھا ابھی امریکہ دریافت نہیں ہوا تھا آسٹریلیا میں کوئی آبادی نہیں تھی اگر چہ جزیہ اور خراج کی جو صورتیں ہمارے سامنے موجود ہیں اور ان کا ایک باقاعدہ فلاسوفی ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک علاقے میں جب وہاں کے لوگوں کی کسی وجہ سے ان کے حقوق کی نگہداشت نہیں کی جاسکتی تھی تو ان سے جزیہ لینا معاف کردیا جب ہم اِسلامی ریاست آپ کے حقوق کا دفاع نہیں کرسکتی تو جزیہ بھی آپ سے نہیں لے سکتی اس لحاظ سے یہ جزیہ جس کے بارے میں بہت سارے سوالات بھی تاریخ کے اندر اُٹھائے گئے ہیں یہ جزیہ دراصل اِسلامی بیت المال کا مالِ غنیمت نہیں بلکہ وہ انتظامی ایکس پینڈیچر تھا جو غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے شہری اور ریاستی زندگی کو محفوظ اور ان کی عفت و عزت اور مال و جان کو حفاظت دینے کے لئے اِستعمال ہوتا تھا اس لحاظ سے وہ جاری و ساری تھا، یہ ایک امتیازی شان تھی مسلمانوں کی معاشی زندگی کی کہ ایک ویلفیئر اِسٹیٹ کے طور پر بیت المال کا تصوّر موجود ہے ،اس اِسلامی ریاست کے اندر لوگ بھک منگوں اور گداگروں کی طرح آتے نہیں تھے بلکہ اِسلامی ریاست کا بیت المال کا شعبہ گھر بیٹھے وہ رقوم اُنھیں پہنچایا کرتا تھا اس لحاظ سے یہ ایک امتیازی شان جو تھی اور یہ امتیازی شان بیت المال کی صرف عہد خلافت راشدہ تک قائم نہیں رہی بلکہ دنیا کے اندر اِسلامی جو اُمہ ہے اس کا جو اِسلامک بلاک ہے اس کے زوال تک ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی یہ فیسکل پالیسی جو تھی ان کے معاشرے کے اندر رائج رہی میں ایک دفعہ پھر آپ کو توجہ دلانا چاہوں گا کہ مختلف زمانوں کے اندر مختلف جو اِسلامی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ریاستیں تھیں ان ریاستوں کے اندر باقاعدہ کتاب المحاصل اور کتاب الخراج کے نام سے ان کے ٹیکسیشن اور مالیاتی نظام کے عنوان سے کتابیں لکھی جاتی تھیں مجھے بتایا جائے کہ کیا امام ابو یوسف نے کتاب الخراج نہیں لکھی؟ مجھے بتایا جائے کہ کیا یحییٰ بن حاطم نے کتاب الخراج نہیں لکھی؟ مجھے بتایا جائے کہ کیا تیس سے زیادہ کتابیں کتاب المحاصل کے نام سے موجود نہیں ہیں؟ وہ دور جب یورپ محاصل اور خراج کے تصورات سے بھی ناواقف تھا جہاں ان کی ریاستیں معیشت کی کسی اُصولی قید سے گریزاں تھیں اس زمانے کے اندر مسلمانوں کی ریاستوں نے محاصل کا اور خراج کا باقاعدہ نظام مرتب کیا ہے اور ہماری ڈیلوگرافیز کے اندر یہ محاصل اور خراج کی یہ پوری کتابیں ہر قسم کی موجود تھیں ہمارے ہاں ہمارے ملک کے ایڈیٹر جنرل پاکستان محمد اکرم خان صاحب نے اِسلامک اکنامکس کی ایک ڈیلوگرافکس جو ہے وہ مرتب کی ہے ایک ہزار سے زیادہ ریفرینسز بھی اس کے اندر موجود ہیں کہ جس کے اندر مسلمانوں نے مختلف زمانوں کے اندر یہ سارا کام کیا ہے اور کیا ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ علاقہ روسی ترکستان کا اور روس کے جابرانہ نظام سے اب آزاد ہوا ہے اُسی علاقے کے اندر اوز جند کا جو شہر موجود ہے جس اوز جند کے شہر کے ایک کنویں کے اندر امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کو قید کیا گیا اور اُسی قید میں وہ نیچے کنویں کے اندر سے بولتے تھے اور شاگرد کان لگا کر اُوپر لکھتے تھے المبسوط کی چودہ جلدوں میں سے وہ جلدیں جن کے اندر کے اِسلامی معیشت کے مضاربت اور مشارکت کا یہ سارا نظام موجود ہے کیا دنیا کے سامنے لکھا ہوا موجود نہیں ہے اس لحاظ سے میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مرعوبیت کا احساس مسلمانوں کو اپنی صف سے نکالنا چاہئے ایک ہزار سال سے زیادہ مسلمانوں کی ریاست میں ان کے مفکرین نے ان کے مجتہدین نے، ان کے محدثین نے دنیا کی سیاسی ، آئینی ، معاشرتی، معاشی ، عدالتی ، تہذیبی، تمدنی، عمرانی اور عائلی زندگی کا دفاع بھی کیا ہے اور اس کو پروموٹ کرنے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوشش بھی کی ہے ،اس لحاظ سے یہ تو ایک احساس مرعوبیت ہے کہ نو آبادیاتی نظام کے چنگل کے اندر جب عالمِ اِسلام آیا ہے اور اس نو آبادیاتی نظام کے چنگل کے اندر آنے کی وجہ سے اور یہ بات بھی اِسٹیٹیکس کے اِعتبار سے لکھ لینا چاہئے کہ جس زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان پر قبضہ کیا اس زمانے میں برصغیر کی مالی حالت انگلستان کی مالی حالت سے بہتر تھی یہ بات اِسٹیٹکلی درج ہونا چاہئے جس زمانے میں سلطنتِ عثمانیہ کو ۱۹۲۴ء کے اندر زوال آیا ہے ان کی مالی حالت جو تھی یورپ کا مردِ بیمار ہونے کے باوجود بھی وہ کسی قرض سے خالی تھی ،برصغیر سے مسلمانوں کی آزادی کا مسئلہ ہو یا روسی ترکستان کا مسئلہ ہو یا قلبِ یورپ کے اندر بوسنیا کا مسئلہ ہو یا ارضِ فلسطین کا مسئلہ ہو یا افریقہ کے وہ ممالک جو بحیرہ روم کی پٹی کے ساتھ موجود ہیں اور جو فرانسیسی استعمار اور سامراج کے تحت وہ سستے رہے ہیں ان کی آزادی اور رہائی کا مسئلہ ہو ان سب کا مسئلہ محض سیاسی آزادی نہیں تھا بلکہ ان کا مسئلہ یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے نظام عقائد اور اپنے نظام تہذیب اور اپنے نظام معاشرت کے مطابق یہ اپنی طرز زندگی کی تعمیر چاہتے ہیں نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس جدوجہد کو ہمیشہ مفکرین نے اس کی رہنمائی کی عالمِ اِسلام کے کسی خطے کے اندر آپ دیکھ لیجئے آزادی کی جو بھی جدوجہد پیدا ہوئی ہے آزادی کی اس جدوجہد کے پس منظر کے اندر آپ کو مفکرین کا بہت بڑا گروہ دکھائی دے گا برصغیر کا آپ حوالہ لے لیجئے علامہ اقبال ہمارے سامنے موجود ہیں اور دور کیوں جایئے اسی شہر کے اندر جس سے کہ آپ کا تعلق ہے، جب اِسٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب ہوئی اس افتتاحی تقریب کے اندر قائد اعظم محمد علی جناح نے جو خطبہ ان کا موجود ہے اس کو پڑھ لیجئے کہ اس ملک پاکستان کی معیشت کی بنیاد کو کن خطوط پر وہ استوار کرنا چاہتے تھے انہوں نے بتایا واضح طور پر کہ اس وقت دنیا جس معاشی چنگل کے اندر پھنسی ہوئی ہے شاید پاکستان کے ماہرین معیشت اپنے اس نظام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اور نظام ثقافت کے مطابق کوئی ایک ایسا پہلو اس کے اندر پیدا کر سکیں کہ ایک آزاد اِسلامی معیشت کا ضابطہ اور ڈھانچہ تیار ہو سکے۔

سب سے پہلے ۱۹۶۹ء کے اندر پہلی اِسلامی سربراہی کانفرس جو ہے یہ رباط کے اندر ہوئی ہے(مراکش میں) اس رباط کے اندر جو ریزولیشن پاس کئے گئے ان ریزولیشنز کے اندر یہ چیز موجود تھی کہ اس بین الاقوامی اِسلامی سربراہی کانفرس کا ایک سینٹرل سیکریٹریٹ جو ہے وہ جدہ کے اندر قائم کیا جائے اورانھوں نے یہ بات کہی کہ یہ اِسلامی سیکریٹریٹ مسلمانوں کا ایک ایسا بینک قائم کیا جائے جو مسلمانوں کے تصوّر معیشت اور افکار کے مطابق غیر سُودی(اِسلامی بینکنگ) کا آغاز کرے۔اس کے اندر جو لوگ موجود تھے ان میں مصری لوگ بھی موجود تھے اور یہ افتخار مصری لوگوں کو حاصل ہوا کہ سوشل سکیوریٹی بینک آف ایجڈ کے نام سے ۱۹۷۲ء کے اندر مصر میں باقاعدہ غیر سُودی معیشت اور شراکت اور مضاربت کی بنیاد پر پہلے باقاعدہ بینک کا آغاز کر دیا اور اس کے بعد شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے ۱۹۷۵ء کے اندر جدہ کے اندر اِسلامی ترقیاتی بینک اِسلامی ڈیویلپمنٹ بینک جو ہے یہ قائم ہوا اور اس بینک کے اندر تقریباً بہت ساری مسلم حکومتوں نے تعاون کیا یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ آئی جی بی یا اِسلامی ترقیاتی بینک جو ہے یہ افراد کی ضرورتوں کا بینک نہیں تھا بلکہ اقوام اور ریاستوں کی ضرورتوں کا بینک تھا اس کے اندر جو قرضے تھے وہ انڈیویجویل ضروریات کے تحت نہیں دیئے جاتے تھے بلکہ ریاستوں کی جو کلیکٹیو ریکوائرمنٹ ہوتی تھی ان کے معاشی استحکام کے لئے وہ قرض دیئے جاتے تھے اور ابھی تک یہ بینک عالم اِسلام کی معاشی صورتحال کی تقویت کیلئے اپنا پورا کام کر رہا ہے اور فرانس کے ایک اخبار نے شاہ فیصل مرحوم کے قائم کئے ہوئے اس بینک پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بات لکھی کہ اگر یہ اِسلامی بینک اپنی صحیح شکل اور مقاصد کے ساتھ قائم ہو گیا تو یہ مغرب کے لئے ہائیڈروجن بم سے زیادہ مہلک ثابت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو گا یہ باقاعدہ ایک کومنٹ ہے جو مغرب کی طرف سے اِسلامی بینکاری نظام کی طرف آیا پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۷۵ء میں دبئی کے اندر مشہور تاجر ایک تاجر احمد سعید لوتا نے اپنے کاروباری شرکاء کے ساتھ مل کر اِسلامک بینک آف دبئی قائم کیا اس کا سرمایہ پچاس ملین درہم تھا جو ایک لاکھ شیئرز کے اندر تقسیم کیا گیا اس لئے کہ یہ شراکتی سرمایہ تھا پھر شاہ فیصل مرحوم کے صاحبزادے جن کا نام امیر محمد الفیصل ہے انہوں نے عالم اِسلام کے اندر اِسلامک بینکنگ کے نظام کو باقاعدہ ایک تحریک کی شکل میں اب اِسلامک بینکنگ ایک تجربہ نہیں رہ گیا کہ ۱۹۷۵ء کے بعد یہ ایک موومنٹ کی شکل اختیار کرتا چلا گیا اور پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک بینک قاہرہ کے اندر اِسلامک بینک آف لابجیڈ اور ایک بینک خرطون کے اندر سوڈان کے اندر بیک وقت قائم کیا اور اس کے اندر جو سوڈان کا بینک تھا مصر کے بینک کا تو ابتدائی سرمایہ آٹھ ملین ڈالر تھا اور سوڈان کا جو بینک تھا اس کا ابتدائی سرمایہ دس ملین ڈالر تھا اب اس میں ایک ملین حصص تھے سوڈان والے بینک میں چالیس فیصد حصص جو تھے وہ سوڈانیوں کے تھے چالیس فیصد حصص جو تھے وہ سعودیوں کے تھے اور بیس فیصد جو حصص تھے وہ پورے عالم کے سرمایہ کار لوگ تھے ان کا سرمایہ اس میں موجود تھا اب اس بینک کی مزید تین شاخیں جو ہیں وہ خود سوڈان کے اندر قائم ہو چکی ہیں اور یہ سارے کے سارے اصولِ شراکت کے تحت کام کر رہے ہیں اور یہ بات پیش نظر رہے کہ سوڈان کا یہ بینک جو ۱۹۷۷ء کے اندر قائم ہوا ۱۹۸۱ء کے اندر ایک دفعہ جو اس کے منافع کا اعلان کیا گیا وہ منافع جو تھا وہ پینتالیس فیصد تھا یہ بات پیش نظر رہے اس بینک نے جو سوڈان کے اندر جو ۱۹۷۷ء میں قائم ہوا ۱۹۸۱ء میں جو اس نے اپنے سالانہ منافع کا اعلان کیا شراکت کی بنیاد پر وہ ریکارڈ کے اندر موجود ہے کہ وہ پینتالیس فیصد تھا اب آپ اندازہ لگائیے کہ ہمارے ہاں جو قرضہ ذاتی ڈیپس کی شکل کے اندر ہے اس کے اندر زیادہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادہ جو منافع ہے وہ بھی لونگ ٹرم ڈیپوزٹ پر ہے وہ 17.25 یا 18.0 سے زیادہ نہیں ہے یہ میکسی مم وگرنہ اس سے پہلے ۷، ۸، ۹، ۱۰ یہ چینج ایبل قسم کے ریشو ہیں جو ہمارے ہاں انٹرسٹ کے نام پر آتا چلا جاتا ہے لیکن مضاربے کی بنیاد پر یہ ایک ہائی اسٹیٹ ہے جو سوڈان کے اس اسلامی بینک نے اپنے شیئررز کیلئے شراکتی حصہ داروں کے لئے اس کا اعلان کیا اور یہ ۱۹۸۱ء کی صرف فیگر آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اسی طرح سے پھر ہم دیکھتے ہیں ۱۹۷۷ء میں کویت کے اندر کویت کے نام ساؤس یابیت التمویل الکویتی کے نام سے یہ ادارہ قائم ہوا اس کا دس ملین کویتی دینار اس کا سرمایہ تھا اور یہ سارے کا سارا شرکت و مضاربت کی بنیاد پر اُٹھایا گیا پہلے سال ہی اس کے جو منافع کا اعلان کیا گیا سارا ڈیپری ٹیشن کاسٹ اہل علم اور تاجر حضرات جانتے ہیں کہ یہ ڈیپری ٹیشن کاسٹ یہ شکست و ریخت کے اخراجات سے کیا مراد ہوتی ہے وہ سارا ایکس پینڈیچر جوڈیپری ٹیشن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اِسٹیبلشمنٹ کی فیز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ سارے کا سارا نکالنے کے باوجود بھی ۲۴٪ جو اس کا منافع تھا اس کا باقاعدہ اعلان کیا گیا ۱۹۷۸ء کے اندر اِسلامک بینک آف عمان قائم کیا گیا چار ملین اُردنی دینار اس کا بنیادی سرمایہ تھا اور اس میں اردن کے مسلمان بھی شریک ہیں ۱۹۷۹ء میں اِسلامک بینک آف بحرین کے نام سے قائم کیا گیا اور بحرین کی جمعیت الاصلاح کے صدر عبدالرحمن الجودر (ایک شخص) نے اِسلامک بینک آف بحرین قائم کیا یہاں ایک بات اور پیش نظر رہے کہ اب ان بینکوں نے اپنا ایک مرکزی بینک بنانے کی کوشش کی یہ جتنے بینک تھے جو اِسلامی بینک کے عنوان سے مختلف ممالک کے اندر قائم ہوتے چلے جارہے تھے انہوں نے اپنا جو سب سے پہلا مرکزی بینک مصر میں قائم کرنا چاہا لیکن مصر کے اندر فرانسیسی قوانین کے جو ضابطے رائج تھے ان کے تحت اس قسم کا انٹرسٹ فری بینکنگ کو وہ چلا نہیں سکتے تھے لہٰذا پہلا عالم اِسلام کا بینکوں کا بینک جو تھا وہ جنیوا کے اندر قائم کیا گیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاکہ ایسی ساری کوششیں جو عالم اِسلام کی انٹرسٹ فری بینکنگ کی صورت میں ہورہی ہیں ان کو تعاون پیش کیا جائے، اس لحاظ سے پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بینکوں کے ساتھ ساتھ انشورنس کے نظام پر ایسی کمپنیز وجود میں آئیں جنہوں نے اِسلامی معیشت کے اندر سُودی معیشت کو ایمنیٹ کرتے ہوئے باقاعدہ قائم کیا پھر شہزادہ محمد الفیصل نے اتحادالبنوك الإسلامیه کے نام سے ایک مرکزی دفتر مکہ میں بھی قائم کیا اور پھر اِسلامی بینکوں کی تحریک میں ۲۷ مارچ ۱۹۸۱ء کو قبرص کے مشرقی ساحل سامہ بوستہ کے اندر ایک کانفرنس منعقد کی جس کے اندر دنیا بھر کے ایسے ممالک جن کے اندر کے اِسلامک اکنامکس کے عنوان سے یونیورسٹیز کی سطح پر تدریس ہو رہی تھی ان اسکالرز کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ آپ آنے والے عہد کے اندر مسلم ممالک کی جو معاشی ضرورتیں اور ان کے بینکنگ کے نظام کو اور ان کے اکنامک کے نظام کو یہ چیز پیش نظر رہے کہ بینک کی معیشت کے اندر ایک بنیادی چیز ہے لیکن بینک چونکہ سرمایہ دارانہ ملک کے اندر ایک بنیادی ادارہ ہے جو پورے نظام تجارت کو ملک کی پوری معاشی پالیسیز کو ریگولیٹ کرتا ہے اس لئے بینک جو ہے وہ ایک مرکزی علامت ہے جو کسی پورے نظام معیشت کیلئے اختیار کی جاتی ہے۔

اب میں ایک اور پہلو کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اس حوالے سے ہم ایک نئی بحث کی طرف آتے ہیں جناب صدر ہم سب اس بات سے آگاہ ہیں کہ دنیا کے اندر تاریخ کے اندر ایک بہت بڑی آمیزش جو ہے وہ سرمایہ اور محنت کے نام پر جاری ہے اور دنیا کے اندر بہت بڑے معاشی نظام جو ہیں ان کا آپس میں جو خلفشار ہے وہ اِسی سرمایہ اور محنت کے تصورات کے ساتھ پیدا ہوتا چلا گیا ہمیں معلوم ہے کہ دنیا کے اندر اسی محنت کی عظمت کو قبول کرنے اور سرمایہ کی نیگیشن کے عنوان سے ایک پورا نظام کالماکس نے اپنے سرکلسٹ ویلیو کے اندر قائم کیا اس نے بوڑیا طبقے کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گران اور پوریٹیریٹ کا اس کو اوپر لانے کے لئے ایک پورا انقلاب برپا کیا جس میں محنت کی عظمت کو بظاہر انھوں نے اجاگر کرنے کی کوشش کی ، نتیجہ کیا ہوا کیونکہ ان کی سوچ بھی غیر فطری تھی انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ نہیں تھی لہٰذا دنیا کے اندر ہم نے دیکھا کہ صرف سات آٹھ دہائیاں گزارنے کے بعد ہماری نظروں کے سامنے وہ پورا کا پورا نظام جو ہے وہ کلیپس ہو گیا بعینہٖ مغرب کے اندر جو انہوں نے سرمایہ کارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام جو جاری رکھا ہوا ہے اس کے اندر محنت کی عظمت کو نیگیٹ کیا گیا ہے اور سرمایہ کی محنت کو دنیا کے اندر غالب کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی غیر فطری نظام ہے یہ یقینی امر ہے اور اس بات کیلئے کسی بڑی عقل کی ضرورت نہیں ہے اور میں علیٰ وجہ البصیرت اس بات کو کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح سے دنیا نے یہ بات دیکھی کہ کیمونیزم اور اِشتراکیت اور اشتمالیت دنیا کے اندر وہ سرنگوں ہوئی اور دنیا کے اندر کلیپس ہوئی اس نے شکست کھائی بعینہٖ مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام بھی حالت نزع میں ہے اور بہت جلد وہ دنیا کے اندر کلیپس ہونے والا ہے اور میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اُن حضرات کو جو دنیا کی بنکنگ کی تاریخ کے ساتھ آگاہ ہیں کہ اب مجھے بتایا جائے کہ صرف امریکہ کے اندر ہر سال کتنے بینک دیوالیہ ہوتے ہیں اور کس طرح سے ان کی بینک کرپسی کا اعلان کیا جاتا ہے اور کس طرح سے یہ بینکاری کا وہ نظام جو سُودی معیشت پر مبنی ہے پے در پے دنیا کے لئے کس طرح رو بزوال ہے ،اِسلام کا نظام واحد دنیا کے اندر ایسا نظام ہے جس نے سرمایہ اور محنت کے اندر ایک عدل پیدا کرنے کی کوشش کی ہے،یہ جو ہمارے علماء آپ کے سامنے یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی معیشت مضاربت پر مبنی ہونی چاہئے ہم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ یہ مضاربت پر مبنی معیشت ہے کیا؟ مضاربت پر مبنی معیشت پر الگ سے ایک بہت بڑے لیکچر کی ضرورت ہے اوروہ دیاجاسکتا ہے لیکن اس مختصر اور محدود وقت کے اندر آپ کو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضاربت کی معیشت اس بات کا نام ہے کہ سرمایہ اور محنت کے درمیان عدل کو قائم کیا جائے اب یہ سرمائے اور محنت کے درمیان اِسلام کے اندر مضاربت میں عدل کیسے قائم کیا جاسکتا ہے؟ اس کا ایک نمونہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ مضاربت اس بات کا نظام ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کے پاس اپنی ضروریات سے زائد سیونگ یا بچتیں یا نقود یا کرنسی یا روپیہ موجود ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اسکلز موجود ہیں مہارتیں موجود ہیں تجربہ موجود ہے شعور موجود ہے لیکن وہ سرمایہ ان کے پاس موجود نہیں ایک اِسلامی ریاست ایک خاص نظام کے تحت ایک ایکٹ کے تحت ایک قانونی ضابطے کے تحت ایک ایسا نظام قائم کرتی ہے کہ جس میں وہ لائسنس اِشو کرے یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے وہ سر اُٹھائے اور وہ مضاربہ قائم کرنے کا اعلان کرے اور سادہ لوح لوگ اس کے اندر رقمیں دیں کچھ دن بعد پتہ چلے کہ کوئی ڈبہ پیر رقمیں لے کر بھاگ گیا ایسی بات نہیں ہے ایک اِسلامی ریاست کے اندر باقاعدہ لیجس لیشن کے تحت مضاربے کے اس نظام کو آگے بڑھنا چاہئے اور اس مضاربے کے نظام کے اندر شرط یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی مہارت ہوگی اور وہ لوگ جن کا سرمایہ ہو گا اِسلام نے مضاربے میں انہیں ایکویل اِسٹیٹس دیا ہے اگر منافع ہو گا فرض کر لیجئے کہ ایک لاکھ روپیہ جو ہے وہ مضاربے کے اندر سو لوگوں نے جمع کیا اس ایک لاکھ روپے پر فرض کیا دس ہزار روپے منافع آتا ہے تو سارا ایکسپینڈیچر کاٹنے کے بعد اُس دس ہزار روپے کے منافع کو سرمایہ کے اندر بھی ایکویل تقسیم کیا جائے گا اور شیئرز کے اندر بھی ایکویل تقسیم کیا جائے گا لیکن فرض کیجئے کہ ایک لاکھ روپے کا سرمایہ کسی وجہ سے کہ وہ ایک لاکھ روپے کا سرمایہ نوّے ہزار رہ جاتا ہے تو اُس موقع پر جن لوگوں کی محنت ہے وہ نقصان اُن کے حصّے میں نہیں جائے گا وہ نقصان سارے کا سارا سرمائے کے حصّے میں جائے گا اب آپ یہ پوچھیں گے کہ یہ کیوں ہے؟ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سرمائے اور محنت کی ایکولیٹی کی وجہ سے کیونکہ محنت والے کی محنت ضائع چلی گئی اس کا نقصان یہی ہے کہ اس کی محنت ضائع چلی گئی اور کیونکہ اِسلام سرمایہ اور محنت کو ایکویل درجہ دیتا ہے اس کی ایکولیٹی کا قائل ہے اس کی مساوات کا قائل ہے نتیجتاً مضاربت کے اندر نفع ہو گا تو برابر کا دونوں کو تقسیم ہو گا اور نقصان ہو گا تو نقصان صرف صاحبِ مال کے حصّے میں جائے گا محنت والے کے حصّے میں اس کی محنت کی بربادی آئے گی۔

اِسلام نے وہ ایک خوفناک صورتحال جو تاریخ کے اندر سرمائے اور محنت کی آمیزش کی صورت میں ہوتی چلی گئیں اس کنفلیکٹ(conflict) کو دور کرنے کے لئے مضاربت کے نظام کو پیش کیا اور غیر سُودی معیشت کے اندر غیر سُودی بینکاری کے اندر سب سے بڑا ایفیکٹیو(Effective) پہلو یہی شراکتی حصہ داری ہے جس شراکتی حصہ داری کو ہم مضاربت اور شرکت کے دو پہلوؤں سے دنیا کے اندر متعارف کراتے، مجھے یقین ہے کہ مسلمان اُمّت کے اسکالرز اس کے ادارے اس قسم کی فکری گفتگو کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے اور اس قسم کے سنجیدہ حلقے وجود میں آتے چلے جائیں گے، مجھے خوشی ہے کہ دنیا کی بیس یونیورسٹیز کے اندر اِسلامک اکنامکس کے نام سے ان موضوعات پر تعلیم و تدریس کا پہلو جاری ہے تحقیق کا پہلو جاری ہے مجھے خوشی ہے کہ دنیا کے بیسیوں ادارے جو ہیں وہ اس فکر کے اندر لگے ہوئے ہیں کہ شراکتی مضاربت کا وہ تصوّر جو اِسلام کی روح ہے جس کے اندر عدل کا اور عدل اجتماعی کا تصوّر ہے اس کو دنیا میں کیسے بروئے کار لایا جاسکتا ہے میں اور آپ سب اس تمنا کے اندر جییں کہ وہ طرز معیشت جسے اِسلام نے اصولی اِعتبار سے انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے اور وہ آنے والے وقت کا سکہ رائج الوقت ہو گا اور ان شاءاللہ اس میں صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ہاں کی وہ ہیت اِقتدار جو اِسلامی ملکوں کے اندر موجود ہے وہ آگے بڑھنے کے بعد وہ لیجس لیشن کرے اپنے قوانین کی لیسی کوڈی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیکیشن مہیا کرے ایسی سیکیورٹیز اور ضمانتیں وجود میں لائیں کہ جس میں مضاربے اور مشارکے کے ان تصورات کو حکومتی تحفظات کے تحت وہ شکلیں دی جاسکیں کہ زمانہ محنت اور سرمایہ کی آمیزش سے پیدا ہونے والے اس ظلم سے نجات پا سکے اور اللہ جل جلالہ کی ربوبیت کے اندر جو ظلم اور شرک کی شکلیں آج بھی ہم اختیار کئے ہوئے ہیں ہم ان سے نجات پا سکیں۔

واخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین

(اے اللہ! اس لیکچر کو محترم شاکر صاحب کے اعمالِ صالحہ میں شامل فرما کر صدقہ جاریہ بنادے)

« اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ » (آمین)

کیا سُودی بینکاری کا متبادل پیش کرنا ضروری ہے

سُودی بینکاری کے متبادل کے بارہ میں مختلف اور متضاد موقف اختیار کئے گئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1) بینک اور اِسلام دو متضاد حقیقتیں ہیں اور یہ کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔
2) جس طرح اِسلامی شراب اور اِسلامی جوا نہیں ہو سکتا، اس طرح اِسلامی بینک بھی نہیں ہو سکتا۔
3) ایک موقف یہ کہ متبادل پیش کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے،
4) ایک موقف یہ کہ سُودی بینکاری کا متبادل شرکت اور مضاربت ہے لیکن موجودہ حالات میں اُس پر عمل محال کے درجے میں ہے،

ان باتوں کے باہمی تضاد سے قطع نظر، یہ سوال قابل جواب ضرور ہے کہ کیا ہم دنیا کی ہر ناجائز چیز کا متبادل پیش کرنے کے مکلف ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیزیں کسی حقیقی انسانی ضرورت کی بنیاد پر وجود میں نہیں آئیں، ان کا کوئی متبادل تلاش کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ ہم اُس کے مکلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں چنانچہ اگر کوئی لاٹری اور سٹے کا متبادل مانگے تو ہمیں کوئی متبادل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، کیونکہ ان کا انسان کی حقیقی ضرورت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جو چیز انسانی ضرورت میں داخل ہو یا داخل ہو چکی ہو لیکن اُسے حاصل کرنے کے لئے طریقہ غلط اور ناجائز اختیار کر لیا گیا ہو، اُس کے لئے متبادل جائز طریقہ تلاش کرنا نہ صرف مستحسن بلکہ مسنون ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اس اصول کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر موجودہ بینکوں کا جائزہ لیا جائے تو اُن کے بہت سے کام انسانی ضرورت بن چکے ہیں، آج ہر وہ شخص جس کے پاس بچت کی کوئی رقم ہے ، وہ اُسے بینکوں میں رکھوانے پر تقریباً مجبور ہے، اسی طرح بین الاقوامی تجارت میں بینکوں سے کوئی تاجر مستغنی نہیں ہو سکتا، رقوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہوں تک بھجوانے کے لئے بینکوں کے سوا کوئی محفوظ راستہ نہیں ہے اس کے علاوہ لوگوں کی بچتیں ایک جگہ جمع کر کے انکو ملک کی صنعت و تجارت میں اِستعمال کرنا بذات خود ایک درست مقصد ہے ، لیکن ان تمام جائز مقاصد کے لئے سُود کا جو راستہ اختیار کیا گیا ہے ، وہ حرام اور مضر ہے ، اس لئے ہم ایسا راستہ تلاش کرنے کے مکلف ہیں جس کے ذریعے سُود کی حرمت سے بچ کر وہ جائز مقاصد حاصل کئے جا سکیں۔

غیر سُودی نظام لانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان تاجر اِسلام کے بیان کردہ رہنما اُصولوں سے واقف ہو ، حلت و حرمت کے مسائل سے آگاہ ہو چنانچہ اس کی اہمیت کے پیش نظر خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ حکم جاری فرمایا۔

﴿ لَا يَبِيعُ فِي سُوقِنَا إِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ ﴾[1]

ہمارے بازار میں وہی خرید و فروخت کرے جسے دین کی سمجھ ہو۔

1۔ جامع الترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی(489)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی خرید و فروخت کے متعلق دینی احکام سے آگاہ ہو، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو حسن قرار دیا ہے۔

بعض جدت پسندوں کا یہ خیال بالکل باطل ہے کہ اسلام کا دائرہ کار صرف عقائد و عبادات تک محدود ہے۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی معاملات میں ہم آزاد ہیں کہ اپنے حالات کے مطابق جس طرح چاہیں فیصلہ کریں، اس نقطۂ نظر کی تائید میں ایک روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ ﴾[1]

تم اپنے دنیوی معاملات کو بہتر جانتے ہو۔

حالانکہ اسلام تو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو دینی معاملات کے ساتھ ساتھ سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل جیسے تمام معاملات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ دین کا ہر طالب علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل کے بارہ میں بھرپور رہنمائی موجود ہے۔

جن حضرات کو کتب حدیث کے مطالعہ کا موقع ملا ہے وہ ہمارے موقف کی تائید فرمائیں گے کہ کس طرح محدثین نے کتب احادیث میں عقائد و عبادات، معاشی و معاشرتی مسائل، سیاسی امور، بین الاقوامی تعلقات، حدود و تعزیرات اور دیگر گوشہ ہائے زندگی سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع فرمادی ہیں، رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تو ان کا ایک خاص محل ہے وہ یہ کہ ہماری زندگی کا وہ دائرہ جسے ہم دنیا سے تعبیر کرتے ہیں اس کے متعلق اسلام نے صرف بنیادی باتیں ذکر کی ہیں اس کے بعد ہمیں آزاد چھوڑ دیا ہے تفصیلات و جزئیات بیان نہیں کیں، البتہ وہ دائرہ جسے دین کہا جاتا ہے اس میں ہم پابند ہیں، اپنی مرضی سے ایک قدم ادھر ادھر نہیں اٹھاسکتے۔

1۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ماقاله شرعا(6277)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبادات میں اصل حرمت اور معاملات میں اصل اباحت ہے

اس بات کو علماء کرام یوں بیان کرتے ہیں:

"عبادات میں اصل حرمت ہے جب تک شارع علیہ السلام کی طرف سے نص نہ ہو تب تک کوئی کام کرنا جائز نہیں ہوتا اور معاملات میں اصل اباحت ہے یعنی لین دین کی ہر وہ صورت جائز ہے جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّهُ لَا يُحَرِّمُ عَلَى النَّاسِ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ الَّتِي يَحْتَاجُونَ إِلَيْهَا إِلَّا مَا دَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلَى تَحْرِيمِهِ كَمَا لَا يُشَرِّعُ لَهُمْ مِنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِي يَتَقَرَّبُونَ بِهَا إِلَى اللهِ إِلَّا مَا دَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلَى شَرْعِهِ﴾[1]

اس بارہ میں اصل یہ ہے کہ وہ معاملات جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے ان میں سے صرف وہی حرام ہیں جن کی حرمت پر کتاب و سنت دلالت کر رہی ہوں جیسا کہ عبادات میں سے وہی جائز ہیں جن کی مشروعیت پر قرآن و حدیث میں رہنمائی موجود ہو،اس کے علاوہ ذیل کی احادیث سے بھی اس اصول کی تائید ہوتی ہے:

﴿الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ﴾[2]

مسلمان اپنی شرطوں کے مطابق ہیں۔

1۔ مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية:باب فصل الأموال يجب الحكم بين الناس فيها ج6 ص408

2۔ بخاری کتاب الاجارہ باب اجر السمسرة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرْطاً حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا﴾[1]

مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں مگر وہ شرط جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے۔

۳) عبادات کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ﴾[2]

نماز پڑھو! جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

مذکورہ احادیث کے علاوہ قرآنِ مجید سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے:

۴) ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۚ﴾[3]

جو جھوٹ تمہاری زبانوں پر آجائے اس کی بنا پر یوں نہ کہا کرو کہ یہ چیزیں حلال ہیں اور یہ حرام ہیں تاکہ تم اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر جھوٹ باندھنے لگو اور جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاتے۔

اس آیت میں خواہشات نفس سے مباح اشیاء کو حرام قرار دینے کی ممانعت موجود ہے:

1۔ جامع ترمذی کتاب الاحکام باب ماذکر عن رسول اللہ فی الصلح بین الناس

2۔ صحیح بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافر اذا کانو جماعۃ

3۔ سورۃ النحل: ۱۱۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵) ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾[1]

جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے اسے تمہارے لئے تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے الا یہ کہ تم (کوئی حرام چیز کھانے پر) مجبور ہو جاؤ۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۶) فَكُلُّ مَا لَمْ يُفَصِّلْ لَنَا تَحْرِيمَهُ فَهُوَ حَلَالٌ بِنَصِّ الْقُرْآنِ، إِذْ لَيْسَ فِي الدِّينِ إِلَّا فَرْضٌ أَوْ حَرَامٌ أَوْ حَلَالٌ. فَالْفَرْضُ مَأْمُورٌ بِهِ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ، وَالْحَرَامُ مُفَصَّلٌ بِاسْمِهِ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ، وَمَا عَدَا هَذَيْنِ فَلَيْسَ فَرْضًا وَلَا حَرَامًا فَهُوَ بِالضَّرُورَةِ: حَلَالٌ﴾[2]

ہر وہ چیز جس کی حرمت بیان نہیں ہوئی وہ اس قرآنی نص کے مطابق حلال ہے، کیونکہ دین میں یا تو فرض ہیں یا حلال یا حرام، جو فرض ہیں قرآن و سنت میں نام لے کر ان کا حکم دیا گیا ہے جو حرام ہیں ان کی تفصیل بھی موجود ہے ان دونوں کے علاوہ جو نہ فرض ہیں اور نہ حرام ہیں، تو وہ مباح ہیں اور اُنکی یہ اباحت جواز کے زُمرے میں آتی ہے۔

سُود کی حرمت پر اُمّتِ مسلمہ کا اِجماع ہے

۱۔ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿وَكُلُّ قَرْضٍ شَرَطَ فِيهِ أَنْ يَزِيدَهُ، فَهُوَ حَرَامٌ، بِغَيْرِ خِلَافٍ﴾[3]

ہر وہ قرض جس میں اضافے کی شرط ہو وہ بلا اختلاف حرام ہے۔

1۔ سورۃ الانعام : ۱۱۹

2۔ المحلیٰ بآثار لابن حزم ج۸ ص۵۱۳

3۔ المغنی:باب فصل فی قرض شرط فیه أن یزیده ج۹ ص۱۰۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۲۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَدْ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْمُقْرِضَ مَتَى اشْتَرَطَ زِيَادَةً عَلَى قَرْضِهِ كَانَ ذَلِكَ حَرَامًا ﴾[1]

سب علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرض دینے والا جب اپنے قرض پر اضافے کی شرط لگائے تو یہ حرام ہوگا۔

۳۔ علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

﴿ وقالَ الْمَاوَرْدِيُّ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى تَحْرِيمِ الرِّبَا وعَلَى أَنَّهُ مِنَ الْكَبَائِرِ ﴾[2]

حرمتِ سُود اور اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اِسلامی بینکاری پر تنقید کی وجوہات

اِسلامی بینکوں پر تنقید کی متعدد وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ اِسلامی نظریاتی کونسل جس کا قیام ۱۹۷۷ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں عمل میں آیا جس میں دیوبند مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے مولانا محمد یوسف بنوی صاحب، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا شمس الحق افغانی صاحب (جو مولانا بنوی کی وفات کے بعد شریک ہوئے) جناب مفتی سیاح الدین صاحب کا کاخیلوی اور بریلوی مکتبۂ فکر سے مفتی محمد حسین نعیمی صاحب شریک ہوئے۔
اس کونسل میں اہل حدیث اور شیعہ حضرات کی نمائندگی نہیں تھی۔
اس کونسل کو جو سب سے بڑا اور بنیادی کام دیا گیا وہ یہ تھا کہ موجودہ بینکوں کو سُود سے

1۔ مجموع الفتاویٰ ج ۷ ص ۴۴

2۔ عمدة القاری: باب آكل الربا وشاهده وكاتبه ج17 ص322

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاک کیا جائے چنانچہ اس کمیٹی نے رپورٹ تیار کی جو اردو اور انگریزی میں شائع بھی کی گئی اس رپورٹ کی روشنی میں جب حکومت نے عملی اقدامات کیے تو کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز کا حلیہ یکسر تبدیل کر دیا اور اُس وقت تمام بینکوں میں اعلان کر دیا گیا کہ ہم پی ایل ایس اکاؤنٹ یعنی نفع و نقصان میں شراکت والا اکاؤنٹ کھولیں گے اس وقت تک پبلک کے علم میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ کیا کیا تبدیلی پیدا کی گئی ہے بعد میں کمیٹی کے سامنے جب حقائق کھلے تو اخبارات کے ذریعہ بھرپور احتجاج بھی کیا گیا، اس طریقہ کار پر چونکہ دھوکے کے ساتھ اِسلامی نظریاتی کونسل کا نام آچکا تھا جس سے پبلک میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ اِسلامی بینکاری اور سُودی بینکاری میں کوئی فرق نہیں ہے لفظِ اِسلامی کا لاحقہ تو محض ایک دھوکا ہے۔[1]

۲۔ ابتدائی طور پر بینکوں میں غیر سُودی کاؤنٹر کھولے گئے لیکن نظام میں خاطر خواہ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی گئی، سُودی بینکوں میں کام کرنے والا وہ عملہ جو دینی ذہن کا حامل تھا انہوں نے جب غیر سُودی کاؤنٹروں کے کھلنے کا سنا اور غیر سُودی بینکوں کے وجود میں آنے کا سُنا تو وہ بھی خدا خوفی کے سبب سُودی بینکوں کو چھوڑ کر اِسلامی بینکوں کی طرف آنے لگے یہ چونکہ بالکل ابتدائی زمانہ تھا اور اِسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کو بھی من وعن نہیں لیا گیا تھا اس لئے اس نئے نظام میں بہت ساری خرابیاں برقرار رہیں جو سُودی بینکوں میں موجود تھیں اس نووارد عملے نے جب اِسلامی بینکوں اور سابقہ سُودی بینکوں کا موازنہ کیا تو انہیں سوائے نام کے فرق کے اور کوئی فرق نظر نہ آیا اور اُنہوں نے بھی یہ واویلا زور و شور سے شروع کر دیا کہ اِسلامی بینک کاری محض ایک دھوکا اور نام کی تبدیلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۳۔ ابتدائی طور پر اِسلامی بینکوں نے اُن تمام موڈز کا متبادل تلاش کرنا شروع کر دیا جو

---

[1] (اسلامی بینکاری ص ۱۷) از جسٹس تقی عثمانی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سُودی بینکوں میں رائج تھے ، متبادل نہ ملنے کی شکل میں تھوڑے بہت ردو بدل سے اپنے ہاں بھی وہی طریقہ رائج کر دیا۔ جس سے اِسلامی بینکوں کی ساکھ کو بے حد نقصان پہنچا، گویا اسلامی بینکوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی قبر کھودنے کا اہتمام کیا۔

۴۔ جسٹس تقی عثمانی صاحب نے اپنے مضامین اور اپنی تحریروں میں اِسلامی بینکوں میں رائج غیر اِسلامی موڈز کی پوری شدو مد سے مخالفت کی ، علماء اور عوام الناس میں یہ تحریریں اس اِمتیاز کے بغیر شہرت حاصل کر گئیں کہ یہ مخالفت اِسلامی بینکوں کی نہیں بلکہ اُن میں رائج غیر اِسلامی طریقوں کی ہے ، چونکہ مولانا تقی عثمانی صاحب اس میدان میں ایک خاص شہرہ رکھتے ہیں اس لئے لوگوں کے لئے بالخصوص اِسلامی بینکوں کے مخالفین کے لئے اُن کی اِن تحریروں نے سند کا درجہ حاصل کیا اور مخالفین اِسی کو بنیاد بنا کر کیچڑ اُچھالنے لگے۔

۵۔ بعض علماء نے محض سنی سنائی باتوں کو بنیاد بنا کر اِسلامی بینکوں کے طریقہ کار پر خوب ہاتھ صاف کئے اور یہ بلاوجہ کے تبصرے بھی تنقیدات کا ایک بڑا سبب بنے

۶۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کی تحریروں میں پایا جانے والا ظاہری تضاد بھی ایک وجہ بنا ہے ہمارے اس تجزیے کی تائید محترم مولانا تقی عثمانی صاحب کے اپنے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: چنانچہ فرماتے ہیں!

۱۹۸۱ء میں ، یعنی آج سے اٹھائیس سال پہلے "غیر سُودی کاؤنٹر" کے نام سے (میرا مضمون) اُس وقت شائع ہوا تھا جب صدر ضیاء الحق صاحب مرحوم کے عہدِ حکومت میں پہلی بار غیر سُودی بینکاری کو نافذ کرنے کا اعلان کیا گیا، اور اس غرض کے لئے غیر سُودی کاؤنٹر الگ بنائے گئے تھے۔

جب میں نے ان کے طریق کار کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان میں اِسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کو حلیہ بگاڑ کر نافذ کیا گیا ہے ، اس میں مرابحہ یا بیع مؤجل کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نام تو ضرور تھا لیکن اس کا طریقہِ کار محض فرضی اور صرف کاغذوں کی حد تک محدود تھا اور حقیقت میں نقد رقم ہی کا تبادلہ ہوتا تھا جو سُود ہی کی ایک شکل تھی، اس موقع پر میں نے اپنے اس مضمون میں اس طریقہِ کار کی پر زور مخالفت کی اور بتایا کہ اس طریقِ کار میں مرابحہ مؤجلہ کی شرائط بھی پوری نہیں ہورہی ہیں، اس لئے یہ طریقِ کار بالکل ناجائز ہے۔اسی مضمون میں میں نے ایک طرف اِسٹیٹ بینک کے مجوزہ طریقے کو بالکل ناجائز قرار دیا اور دوسری طرف مرابحہ مؤجلہ کے صحیح طریقے کو بالکل ناجائز نہیں کہا، البتہ چونکہ مخاطب حکومت تھی، اس لئے اپنے مذکورہ بالاموقف کے مطابق یہ مطالبہ بھی بہت زور و شور کے ساتھ کیا کہ اس کا اِستعمال کم کر کے شرکت اور مضاربت کو فروغ دیا جائے۔ جس طریقِ کار کو بالکل ناجائز کہا گیا تھا، اس کا کچھ حصہ خود اِسٹیٹ بینک نیوز کے حوالے سے اُسی مضمون میں بیان کر دیا گیا تھا اور وہ یہ تھا:

"جن اشیاء کے حصول کے لئے بینک کی طرف سے رقم فراہم کی گئی ہے، ان کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ بینک نے اپنی فراہم کردہ رقم کے معاوضے میں بازار سے اشیاء خرید لی ہیں، اور پھر انہیں نوّے دن کے بعد واجب الاداء رقم پر ان اِداروں کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے جو اس سے رقم لینے آئے ہیں۔" 1

اس سے واضح ہے کہ بینک نے حقیقت میں کوئی بیع نہیں کی، بلکہ محض فرض کر لیا کہ کوئی چیز بازار سے خرید لی ہے اور اپنے گاہک کو بیچ دی ہے جس کی قیمت نوّے دن بعد ہی واجب الاداء ہوگی۔اس کے علاوہ اس طریقِ کار میں بسا اوقات یہ فرضی بیع بھی "عینہ" (Buy back) کے طور پر انجام دی جاتی تھی، یعنی ایک شخص بینک کو اپنا کوئی سامان نقد قیمت پر بیچتا اور اُسی وقت بینک سے وہی سامان زیادہ قیمت پر اُدھار خرید لیتا تھا اور یہ بیع بھی محض فرضی اور کاغذی ہوتی تھی۔ اس لئے میں نے اس پر سخت

---

1 "البلاغ" ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ کے جنوری ۱۹۸۱ء صفحہ ۹ بحوالہ اسٹیٹ بینک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ میں تنقید کرتے ہوئے اُس کو نہ صرف ناجائز، بلکہ سُود ہی کی دوسری شکل قرار دیا تھا۔

میرے اس مضمون کو اُن بعض حضرات نے مرابحہ مؤجلہ کے صحیح طریقے کو بھی بالکل ناجائز قرار دینے کے لئے حجت کے طور پر پیش کیا ہے جو اِس وقت غیر سُودی بینکوں میں رائج ہے، بلکہ یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ:

"ان حیلوں کے ذریعے حاصل ہونے والا مرابحہ کا "ربح" اور اِجارہ کی اُجرت ۱۹۸۱ء کی بلاسُود بینکاری کے "مارک اَپ" سے سرِ مو مختلف نہیں ہے۔ جس طرح وہ "مارک اپ" شرعی اِعتبار سے خالص سُود اور سرمایہ کاری کے اِسلامی نظام پر بدنما داغ تھا، اسی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر مروّجہ مرابحہ کا ربح اور اِجارہ کی اُجرت بھی سُود ہے۔"[1]

چونکہ شروع میں غیر سُودی بینکوں نے حکومتی ایماء پر یا اپنی کوتاہی کے سبب جو غلطیاں کیں اور بعد میں علماء کی طرف سے کی جانے والی تنقیدات کی روشنی میں وہ بینک اپنے طریقہ کار میں اصلاحات لائے اور اُن عیوب کو حتی المقدور دور کیا تو یقیناً اُن اصلاحات کے بعد ناقد کی نظر میں بھی تبدیلی آئے گی اور آنی بھی چاہئے۔

فرض کر لیجئے کہ ایک عالم نے زید کو پتھر کی مورتی کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑا دیکھا تو وہ کہے گا کہ یہ شخص غیر اللہ کا پجاری ہے لہٰذا مشرک ہے، دوسرے دِن اُس نے اُسی شخص کو مسجد میں بیٹھ کر رو رو کر ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا مانگتے ہوئے سنا کہ یا اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تو وحدہ لا شریک ہے میں کتنا بے وقوف تھا جو حقیقی اور زندہ معبود کو چھوڑ کر بے جان مورتیوں کے آگے جھکتا رہا۔ اے اللہ مجھے معاف کر دے۔ جب اس کا عمل بدلا تو یقیناً اُس مفتی کا ذہن بھی تبدیل ہو گا۔ کل اُس پر مشرک ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا تو آج اُس پر مسلم ہونے کی شہادت بھی دی جائے گی۔ اس

1۔ مروّجہ اسلامی بینکاری ص ۸۰ : غیرسودی بینکاری ص ۳۶،۳۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمل کو مفتی صاحب کی تضاد بیانی کہنا غلط ہوگا۔ بلکہ یہ تو ایک عظیم وصف ہے کہ جب کوئی شخص یا ادارہ خلافِ شرح اُمور کا مرتکب ہوتا ہے تو اُسے اُس وقت غلط کہا جائے اور جب کوئی شخص یا ادارہ خلافِ شرع اُمور سے اجتناب کرتے ہوئے راہِ حق کو اختیار کرتا ہے تب اُسے اُس وقت صحیح بھی تسلیم کیا جائے۔ اس سے گناہ اور عصیاں کی حوصلہ شکنی اور بھلائی اور اچھائی کی حوصلہ افزائی ہوگی جو ایک مستحسن اقدام ہے۔

۷۔ زیادہ تر علماء اور عوام الناس کا جدید اقتصادیات سے کما حقہ واقفیت نہ رکھنا بھی ایک سبب ہے۔ اگرچہ عصری علوم میں معاشیات کو ایک باقاعدہ مضمون کی حیثیت حاصل ہے لیکن اُس میں بھی اِسلامی معیشت کو کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ اگرچہ اِسلامی بینکوں کے وجود میں آنے کے بعد اب بعض یونیورسٹیاں اس قسم کے کورسز کرانے لگی ہیں پھر بھی وہ ناکافی ہیں اور دینی مدارس میں تو سرے سے اِسلامی معیشت کو باقاعدہ ایک مضمون کے طور پر پڑھایا ہی نہیں جاتا۔ سوائے اُن چند ابوابِ حدیث و فقہ کے جو ضمنی طور پر دورانِ تدریس سامنے آتے ہیں، اور ان پر بھی اُس وقت اساتذہ اور تلامذہ کی خصوصی توجہ نہیں ہوتی، اس کی بھی ایک بنیادی وجہ ہے کیونکہ اَحناف کے مدارس میں تو مکمل صحاح ستہ کے لئے صرف آخری ایک سال رکھا گیا ہے جس میں معلم اور متعلم دونوں دورے کی کیفیت سے گزر رہے ہوتے ہیں اور دورے میں کیا پڑھا جاتا ہے اور کیا پڑھایا جاتا ہے اسے تو صرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ ظاہری اور مخفی بھیدوں کا خزانہ تو اسی کے پاس ہے اور جن مدارس میں کتب احادیث آٹھوں سالوں میں شامل نصاب رہتی ہیں وہاں بھی خاص اس مضمون پر خصوصی توجہ نہیں دی جاتی مجھے اچھی طرح یاد ہے تقریباً ۱۹۸۲ء، ۸۳ء کی بات ہے پنجاب سے ایک معروف علمی شخصیت کی گلشن اقبال کے ایک معروف دینی جامعہ میں تشریف آوری ہوئی اس جامعہ کے مہمان خانہ میں ایک علمی حلقہ لگا تھا جہاں لوگ معروف علمی شخصیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے مختلف سوالات کے ذریعے استفادہ فرما رہے تھے، حاضرینِ مجلس میں سے کراچی کے کسی شخص نے سوال کیا کہ محترم! ہمارے ہاں کراچی میں لکی نمبروں اور لکی اسکیموں کا بڑا زور ہو رہا ہے آپ قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ ان اسکیموں میں حصّہ لینا شرعًا کیسا ہے؟ محترم شیخ نے سوال سنا اور چند لمحوں کے توقف کے بعد فرمایا!" بھائی پہلے تو یہ بتاؤ کہ لکی نمبر اور لکی اسکیمیں کیا چیز ہیں یہ جاننے کے بعد ہی اس پر کچھ حکم لگا سکوں گا"۔

اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عصر حاضر کے دینی اداروں کا نصاب جدید دور کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے، بس برسوں پرانا ایک نصاب ہے جو درس نظامی کے نام سے مدّتوں سے چلا آرہا ہے جو شاید مولانا نظام الدّین کے دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا تھا، ان دینی اداروں کے نصاب پر فی الوقت نظرثانی کی بہت ضرورت ہے حالانکہ قرآن و سنت کی شکل میں جو علم ہے یہ علمِ وحی ہے اور علمِ وحی نہ صرف تمام علوم کا منبہ اور سرچشمہ ہے بلکہ تمام علوم کا سردار ہے اس لئے اِسلامی معاشرے میں علماء کے ذریعہ سے اس علم کی سرداری نظر آنی چاہئے۔

یہ تنقیدیں کہاں تک حقیقت کہاں تک فسانہ

❖ مختلف مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے اِسلامی بینکاری کی تائید بھی کی اور مخالفت بھی، اور سب سے پہلے دِیوبند مکتبہ فکر سے حمایت کی گئی اور حیران کن بات یہ ہے کہ سب سے پہلے مخالفت بھی اُسی مکتبۂ فکر سے کی گئی، بعض تحریروں سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ نظریاتی اختلاف کم اور ذاتی اختلاف زیادہ کارفرما ہے۔

❖ اہل حدیث مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے محترم جناب الشیخ مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "احکامِ تجارت" میں اس کاوش کو خوب سراہا لیکن عصر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاضر کے نوجوان محقق جناب مولانا حافظ ذوالفقار علی صاحب حفظہ اللہ نے اپنی کتاب "دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم" میں "اسلامی بینکاری کی حقیقت" کے عنوان سے خوب مخالفت فرمائی۔

اسکے مختلف اطراف اور مختلف زاویوں سے جن تنقیدات کا نشانہ بنایا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

1) اسٹیٹ بینک کے زیر اثر ہونا۔
2) اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ تمویل (فنانسنگ) ہے نہ کہ حقیقی اجارہ۔
3) نفع کے تعین کے لئے شرح سود کو معیار بنانا۔
4) اسلامی بینکوں کا طریقہ بھی سودی بینکوں جیسا ہے۔
5) سودی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی نان رسک ہیں۔
6) نفع کی تقسیم کا جو تناسب فارم میں متعین ہوا ہے بینک اس تناسب میں تبدیلی کا مجاز ہوتا ہے۔
7) بینک کلائنٹ کو ایسی چیز فروخت کر رہا ہوتا ہے جو اس کے قبضے میں نہیں ہوتی
8) کلائنٹ بینک سے کہتا ہے کہ اگر تم یہ چیز خرید لو تو میں تم سے لے لوں گا یہ بیع معلق ہے جو صحیح نہیں۔
9) جس طرح اسلامی جوا اور اسلامی شراب نہیں ہو سکتی اسی طرح اسلامی بینک بھی نہیں ہو سکتا۔
10) سودی بینکاری کا متبادل صرف اور صرف شرکت و مضاربت ہے۔
11) اسلامی بینک بھی اپنی کچھ رقم اسٹیٹ بینک میں سود پر رکھواتے ہیں۔
12) اجارے کی آئندہ اجرت میں کمی بیشی کی جاتی ہے جو مجہول ہوتی ہے اور بوجہ جہالت یہ اجرت حرام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ اِعتراضات کے جوابات

اِعتراض ۱:

اِسٹیٹ بینک کے زیر اثر ہونا۔

یہ اِعتراض بہت شدو مد سے کیا جاتا ہے کہ اِسلامی بینکوں کی سرپرستی بھی اِسٹیٹ بینک کرتا ہے اور اِسٹیٹ بینک مکمل سُودی بینک ہے پھر اُسکی سرپرستی میں چلنے والے بینک سُود سے پاک کیسے ہو سکتے ہیں؟

جواب:

سرپرستی میں چلنا اور بات ہے اور اِسٹیٹ بینک کے تمام سُودی قواعد و ضوابط کا پابند ہونا دوسری بات ہے، اِسٹیٹ بینک میں باقاعدہ طور پر اِسلامی بینک کا بالکل الگ شعبہ ہے جس کا سُودی ڈیپارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ شعبہ ۵ ستمبر ۲۰۰۳ء سے معرض وجود میں آیا، اِسٹیٹ بینک اُسے سُودی بینکوں سے الگ لائسنس جاری کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے باقاعدہ طور پر اِسٹیٹ بینک میں ایک شعبہ قائم ہے جو صرف اور صرف اِسلامی بینکوں کے معاملات سے متعلق ہے اور اُس کا ایک شریعہ بورڈ ہے جس کے تحت ملک میں چلنے والے تمام اِسلامی بینکوں کو اس بات کا پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اُن شرعی ضابطوں کی پابندی کریں جو بحرین کی "هيئة المحاسبة المراجعة للمؤسسات المالية الاسلامية" کی مجلس شرعی نے تیار کئے ہیں۔ اِسٹیٹ بینک ان اُصولوں کے تحت غیر سُودی بینکوں کی نگرانی کرتا ہے، اس لئے وہ کوئی ایسا قاعدہ جاری نہیں کرتا جس کی وجہ سے غیر سُودی بینکوں کو کسی خلاف شرعی معاملے پر مجبور ہونا پڑے۔ البتہ اُسکے بیشتر قواعد انتظامی نوعیت کے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان غیر سُودی بینکوں کو کوئی ناجائز عقد کرنا نہیں پڑتا۔

مزید تفصیل اِسٹیٹ بینک آف پاکستان کی ویب سائٹ سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتراض نمبر ۲:

اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ تمویل (فنانسنگ) ہے نہ کہ حقیقی اجارہ۔

جواب:

یہ اعتراض غالباً 1981ء کی اسکیموں کے تحت ہے کیونکہ اب ایسا نہیں ہوتا، اب اجارہ حقیقتاً اجارہ ہی ہوتا ہے اور اسی میں اسلامی شرائط کا خیال رکھا جاتا ہے ثبوت کے طور پر "اسلامی بینک" کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹ بنام (فتویٰ) ص ۳ پر انہوں نے اجارہ کی وضاحت اور طریقہ کار سے متعلق جو تحریر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

کرایہ داری کا معاملہ اجارہ کے احکامات کے تحت انجام پاتا ہے جس کے مطابق بینک اسلامی "مؤجر" اور صارف "مستأجر" ہوتا ہے۔ اجارہ کے معاہدے اور طریقۂ عمل (Process Flow) شریعہ سپروائزری بورڈ سے منظور شدہ ہیں، اجارہ کے تحت بینک اسلامی مطلوبہ مشین یا گاڑی خود یا کسی ایجنٹ / وکیل کے ذریعہ خرید کر صارف (Customer) کو کرایہ پر دیتا ہے۔

اثاثہ کی اصل ملکیت بینک اسلامی (مؤجر) کے پاس ہوتی ہے لیکن صارف (مستأجر) اس اثاثے (گاڑی یا مشین) کو استعمال کرتا ہے اور اس کا کرایہ بینک اسلامی کو ادا کرتا ہے۔ بینک کرایہ اس وقت سے لینا شروع کرتا ہے جب اجارہ پر دیا ہوا اثاثہ قابل استعمال حالت میں صارف (Customer) کے سپرد کر دیا جائے۔ اجارہ میں چونکہ اثاثے کا مالک بینک اسلامی ہوتا ہے اسلئے ملکیت سے متعلق تمام اُمور کی ذمہ داری بھی بینک اسلامی ہی اٹھاتا ہے، اجارہ کی مدّت ختم ہونے کے بعد بینک اسلامی (مؤجر) وہ اثاثہ صارف (مستاجر) کو یا اس کے علاوہ کسی بھی شخص کو فروخت کر سکتا ہے، تاہم عملاً صارف ہی اس اثاثے کو خریدنے کا خواہشمند ہوتا ہے اس وجہ سے بینک اسلامی صارف ہی کو یہ اثاثہ فروخت کرتا ہے، یہ خرید و فروخت ایک علیحدہ معاہدے کے تحت ہوتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور صارف اپنا جمع کرایا گیا زرِ ضمانت (Security Deposit) بطور قیمت بینک اِسلامی کے حق میں چھوڑ دیتا ہے، لیکن اگر صارف یہ اثاثہ خود نہ خریدنا چاہے تو اپنا زرِ ضمانت (Security Deposit) واپس لینے کا حقدار ہوتا ہے، اسی طرح اگر اِجارہ کے اختتام سے قبل اثاثہ قابل اِستعمال نہ رہے تو اجارہ ختم ہو جاتا ہے اور یہ شکل کسی شرعی اُصول سے متصادم بھی نہیں ہے پھر اِس میں کیا قباحت ہے۔

مزید تفصیل اِن شاءاللہ اِجارہ کے اپنے محل پر آئے گی۔

اِعتراض نمبر ۳:

نفع کی تعیین کے لئے شرح سُود کو معیار بنایا گیا ہے۔(لہٰذا حرام ہے)۔

جواب:

اس میں آپ ایک خاص مشابہت کے تحت کراہت تو کر سکتے ہیں لیکن حرمت کا فتویٰ صادر نہیں کر سکتے،اس کو آپ یوں سمجھئے کہ اگر کسی جگہ دو بھائی رہتے ہوں اور ایک بھائی مسلم ہو اور دوسرا غیر مسلم اور دونوں کے الگ الگ کاروبار ہوں غیر مسلم خنزیر پالتا اور بیچتا ہے جبکہ مسلم بکریاں پالتا اور بیچتا ہے، غیر مسلم نے اپنے ریوڑ میں موجود ہر خنزیر کی قیمت $100 (ایک سو ڈالر) مقرر کر رکھی ہے

اِسکی دیکھا دیکھی مسلمان بھائی نے بھی یہ چاہا کہ میں بھی اپنے حلال کاروبار میں اتنا نفع حاصل کروں جتنا وہ حرام کاروبار سے کما رہا ہے۔اس فکر کے نتیجے میں وہ بھی اپنے ریوڑ میں موجود ہر بکرے کی قیمت $100 (ایک سو ڈالر) مقرر کر دیتا ہے تو کیا مسلم بھائی کی جائز آمدنی بھی اس وجہ سے حرام ہو جائے گی کہ اُس نے اپنے بکرے کی قیمت خنزیر کی قیمت کے برابر رکھی ہے۔کیا یہ مطابقت اس کے حرام ہونے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے؟ ہرگز نہیں!!

اگر کسی مرابحہ میں وہ تمام شرائط جو اسلامی اُصولوں پر مبنی ہیں پائی جائیں اور اُن ضروری شرائط کو پورا بھی کر لیا جائے، تو محض نفع کے تعین کے لئے شرح سُود کو بطورِ حوالہ اِستعمال کرنے سے یہ عقد غیر صحیح اور حرام نہیں ہوگا، اس لئے کہ معاملہ خود سُود پر مشتمل نہیں ہے، شرح سُود کو تو صرف حوالے کے طور پر اِستعمال کیا گیا ہے اس لیے یہ معاہدہ ناجائز نہیں ہوگا، البتہ اس میں پائے جانے والے تشابہ کو ناپسندیدہ کہا جاسکتا ہے۔

لیکن محترم تقی عثمانی صاحب نے درج ذیل حدیث سے جو استنباط فرمایا ہے اس کی حیثیت ایک حیلے سے زیادہ کچھ نہیں اور زیرِ بحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اس پر عمل بھی "بیع عینہ" (Buy back) کی صورت کو پیدا کرتا ہے، چنانچہ خیبر کی جنیب کھجوروں کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک صحابی رضی اللہ عنہ خیبر کی جنیب کھجوروں کا ایک صاع معمولی کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خرید کر لائے تھے تو آنحضرت نے اُسے سُود قرار دیا، لیکن ساتھ ہی متبادل طریقہ یہ بتایا کہ معمولی کھجوروں کے دو صاع کو پہلے درہموں سے بیچ دو، پھر اُن درہموں سے ایک صاع جنیب کھجور خرید لو۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ معمولی کھجوروں اور جنیب کھجوروں کے درمیان شرح سُود ایک صاع بمقابلہ دو صاع تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صاع معمولی کھجور کو درہموں سے بیچ کر اُن درہموں سے ایک صاع جنیب کھجور خرید لو۔ اب جس شخص سے دو صاع معمولی کھجوروں کا معاملہ ہو رہا ہے۔ اگر اُس کے ساتھ یہ طے ہو جائے کہ ہم ان دو صاع کی قیمت میں اتنے ہی درہم مقرر کریں گے جتنے درہم میں ایک صاع جنیب کھجور آجاتی ہے،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہے بازار میں معمولی کھجوروں کی قیمت کچھ بھی ہو، اور اسی اصول کے مطابع بیع ہو تو کیا اس بیع کو اس لئے ناجائز کہا جائے گا کہ اس میں قیمت مقرر کرتے ہوئے شرح سُود کو مد نظر رکھا گیا ہے ؟ اگر ایسا کرنا جائز نہ ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ یہ طریقہ بتاتے ہوئے شرط لگاتے کہ معمولی کھجوریں دراہم کے بدلے بازاری قیمت پر بیچی جائیں ، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ قید لگائی (فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ)[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسی نرخ سے لو اور باہم جدا ہونے سے پہلے معاملہ طے ہو جائے۔

لیکن جنیب والی حدیث میں آپ نے ایسی کوئی قید نہیں لگائی جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین جس نرخ پر بھی معمولی کھجوریں دراہموں سے بیچنے پر راضی ہو جائیں، درست ہے اور چونکہ اصل مقصد جنیب کھجوریں خریدنا ہے اس لئے اگر اتنے ہی دراہم قیمت مقرر کریں جتنے میں ایک صاع جنیب کھجور آجاتی ہو، تو اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے ،اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیع یا اِجارہ اپنی شرائط کے مطابق صحیح ہوں تو صرف اس وجہ سے اُسے حرام یا سُود نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی قیمت یا اُجرت کا تعین سُود کے برابر کیا گیا ہے"۔[2]

1۔ ابوداؤد: کتاب البیوع،باب فی اقتضاء الذهب من الورق ۱۴ حدیث ۳۳۵۴

2۔ غیرسودی بینکاری ۲۶۹،۲۷۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِصلاحی جائزہ

حدیث کی اصل عبارت یہ ہے جس سے محترم تقی صاحب نے اِستنباط فرمایا ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا .. فَقَالَ لاَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلاَثَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لاَ تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا﴾ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر کا عامل بنایا وہ ایک عمدہ قسم کی کھجوریں جس کو جنیب کہتے ہیں لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم! ہم لوگ دو صاع کھجور دے کر ایک صاع یا تین صاع دے کر دو صاع وصول کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو بلکہ تمام کھجور کو پہلے روپیہ کے عوض فروخت کرو پھر روپیہ ادا کر کے جنیب خرید لو۔

مذکورہ حدیث عثمانی صاحب کے موقف کی تائید نہیں کرتی

یہ حدیث جناب عثمانی صاحب کے اَخذ کردہ مفہوم پر اس لئے صادق نہیں آتی کہ آپ ﷺ نے ایک جیسی دونوں جنسوں کے باہمی تبادلے میں اُدھار کو اور وزن میں کمی و بیشی کو ناجائز قرار دیا اور اُس کا حل یہ فرمایا کہ اگر ناقص اور عمدہ کا فرق بھی حاصل کرنا ہے تو پھر اُسے درہموں کے عوض بیچو اور درہموں کے عوض خریدو، اگرچہ آپ ﷺ نے یہ صراحت یہاں نہیں فرمائی کہ

1۔ مؤطا:باب ما یکرہ من بیع التمر،ورواہ البخاری ومسلم ایضا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بازار میں جا کر بیچو یا بازار والی قیمت پر بیچو تاہم آپ ﷺ کے حکم کی غایت یہی تھی ورنہ تو مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، جو تدبیر محترم عثمانی صاحب نے بتائی ہے کہ دونوں آپس میں اپنی اپنی چیز کی قیمت ایک مقرر کر لیں لیکن وزن کا فرق برقرار رہے یعنی عمدہ کھجور والا بھی ایک کلو 100 روپے میں فریق اول کو بیچ دے اور فریق اوّل اپنی ناقص کھجوروں کے دو کلو بھی 100 روپے میں بیچ دے تاکہ وزن کے فرق کی وجہ سے قیمت کا فرق کسی کو بھی ادا نہ کرنا پڑے اس میں قباحت یہ ہے کہ دونوں کا مقصد کھجوروں کا تبادلہ ہے نہ کہ رقم کا حصول اور کھجوروں کے اس تبادلے کے مابین رقم کو بطور حیلے کے گزارا جا رہا ہے جو کہ حرام ہے اور بیع عینہ کے مشابہ ہے، ہم نے اسے بیع عینہ سے مشابہ اس لئے قرار دیا کہ اُس میں فریقین کا مقصد رقم کا حصول ہوتا ہے نہ کہ مبیع کی خرید و فروخت اُس میں ایک شخص فریق ثانی کو ایک چیز دس ہزار میں چھ ماہ کے اُدھار پر بیچ دیتا ہے پھر فوراً ہی وہی چیز اُس سے آٹھ ہزار روپے نقد میں خرید لیتا ہے نتیجے میں چیز بھی واپس آ گئی اور دو ہزار روپے سود کے بھی لے آئی جسے شارع علیہ السلام نے حرام قرار دیا ہے۔

محترم عثمانی صاحب والی مثال میں فرق صرف یہ ہے کہ وہاں کھجوروں کے تبادلے کے مابین رقم گزاری گئی اور یہاں رقم کے تبادلے کے مابین مال گزارا گیا وہاں کھجوروں کے وزن کا فرق حلال کرنا مقصود تھا اور یہاں رقم کی قیمت کا فرق مبلغ دو ہزار روپے حلال کرنا مقصود ہے، لہٰذا حرام کو حلال کرنے کے حیلے بھی حرام ہیں۔

اس کے لئے اتنی بات کافی تھی کہ ہم اپنی چیز کی قیمت متعین کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں کسی حیلے کی ضرورت نہیں ہے اور ہماری مقرر کردہ قیمت اگر کسی دوسرے شخص کی کسی ناجائز چیز کی قیمت کے برابر بیٹھتی ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اِعتراض نمبر ۴:

اِسلامی بینکوں کا طریقہ بھی سُودی بینکوں جیسا ہے یعنی ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جواب:

جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ اس طرح کے اِعتراضات کی زیادہ تر بنیاد لاعلمی پر مبنی ہے یا پھر 1981ء کی بینکاری کو بنیاد بنا کر اِعتراضات کیے گئے ہیں جبکہ 1981ء کی غیر سُودی بینکاری اور موجودہ اسلامی بینکاری میں واضح فرق موجود ہے۔

۱۹۸۱ء کی اسکیم کا پہلا فرق

بنیادی فرق مارک اَپ کے طریقہ کار میں فقہی شرائط کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، شریعتِ اِسلامیہ میں خرید و فروخت کے جو اُصول و ضوابط اور شرائط مقرر کی گئی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بائع (بیچنے والا) جو چیز فروخت کر رہا ہے وہ اس کے قبضے میں آچکی ہو، جو چیز کسی انسان کے قبضے میں نہ آئی ہو اور جس کا کوئی خطرہ (Risk) بائع نے قبول نہ کیا ہو اسے آگے فروخت کر کے اس پر نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اس اسکیم میں اس شرط کا نہ لحاظ رکھا گیا تھا اور نہ ہی فروخت شدہ چیز کے بینک کے قبضے میں آنے کا کوئی ذکر تھا، بلکہ اُلٹی یہ صراحت کی گئی تھی کہ بینک اس اسکیم میں کوئی چیز مثلاً چاول اپنے گاہک کو فراہم نہ کرے گا بلکہ اس کو چاول کی بازاری قیمت دے گا جس کے ذریعے وہ کلائنٹ بازار سے چاول خرید لے گا، اس اسکیم کے الفاظ یہ تھے:

"جن اشیاء کے حصول کے لئے بینک کی طرف سے رقم فراہم کی گئی ہے ان کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ بینک نے اپنی فراہم کردہ رقم کے معاوضے میں بازار سے خرید لی ہیں اور پھر انہیں نوّے دن کے بعد واجب الاداء زائد قیمت پر ان اِداروں کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے۔[1]

1- ہمارا معاشی نظام ص:۱۲۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس میں اس بات کا کوئی تذکرہ نہ تھا کہ وہ اشیاء جو کلائنٹ بینک سے خریدے گا وہ بینک کی ملکیت اور بینک کے قبضے میں کب اور کس طرح آئیں گی؟ صرف رقم دے کر اس پر نفع لیا جاتا تھا، اس میں نہ کسی قسم کی وکالت کا معاہدہ ہوا، نہ بینک کا قبضہ و ضمان تھا اور نہ ہی حقیقی خرید و فروخت تھی محض اِسلامی نام تھا جو صریحاً غلط تھا۔

موجودہ اِسلامی بینکاری کا موازنہ

1. جبکہ موجودہ اِسلامی بینکاری میں ان شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہے، اس میں وکالت کا معاہدہ (Agency Agreement) ہوتا ہے جس پر کلائنٹ اور بینک دونوں کے دستخط ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں کلائنٹ مطلوبہ سامان کی خریداری کے لئے بینک کا وکیل بن جاتا ہے اور یہ کہ اس وکالت کے معاہدے پر کلائنٹ کے دستخط خریداری سے پہلے ضروری ہوتے ہیں، اگر اس پر دستخط خریداری کے بعد ہوں تو یہ خریداری کلائنٹ کی اپنی ذاتی خریداری سمجھی جاتی ہے، اِسلامی بینک اس پر مرابحہ نہیں کر سکتا، پھر جب کلائنٹ مطلوبہ سامان کی خریداری کے لئے اِیجاب (Offer to Purchase) کرتا ہے، جب بینک اس آفر کو قبول (Accept) کر لیتا ہے تو مرابحہ کا عقد مکمل ہوتا ہے، اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

اب اس میں دیکھیں وکالت بھی ہے، ضمان بھی ہے اور پھر اِیجاب و قبول کے ذریعے بیع بھی ہے جبکہ 1981ء کی اِسکیم میں یہ معاہدے ہیں ہی نہیں بلکہ اس کے خلاف کی صراحت ہے جیسا کہ ذکر کردہ حوالے سے واضح ہے۔

۱۹۸۱ء کی اسکیم کا دوسرا فرق

دوسرا واضح اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اس اسکیم میں رقم کی معینہ مدّت میں ادائیگی نہ ہونے پر طے شدہ قیمت پر اِضافی رقم لئے جانے کا قانون تھا۔

جبکہ شریعت میں بیع مؤجل کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ عقد کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقت فروخت شدہ چیز کی قیمت متعین ہو جائے اور یہ بات بھی کہ یہ قیمت کتنی مدّت میں ادا کی جائے گی؟ پھر اگر خریدار معینہ مدّت پر طے شدہ قیمت ادا نہ کرے تو اب مزید مہلت کے بدلے اس سے طے شدہ قیمت سے زائد رقم کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں، ہاں البتہ اس سے رقم وصول کرنے کے لئے تمام قانونی طریقے اِستعمال کئے جا سکتے ہیں۔

جبکہ اس اسکیم میں اس اہم اور بنیادی شرط کی بھی نہ صرف یہ کہ پابندی نہیں کی گئی تھی بلکہ بعض معاملات میں صراحت کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی گئی تھی، چنانچہ اس میں کہا گیا تھا کہ:

"بلوں کی ادائیگی میں بینک جو رقم خرچ کرے گا، اس پر اِبتدائی بیس دن کی مدّت کے لئے اعشاریہ ۷۸ فی صد مارک اَپ وصول کرے گا، اور اگر یہ رقم بیس دن میں ادا نہ ہوئی تو اس قیمت پر مزید چودہ دن کے لئے اعشاریہ ۵۸ فی صد مارک اَپ کا اِضافہ ہو گا اور اگر ۴۸ دن گزر جانے پر بھی ادائیگی نہ ہوئی تو آئندہ ہر پندرہ دن کی تاخیر پر مزید اعشاریہ ۷۹ فی صد کے مارک اَپ کا اِضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"[1]

1) اِسلامی بینکاری جرمانہ بنام صدقہ بھی درست نہیں

(موجودہ اِسلامی بینکاری میں اِس خرابی کا تاحال کوئی متبادل شرعی حل نہیں ہے)

"اگرچہ اِس مسئلے میں مجلسِ تحقیقِ مسائلِ حاضرہ کے اِجلاس منعقدہ 1992ء میں پاکستان بھر کے مستند علماء کا پیش کردہ طریقہ اس سے بالکل مختلف نظر آتا ہے، یعنی 1981ء کی اِسکیم میں تو اَدائیگی کی تاخیر کی صورت میں سُود خود

1- اسلامی بینکاری اور علماء ص30 بحوالہ ہمارا معاشی نظام ص۱۲۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بخود مہلت کے حساب سے بڑھتا رہتا ہے لیکن علماء کا پیش کردہ طریقہ جو اِسلامی بینکوں کے لئے وضع کیا گیا ہے وہ یہ کہ مرابحہ یا اِجارہ کے معاہدہ (Agreements) میں کلائنٹ یہ وعدہ کرتا ہے کہ ادائیگی کی تاخیر کی صورت میں اِتنی رقم کسی خیراتی ادارے یا خیراتی کام میں خرچ کرے گا، یہ رقم نہ جرمانہ ہے اور نہ رِبا بلکہ کلائنٹ کی طرف سے التزام (Undertaking) کا نتیجہ ہے"۔[1]

مزید فرماتے ہیں کہ:

"اُصولی طور پر سُودی بینکوں کے جرمانے اور مذکورہ صدقے میں دو واضح فرق موجود ہیں:-

۱۔ مارک اَپ بینک کی آمدنی کا حصہ بنتا ہے، جبکہ صدقہ بینک کی آمدنی کا حصہ نہیں بنتا، بلکہ بینک پر شرعاً لازم ہے کہ اسے کسی خیراتی کام (Charity) میں خرچ کرے۔

۲۔ جرمانہ بینک کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کلائنٹ اور بینک کے باہمی معاملے کی وجہ سے ہوتا ہے، جبکہ صدقہ بینک کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا کیونکہ یہ بندے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا معاملہ ہے، بینک کے معاف کرنے کا زیادہ سے زیادہ یہ مطلب ہوگا کہ اس کی ادائیگی بینک کے ذریعے ضروری نہیں ہوگی۔ لیکن اپنے طور پر اس کو بہرحال صدقہ کرنا ضروری ہوگا"۔[2]

اس فلسفے سے راقم کو شدید اِختلاف ہے کیونکہ یہ فرق قطعی مختلف نہیں ہے، مزید توضیح باب

1۔ اسلامی بینکاری اور علماء ص 30،31 بحوالہ احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۲۰

2۔ اسلامی بینکاری اور علماء ص ۳۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۵ میں "جبری صدقہ" کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۸۱ء کی اسکیم کا تیسرا فرق

ایک فرق یہ بھی تھا کہ اس اسکیم میں حکومت کی طرف سے اسکیم کے تحت چلنے والے بینکوں کے کسی قسم کے چیک اینڈ بیلنس کا نظام قائم نہیں کیا گیا تھا جو ان کی عملی غلطیوں کی طرف نشاندہی کرتا۔

موجودہ اِسلامی بینکاری

جبکہ موجودہ اِسلامی بینکاری میں ان اِسلامی بینکوں کے شرعی معاملات کے عملی نفاذ کی نگرانی کے لئے بورڈ یا شریعہ ایڈوائزر ہوتا ہے، جو ان بینکوں کی عملی غلطیوں کو بھی پکڑتا ہے اور وقتاً فوقتاً اِصلاح کرتا رہتا ہے۔

اس تمام تفصیل کے خلاصے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ 1981ء کی اِسکیم اور موجودہ اِسلامی بینکاری میں بہت فرق ہے، ان حالات میں یہ کہنا کہ مروجہ مرابحہ کا رِبح اور اِجارہ کی اُجرت 1981ء کی بلاسُودی اسکیم کے مارک اَپ سے سرِ مو مختلف نہیں" کتنی حقیقت پر مبنی ہے، اس کا فیصلہ آپ خود کرسکتے ہیں۔[1]

اِعتراض نمبر ۵:

سُودی بینکوں کی طرح اِسلامی بینک بھی نان رسک ہیں۔

جواب:

دیگر اِعتراضات کی طرح یہ اِعتراض بھی لاعلمی پر مبنی ہے، بینک چاہے مرابحہ ڈیل کر رہا ہو یا اِجارہ جب تک وہ چیز بینک کے قبضے اور ملکیت میں رہتی ہے تب تک اُس کا مکمل رِسک (ضمان) اِسلامی بینک کے ذمہ ہوتا ہے حتی کہ اگر بینک کسی

---

1 (اسلامی بینکاری میں روشنی اور رکاوٹیں صفحہ ۳۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے لئے خریداری کا وکیل بھی بنا دیتا ہے تب بھی اگر اُس کی کسی ذاتی غفلت کے بغیر مال تلف ہو تو اُس کا ذمہ دار بھی اِسلامی بینک ہوتا ہے پھر اسے نان رِسک کیونکر کہا جا سکتا ہے؟

اِس کا ثبوت (بینک اِسلامی) کی جانب سے شائع کردہ پمفلٹ بعنوان فتویٰ کے مندرجات میں بھی ص۳ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اِعتراض نمبر ۶:

نفع کی تقسیم کا جو تناسب فارم میں درج ہوتا ہے۔ بینک بعد میں اُس میں تبدیلی کا مجاز ہوتا ہے۔

جواب:

یہ اِعتراض واقع کے خلاف ہے، نفع کی تقسیم کا جو تناسب فارم میں درج ہوتا ہے ڈیپازیٹر اور اِسلامی بینک اُس کے پابند ہوتے ہیں، تمام شرائط واضح طور پر درج ہوتی ہیں فریقین باہمی رضامندی سے اُس ایگریمنٹ کو سائن کرتے ہیں حتی کہ اُس میں یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ کونسا عقد کیا جا رہا ہے۔ اِجارہ، مضاربت، شراکت یا مرابحہ وغیرہ اگر معاہدے میں یہ چیزیں واضح نہ ہوں اور منافع کا تناسب بھی بینک کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے عقد میں جہالت واقع ہوگی جو حرام ہے۔ بلکہ نفع کی تقسیم کے تناسب کی تعیین کی صراحت خود بینک اِسلامی نے اپنے بروشرز میں بھی کردی ہے۔ جیسے بینک " اِسلامی میں ڈیپازٹ اکاؤنٹس کس طرح کام کرتے ہیں" کے عنوان سے اِسلامی بینک نے شائع کیا ہے اُس کے صفحہ نمبر ۵ پر "پیائش (ویٹیج) کیا ہے" کے تحت یہ صراحت موجود ہے کہ "اصولِ مضاربہ کے مطابق ہر شراکت دار کو پہلے سے مقرر کردہ تناسب کے مطابق منافع حاصل ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتراض نمبر ۷:

بینک کلائنٹ کو ایسی چیز فروخت کر رہا ہوتا ہے جو اُسکے قبضے میں نہیں ہوتی۔

جواب:

اِسلامی بینکوں نے اپنے ابتدائی اَدوار میں اس طرح کی غلطیاں ضرور کی ہیں اور شاید متعدد علماء کرام جو اِسلامی بینکوں کے خلاف ہوئے ہیں اُسکی وجہ بھی یہی ہے۔ انگریزی زبان کا ایک مقولہ ہے کہ:

"First impression is the last impression" "پہلا تاثر ہی آخری تاثر ہوتا ہے"، یہی وجہ ہے کہ یہ مخالفت تاحال جاری ہے جبکہ اِسلامی بینکوں نے کافی حد تک اپنی غلطیوں سے رُجوع کر لیا ہے، اَب مفتیانِ کرام کو بھی اپنے فتوے سے رُجوع کر لینا چاہئے، اِس ضمن میں بندہ کو محترم تقی عثمانی صاحب کا یہ طرز بہت پسند آیا کہ جہاں بینک غلط تھے وہاں اُن کو غلط کہا گیا اور جہاں بینکوں نے اپنی اِصلاح کر لی اور اپنے تمام تر معاہدات کو حتی الامکان اِسلامی اُصولوں کے مطابق ڈھال لیا تب اُنہیں صحیح بھی کہا گیا۔

مثلاً: اگر کسی قادیانی کو ختم نبوت کے اِنکار پر کافر قرار دیا گیا ہو، تو اُسکے توبہ کر لینے اور ختم نبوت پر اِیمان لے آنے پر اُسکے مسلمان ہونے کی گواہی بھی دی جانی چاہئے، کیونکہ اِنصاف کا یہی تقاضا ہے، نمونے کے طور پر محترم جسٹس تقی عثمانی صاحب کی دو مختلف کتابوں سے نقل کردہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔ بعنوان

"مروّجہ مرابحہ میں شرعی خامیاں"

۱۔ "مرابحہ کی صحیح شکل تو یہ ہے کہ بینک کوئی چیز خرید کر نفع (Mark up) پر بیچ دے، مگر پاکستانی بینکوں میں ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ جس چیز پر عقد مرابحہ کیا جا رہا ہے وہ چیز پہلے سے ہی اس شخص کے پاس موجود ہوتی تھی جو بینک سے قرض لینے کے لئے آیا ہے، بینک اس سے اس چیز کو نقد کم قیمت پر خرید کر پھر نفع پر اسی کو دوبارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اُدھار بیچ دیتا۔ اس کو بیع عینہ (Buy Back) کہتے ہیں۔ اس طرح حقیقتاً مرابحہ کی بجائے نفع (mark up) کو "بائی بیک" سے وابستہ کر دیا گیا۔ جو شرعی اِعتبار سے بالکل ناجائز ہے کیونکہ ایک ہی شخص سے کم قیمت پر خرید کر فوراً ہی اسے زیادہ قیمت پر اُدھار بیچ دینا درحقیقت سُودی قرض ہی کی ایک شکل ہے جب کہ پہلی خریداری میں ہی یہ شرط ہوتی ہے کہ اسے دوبارہ بیچ دیا جائے گا۔

۲۔ (Buy Back) کا حیلہ بھی حقیقت میں نہیں ہوتا، عموماً محض فرضی کارروائی ہوتی ہے۔ ایسا کوئی سامان سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا جس پر بائی بیک کیا جا رہا ہو۔ حتی کہ اداروں کے ایسے اخراجات جن سے کوئی چیز خریدی نہیں جاتی مثلاً تنخواہیں، بلوں کی ادائیگی وغیرہ ان کے لئے بھی بینکوں سے مرابحۃً قرض مل جاتا ہے۔

۳۔ اگر (Buy Back) نہ بھی ہو، حقیقت میں مرابحہ ہی ہو تو بھی اس بات کا اِہتمام نہیں کیا جاتا کہ جس سامان کو مرابحۃً بیچا جا رہا ہے وہ پہلے بینک کے قبضے اور ضمان میں آئے، حالانکہ مرابحہ کے درست ہونے کے لئے اس سامان کا پہلے بینک کے قبضے اور ضمان میں آنا ضروری ہے۔

۴۔ بینک کے پاس جب کوئی شخص سرمایہ حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو بینک تحدید السقف (تمویل کی حد) مقرر کر دیتا ہے کہ اتنے سرمائے کی حد تک بینک مرابحہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ معاہدے (Agreements) پر دستخط کرالئے جاتے ہیں۔ اس وقت بینک اس شخص کو سامان خریدنے کا وکیل بھی بنا دیتا ہے۔ لیکن اس وقت کوئی بیع منعقد نہیں ہوتی، بلکہ وہ محض ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے کہ بینک حسب ضرورت ان شرائط پر اپنے گاہک کو اس کی ضرورت کی اشیاء خرید کر فراہم کریگا، اب ضرورت اس بات کی تھی کہ جب گاہک کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بینک کو بتائے، پھر بہتر طریقہ تو یہ ہوتا کہ بینک وہ چیز اپنے ذرائع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے خرید کر اپنے قبضے میں لاتا، پھر گاہک کو مرابحۃ فروخت کرتا۔ لیکن اگر بینک خود خریدنے کے بجائے اسی گاہک کو خریداری کا وکیل بنائے تو اس میں کم از کم یہ ضروری تھا کہ پہلے گاہک وہ چیز بینک کے وکیل کی حیثیت سے خرید کر بینک کو مطلع کرے، پھر اس سے ایجاب و قبول کر کے اپنے لئے خریدے۔ یہاں گاہک کی دو حیثیتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز رکھنا ضروری تھا۔ پہلے اس کی حیثیت وکیل کی ہے اور جب تک وہ اس حیثیت میں ہے اس پر وکالت کے اَحکام جاری ہوں گے اور جب تک سامان پر اس کا قبضہ بینک کے وکیل کی حیثیت میں ہے، اس وقت تک وہ سامان بینک کے ملکیت میں ہے اور اسی کے ضمان میں ہے لہٰذا اگر اس دوران وہ سامان وکیل کی کسی تعدی کے بغیر ہلاک ہوجائے تو بینک کا نقصان ہونا چاہئے۔ پھر جب وہ بینک کو اطلاع دیکر اس سے وہ سامان اپنے لئے خریدے تو اس وقت سامان گاہک کی ملکیت اور ضمان میں آجائے گا اور اگر اس کے بعد ہلاک ہو تو گاہک کا نقصان ہوگا"۔[1]

دوسرا نمونہ:

" مرابحہ مؤجلہ جس میں بائع اور مشتری دونوں کا مقصد واقعی خرید و فروخت ہو، اپنی اصل کے اِعتبار سے کوئی حیلہ نہیں ہے، بلکہ بیع کی ایک مستقل قسم ہے جس کے جواز پر جمہور فقہاءِ اُمّت متفق رہے ہیں۔

البتہ غیر سُودی بینکوں کے کاروبار میں وہ دیکھنے میں جو ایک حیلہ نظر آتا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ بینک کے پاس اپنے گودام میں کوئی مال نہیں ہوتا، اور نہ وہ کسی ایک چیز کی تجارت کرتا ہے، بلکہ اُس کے پاس مختلف اشیاء کے خریدار آتے ہیں اور

---

1 سنک کی روشنی میں مکمل جواہرات اردو اسلامی کتاب کاتب عثمانی صاحب مرکز

کتاب و سنت کی روشنی میں مکمل جواہرات اردو اسلامی کتاب کاتب عثمانی صاحب مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس چیز کا خریدار آیا، بینک وہی چیز خرید کر اُس کو بیچ دیتا ہے اور اس خریداری کے لئے بھی اُسی شخص کو اپنا وکیل بنا دیتا ہے اور وہ بازار سے وہ چیز بینک کے لئے خریدتا ہے، پھر بینک سے اُدھار خرید لیتا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ان دو وجہوں سے اس معاملے کو ایک ناجائز حیلہ کہا جا سکتا ہے؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بینک کے پاس کوئی سامان موجود نہیں ہوتا، بلکہ اُسکے پاس جس چیز کا گاہک آتا ہے ،بینک اُسے خرید کر گاہک کو بیچ دیتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر خرید کر اپنی ملکیت اور ضمان میں لا کر بیچے تو اس پر کوئی فقہی اشکال نہیں ہو سکتا..... یہاں پہلی بات تو یہ واضح کرنا مناسب ہے کہ گاہک ہی کو وکیل بنانے کا طریق کار ہمیشہ اختیار نہیں کیا جاتا، بہت سی صورتوں میں بینک براہ راست خریداری کر کے گاہک کو بیچتا ہے اور غیر سُودی بینکوں کے شریعہ بورڈ بکثرت اپنے اپنے اداروں پر زور دیتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے براہ راست خریداری کریں، گاہک کو وکیل نہ بنائے اور اب رفتہ رفتہ یہ رجحان پیدا بھی ہو رہا ہے"۔[1]

آخر میں بینک اِسلامی کے بروشر سے ماخوذ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے معترض کا اِعتراض ختم ہوجانا چاہئے، چنانچہ مرابحہ کے ضمن میں ، اشیاء کی ملکیت اور قبضہ کے عنوان سے درج ہے کہ:

"اِسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایسی چیز کی فروخت ممکن نہیں جو فروخت کرنے والے کی ملکیت میں نہ ہو۔ لہٰذا بینک اِسلامی مرابحہ میں اس بات کو یقینی بنا تا ہے کہ جو اشیاء فروخت کی جارہی ہیں وہ فروخت کے وقت بینک کی ملکیت اور قبضے میں آچکی ہوں۔فقہاء کرام کے بیان کردہ اُصولوں کے مطابق کسی چیز کے قبضے میں آنے کے دو طریقے ممکن ہیں:

1۔ غیر سُودی بینکاری:ص210،209

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ حسی قبضہ، اس سے مراد ہے کسی چیز کا اس طرح قبضہ حاصل ہونا کہ وہ چیز عملاً مالک کے تصرف میں آجائے۔

۲۔ معنوی قبضہ، اس سے مراد ہے کہ خریدار کو ملکیت حاصل ہونے کے ساتھ اس چیز کو اپنے پاس لے آنے کا مکمل اختیار حاصل ہو چکا ہو خواہ ابھی تک اس نے اس کا عملی قبضہ نہ بھی لیا ہو۔ فروخت کنندہ کی حیثیت سے بینک اِسلامی اس چیز کا مکمل ذمے دار ہوتا ہے کہ جو چیز فروخت کی جارہی ہو، بینک کی مکمل ذمہ داریوں میں ملکیت کے تمام حقوق اور واجبات شامل ہیں، بینک کی یہ ذمے داری اس وقت تک رہتی ہے جب تک صارف (کسٹمر) مرابحہ کے بعد اس چیز کا قبضہ حاصل نہ کرلے۔

اسی طرح اِجارہ کے ضمن میں بھی اِجارہ پر دینے سے پہلے وہ چیز بینک کی ملکیت میں ہوتی ہے، چنانچہ اِجارہ کیا ہے؟ کے تحت درج ہے:

بینک اِسلامی اِجارے کو کار، مشینری اور جائیداد کے علاوہ دیگر جامد اَثاثوں کی فراہمی کے لئے استعمال کرتا ہے، اِجارے کے تحت بینک اِسلامی کسی اَثاثے کو بازار سے خرید کر اپنی ملکیت میں لاتا ہے اور اپنے صارف کو یہ اثاثہ ایک طے شدہ شرح کے تحت کرائے پر دے دیتا ہے۔

اِعتراض نمبر ۸:

کلائنٹ بینک سے کہتا ہے کہ اگر تم یہ چیز خرید لو تو میں تم سے یہ چیز خرید لوں گا یہ بیع معلق ہے جو ناجائز ہے؟

جواب:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیع مشروط یا بیع معلق ناجائز ہی ہوتی ہے اگر ایسا ہو تب، لیکن محض سنی سنائی پر اِکتفا کرلینا اور اُس پر بھروسہ کرتے ہوئے بلا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحقیق آگے بڑھا دینا نہ صرف علماء کی شان کے خلاف ہے بلکہ شرعی روح کے بھی منافی ہے۔

چنانچہ رحمت عالم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿« كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ »﴾[1]

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے (اُسے بلا تحقیق) آگے بیان کردے۔

درحقیقت بیع معلق کا جو شبہ پیدا ہوا ہے وہ غالباً کلائنٹس کے اُس ابتدائی ایگریمنٹ کے سبب ہوا ہے جس کے تحت بینک اور کلائنٹ آپس میں کچھ قواعد و ضوابط طے کر لیتے ہیں کہ بینک مرابحہ کن شرائط کے ساتھ دے گا اور گاہک اپنی مطلوبہ چیز بطور مرابحہ کس طرح اور کن اُصولوں کے ساتھ حاصل کر سکے گا یہ ایک مفاہماتی طریقہ کار ہوتا ہے جس کے تحت کوئی بھی فریق دوسرے کو وہ چیز لینے یا دینے پر بائنڈ نہیں کرتا مزید توضیح کے لئے بندہ جسٹس تقی عثمانی صاحب کی درج ذیل عبارت کو اپنے مؤقف کے شاہد کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

دراصل ہوتا یہ ہے کہ بینک کے گاہکوں کو اپنی مطلوبہ اشیاء ایک مرتبہ نہیں، بلکہ بار بار خریدنی پڑتی ہیں، وہ بینک کے پاس آکر اس خریداری کے اُصول طے کرتے ہیں کہ ہم وقتاً فوقتاً آپ سے فلاں فلاں آشیاء مرابحہ کی بنیاد پر خریدیں گے۔ یہ کوئی عقد نہیں ہوتا، بلکہ آئندہ ہونے والے عقود کا طریق کار اور اُس کی شرائط طے کرنے کے لئے ایک مفاہمت ہوتی ہے کہ آئندہ جو کوئی بیع ہوگی، وہ اِن اُصولوں اور ان شرائط

1۔ مسلم: کتاب المقدمة ، باب النهى عن الحديث بكل ما سمع ج۱ص۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے تحت ہوگی۔ اس کو "ماسٹر مرابحہ ایگریمنٹ" (یعنی اُصولی معاہدہ برائے مرابحہ) کہا جاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پورا طریق کار ایک مرتبہ طے ہو جائے، پھر جب کوئی عقد ہو، تو ہر مرتبہ اس مفصل طریق کار کو دہرانا نہ پڑے، بلکہ عقد کا اِیجاب و قبول کرتے وقت یہ کہہ دینا کافی ہو کہ یہ عقد مرابحہ اُن اُصولوں اور ان شرائط کے تحت ہو رہا ہے جو "ماسٹر مرابحہ ایگریمنٹ" میں طے ہو چکی ہیں اس کے بعد جب کوئی حقیقی خریداری ہوتی ہے تو وہ باقاعدہ تحریری اِیجاب و قبول کے ساتھ انجام پاتی ہے اور وہی تحریر عقد مرابحہ ہوتی ہے تو وہ باقاعدہ تحریری اِیجاب وقبول کے ساتھ انجام پاتی ہے اور وہی تحریر عقد مرابحہ ہوتی ہے جس میں لاگت اور مجموعی قیمت، وقت ادائیگی سب کچھ درج ہوتا ہے لہٰذا "ماسٹر مرابحہ ایگریمنٹ" کے وقت نہ کوئی عقد ہوتا ہے، نہ اُس وقت گاہک اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ ضرور کوئی چیز مرابحۃً خریدے، چنانچہ "ماسٹر مرابحہ ایگریمنٹ پر دستخط کرنے کے بعد اگر وہ کچھ بھی نہ خریدے تو وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔[1]

جب گاہک لینے اور نہ لینے میں بااِختیار ہو، تب بیع مشروط یا معلق کا سوال خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

اِعتراض نمبر ۹:

جس طرح اِسلامی جوا اور اِسلامی شراب نہیں ہو سکتی اسی طرح اِسلامی بینک بھی نہیں ہو سکتا۔

جواب:

اگر یہ بات یوں کہی جاتی کہ ہر وہ چیز جس کے ساتھ لفظِ اِسلامی لگا دیا جائے ضروری نہیں کہ وہ اِسلامی ہو۔ یعنی اِسلامی لفظ لگنے سے نہ وہ چیز اِسلامی بنتی ہے اور

1۔ غیر سودی بینکاری ص ۲۱۷ از تقی عثمانی صاحب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نہ لفظِ اِسلامی ہٹنے سے وہ چیز غیر اِسلامی ہوتی ہے یہاں تک تو شاید کسی کو اِختلاف نہ ہو۔ کیونکہ اِسلام کی اَساس نظریات و عقائد پر ہے لیکن مخالفت برائے مخالفت میں اس حد تک آگے نکل جانا کہ جوئے ، شراب اور اقتصادیات میں کوئی فرق نظر نہ آئے۔ یہ قرینِ انصاف نہیں ہے۔

اس اِعتراض کا تو مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کی معیشت اِسلامی ہو ہی نہیں سکتی حالانکہ قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ میں حلال معیشت اِختیار کرنے کو فرض قرار دیا گیا ہے اور یہ فریضہ اِتنا اہم ہے کہ اللہ رب العزت نے اِسے اِختیار کرنے کے لیے اپنے انبیاء کو بھی تنبیہ فرمائی:

﴿ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾[1]

اے انبیاء کی جماعت پاکیزہ رِزق کھاؤ اور عمل صالح کرو۔

گویا اَعمالِ صالحہ بھی تبھی مفید ہو سکتے ہیں جب صالح عمل کرنے والے کا انحصار حلال روزی اور حلال معیشت پر ہو۔

بعض نے کہا کہ بینک اور اِسلام دو متضاد حقیقتیں ہیں جو کبھی ایک نہیں ہو سکتیں یہ بہت بڑی بات ہے۔

کفر اور اِسلام بھی دو متضاد حقیقتیں ہیں لیکن ہم نے الحمدللہ کافر کو کفر سے نکل کر اِسلام میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ رجوع الی اللہ کے دروازے علماء تو بند نہیں کر سکتے اگر کوئی ادارہ یا شخص اپنی پالیسیوں کو اِسلام کے زیر اثر لانا چاہتا ہے ، سُود کی لعنت سے بچنا چاہتا ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے ڈرتے ہوئے کسب حلال کے لئے کوشاں ہے تو کیا اُس کا یہ عمل اب اس لئے ممکن نہیں رہا کہ ۹۰٪ لوگ سُودی معیشت پر انحصار کر رہے

1۔ سورۃ المؤمنون:51

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اس وقت بحیثیت ایک مسلمان کے ہمارا فرض کیا بنتا ہے؟ ہم اگر اُسکی مدد نہیں کرسکتے تو کم از کم مخالفت تو نہ کریں۔

اِعتراض نمبر ۱۱:

اِسلامی بینک بھی اپنی رقم کا کچھ حصہ اِسٹیٹ بینک میں سُود پر رکھواتے ہیں۔

جواب:

اپنی رقم کا کچھ حصہ اِسٹیٹ بینک میں رکھوانا پڑتا ہے یہاں تک تو بات درست ہے لیکن سُود پر رکھوائے جاتے ہیں، یہ بات سو فیصد غلط اور خلاف واقعہ ہے اور اِسٹیٹ بینک بھی اپنے پاس یہ رقم اکاؤنٹ ہولڈروں کے تحفظ(Safety) کے لئے رکھتا ہے کیونکہ تمام بینکوں کو اِسٹیٹ بینک ہی لائسنس جاری کرتا ہے اس لئے بینکوں میں رقم رکھوانے والے کے تحفظ(Safety) کی ذمہ داری بھی بنیادی طور پر اِسٹیٹ بینک پر عائد ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اِسٹیٹ بینک میں ہر بینک کو اپنے "ڈپازٹس" کا کچھ حصّہ رکھوانے کی پابندی تو ہے، لیکن غیر سُودی بینک اُس پر کوئی ایک پیسہ بھی وصول نہیں کرتے، بلکہ اس طرح رکھواتے ہیں جیسے عام مسلمان اپنی رقمیں "کرنٹ اکاؤنٹ" میں رکھواتے ہیں اور یہ زرِضمانت رکھوانا اِسٹیٹ بینک کے رولز کا حصّہ ہے جس سے اِنکار نہیں کیاجاسکتا اور یہ بطور زرِضمانت کے ہوتا ہے۔

اِعتراض نمبر ۱۲:

اِجارے (Lease) کی آئندہ اُجرت میں جو کمی بیشی کی جاتی ہے وہ مجہول ہوتی ہے۔

جواب:

یہ اِعتراض بھی اصل واقعے کے خلاف کیا گیا ہے اِجارے (Lease) کی پوری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مدّت کے لئے کرائے کا تعین عقد(Agreement) کے وقت فریقین کے مابین طے ہو جاتا ہے کرائے کی مقدار اور مدّت کا تعین دونوں واضح طور پر عقد میں تحریر ہوتے ہیں۔

البتہ طویل المیعاد اِجارہ میں کرایہ قابل تغیر ہوتا ہے لیکن جہالت اُس میں بھی نہیں ہوتی۔

اِجارے کی طویل المیعاد معاہدوں میں عموماً مؤجر(Lessor) کے لئے یہ بات زیادہ سُود مند نہیں ہوتی کہ وہ تین سال یا پانچ سال کی مدّت کے لئے ایک ہی کرایہ طے کرے چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے بھی "پراپرٹی ٹیکس" اور دیگر اخراجات کی شرح بھی تقریباً سالانہ بجٹ یا ضمنی بجٹ میں تبدیل ہوتی رہتی ہے اس لئے مؤجر (Lessor) ایک کرایہ اتنے لمبے عرصے کے لئے مقرر نہیں کر سکتا اُس کے لئے دو شکلیں متعین کی گئی ہیں جو حلال اور جائز ہیں۔

۱۔ وہ اِجارہ (Lease) کا معاہدہ اس شرط پر کر سکتا ہے کہ ایک سال تک تو کرایہ دس ہزار ماہ وار ہو گا لیکن اس کے بعد ہر سال ۱۰ فیصد کرایہ بڑھ جائے گا اس میں مدّت بھی معلوم ہے اور کس تناسب سے بڑھے گا وہ بھی معلوم ہے ، اس پر Lessee and Lessor (مؤجر اور مستاجر) دونوں راضی ہونگے تبھی یہ عقد درست قرار پائے گا اور یہ جائز ہے۔

۲۔ دوسری شکل یہ ہے کہ مؤجر (Lessee) یہ عقد مختصر مدّت کے لئے یعنی سال بھر کے لئے کرلے اور اُس میں کرائے کا تعین اور مدّت کا تعین واضح طور پر درج ہونا چاہئے البتہ اس مدّت کے مکمل ہونے کے بعد فریقین باہم آزاد ہونگے، مستاجر پر لازم نہیں کہ آئندہ بھی اُس سے مکان یا دوسری کوئی چیز کرائے پر لے اور مؤجر پر بھی لازم نہیں کہ آئندہ بھی اُسے ہی دے۔ مختصر المیعاد عقد میں فریقین کے لئے فائدہ اور نقصان دونوں کا احتمال موجود ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستاجر کو دوسری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جگہ اتنا اچھا مکان اتنے کم کرائے پر نہ ملے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موجر کو دوبارہ ہر ماہ ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ کرایہ ادا کرنے والا نہ ملے یا ملے تو کرایہ کم دے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موجر کو پہلے سے زیادہ اچھا کرایہ مل جائے اور مستاجر کو پہلے سے زیادہ اچھا اور کھلا مکان اُس سے کم کرایہ پر مل جائے لیکن اِن کے عقد میں چاہے وہ عقد طویل المیعاد ہو یا مختصر المیعاد دونوں صورتوں میں کرایہ اور مدّت اور آئندہ بڑھوتری کا تناسب اور بڑھوتری کی میعاد سب واضح طور پر عقد میں درج ہونگی تو عقد اِجارہ صحیح قرار پائے گا ورنہ جائز نہ ہو گا۔ جب ۱۰ فیصد یا پندرہ فیصد یا ایک ایسی شرح مقرر ہو کہ اگر وہ معیار (benchmark) سے منسلک کیا جائے جس پر بینک آپس میں لین دین کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی جائے کہ اگر یہ شرح ابتدائی اُجرت سے پندرہ فی صد سے تجاوز کر گئی تو اضافہ پندرہ فی صد ہی رہے گا تب بھی جہالت ختم ہو جاتی ہے۔

اِسلامی بینکاری کے سات بنیادی ستون

۱۔ مضاربہ (Mudarbah)

۲۔ مشارکہ (Musharkah"Partnership")

۳۔ مرابحہ (Murabaha)

۴۔ سلم (Salam)

۵۔ اِستصناع (Manufacturing)

۶۔ مساومہ (Musawamah)

۷۔ اِجارہ (Leasing)

جن کا تفصیلی تعارف، طریقہ کار اور احکام و شرائط درج ذیل ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ا۔ مضاربت

اسے مضاربت، مقارضت یا قراض اور معاملہ بھی کہا جاتا ہے۔

﴿يُسَمِّيهَا أَهْلُ الْعِرَاقِ مُضَارَبَةً. وَأَهْلُ الْحِجَازِ قِرَاضًا﴾[1]

اہلِ عراق اِسے مضاربہ اور اہلِ حجاز اِسے قراض کہتے ہیں۔

تعریف:

مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ لگائے اور دوسرا فریق اس سرمائے سے کاروبار کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں، نفع کی نسبت کے سلسلہ میں جس بات پر فریقین کا سمجھوتہ ہو جائے، وہ درست ہو گا۔

ایک فریق جس کا سرمایہ ہوتا ہے اُسے رَبُّ المال (سرمائے کا مالک)(Investor) اور فریق ثانی جس کی محنت ہوتی ہے اُسے مضارب (Active) کہا جاتا ہے اور تمام تر کاروباری ذمہ داری یعنی اِنتظام و اِنصرام (Management) اسی پر عائد ہوتی ہے، اور جو مال لگایا جائے اُس المال کو (Capital)، سرمایہ یا (Investment) کہتے ہیں

مضاربت میں یہ ضروری ہے کہ ایک فریق کا مال ہو اور دوسرے فریق کی محنت ہو، رَبُّ المال محنت میں شریک نہیں ہو گا اور مضارب سرمایہ کاری میں شریک نہیں ہو گا البتہ نفع دونوں میں برابر یا پہلے سے متعین کردہ تناسب سے تقسیم ہو گا۔

مضاربہ کا شرعی مفہوم

نیل المآرب میں ہے:

﴿وَهِيَ شَرعاً اَنْ يَدْفَعَ اِنْسَانٌ مِنْ مَالِهِ اِلٰى اِنْسَانٍ آخرٍ شَيْئاً اَوْ

1۔ القاموس الفقهي (الدكتور سعدي أبوحبيب) ص 331

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَكُوْنُ لَه، تَحْتَ يَدِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْوَدِيْعَةِ اَوِالْغَصْبِ مَالٌ وَ يَأْذَنُ لَه، لِيَتَّجِرَ فِيْهِ وَ يَكُوْنُ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا بِحَسْبِ مَا يَتَّفِقَانِ عَلَيْهِ﴾[1]

مضاربہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنے مال میں سے کچھ دے یا اس کا مال پہلے ہی سے بطورِ امانت اس کے پاس پڑا ہو یا اس نے غصب کر رکھا ہو اور وہ اس کو اجازت دے دے کہ وہ اس میں تجارت کرے اور نفع ان دونوں کے درمیان اس تناسب سے ہو گا جس پر وہ متفق ہوں۔

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اَلْقِرَاضُ وَالْمُضَارَبَةُ اَنْ يَدْفَعَ اِلَيْهِ مَا لاً لِيَتَّجِرَ فِيْهِ وَالرِّبْحُ مُشْتَرَكٌ﴾[2]

قراض اور مضاربہ کا یہ مطلب ہے کہ ایک شخص دوسرے کو مال دے تاکہ وہ تجارت کرے اور نفع دونوں میں مشترک ہو۔

مضاربت کا لفظ ضرب سے نکلا ہے۔ اگرچہ ضرب کا معنی مارنا ہے لیکن ضرب جب صلہ کے ساتھ آئے تو اس کا معنی چلنا پھرنا ہے۔ اس کا دوسرا معنی رزق کی تلاش میں چلنا پھرنا اور دوڑ دھوپ کرنا بھی ہے۔ چونکہ اس میں ایک آدمی پیسہ دیتا ہے اور دوسرا آدمی اپنی محنت اور دوڑ دھوپ سے مزید پیسہ پیدا کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس معاملے کو مضاربت کہتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1۔ نیل المآرب: شرح دلیل الطالب ص۱۹۴

2۔ المنهاج للنووی: کتاب القراض ج۱ ص۲۲۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾[1]

زمین میں چل پھر کر (تجارتی سفر کرکے) اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فضل سے روزی تلاش کرتے ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے مضاربت کی تشریح اس طرح کی ہے۔

﴿ وَالْمُضَارَبَةُ هِيَ مَأْخُوْذَةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ : وَهُوَ السَّفَرُ وَالْمَشْيُ، وَالْعَامِلُ لِأَنَّ الْعَامِلَ يَخْتَصُّ بِالضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ ﴾[2]

مضاربت: یہ زمین میں سفر سے ماخوذ ہے اور یہ سفر، بھاگ دوڑ اور کام کاج ہے، اس لئے کہ کام کرنے والا زمین میں بھاگ دوڑ اور سفر کرتا ہے۔

مضاربہ میں نفع کی تقسیم کا شرعی تناسب؟

اگرچہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صاحب سرمایہ اور محنت کرنے والے میں نفع برابر تقسیم ہوتا تھا، مزارعت بھی مضاربت ہی کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ مزارعت میں سرمایہ کی جگہ زمین ہوتی ہے، خواہ وہ کھیت کی صورت میں ہو یا باغ کی صورت میں ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین و انصار میں مؤاخات کا سلسلہ قائم تو مہاجرین کے معاش کا مسئلہ یوں حل فرمایا کہ باغات انصار کے ہیں اور محنت مہاجرین کریں گے اور پیداوار میں برابر کے شریک ہوں گے۔[3]

1۔ سورۃ المزمل ۲۰

2۔ نیل الاوطار: باب الشركة والمضاربة ج۸ص488، كتاب المذاهب الاربعة ۳۴/۳

3۔ بخاری: كتاب الحرث والمزارعة: وكتاب الشروط، باب الشروط فى المعاملة(۲۳۲۵)،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں کتاب القراض میں دورِ فاروقی کا جو واقعہ درج ہے اُس میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سفارش پر اُسے مضاربت قرار دے کر نصف منافع عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ میں تقسیم کیا اور نصف بیت المال میں مع رأس المال کے جمع کیا۔[1]

اس کے باوجود یہ نصف شرح شرعی تقاضا نہیں ہے، صحیح یہی ہے کہ فریقین اپنے لئے اپنی صوابدید پر کوئی ایک تناسب متعین کر لیں۔

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا واقع سے ہمیں تین باتیں بخوبی معلوم ہوتی ہیں جو اس سے واضح طور پر مستنبط ہو رہی ہیں۔

۱۔ اس دور میں سرمایہ اور محنت کی نفع میں برابر شراکت ہوتی تھی۔

۲۔ مضاربت کی شکل میں سرمایہ محنت کرنے والے کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اگر کسی وجہ سے مال تلف ہو جائے یا سرمایہ کا نقصان ہو جائے تو اس کا تاوان عامل (محنت کرنے والے) پر نہیں پڑتا۔ عامل کا نقصان اُسکی محنت کا نقصان ہے۔

۳۔ قرض کی صورت میں مقروض ہر طرح کے نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

تاہم یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں سرمایہ اور محنت کا حصّہ برابر ہو یعنی بعض کاروبار ایسے ہوتے ہیں جن میں سرمایہ کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور محنت کم، ایسی صورت میں محنت کا حصّہ تہائی یا چوتھائی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جس کام کاج میں سرمایہ کی کم اور محنت کی زیادہ ضرورت ہو، تو محنت کا حصّہ بڑھ جائے گا، چنانچہ

(۲۷۱۹)

1۔ موطا کتاب القراض باب ماجاء فی القراض، اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلفائے راشدین کے دور میں عموماً زمینوں کی بٹائی، تہائی یا چوتھائی پر ہوتی رہی ہے، یعنی زمین والے کا حصہ ۱/۳ یا ۱/۴ باقی محنت کش کا ہوتا تھا۔

﴿عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلاَّ يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ . وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيرِينَ﴾[1]

حضرت ابو جعفر سے مروی ہے کہ مدینہ میں کسی مہاجر کا گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی نہ کرتا ہو، علی و سعد بن مالک، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز، القاسم، عروۃ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم کے خاندان والے اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (یہ سب اسی طرح) کیا کرتے تھے۔

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿وَالْقِرَاضُ جَائِزٌ عَلَى مَا تَرَاضَى عَلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ وَالْعَامِلُ مِنْ نِصْفِ الرِّبْحِ أَوْ ثُلُثِهِ أَوْ رُبُعِهِ أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ أَوْ أَكْثَرَ﴾[2]

بٹائی کا وہ نفع جائز ہے جس پر (فریقین) رَبّ المال اور عامل راضی ہو جائیں (چاہے وہ پیداوار کا) نصف ہو، تہائی ہو، چوتھائی ہو، یا اس سے کم یا زیادہ ہو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کے یہودیوں سے مزارعت کا معاملہ طے کیا تو بھی یہی فیصلہ کیا کہ یہود کو محنت کے عوض نصف پیداوار ملے گی۔[3]

1۔ بخاری: کتاب ماجاء فی الحرث والمزارعۃ، باب المزارعۃ بالشطر ونحوہ ج۸ص۴۰۰
2۔ مؤطا امام مالکؒ : باب مَا لاَ يَجُوزُ مِنَ الشَّرْطِ فِي الْقِرَاضِ ج۴ص۳۹۳
3۔ بخاری کتاب الحرث والمزارعۃ باب المزارعۃ مع الیہود (۲۳۳۱) و کتاب الحوالات باب اذا استاجر ارضافمات احدھا (۲۲۸۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضاربت کی مزید دو شکلیں ہیں

۱۔ مضاربہ مطلق

۲۔ مضاربہ مقید

i. مضاربت منعقد ہونے کے لئے ایجاب و قبول ضروری ہے اس ایجاب و قبول کے وقت اگر رَبُّ المال نے مضارب پر کوئی قید نہیں لگائی اس سے یہ کہا کہ جس طرح چاہو تجارت کرو یعنی محنت اور کام کی نوعیت کو مضارب کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہو تو یہ مطلق مضاربت ہے۔

ii. اور اگر کسی مخصوص تجارت کی شرط عائد کردی، مثلاً یہ کہا کہ کراچی میں تجارت کرنی ہوگی، یا یہ کہا کہ صرف کپڑے کی تجارت کرنی ہوگی یا یہ کہا جائے کہ یہ مضاربہ صرف ایک سال کی مدّت کے لئے ہے تو یہ مضاربت مقیدہ کہلاتی ہے۔[1]

مضاربت کی مختصر تاریخ

قبل از اسلام عرب معاشرے میں یہ کاروبار رائج تھا، قریش کے اکثر لوگ تاجر پیشہ تھے جس کا اشارہ قرآن مجید نے ﴿رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾[2] سے کیا ہے۔

ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو سرمایہ تو رکھتے تھے لیکن ضعیفی، بیماری یا دیگر کثیر

1۔ القاموس الفقهي- الدكتور سعدي أبوحبيب : ج1ص222

(المضاربة المطلقة:هي التي لاتتقيد بزمان، ولا مكان، ولا نوع تجارةولا بتعيين بائع ولا مشتر المضاربة المقيدة: هي التي تقيدت بواحد من القيود المذكورة في المضاربة المطلقة.

مثلا: إذ قال: في الوقت الفلاني، أو في المكان الفلاني، أو اشتر الاموال الفلانية، أو عامل فلانا، أو أهالي البلدة.الفلانية، فتكون المضاربة مقيدة.)

2۔ سورة قريش :2

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المشاغل ہونے کے سبب خود تجارتی سفر نہیں کر سکتے تھے وہ لوگ اپنا سرمایہ کسی قابل اعتماد شخص کو مضاربت کی بنیاد پر دیتے تھے، جو منافع میں ایک مقرر حصّے پر تجارت کرتے تھے۔

مضاربت کی شرعی حیثیت

رسول اکرم ﷺ سے مضاربت کے جواز اور عدم جواز سے متعلق مرفوعاً، صریحاً و صحیحاً کچھ بھی ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم محقق بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ مَرْفُوعٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ صُهَيْبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ وَالْمُقَارَضَةُ ، وَإِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ﴾[1]

اِس ضمن میں رسول اکرم ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے سوائے اُس حدیث کے، جسے ابن ماجہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جن میں برکت ہے، (اوّل یہ کہ کسی نادار شخص کو اس کی ضرورت کی شے) اُدھار پر بیچنا، دوم مقارضہ یعنی قراض پر کسی کو مال دینا یا آپس میں ایک دوسرے کو قرض دینا، سوم گھر میں اپنے استعمال کے لئے گیہوں کے ساتھ جَو ملانا (فروخت کرنے کے لئے نہیں)۔

1۔ نيل الأوطار: كتاب الشركة والمضاربة ج8ص499

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

﴿ فِي إِسْنَادِهِ نَصْرُ بْنُ قَاسِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ دَاوُدَ وَهُمَا مَجْهُولَانِ ﴾[1]

اس کی اسناد میں نصر بن قاسم عبد الرحیم بن داود سے روایت کر رہے ہیں اور وہ دونوں مجہول ہیں۔

اگرچہ مؤرخین اور جمہور علماء کے نزدیک یہ بات شہرت پا چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی کاروبار کو مضاربت کی بنیاد پر سرانجام دیتے تھے، لیکن سچ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے اس کی قطعاً کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت:

﴿ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : { كَانَ سَيِّدُنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِذَا دَفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً ، اشْتَرَطَ عَلَى صَاحِبِهِ أَنْ لَا يَسْلُكَ بِهِ بَحْرًا وَلَا يَنْزِلَ بِهِ وَادِيًا ، وَلَا يَشْتَرِيَ بِهِ دَابَّةً ذَاتَ كَبِدٍ رَطْبَةٍ ، فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ ضَمِنَ فَبَلَغَ شَرْطُهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَازَ شَرْطَهُ } ﴾[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب جب اپنا مال مضاربت پر دیتے تو شرط رکھتے کہ نہ بحری سفر کرنا، نہ میرے مال کو کسی (ویران) وادی میں لیجانا، کسی بھی تر جگر والے (ذی روح) جانوروں کی بیع نہ کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو میرے (نقصان) کے ذمہ دار تم ہوگے اس شرط کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کی اجازت مرحمت فرمادی۔

1۔ نيل الأوطار: كتاب الشركة والمضاربة ج8ص499

2۔ دارقطني كتاب البيوع 3126، وأخرجه أيضا البيهقي ج6ص111

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

1) امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿أَبُوالْجَارُودِ ضَعِيفٌ﴾[1]

اس کی سند میں موجود راوی ابو الجارود ضعیف ہے۔

2) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو الْجَارُودِ زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ وَهُوَ كُوفِيٌّ ضَعِيفٌ كَذَّبَهُ يَحْيَى بْنُ مُعِينٍ وَضَعَّفَهُ الْبَاقُونَ﴾[2]

ابو الجارود زیاد بن المنذر منفرد، کوفی اور ضعیف ہے یحیی بن معین نے اسے کذّاب اور باقیوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔

امام أبو حاتم الرازي رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے درج ذیل حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں[3]

1۔ دارقطنی کتاب البیوع 3126

2۔ السنن الكبرى للبيهقي : ج6ص111

3۔ الجرح والتعديل امام أبوحاتم الرازي(2462) ج3ص545 ﴿ ابوالجارود زياد بن المنذرمتروك الحديث وضعفه جداحدثنا عبد الرحمن قال قرئ على العباس بن محمد الدوري عن يحيى بن معين انه قال أبو الجارود زياد بن المنذر كذاب ليس بثقة حدثنا عبد الرحمن قال سألت أبي عن زياد بن المنذر الثقفي أبوالجارود فقال منكر الحديث جدا حدثنا عبد الرحمن قال سمعت أبا زرعة يقول زياد بن المنذر أبو الجارود كوفي ضعيف الحديث واهي الحديث﴾
نيل الأوطار: كتاب الشركة والمضاربة ج8ص499 ﴿عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ " أَنَّ عُثْمَانَ أَعْطَى مَالًا مُضَارَبَةً " فَهَذِهِ الْآثَارُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُضَارَبَةَ كَانَ الصَّحَابَةُ يَتَعَامَلُونَ بِهَا مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ، فَكَانَ ذَلِكَ إجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلَى الْجَوَازِ وَقَدْ بَوَّبَ أَبُودَاوُدفِي سُنَنِهِ لِلْمُضَارَبَةِ وَذَكَرَ حَدِيثَ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ الَّذِي سَيَأْتِي، وَلَادَلَالَةَ فِيهِ عَلَى جَوَازِهَا ؛ لِأَنَّ الْقِصَّةَ الْمَذْكُورَةَ فِيهِ لَيْسَتْ مِنْ بَابِ الْمُضَارَبَةِ كَمَا سَتَعْرِفُ ذَلِكَ قَرِيبًا قَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِي مَرَاتِبِ الْإِجْمَاعِ : كُلُّ أَبْوَابِ الْفِقْهِ لَهَا أَصْلٌ مِنْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ حَاشَاالْقِرَاضَ فَمَا وَجَدْنَا لَهُ أَصْلًا فِيهِمَا أَلْبَتَّةَ،وَلَكِنَّهُ إجْمَاعٌ صَحِيحٌ مُجَرَّدٌ﴾

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضاربت کے جواز کی حکمت

معاملہ مضاربت کو مشروع قرار دینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض لوگ مالدار اور غنی تو ضرور ہوتے ہیں لیکن وہ مال کے ساتھ کاروبار کرنے کے اہل نہیں ہوتے یعنی کاروباری معاملات میں نابلد ہوتے ہیں،اس کے مقابلے میں بعض لوگ کاروبار میں اعلی مہارت تو رکھتے ہیں لیکن ان کے پاس کاروبار کرنے کے لئے سرمایہ نہیں ہوتا،اس بناء پر مضاربت کے جواز کی ضرورت پیش آئی تاکہ لوگ ان حالات میں نقصان اور گھاٹے میں مبتلا نہ ہو جائیں اور ناتجربہ کار مالدار اور تجربہ کار عقل مند تنگ دست کی فلاح و بہبود ایک بہتر طریقہ سے برقرار رہ سکے۔

جمہور کے نزدیک مضاربت کے تین اہم ارکان ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عاقدین(مالک و عامل)یعنی جن دو فریقین کے مابین عقد مضاربت قائم ہو۔

۲۔ معقود علیہ(سرمایہ، کام، نفع) جن بنیادوں پر عقد قائم کیا گیا۔

۳۔ صیغہ(ایجاب و قبول) فریقین کے مابین طے پاجانے والا ایگریمنٹ۔

فریقین کی نیک نیتی برکت کا باعث بنتی ہے

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا.﴾[1]

﴿وَزَادَ رَزِينٌ وَجَاءَ شَيْطَانٌ﴾[2]

1- ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الشرکۃ (۳۳۸۳)، بیہقی ۷۸،۷۹/۶، المستدرک للحاکم ۵۲/۳، اسے حاکم نے صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

2- مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الشرکۃ والوکالۃ (۲۹۳۳)ص254 الفصل الثانی:

رزین کی زیادتی کی اسنادی حیثیت مجھے معلوم نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ جل جلالہ عزوجل فرماتا ہے:
دو شریکوں میں تیسرا میں ہوتا ہوں (یعنی ان کا مددگار ہوتا ہوں) جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے۔ پھر جب کوئی خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں، اور رزین کے (یہ الفاظ زیادہ ہیں) (اللہ جل جلالہ کی جگہ) شیطان آجاتا ہے۔

یعنی جب تک شریکین نیک نیتی سے کاروبار کرتے ہیں سمجھئے کہ اللہ جل جلالہ ان کے ساتھ ہے اور اس کاروبار میں برکت یقینی ہے اور جب کسی ایک کی نیت میں فتور آگیا تو گویا اللہ جل جلالہ کی (نصرت کی) جگہ شیطان نے لے لی، اب وہ کاروبار خسارے کی نذر ہو جائے گا، کیونکہ اللہ جل جلالہ کی نصرت و تائید کے بغیر نفع کا حصول ممکن نہیں۔

مضاربت کے احکام و شرائط

مضاربت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اُمور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مال چوری یا تلف یا ضائع ہونے کی صورت میں اس کا تاوان رَبُّ المال (Investor) پر پڑے گا اور محنت کش پر کوئی نقصان نہ پڑے گا۔
سوائے اُس کے کہ وہ اپنی محنت کے ثمرہ سے محروم ہو گا،
جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

﴿ عَنْ عَلِيٍّ فِي الْمُضَارَبَةِ : اَلْوَضِيْعَةُ عَلَى الْمَالِ وَالرِّبْحُ عَلَى مَا اصْطَلَحُوْا عَلَيْهِ ﴾[1]

خسارہ ربّ المال کا ہو گا اور نفع اس تناسب سے جس پر انہوں نے اتفاق کیا ہو۔

1- مصنف عبدالرزاق: باب نفقة المضارب ووضيعته ج۸ ص۲۴۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اگر کاروبار میں نفع کے بجائے نقصان ہو گیا تو نقصان سرمایہ والے کا ہو گا اور عامل کی محنت ضائع گئی لہٰذا مضاربت میں اس طرح کی شرط کرنا کہ نفع و نقصان میں دونوں شریک ہوں گے۔ درست نہیں۔

1) مثلاً۔ "الف" نے "ب" کو ایک ہزار روپے دیئے جو سال کے بعد ۱۴۰۰ ہو گئے تو "الف" کو۔/۱۲۰۰ روپے اور "ب" کو /۔۲۰۰ روپے ملیں گے، لیکن اگر سال بعد۔/۹۰۰ روپے رہ جائیں تو یہ۔/900 "الف" کے ہونگے "ب" کو کچھ نہ ملے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ "الف" "ب" سے نصف نقصان (۵۰) کا مزید مطالبہ کرے۔

2) "الف" نے "ب" کو -/۱۰۰۰ روپے مضاربت پر دیئے مگر ابتداء ہی میں -/۵۰۰ روپے کا مال چوری ہو گیا۔ باقی -/۵۰۰ روپے سے "ب" نے کاروبار شروع کیا جو سال بعد -/۸۰۰ روپے ہو گیا اب "ب" یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس -/۸۰۰ میں سرمایہ تو صرف -/۵۰۰ روپے لگا لہٰذا نصف منافع -/۱۵۰ روپے اسے ملنا چاہئے بلکہ یہ پوری رقم "الف" کو مل جائے گی (کیونکہ ابھی بھی اُس کا دو سو روپے کا خسارہ باقی ہے)۔ 1

3) مضاربہ میں اصل عقد منافع پر ہوتا ہے اگر منافع کا تناسب مجہول ہو تو مضاربہ کا یہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ 2

4) تقسیم نفع کے وقت رب المال کی موجودگی ضروری ہے چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مؤطا میں فرماتے ہیں:

﴿قَالَ مَالِكٌ فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالاً قِرَاضًا فَعَمِلَ فِيهِ فَرَبِحَ فَأَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ حِصَّتَهُ مِنَ الرِّبْحِ وَصَاحِبُ الْمَالِ غَائِبٌ قَالَ

1۔ مؤطا :کتاب القراض

2۔ بدائع الصنائع ج ۱۳ ص ۱۷۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا بِحَضْرَةِ صَاحِبِ الْمَالِ﴾[1]

اس شخص کے بارے میں جو دوسرے کو مضاربہ کی بنیاد پر مال دیتا ہے وہ اسے کام میں لا کر نفع حاصل کرتا ہے اب وہ یہ چاہتا ہے کہ رب المال(Investor) کی غیر موجودگی میں ہی نفع سے اپنا حصّہ لے لے امام مالک نے فرمایا جب تک مال کا مالک موجود نہ ہو اس کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہر لحاظ سے عقلی میزان پر پوری اترتی ہے، کوئی دانشور اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ بات تو سیدھی سی ہے کہ جب رب المال(Investor) اور مضارب دونوں نفع میں شریک ہیں تو کیا اس کا فرض نہیں کہ وہ رب المال (Investor) کو اعتماد میں لے اور بتائے کہ میں نے یہ کاروبار کیا اتنا اخراجات اٹھے باقی یہ نفع ہے نہ کہ سب فیصلے خود ہی کر لے۔

5) پیسہ لینے والا اور پیسہ لگانے والا دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے۔

6) جو رقم مضاربت کے لئے مقرر کی جائے وہ فوراً مضارب کے سپرد کر دی جائے مثلاً رب المال(Investor) نے مضارب سے کہا کہ پانچ سو روپے میں دیتا ہوں اس سے تم تجارت کرو تو پانچ سو روپے کام کرنے والے کے قبضہ میں دے دینا ضروری ہیں، صرف وعدہ سے مضاربت نہیں ہوتی یعنی سرمایہ کارکن کے سپرد کر دیا جائے۔

7) سرمایہ کی مقدار متعین ہو اور مالک کے پاس موجود ہو۔

8) جتنی رقم سے کام شروع کرنے کا ارادہ ہو وہ اسی وقت بتا دی جائے اگر مجہول رکھا تو مضاربت صحیح نہ ہوگی۔

9) معاملہ کی شرائط دونوں کے دستخطوں کے ساتھ تحریری طور پر دونوں کے پاس

1۔ کتاب القراض باب المحسابہ فی القراض ج۴ ص۴۰۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موجود ہوں تاکہ بعد میں اختلاف نہ ہو۔

10) مطلق مضاربت میں یہ طے کر لیا جائے کہ کتنے دنوں کے بعد حساب کر کے منافع تقسیم ہو گا۔[1]

11) کارکن کا حصّہ منافع میں مقرر کیا جائے۔

مضاربت کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ مضارب کا حصّہ راس المال (Capital) سے نہ ہو بلکہ صرف منافع میں مقرر کیا جائے حتی کہ اگر رأس المال (Capital)میں سے یا رأس المال(Capital) اور نفع دونوں میں سے اس کارکن(مضارب) کے لئے کچھ شرط کر دیا تو مضاربت فاسد ہو گی۔[2]

12) ربّ المال کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شرط لگائے کہ فلاں کاروبار میں روپیہ لگایا جائے اور فلاں میں نہ لگایا جائے، پھر اگر کارکن(مضارب) اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس میں نقصان ہوتا ہے تو نقصان کی ذمہ داری مضارب پر ہو گی۔

13) مالک کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ شرط لگائے کہ خسارہ دونوں میں مشترک ہو گا کیونکہ اس صورت میں مضاربت فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ معاہدہ مضاربت میں مضارب یعنی کارکن مالی نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اُس کا نقصان اُسکی محنت کا ضائع ہونا ہے۔

14) اگر مضارب نے اصل سرمایہ میں سے کچھ رقم خرچ کر دی تو جو کچھ نفع ہو گا اس میں سے پہلے اصل سرمایہ کی رقم پوری کر کے پھر منافع تقسیم ہو گا۔

15) اُن تمام تجارتی اَشیاء میں عقدِ مضاربہ کیا جا سکتا ہے جو شرعاً حلال ہوں اور مضاربہ کی تمام شرائط کا خیال رکھا گیا ہو۔

1۔ کتاب المذاہب الاربعۃ ، المضاربۃ ۳۶،۳۷/۳

2۔ کتاب المذاہب الاربعۃ ، ۳۶/۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مضارب کی مختلف حیثیتیں

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مضارب کی چار حیثیتیں بیان کی ہیں۔

﴿ اَلْمُضَارِبُ أَمِيْنٌ وَأَجِيْرٌ وَوَكِيْلٌ وَشَرِيْكٌ ﴾[1]

۱۔ امین (Liable)

۲۔ اجیر (Employee)

۳۔ وکیل (Agent)

۴۔ شریک (Partner)

مضارب کی ان حیثیتوں سے متعلق تفصیل درج ذیل ہے:

مضارب مختلف حالات میں مختلف حیثیتوں کا حامل ہوتا ہے چنانچہ اس کی مندرجہ ذیل حیثیتوں کو واضح طور پر ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

۱۔ امین (Liable):

مضارب کی یہ حیثیت اس وقت سامنے آتی ہے، جب وہ کاروبار میں کسی غفلت، کوتاہی، بددیانتی یا شرائط کی کسی خلاف ورزی کا مرتکب ہو، اس صورت میں وہ اپنی غلطیوں کے نتیجہ میں ہونے والے نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے یعنی اگر مذکورہ افعال کے نتیجہ میں کاروبار میں نقصان ہو گیا تو مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ رب المال کے نقصان کی تلافی کرے۔

لیکن، اگر وہ سرمائے کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہ کرے اور اس کے باوجود کسی آسمانی آفت سے سرمایہ برباد ہو جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں آتا، مضارب بھی چونکہ امین ہے اس لئے کسی آسمانی آفت کے نتیجہ میں اگر سرمایہ برباد ہو جائے یا

1۔ الملخص الفقهی (صالح بن فوزان بن عبدالله آل فوزان) ج ۲ ص ۷۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کم ہو جائے تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے البتہ اگر یہ نقصان اس کی کسی غفلت، کوتاہی یا رب المال کی عائد کردہ شرائط کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہو تو پھر اس کے ذمہ تاوان آتا ہے۔

۲۔ وکیل (Agent):

مضارب کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ رب المال (Investor) کے سرمایہ کو تجارت میں اِستعمال کرنے کے لئے رب المال (Investor) کا وکیل (Agent) ہے اور رب المال (Investor) اس کا موکل (Principal) ہے لہذا اس حیثیت میں اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مؤکل یعنی رب المال کی تمام ہدایات کی پابندی کرے۔[1]

۳۔ شریک (Partner):

مضارب کی تیسری حیثیت یہ ہے کہ جب تجارت کے نتیجہ میں سرمایہ بڑھ جائے یعنی نفع حاصل ہو جائے تو اس نفع میں وہ رب المال کا شریک ہے اور طے شدہ تناسب سے نفع وصول کرنے کا حق دار ہے۔

۴۔ اجیر (Employee):

مضارب کی چوتھی حیثیت اس وقت سامنے آتی ہے، جب مضاربت کے معاہدے میں کسی شرعی نقص کی وجہ سے مضاربہ فاسد ہو جائے، اس صورت میں مضارب طے شدہ نفع کے بجائے اتنی اُجرت کا حقدار ہوتا ہے جو اس قسم کے کام کے لئے عام طور پر بازار میں لوگوں کو دی جاتی ہے۔

1۔ ایضا: وهو وكيل فيه لأنه يتصرف فيه بأمر مالكه ۲۵۵/۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مشارکہ (Musharkah)

لُغوی مفہوم:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لُغوی معنی شریک ہونے، حصّہ دار بننے وغیرہ کے آتے ہیں۔

اِصطلاحی مفہوم:

اس سے مراد ایک ایسا مشترکہ کاروبار ہوتا ہے جس میں تمام حصّہ دار مشترکہ کاروباری مہم کے نفع اور نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔

اِسٹیٹ بینک آف پاکستان نے ۱۹۸۴ء میں "بلا سُود بینکاری" کے جو طریقے وضع کئے ان میں "مشارکہ" (Musharkah) بھی شامل ہے اور "مشارکہ معاہدات" کے لئے راہنما اُصول اور ضابطے بھی اِسٹیٹ بینک کی طرف سے جاری کئے گئے ہیں۔

"مشارکہ" کے سرمایہ کاری نظام یا طریقہ بینکاری میں بنیادی چیز شراکت ہے، یعنی نفع و نقصان میں شرکت، اگر اسی بنیاد پر سرمایہ کاری ہو تو آسان اور نفع بخش ہوگی۔

مشارکہ ہو یا مضاربہ یہ دونوں شرکت ہی کی اقسام ہیں لیکن عملی طور پر اور شرائط وغیرہ میں فرق ہے اس فرق کو سمجھنے کے لئے تینوں کی الگ الگ توضیح کردی جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے۔

شرکت، مشارکہ اور مضاربہ میں فرق

(Difference amongst Partnership, Musharkah and Mudarbah)

اجتماعی طور پر کام کرنے کی بنیادی طور پر تین صورتیں ہیں:

۱۔ دو یا دو سے زیادہ افراد سرمایہ بھی لگائیں اور مل کر کام بھی کریں اسے شرکت (Partnership) کہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ دو یا دو سے زیادہ افراد سرمایہ لگائیں لیکن ان میں سے کچھ کام کریں اور کچھ کام نہ کریں، اسے مشارکہ (Musharkah) کہتے ہیں۔

۳۔ دو یا دو سے زیادہ افراد مل کر اس طرح کاروبار کریں کہ کچھ افراد صرف سرمایہ لگائیں اور کچھ صرف کام کریں اسے مضاربہ (Mudarbah) کہتے ہیں۔

اگرچہ شرکت کی اور بھی بہت سی اقسام ہیں لیکن ہماری کاروباری زندگی میں سب سے زیادہ رواج پذیر قسم "شرکۃ الاموال" (Partnership in capital) ہے۔

شرکت (Partnership)

جیسا کہ آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں پڑھا کہ شرکت (Partnership) میں مال (Investment) اور محنت (Service) دونوں فریقوں کی ہوتی ہے فریقین کا تناسب ہم وزن (Equal) بھی ہو سکتا ہے اور کم زیادہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس میں طے کرنے کی بات صرف یہ ہوتی ہے کہ سرمائے (Investment) کا کتنا حصہ ہو گا اور محنت (Service) کا کتنا یہ طے ہو جانے کے بعد نفع کا آسانی سے حساب کیا جا سکتا ہے اور اگر نقصان (Loss) ہو جائے تو وہ بھی سرمائے کی نسبت سے سرمایہ پر پڑے گا۔

ایسے تمام کاروبار جن میں دو یا زیادہ افراد مل کر کام کریں۔ شریعت کی نظر میں سب پسندیدہ ہیں خواہ یہ مضاربت کی شکل ہو یا شراکت کی یا مزارعت کی کیونکہ مشترکہ کاروبار میں ہر ایک کو دوسرے سے ہمدردی ہونا لازمی ہوتی ہے جب تک ان شرکاء کی نیت درست رہتی ہے تو اس کاروبار میں برکت ہوتی ہے اور اللہ جل جلالہ ان کے ساتھ اور ان کا مددگار ہوتا ہے لیکن جب ان کی نیت میں فتور آجائے اور وہ خود غرضی کی طرف مائل ہو جائے تو اللہ جل جلالہ درمیان سے نکل جاتا ہے اور اس کی جگہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیطان لے لیتا ہے برکت اٹھ جاتی ہے اور کاروبار میں خسارے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔[1]

ایسی صورت میں شریعت نے یہی ہدایت دی ہے کہ اگر ایک فریق خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو دوسرا یا دوسرے درگزر سے کام لیں ہو سکتا ہے کہ آئندہ چل کر معاملہ درست ہو جائے یا ایسا خیال ہی غلط ثابت ہو چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ﴾[2]

جس شخص نے تیرے پاس امانت رکھی ہے اس کی امانت ادا کر اور جو کوئی تجھ سے خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر۔

شرکت ومشارکہ میں نفع ونقصان کا تناسب؟

شرکت و مشارکہ میں دو یا دو سے زیادہ افراد جب مل کر کام کرتے ہیں اور اپنا سرمایا بھی لگاتے ہیں تو وہ نفع اور نقصان دونوں میں شریک ہوتے ہیں جبکہ مضاربہ میں تمام تر نقصان ربّ المال کا ہوتا ہے اور مضارب صرف اپنی محنت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے جبکہ مشارکہ میں نفع تو کسی بھی ایسی نسبت سے تقسیم کیا جا سکتا ہے جس پر پہلے سے سارے فریق اتفاق کر لیں لیکن اگر نقصان ہو جائے تو سب شرکاء کے سرمایہ کے تناسب سے برداشت کیا جائے گا۔

1۔ ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الشرکہ (۳۳۸۳) اصل عبارت پہلے گزر چکی ہے۔

2۔ ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی النھی للمسلم ،ترمذی کتاب البیوع باب نمبر ۳۸ (۱۲۶۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی جس کا سرمایہ دس فیصد ہے وہ نقصان کے دس فیصد کی حد تک ذمہ دار ہو گا اور جس کا سرمایہ ۳۰ فیصد ہے وہ نقصان کے ۳۰ فیصد کی حد تک ذمہ دار ہو گا اور جس کا سرمایہ ۶۰ فیصد ہے وہ ۶۰ فیصد کی حد تک نقصان کا ذمہ دار ہو گا اس کی تفصیل اِن شاءاللہ آئندہ صفحات میں اپنے اپنے محل پر آئے گی۔

مشارکہ و شرکۃ سے متعلق سلف اور خلف کا فرق

فقہ کی قدیم اور روایتی کتابوں میں لفظ مشارکہ کو شرکت کی کسی خاص قسم یا کسی مخصوص معاملہ کے لئے اِستعمال نہیں کیا گیا، بلکہ ان میں مشارکہ اور شرکت ایک ہی معنی میں اِستعمال ہوتا رہا ہے۔

چنانچہ فقہ کی ان کتب میں مشارکہ کا وہ مفہوم نہیں ملتا جسے یہاں ذکر کرنا مقصود ہے اسی طرح عصر حاضر میں شرکت کے موضوع پر جو کتابیں لکھی جا چکی ہیں چونکہ وہ بھی در حقیقت فقہ کی قدیم کتابوں سے ماخوذ ہیں اس لئے ان میں بھی مشارکہ کا تصوّر شرکت کی کسی نئی قسم کے طور پر ملنا مشکل ہے البتہ جدید معاشی محققین "مشارکہ" کی اصطلاح شرکت کی ایک نئی قسم کے طور پر اِستعمال کر رہے ہیں، جس کے ذریعہ Financing & Investment (سرمایہ) کے ایسے طریقے متعارف کرانا مقصود ہیں جو سُود کے بدل کے طور پر بھی پیش کئے جا سکیں اور ان کے ذریعہ نفع بھی کمایا جا سکے اور وہ شریعت کی کسی شق سے متصادم بھی نہ ہوں۔

- سلف کے نزدیک شرکۃ کی صرف دو ہی اقسام متعارف ہیں:

۱۔ شرکۃ الملک (Joint ownership)

۲۔ شرکۃ العقد (Joint venture)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن کی مزید پانچ اقسام ہیں جنھیں درج ذیل نقشہ سے واضح کیا گیا ہے:

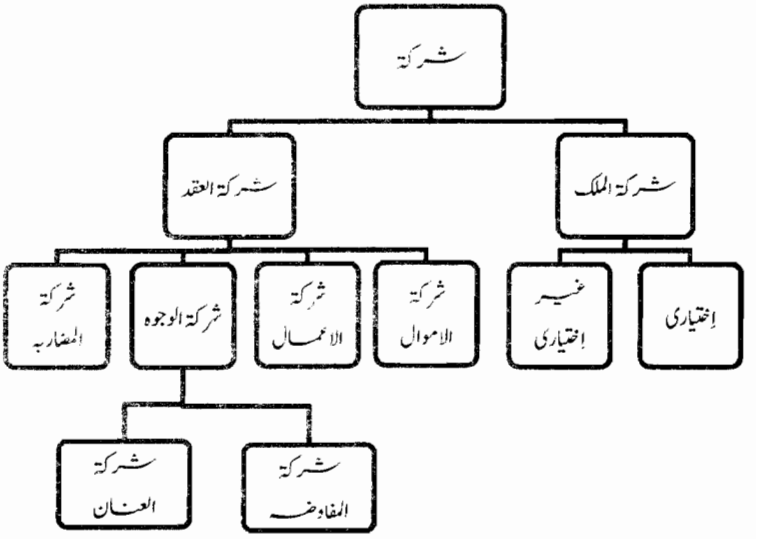

جزیاتِ شرکت کی مختصر تعریف

ا۔ شرکۃ المِلک: (Joint ownership)

دو یا دو سے زیادہ افراد کا کسی ایک چیز کی ملکیت میں حصّے دار بننا شرکت الملک کہلاتا ہے اس کی مزید دو جزیات ہیں۔

(الف) شرکۃ الملک اِختیاری: (Joint optional ownership)

یہ شرکت متعلقہ فریقوں(شرکاء) کے اپنے اختیار سے عمل میں آتی ہے، مثال کے طور پر دو شخص مل کر کوئی سامان خریدتے ہیں یہ سامان مشترکہ طور پر دونوں کی ملکیت میں ہوگا اور اس ساجھی چیز کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان جو تعلق قائم ہوا ہے یہ "شرکۃ الملک اِختیاری" (Joint optional ownership) کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلق دونوں کی اپنی مرضی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اختیار سے وجود میں آیا ہے۔

(ب) شرکۃ الملک غیر اختیاری: (Joint compulsory ownership)

یہ ملکیت کی ایسی شکلیں ہیں جو شرکاء کی محنت یا کسی عزم کے بغیر خود بخود عمل میں آجاتی ہیں جیسے کسی شخص کی وفات کے بعد اُسکی تمام مملوکہ چیزیں ازخود ورثاء کی ملکیت میں آجاتی ہیں۔

۲۔ شرکۃ العقد: (Joint venture)

یہ شرکت کی دوسری قسم ہے جو کسی چیز کے تصرف (اِستعمال) میں شراکت کو واضح کرتی ہے اسے ہم Joint Commercial Enterprise (مشترکہ کاروباری اِدارہ) بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسکی مزید تین شکلیں ہیں:

(الف) شرکۃ الاموال: (Partnership in capital)

جس میں شرکاء مشترکہ کاروبار میں اپنا اپنا کچھ سرمایہ لگاتے ہیں۔

(ب) شرکۃ الاعمال: (Partnership in services)

جس میں شرکاء مشترکہ طور پر گاہکوں کو چند خدمات مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور ان سے وصول ہونے والی اُجرت آپس میں پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دو آدمی اس بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے گاہکوں کو خیاطی (Tailoring) کی خدمات (services) فراہم کریں گے اور یہ شرط بھی طے کر لیتے ہیں کہ اس طرح حاصل ہونے والی اُجرتیں ایک مشترکہ کھاتے میں جمع ہوتی رہیں گی اور دونوں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی، اس سے قطع نظر کہ دونوں شرکاء نے حقیقتاً کتنا کام کیا ہے، ایک فریق کام میں چست ہو سکتا ہے اور دوسرا سست ہو سکتا ہے لیکن نفع کی تقسیم طے شدہ تناسب سے ہوگی۔ یہ شرکۃ الاعمال کہلائے گی، اسے شرکۃ التقبل، شرکۃ الصنائع اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرکۃ الابدان بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

(ج) شرکۃ الوجوہ: (Partnership in goodwill)

(Were the Partners have no investment at all,they purchase commodities on deferred price by their goodwill and sell them on spot)

اس شرکت میں شرکاء کسی قسم کی بھی سرمایہ کاری نہیں کرتے وہ بس اتنا ہی کرتے ہیں کہ تجارتی سامان اپنی ساکھ کی بنیاد پر اُدھار خرید کر نقد قیمت پر بیچ دیتے ہیں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم کر لیا جاتا ہے۔

یہ شرکت کی ابتدائی تین قسمیں تھیں، اب ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ شرکت المفاوضہ

۲۔ شرکت العنان

۴۔ شرکت المفاوضہ:

(Where capital,profit,loss and management are equal among the partners)

دو یا دو سے زیادہ افراد اس طرح شراکت کریں کہ اپنا مکمل سرمایہ جو کہ برابر سر ابر ہو وہ سب اکٹھا کر کے کسی کاروبار میں لگادیں، ان کا مال، حقوق تجارت، عمل و نفع، سب بالکل مساوی ہوں، اس شراکت میں ہر شریک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہے، یہ شرکت شاذونادر پائی جاتی ہے، مثلاً زید اور عمر ہزار ہزار روپے لگا کر سرمایہ کاری کریں اور ان میں ہر ایک کا نفع نصف نصف ہو، حقوق تجارت بھی برابر ہوں، تو یہ مفاوضہ کہلائے گی لیکن اگر کسی ایک شخص کے سرمایہ میں ذرا سا بھی اضافہ ہو گیا تو وہ فوراً "مفاوضہ" سے بدل کر "عنان" بن جائے گی ہر شئے میں مساوات اور برابری برقرار رہنا چونکہ مشکل کام ہے لہٰذا مفاوضہ کا وجود بہت کم ہوتا ہے زیادہ تر عنان ہی ہوتا ہے اس لئے آگے ہماری بحث کا موضوع زیادہ تر "عِنان" ہی ہوگا، اسی لئے "مفاوضہ" کے بارے میں مزید تفصیل ذکر نہیں کی جائیگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ شرکت العنان

(Where capital,profit,loss and management are unequal among the partners)

دو یا زیادہ افراد اس طرح شریک ہوں کہ ہر ایک کا سرمایہ عمل، حقوق و نفع مختلف ہو یعنی مساوی نہ ہو، اس میں ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے کفیل نہیں ہوتا، مثال کے طور پر اگر زید اور عمر مل کر شرکت کریں اور زید ایک ہزار روپے کا سرمایہ لگائے اور عمر ڈیڑھ ہزار روپے کا سرمایہ لگائے اور منافع بھی اس تناسب سے طے کر لیں تو یہ شرکتِ عنان کہلائے گی۔[1]

مشارکہ کی اِصطلاح

مشارکہ کی اِصطلاح اسلاف کی کتابوں میں نہیں ملتی، یہ اِصطلاح ان حضرات نے آج کل متعارف کرائی ہے جنہوں نے اِسلامی طریقہ ہائے تمویل پر لکھا ہے اور یہ اِصطلاح عموماً "شرکۃ" کی اس خاص قسم تک محدود ہوتی ہے جسے شرکۃ الاموال (Partnership in capital) کہا جاتا ہے جہاں دو یا دو سے زیادہ افراد کسی مشترکہ کاروباری مہم میں اپنا اپنا سرمایہ لگاتے ہیں تاہم بعض اوقات یہ اصطلاح (مشارکہ) شرکۃ الاعمال (Partnership in Services) کو بھی شامل ہوتی ہے۔

مذکورہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی "شرکۃ" کی اصطلاح "مشارکہ" کے اس مفہوم سے وسیع معنی رکھتی ہے جس کے لئے یہ لفظ (مشارکہ) آج کل اِستعمال ہو رہا ہے۔ مشارکہ کا مفہوم شرکۃ الاموال تک ہی محدود ہے، جبکہ شرکۃ کا لفظ ساجھی ملکیت اور شراکت داری کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔

1۔ الکاسانی ، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، ۵۸۷ھ ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، مؤسسۃ التاریخ العربی ۱۴۱۷ھ، ایچ ایم سعید کمپنی ۵۶/۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرکت و مشارکہ میں لُغوی فرق

"شرکت" باب سمع سے ثلاثی مجرد کا مصدر ہے، جبکہ "مشارکہ" باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کی وجہ سے خصوصیات ابواب کے تحت "شرکت" کے معنی مطلقاً شریک ہونے کے ہیں، جبکہ "مشارکہ" کے معنی باہم شریک ہونے کے اور ایک دوسرے کے حصّہ دار بننے کے ہیں۔

مشارکہ میں نفع کی شرح

اس ضمن میں فقہاء کے مابین یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا ہر فریق اپنے لگائے گئے سرمائے کے تناسب سے نفع لے گا یا اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے ابن قدامہ اور المغنی میں اس اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق لگائے گئے سرمائے کے تناسب سے زیادہ نفع نہیں لیا جا سکتا۔

۲۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فریقین کی آزادانہ رضامندی سے نفع کے تناسب کو سرمائے کے تناسب سے کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے۔[1]

۳۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مشارکہ کے عام حالات میں تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق رائے رکھتے ہیں لیکن ایک فرق یہ کرتے ہیں کہ اگر مشارکہ میں شریک کوئی شخص کسی وجہ سے عمل میں شریک نہ ہو اور اس کی پہلے سے وضاحت بھی کر دے کہ میں عملی طور پر کسی کام میں حصّہ نہیں لوں گا تب وہ لگائے گئے سرمائے کے تناسب سے زیادہ منافع حاصل کرنے کا حق دار نہیں ہے۔[2]

1۔ ابن قدامہ۔ المغنی ج۵ ص ۱۴۰ دارکتب العربی بیروت

2۔ الکاسانی۔ بدائع الصنائع ج۶ ص ۱۶۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنظرِ غائر دیکھا جائے تو مؤخر الذکر دونوں ائمہ کرام (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مثبت رائے ہے اور عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۴۔ ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہونی چاہئے، اس کی طرف سے کی جانے والی سرمایہ کاری کی نسبت سے نہیں، یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لئے کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کر لی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو(یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کر لینا کہ وہ اپنی لگائی ہوئی رقم کا اتنا فیصد منافع لے گا یہ جائز نہیں ہے)۔

لہٰذا اگر "الف" اور "ب" ایک شراکت کرتے ہیں اور یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ "الف" ماہانہ دس ہزار روپیہ اپنے نفع کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع "ب" کا ہو گا، تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہو گی، اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ "الف" اپنی سرمایہ کاری کا پندرہ فیصد بطور منافع وصول کرے گا تو بھی یہ عقد صحیح نہیں ہو گا۔ نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار کو حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے،یعنی جو بھی نفع ہو اُس کا فرض کر لیجئے 60 فیصد "الف" کا اور 40 فیصد "ب" کا ہو گا یہ درست اور جائز شکل ہے۔

۵۔ نقصان کی صورت میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کی نسبت ہی سے نقصان برداشت کرے گا ، لہٰذا اگر ایک حصّہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا ہو گا، اس سے کم یا زیادہ نہیں اس کے خلاف معاہدے میں جو شرط بھی لگائی جائے گی اس سے معاہدہ غیر صحیح اور باطل ہو جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

﴿وَإِنْ جَاءَ أَحَدُهُمَا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ ، وَالْآخَرُ بِأَلْفَيْ دِرْهَمٍ فَاشْتَرَكَا عَلَى أَنَّ الرِّبْحَ وَالْوَضِيعَةَ نِصْفَانِ فَهَذِهِ شَرِكَةٌ فَاسِدَةٌ.....الخ﴾[1]

اگر دونوں میں سے ایک نے ایک ہزار درہم لگائے اور دوسرے نے دو ہزار درہم لگائے اور اس شرط پر شریک ہوئے کہ نفع ونقصان دونوں کا آدھا آدھا ہو گا تو یہ شرکت ناجائز ہے۔

البتہ اگر معاہدہ اس اصول پر کیا جائے کہ "نقصان سرمایہ کاری کی نسبت سے برداشت کرنا ہو گا" تب اس کی صحت پر فقہاء کا اِجماع ہے۔[2]

۶۔ مشارکہ کا عام اُصول یہ ہے کہ ہر شریک کو مشارکہ کے اِنتظام وانصرام (Management) میں حصّہ لینے اور اس کے لئے کام کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، تاہم شرکاء اس شرط پر بھی اتفاق کر سکتے ہیں کہ مینجمنٹ ان میں سے فلاں شریک کے ذمہ ہو گی اور باقی شرکاء میں سے کوئی بھی مشارکہ کے لئے کام نہیں کرے گا، لیکن اس صورت میں غیر عامل شریک (Sleeping Partner) اپنی سرمایہ کاری کی حد تک ہی نفع کا مستحق ہو گا اور اس کے لئے خاص کی گئی نفع کی نسبت اس کی سرمایہ کاری کی نسبت سے زائد نہیں ہو گی۔

۷۔ اگر سارے شرکاء مشترکہ کاروباری مہم کے لئے کام کرنے پر اتفاق کرتے ہیں تو اس کاروبار کے تمام معاملات میں ہر شریک دوسروں کا وکیل سمجھا جائے گا اور کاروبار کے عام حالات میں ان میں سے کوئی شریک جو کام بھی کرے گا اس کے بارے میں یہ تصوّر کیا جائے گا کہ دوسروں نے بھی اس کی منظوری دی ہے۔

1۔ المبسوط: باب استحقاق الربح في طريق الشركة

2۔ ابن قدامہ: ج۵ ص ۱۴۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشارکہ ختم کرنا

مضاربہ کی طرح مشارکہ کو بھی اگر شرکاء چاہیں تو ختم کر سکتے ہیں البتہ اس خاتمے کے لئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ ہر شریک کو یہ حق ہے کہ وہ کسی بھی وقت دوسرے شریک کو نوٹس دے کہ مشارکہ ختم کر دے، ایسے نوٹس کے ذریعے مشارکہ ختم تصور کیا جائے گا۔

اس صورت میں اگر مشارکہ کے سارے اثاثے نقد شکل میں ہیں تو انہیں شرکاء کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر لیا جائے گا، لیکن اگر اثاثہ جات سیال شکل میں نہیں ہیں تو شرکاء دو باتوں میں سے کسی پر اتفاق کر سکتے ہیں یا تو اثاثہ جات کو بیچ کر نقدی میں تبدیل کر لیں یا انہیں اسی حالت میں تقسیم کر لیں۔ تاہم اگر اثاثہ جات ایسے ہیں کہ انہیں تقسیم کر کے ان کے حصّے الگ الگ نہیں کئے جا سکتے جیسے مشینری اور گاڑی وغیرہ تو ان اثاثہ جات کو بیچ کر وصول ہونے والی رقم کو تقسیم کر لیا جائے گا۔[1]

۲۔ اگر مشارکہ کی مدّت کے دوران شرکاء میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو مرنے والے کے ساتھ مشارکہ کا معاہدہ ختم ہو جائے گا اس صورت میں اس کے وارثوں کو اختیار ہو گا چاہیں تو مرنے والے کا حصّہ واپس لے لیں اور اگر چاہیں تو مشارکہ کے اس معاہدہ کو جاری رکھیں۔[2]

۳۔ اگر شرکاء میں سے کوئی مجنون ہو جائے یا کسی اور وجہ سے تجارتی معاہدے کرنے کا اہل نہ رہے تو مشارکہ ختم ہو جائے گا۔[3]

1۔ ابن قدامہ المغنی: ج۵ ص ۱۳۴، ۱۳۳

2۔ ابن قدامہ المغنی: ج۵ ص ۱۳۴، ۱۳۳

3۔ ابن قدامہ المغنی ج۵ ص ۱۳۴، ۱۳۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاری کاروبار میں بعض کا مشارکہ ختم کرنا

اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصّہ خرید سکتے ہیں جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے گا۔[1]

اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصّہ کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے اگر اس حصّے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پاسکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصّہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہو سکتا ہے۔

کیا مشارکہ اور مضاربہ جمع ہو سکتے ہیں؟

اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آئی کیونکہ مضاربہ اور مشارکہ میں پہلا بنیادی فرق ہی یہی ہے کہ مضارب صرف اپنی محنت، عمل(Labour,Work) اور اِنتظام وانصرام(Management) کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جبکہ سرمایہ سارا رب المال کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن ایسی صورت حال بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ مضارب بھی اپنا کچھ سرمایہ مضاربہ کے کاروبار میں لگانا چاہے، اس صورت حال میں مشارکہ اور مضاربہ دو عقد اکٹھے ہو جائیں گے مثلاً زید بکر کو ایک لاکھ روپیہ مضاربہ کے طور پر دیتا ہے اور بکر زید کی رضامندی سے پچاس ہزار روپے اپنے بھی شامل کر لیتا ہے، اس طرح کی شراکت کے ساتھ مشارکہ اور مضاربہ کے اجتماع والا معاملہ کیا جائے گا، یہاں مضارب اپنے لئے بطورِ شریک نفع کا خاص فیصدی حصّہ متعین کر سکتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ وہ بطور مضارب اپنی مینجمنٹ اور عمل کی

1۔ الفتاوی الھندیہ ج۲ ص۳۳۶،۳۳۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے نفع کا ایک اور فیصدی حصہ بھی متعین کر سکتا ہے، مذکورہ مثال میں منافع کی تعیین کی بنیاد یہ ہوگی کہ بکر حقیقی نفع کا ایک تہائی حصہ اپنی سرمایہ کاری کی وجہ سے حاصل کرے گا، باقی ماندہ دو تہائی نفع دونوں میں برابر تقسیم ہو گا، لیکن (اس حصے کی تقسیم میں) فریقین کسی اور نسبت پر بھی متفق ہو سکتے ہیں، شرط صرف یہ ہے کہ غیر عامل شریک اپنے سرمائے کے تناسب سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔

البتہ نقصان کی صورت میں بحیثیت مضارب مالی نقصان میں شریک نہیں ہو گا، اُس کا نقصان اس کی محنت کا ضائع ہونا ہے بشرطیکہ یہ نقصان اس کی کسی غفلت یا زیادتی کا نتیجہ نہ ہو اور بحیثیت شریک (پارٹنر) وہ اپنے حصے کے بقدر نقصان کے تناسب کا بھی ذمہ دار ہو گا۔

مشارکہ اور مضاربہ میں فرق

	مشارکہ	مضاربہ
۱	سرمایہ دونوں طرف سے شامل ہو گا	تمام سرمایہ رب المال کا ہوتا ہے۔
۲	تمام شرکاء سرمائے کے ساتھ کام میں بھی حصہ لے سکتے ہیں	رب المال کام میں مداخلت کا حق نہیں رکھتا یہ تمام تر ذمہ داری مضارب کی ہے
۳	نقصان کی صورت میں تمام شرکاء اپنے سرمایہ کے تناسب کی حد تک نقصان میں شریک ہونگے	تمام تر نقصان ربّ المال کا ہو گا مضارب کی صرف محنت رائیگاں جائے گی، اِلا یہ کہ اُسکی غفلت ہو
۴	تمام شرکاء کا سرمایہ جب جمع ہو کر دستیاب ہو جائے گا تب تمام شرکاء اپنے حصے کے تناسب کے اِعتبار سے اُس کے مالک ہونگے	مضاربہ میں تمام تر اثاثے اور سرمایہ رب المال کی ملکیت ہو گا مضارب صرف نفع کی صورت میں نفع میں متعین تناسب کا حق دار ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشارکہ متناقصہ (Diminishing Musharkah)

اسے "الشرکۃ المتناقصہ" بھی کہا جاتا ہے، متناقصہ اس اِعتبار سے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک فریق کا حصّہ بتدریج کم ہوتا رہتا ہے اسی مناسبت سے اسے مشارکہ متناقصہ کا نام دیا گیا ہے، یہ اِصطلاح خالصتاً اِسلامی بینکاری کی وضع کردہ ہے یہی وجہ ہے کہ سلف میں اس اِصطلاح کا ذکر نہیں ملتا۔

چنانچہ "المعاییر الشرعیہ" میں اس کی تعریف درج ذیل الفاظ سے کی گئی ہے۔

﴿اَلْمُشَارَكَةُ الْمُتَنَاقِصَةُ عِبَارَةٌ مِنْ شِرْكَةٍ يَتَعَهَّدُ فِيْهَا اَحَدُ الشُّرَكَاءِ بِشِرَاءِ حِصَّةِ الْآخَرِ تَدْرِيْجًا اِلٰى اَنْ يَتَّمِلكَ الْمُشْتَرِيْ الْمَشْرُوْعُ بِكَامِلِهٖ﴾[1]

مشارکہ متناقصہ ایسی شرکت سے عبارت ہے جس میں ایک شریک یہ عہد کرتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ دوسرے شریک کا حصّہ خرید لے گا یہاں تک کہ مشتری پورے منصوبے کا مالک ہو جائے۔

مشارکہ متناقصہ کا طریقۂ کار

اس کے طریقۂ کار سے متعلق ہم درج ذیل عبارت پر اکتفا کریں گے جو ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب کی کتاب "شرکت و مضاربت عصرِ حاضر میں" سے ماخوذ ہے۔ "مشارکہ متناقصہ اور اسکا شرعی حکم" کے تحت لکھتے ہیں:

"ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (H.B.F.C) پاکستان کا وہ ادارہ ہے جو ہاؤس فنانسنگ یعنی گھر بنانے یا خریدنے کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے، مغربی روایتی ادارے تو اس مقصد کے لئے سُود پر قرضے دیتے ہیں اور مکان کو رہن رکھ لیتے ہیں، پاکستان

1۔ المعاملات المالیۃ المعاصرۃ للدکتور محمد عثمان شبیر ص۲۰۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی اِسلامی نظریاتی کونسل نے ہاؤس فنانسنگ کے لئے جو تجویز پیش کی تھی وہ ایک نئی قسم کا معاہدہ تھا جس کو شرکت متناقصہ (Decreasing Partnership) کہتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ تمویلی ادارے اور عمیل (Client) کے مشترک سرمایہ سے مکان خریدا یا بنایا جائیگا، دونوں کے درمیان اپنے اپنے سرمایہ کے تناسب سے مکان میں شرکتِ ملک ہوگی، مثلاً مکان کا 25 فیصد حصّہ عمیل (Client) کا اور 75 فیصد حصّے اِدارے کے ہونگے، مکان بننے کے بعد عمیل (Client) کارپوریشن کے حصّے میں کرایہ دار ہونے کی حیثیت سے رہے گا اور کارپوریشن کو کرایہ ادا کریگا، اس کے ساتھ ساتھ مختلف وقفوں میں کارپوریشن کے حصّے کو تھوڑا تھوڑا کر کے خریدتا بھی رہے گا، اس مقصد کے لئے کارپوریشن کے حصّے کے متعدد یونٹ بنا لئے جاتے ہیں، مثلاً کارپوریشن کا حصّہ دس یونٹوں میں خریدا جائے گا، جوں جوں خریدنے کے نتیجے میں کارپوریشن کا حصّہ کم ہوتا جائے گا، اسی تناسب سے کرایہ بھی کم ہوتا جائے گا، جب عمیل (Client) کارپوریشن کے سارے حصّے کو خرید لے گا تو کارپوریشن کی ملکیت ختم ہو جائے گی اور عمیل سارے مکان کا مالک بن جائے گا اب کرایہ دینے کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔

مذکورہ طریقہ کار کے نتائج

شرکتِ متناقصہ (Decreasing Partnership) کے مجوزہ طریقے میں مندرجہ ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں:

۱۔ تمویلی ادارہ اور عمیل (Client) ملکر شرکت ملک کی بنیاد پر ایک مکان خریدتے ہیں، اور پھر وہ مکان ان کے درمیان اس سرمایہ کے تناسب سے جو دونوں نے ملکر دیا ہے مشترک بن جاتا ہے، لہٰذا اگر دونوں نے نصف نصف سرمایہ فراہم کیا تو وہ مکان نصف نصف کے تناسب سے مشترک ہو جائے گا اور اگر کسی نے ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تہائی اور دوسرے نے دو تہائی رقم دی ہے تو وہ گھر اسی تناسب سے ان کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

۲۔ پھر تمویلی ادارہ اس گھر میں اپنا حصہ عمیل کو ماہانہ یا سالانہ متعین کرایہ پر دے دے گا۔

۳۔ اس گھر میں جو حصہ تمویلی ادارے کا ہے اس کے اجزاء یا یونٹ بنا دیئے جائیں گے، مثال کے طور پر دس حصے بنا دیئے جائیں۔

۴۔ یہ بھی طے کیا جائے گا کہ کچھ معین وقفوں سے (مثلاً ہر چھ ماہ بعد) عمیل ان یونٹوں میں سے ایک یونٹ کو خریدے گا اور جس تناسب سے اس ایک یونٹ کا تمام یونٹوں میں حصہ ہے اسی تناسب سے وہ تمام یونٹوں کی قیمت میں سے ایک یونٹ کی قیمت دے گا مثلاً اگر تمام دس یونٹوں کی قیمت ایک لاکھ روپے ہو تو ایک یونٹ کی قیمت دس ہزار روپے ہو گی تو وہ ہر یونٹ خریدتے وقت دس ہزار روپے قیمت ادا کرے گا۔

۵۔ عمیل جب بھی کوئی یونٹ خریدے گا، تو تمویلی ادارہ کی ملکیت کا ایک یونٹ کم ہوجائے گا اور عمیل کی ملکیت میں ایک یونٹ کا اضافہ ہو جائے گا، لہٰذا اب عمیل اس ایک یونٹ کا کرایہ دینا بھی بند کر دے گا کیونکہ اب وہ یونٹ تمویلی ادارے کی ملکیت میں نہیں رہا۔

۶۔ یہاں تک کہ جب عمیل سارے یونٹ خرید لے گا تو وہ مکان پورا عمیل کی ملکیت میں آجائے گا اور اب کرایہ داری اور شرکت الملک (Joint ownership) کا معاملہ بھی ختم ہو جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تین عقود پر مشتمل ہونا

ہاؤس فنانسنگ کا یہ طریقہ اگر شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو تین عقود پر مشتمل ہے۔

1) دونوں کا مکان خرید کر شرکت الملک (Joint ownership) قائم کرنا۔

2) تمویلی ادارے کا عمیل (Client) کو اپنا حصہ کرایہ پر دینا۔

3) تمویلی ادارے کا اپنے یونٹ عمیل (Client) کو فروخت کرنا۔

- مذکورہ بالا تینوں باتوں پر غور فرمائیں۔

1) سب سے پہلا مرحلہ دونوں کا مکان خرید کر شرکت الملک (Joint ownership) قائم کر لینا ہے، اس میں شرعاً کوئی مانع یا ناجائز بات نہیں ہے، کیونکہ شرکت الملک (Joint ownership) کی فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل تعریف کی ہے:

﴿شِرْكَةُ الْمِلْكِ هِيَ أَنْ يَمْلِكَ مُتَعَدِّدٌ عَيْنًا اَوْ دَيْنًا بِإِرْثٍ أَوْ بَيْعٍ أَوْ غَيْرِهَا﴾[1]

شرکت الملک (Joint ownership) یہ ہے کہ متعدد اشخاص کسی سامان یا دَین کی وراثت، بیع یا کسی اور سبب سے مالک بن جائیں۔

2) چونکہ یہ شرکت دونوں کے خریدنے سے قائم ہوئی ہے لہٰذا اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں۔

3) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ تمویلی ادارے نے عمیل کو اپنے یونٹ کرایہ پر دیئے ہیں یہ کرایہ داری کا معاملہ بھی جائز ہے کیونکہ کسی مشترک چیز کو اگر ایک شریک

1۔ تنوير الأبصار مع رد المحتار، للشامي ، محمد امين الشهير بابن عابدين، مطبعة الحلبي مصر ١٣٨٦ھ ٣/٣٦٥، ٣٦٤

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرے شریک کو کرایہ پر دے تو جائز ہے، علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَجُوزُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ لِغَيْرِ الشَّرِيكِ، إِلَّا أَنْ يُؤْجِرَ الشَّرِيكَانِ مَعًا. وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَزُفَرَ؛ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ، فَلَمْ تَصِحَّ إِجَارَتُهُ كَالْمَغْصُوبِ؛ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ إِلَّا بِتَسْلِيمِ نَصِيبِ شَرِيكِهِ. وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى مَالِ شَرِيكِهِ. وَاخْتَارَ أَبُو حَفْصٍ الْعُكْبَرِيُّ جَوَازَ ذَلِكَ. وَقَدْ أَوْمَأَ إِلَيْهِ أَحْمَدُ. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ؛ لِأَنَّهُ مَعْلُومٌ يَجُوزُ بَيْعُهُ، فَجَازَتْ إِجَارَتُهُ كَالْمُفْرَدِ، وَلِأَنَّهُ عَقْدٌ فِي مِلْكِهِ يَجُوزُ مَعَ شَرِيكِهِ، فَجَازَ مَعَ غَيْرِهِ﴾[1]

غیر شریک کو مشاع (مشترک) چیز کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اگر دونوں شرکاء اکٹھے ملکر کسی اجنبی کو کرایہ پر دیں (تو جائز ہے)، یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اس لئے کہ غیر منقسم حصہ کرایہ دار کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا اس کو کرایہ پر دینا صحیح نہ ہوا، البتہ ابو حفص العکبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز کو اختیار کیا ہے، اسی طرف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عندیہ دیا ہے اور یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس لئے کہ وہ ایک معلوم چیز ہے اور اس کی بیع بھی جائز ہے لہٰذا اس کو کرایہ پر دینا بھی جائز ہوا جس طرح الگ اور غیر مشترک شئے کا حکم ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنی ملکیت میں

1۔ ابن قدامة (أبو محمد عبدالله بن أحمد بن محمد المقدسی)، المغنی: فصول: جواز إجارة كل عين يمكن الانتفاع.....: ج٦ص١٤٣

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقد کر رہے ہیں جب اپنے شریک کے ساتھ جائز ہے تو اجنبی کے ساتھ بھی جائز ہو گا۔

- مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ:

الف: اگر ایک شریک اپنا کل یا بعض حصّہ کسی دوسرے شریک کو کرایہ پر دے تو بالاتفاق تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

ب: اگر ایک شریک کسی اجنبی (غیر شریک) کو اپنا حصّہ کرایہ پر دے تو امام ابو حنیفہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ بقیہ ائمہ کرام کے نزدیک جائز ہے۔

شرکت متناقصہ میں تمویلی ادارہ اپنے یونٹ اپنے شریک کو کرایہ پر دے رہا ہے نہ کہ غیر شریک کو لہٰذا تمام فقہاء کرام کے نزدیک جائز ہوا۔

ج: تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ تمویلی ادارہ اپنے یونٹ عمیل کو فروخت بھی کر رہا ہے اور یہ عمیل اس کے ساتھ شریک بھی ہے آیا کوئی شریک مشاع شئے میں اپنا حصّہ فروخت کر سکتا ہے؟ تو اس کا حکم ذیل میں تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

i) اگر کوئی ایک شریک مشاع شئے میں سے اپنا حصّہ فروخت کر رہا ہے تو اگر اس کا فروخت ہونے والا حصّہ زمین اور تعمیراتی حصّہ دونوں پر مشتمل ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔

ii) لیکن اگر وہ فرخت کردہ حصّہ صرف تعمیرات پر مشتمل ہے تو اگر وہ اپنے دوسرے شریک کو فروخت کر رہا ہے، تو بھی بالاتفاق جائز ہے۔

iii) اور اگر وہ فروخت ہونے والا حصّہ جو صرف تعمیرات پر مشتمل ہے، کسی اجنبی آدمی کو فروخت کیا جائے تو اس میں اختلاف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْبَاعَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ فِي الْبِنَاءِ حِصَّتَهُ لِأَجْنَبِيٍّ لَا يَجُوزُ وَلِشَرِيكِهِ جَازَ﴾[1]

اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک کسی عمارت میں اپنا حصّہ اجنبی (غیر شریک) کو فروخت کرے تو ناجائز ہے البتہ اگر اپنے شریک کو فروخت کرے تو جائز ہے۔

چونکہ یہاں پر تمویلی ادارہ اپنے حصّے اپنے شریک کو فروخت کر رہا ہے اور اگر مشاع شئے اپنے شریک کو فروخت کی جائے تو یہ فروخت صحیح ہوتی ہے، لہٰذا تمویلی ادارہ کا اپنے یونٹ عمیل کو فروخت کرنا بالاتفاق صحیح ہے۔

عمران اشرف عثمانی صاحب کا اخذ کردہ نتیجہ

مذکورہ بالا تمام تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ تینوں عقود (یعنی شرکت الملک کا عقد، اجارہ کا عقد اور بیع کا عقد) فی نفسہ جائز ہیں لہٰذا اگر یہ عقود اس طرح کئے جائیں کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہو بلکہ ہر ایک عقد مستقل اور علیحدہ کیا جائے تو اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں۔

البتہ اگر فریقین ان تینوں عقود کو پہلے ہی سے اکٹھے طے کر لیں تو یہ صورتحال فقہی لحاظ سے قابل غور ہے اس لئے کہ اس میں ایک عقد دوسرے عقد میں داخل ہو رہا ہے، جسے اصطلاحاً "صفقۃ فی صفقۃ" کہا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے یہاں

1۔ الشامی ، محمد امین الشهیر بابن عابدین، رد المحتار، مطبعۃ الحلبی مصر ۱۳۸۶ھ ۳۶۵/۳ الشرکۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تک کہ حنابلہ جو بیع میں بعض شرائط کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا بھی مذہب یہی ہے علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

﴿الثّانِي (أيْ النَّوْعُ الثّانِي مِنَ الشَّرطِ) فَاسِدٌ، وهوَ ثَلَاثَةُ أنْوَاعٍ أحَدُهَا: أن يشْتَرِطَ عَلَى صَاحِبِهِ عَقْدًا آخَرَ كَسَلَفٍ أوْ قَرْضٍ، أوْبَيْعٍ ، أوْ إجَارَةٍ، أوْ صَرْفِ الثَّمَنِ أوْ غَيْرِهِ، فَهٰذَا يَبْطُلُ الْبَيْعَ، وَيَحْتَمِلُ أنْ يُبْطَلُ الشَّرْطُ وَحْدَهُ، اَلْمَشْهُوْرُ فِي الْمَذْهَبِ أنَّ هٰذَا الشَّرْطُ فَاسِدٌ يُبْطَلُ بِهِ الْبَيْعُ، لِأنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ بَيْعٌ وَسَلَفٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ : هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، وَلِأنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ، ، هٰذَا مِنْهُ. قَالَ أحمد: وَكَذَالِكَ كُلُّ مَا فِي معنى ذٰلِكَ مِثْلَ أنْ يَقُوْلَ عَلَى أنْ تَزَوَّجَنِي بِابْنَتِكَ أوْ عَلَى أنْ أُزَوِّجَكَ ابْنَتِي، فَهٰذَا كُلُّهُ لَا يُصِحُّ

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الصَّفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ رِبًا وَهٰذَا قَوْلُ أبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَجُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ ، وَجَوَّزَهُ مَالِكٌ رحمه الله، وَجَعَلَ الْعِوَضَ الْمَذْكُوْرِ فِي الشَّرْطِ فَاسِدًا﴾[1]

شرط فاسد کی دوسری قسم کی (مزید) تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ متعاقدین میں سے ایک اپنے ساتھی پر کسی دوسرے عقد کی شرط لگائے، جیسے قرض، اُدھار، بیع، کرایہ پر دینے وغیرہ کی شرط لگائے، تو یہ بیع کو باطل کر دیتی ہے

1۔ ابن قدامہ : عبدالرحمن بن محمد شمس الدین بن قدامہ المقدسی ٦٨٢ھ الشرح الکبیر علی المغنی ، بیروت، دارالکتاب العربی ٥٣/٤، وبمثلہ ذکر الموفق ابن قدامہ فی المغنی ٢٩٠/٤

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس بات کا بھی اِحتمال ہے کہ صرف شرط باطل ہو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیع اور قرض حلال نہیں اور نہ ہی ایک بیع میں دو شرطیں حلال ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس لئے کہ حضور ﷺ نے ایک بیع کے اندر دو بیعوں سے منع فرمایا ہےاور یہ حکم اسی حدیث کی وجہ سے ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی حکم ہر اس عقد کا ہو گا جو اس قسم میں داخل ہو مثلاً کوئی شخص کہے کہ میں یہ عقد اس شرط پر کرتا ہوں کہ تم اپنی بیٹی سے میرا نکاح کراؤ، یا میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کراؤں تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سَودے میں دو سَودے کرنا سُود ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عقد کو صحیح مانتے ہیں، لیکن شرط میں جو معاوضہ مقرر کیا گیا ہے اس کو فاسد قرار دیتے ہیں۔

لیکن یہ ممانعت اس وقت ہے جب ایک عقد کی بنیاد پر دوسرے عقد کو طے کیا جائے، لیکن اگر ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط نہ ہو بلکہ صرف دوسرے عقد کا وعدہ کیا جائے کہ دونوں فریق یہ وعدہ کریں کہ فلاں وقت میں اِجارہ کریں گے اور فلاں تاریخ کو بیع کی جائے گی اور ہر عقد اپنے وقت مقررہ پر بغیر کسی شرط کے مطلقاً منعقد کیا جائے تو اس صورت میں صفقہ فی صفقہ یا بیع و شرط یعنی ایک سَودا دوسرے سَودے کے ساتھ مشروط ہونا لازم نہیں آئے گا۔[1]

1۔ شرکت و مضاربت عصرِ حاضر میں ص۳۵۶، ۳۶۲ از ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمران اشرف صاحب کی بحث کا اِصلاحی جائزہ

1۔ مذکورہ نتیجہ ناقابلِ فہم ہے:

راقم کے نزدیک جناب ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب کا اخذ کردہ مذکورہ نتیجہ ناقابلِ فہم اور سراسر یکی زبان کے اُس مقولے کا مصداق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

"موئی نئیں، آکڑی پئیے" یعنی مری نہیں بس جسم اکڑ گیا ہے،

- ہم اِنتہائی ادب سے عرض کریں گے کہ "اگر دائن یہ کہے کہ میں تجھے دس ہزار روپے بطورِ قرض دیتا ہوں اور وہ بھی بغیر کسی شرط کے، آپ صرف یہ وعدہ کریں کہ تین ماہ بعد دس ہزار کے بجائے آپ گیارہ ہزار لوٹائیں گے، کیا یہ وعدہ بلاشرط کہلائے گا؟ اور اخذ کردہ مذکورہ نتائج کے تحت جائز ہو گا؟
- یا دائن یہ کہے کہ یہ اُونٹ میں آپ کو ۵۰۰ روپے میں دے دیتا ہوں لیکن آپ یہ وعدہ کریں کہ آپ میری ایرانی بلی ۴۰ ہزار روپے میں خریدیں گے۔

کیا یہ وعدہ بلاشرط کہلائے گا؟ اور اخذ کردہ مذکورہ نتائج کے تحت جائز ہو گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ سراسر حرام کو حلال کرنے کا ایک حیلہ ہے، جو بذاتِ خود حرام ہے۔

2۔ شرط بشکلِ وعدہ:

جناب ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب نے اپنی بحث کو فریقین کے باہمی وعدوں پر ختم کرتے ہوئے کہا کہ "دونوں فریق یہ وعدہ کریں کہ فلاں وقت میں اِجارہ کریں گے اور فلاں تاریخ کو بیع کی جائے گی اور ہر عقد اپنے وقت مقررہ پر بغیر کسی شرط کے مطلقاً منعقد کیا جائے تو اس صورت میں صفقۃ فی صفقۃ یا بیع و شرط یعنی ایک سودا دوسرے سودے کے ساتھ مشروط ہونا لازم نہیں آئے گا۔[1]

1۔ شرکت و مضاربت ص ۳۶۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہمیں مذکورہ تاویلی توضیح سے اختلاف ہے لیکن اس اختلافی بحث سے قبل جناب عمران اشرف عثمانی صاحب کے والد گرامی جناب محترم تقی عثمانی صاحب کی ایک بحث بھی نقل کرنا ضروری ہے جو انہوں نے وعدہ، عہد، معاہدہ اور عقد کے باہمی فرق کے ضمن میں فرمائی۔ تاکہ فریقین کے دلائل کا ایک ساتھ تجزیہ کیا جاسکے چنانچہ اپنی کتاب غیر سُودی بینکاری میں وعدے کی شرعی حیثیت کے عنوان کے تحت یوں رقم طراز ہیں:

"پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ چار مختلف الفاظ ہیں جن میں بعض اوقات التباس ہوجاتا ہے، اُن کی حقیقت الگ الگ سمجھنی ضروری ہے۔

- ایک وعدہ ہے،
- دوسرا عہد،
- تیسرا معاہدہ
- اور چوتھا عقد۔

جہاں تک عقد کا تعلق ہے، وہ کسی معاملے کو بالفعل وجود میں لانے کو کہتے ہیں۔ مثلاً بیع کہ اس میں اِیجاب و قبول کرنے سے عقد وجود میں آجاتا ہے اور اُس کے نتیجے میں مشتری کی طرف مبیع کی ملکیت فوراً منتقل ہو جاتی ہے، اور بائع کو ثمن کے مطالبے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ بیع کے نتیجے میں فریقین پر عقد کی ذمہ داریاں لازم ہوجاتی ہیں، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وعدہ یک طرفہ ہوتا ہے جس میں ایک فریق دوسرے کو کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کی یقین دہانی کراتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم سے کل فلاں مال اتنی قیمت پر خرید لوں گا۔ دو طرفہ وعدہ ہوتا ہے، مثلاً فریقین ایک دوسرے کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم فلاں تاریخ کو آپس میں بیع کریں گے۔ "عہد" کا لفظ بعض اوقات وعدے کے لئے بولا جاتا ہے، مگر عرف عام میں اُس میں پختگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وعدے کے مقابلے میں زیادہ سمجھی جاتی ہے اور بعض اوقات اُسے معاہدے کے معنی میں بھی اِستعمال کر لیا جاتا ہے۔

گفتگو اس میں ہے کہ اگر کوئی عقد کرنے کے لئے ایک فریق یک طرفہ وعدہ کرے یا دونوں فریق آپس میں دو طرفہ معاہدہ کر لیں کہ ہم فلاں تاریخ کو بیع کریں گے تو آیا اس وعدے یا معاہدے کو پورا کرنا شرعاً واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو اُسے قضاء بھی لازم سمجھا جائے گا یعنی اُسے بزور عدالت نافذ کرایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ وعدہ ہو یا معاہدہ، دونوں عقد نہیں ہیں، بلکہ دراصل دونوں وعدے ہی ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ وعدہ یک طرفہ ہوتا ہے اور معاہدہ دو طرفہ اس لئے یہاں ہم وعدے کے بارے میں قرآن و سنت کے ارشادات اور اُن کے بارے میں فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں وعدہ پورا کرنے کی تاکید اور وعدے کی خلاف ورزی پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾[1]

اے ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ جل جلالہ کے نزدیک یہ بہت ناراضی کی بات ہے کہ وہ بات کہو جو کرو نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

1۔ سورہ صف: ۲،۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝ ﴾[1]

اور عہد کو پورا کرو، بیشک عہد کی پوچھ ہوگی۔

﴿ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ « آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ » ﴾[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

﴿ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ « أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا ، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ » ﴾[3]

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں پائی جائیں، وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان (چار خصلتوں) میں سے کوئی ایک پائی جائے اس میں نفاق کی خصلت ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے جب وہ گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب معاہدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑے تو گالم گلوچ کرے۔

1۔ سورة بنی اسرائیل : ۳۴

2۔ البخاری: کتاب الایمان باب علامة المنافق: مسلم کتاب الایمان باب خصال المنافق

3۔ البخاری: کتاب المظالم باب اذا خاصم فجر: مسلم کتاب الایمان باب خصال المنافق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بشکل وعدہ شرائط کی شرعی حیثیت

جہاں تک وعدہ، عہد، معاہدہ اور عقد کی تعریفات اور ان کے مابین پائے جانے والے فرق کا تعلق ہے ہمیں مکمل اتفاق ہے محترم تقی عثمانی صاحب کی گزشتہ عبارت جو غیر سودی بینکاری سے ماخوذ ہے ہم اس سے قطعاً اختلاف نہیں رکھتے لیکن شرائط کو وعدے یا معاہدے کا نام دینا بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

- جناب ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی بن تقی عثمانی صاحب نے بھی اپنی کتاب "شرکت و مضاربت" میں ص۳۶۰ پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ شرکۃ الملک کا عقد ،اجارے کا عقد اور بیع کا عقد اگر یہ تینوں عقود اپنی الگ الگ حیثیت میں اور مستقل شکل میں ہوں تو جواز میں کوئی اشکال نہیں۔ مزید فرماتے ہیں "اگر فریقین ان تینوں عقود کو پہلے ہی سے اکٹھے تیار کر لیں تو یہ صورت حال فقہی لحاظ سے قابل غور ہے اس لئے کہ اس میں ایک عقد دوسرے عقد میں داخل ہو رہا ہے جسے اصطلاحاً صفقۃ فی صفقۃ کہا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔"[1]
- محترم تقی عثمانی صاحب اپنی کتاب "اسلامی بینکاری" میں فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تینوں معاملے بذات خود جائز ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہیں ایک ہی انتظام میں جمع کرنا جائز ہے، جواب یہ ہے کہ اگر تینوں معاملوں کو اس انداز سے جمع کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر معاملہ دوسرے کے لئے شرط بن جائے تو شرعاً یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اسلام کے قانونی نظام میں یہ طے شدہ اصول ہے کہ ایک معاملے کو دوسرے کے لئے پیشگی شرط نہیں بنایا جا سکتا۔[2]

1۔ "شرکت و مضاربت" ص۳۶۰

2۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ص۸۸-۹۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مذکورہ اقتباس پر غور فرمائیں تو محترم تقی عثمانی صاحب نے واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ "تینوں معاملوں کو اس طرح جمع کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے لئے شرط بن جائیں تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے "اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ "اِسلام کے قانونی نظام میں یہ طے شدہ اُصول ہے کہ ایک معاملے کو دوسرے کے لئے پیشگی شرط نہیں بنایا جا سکتا" یہاں تک تو محترم تقی عثمانی صاحب کی بات لائق تحسین ہے مگر لفظِ لیکن سے استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

- "لیکن مجوزہ اسکیم میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ دو معاملوں کو ایک دوسرے کے لئے شرط بنانے کے بجائے صرف عمیل کی طرف سے یک طرفہ وعدہ ہونا چاہئے ایک تو اس بات کا کہ وہ تمویل کار(Bank)کا حصّہ اِجارے (Lease)پر لے کر کرایہ ادا کرے گا، دوسرے اس بات کا کہ وہ گھر میں تمویل کار کے حصّے کے مختلف یونٹس مختلف مراحل پر خرید لے گا۔[1]

ٹھیک ہے یہ وعدہ یک طرفہ ہے لیکن بینک کی خریداری کلائنٹ کے لیز پر لینے سے مشروط ہے اور لیز، بینک کے تمام یونٹ کلائنٹ کے خرید لینے سے مشروط ہے یہ وعدہ بھی اُسی طرح کا جبری وعدہ ہے جس طرح کا جبر صدقے میں اِختیار کیا گیا ہے کیا اگر کلائنٹ لیز پر لینے کا وعدہ نہ کرے یا لیز پر تو لے لے لیکن بینک کے یونٹس خریدنے کا وعدہ نہ کرے تو بھی بینک اُسے مکان صرف لیز پر دینے پر رضامند ہو گا؟ ہر گز نہیں۔ اسی بات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وعدہ نہیں بلکہ بصورتِ وعدہ شرط ہے جو ناجائز ہے۔

اِسی طرح جناب عمران اشرف عثمانی صاحب نے تینوں کو الگ الگ ذکر کرکے اور تینوں کے الگ الگ حکم فقہائے کرام سے نقل فرما دیئے ظاہر ہے کہ ان

1۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ص ۹۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تینوں میں ہر عقد اپنی الگ حیثیت میں جائز ہے اس لئے فقہاء کرام نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن یہ جواز تب ہے جب یہ جدا ہوں اور ایک دوسرے سے مشروط نہ ہوں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مشارکہ متناقصہ کی جو شکل محترم عمران اشرف عثمانی صاحب نے "شرکت و مضاربت" میں ص ۳۶۲ پر بیان فرمائی ہے وہ شرط ہی ہے جو وعدہ کی شکل میں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اگر ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط نہ ہو بلکہ صرف دوسرے عقد کا وعدہ کیا جائے کہ دونوں فریق یہ وعدہ کریں کہ فلاں وقت میں اِجارہ کریں گے اور فلاں تاریخ میں بیع کی جائے گی.....(یہ صورت درست اور جائز ہے)۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ شکل میں وعدے اور شرط میں کیا فرق باقی رہا ہے؟

مثلاً: زید اپنے دوست بکر سے ایک عقد کرتا ہے کہ آج میں تمہیں اپنا موٹر سائیکل (Honda 70) صرف پانچ ہزار روپے میں فروخت کرتا ہوں اور یہ رعائت بھی دیتا ہوں کہ آپ یہ پانچ ہزار روپے بھی یک مشت نہیں بلکہ پانچ ماہ کی آسان ماہانہ قسطوں میں یعنی ایک ہزار روپے ماہانہ ادا کریں، البتہ آپ مجھ سے یہ وعدہ کریں کہ ٹھیک پانچ ماہ بعد دس تاریخ کو میری سُہراب سائیکل آپ 60ہزار روپے میں خریدیں گے یہ شرط بھی وعدہ ہے لیکن کیا یہ پہلا عقد (Honda 70) کی بیع (سُہراب سائیکل) کے ساتھ معلق نہیں؟ اور چونکہ اَحناف کے نزدیک حیلہ سازی کی کافی گنجائش موجود ہے اس لئے اس طرح کے عقود میں ان کے نزدیک کوئی عذر مانع نہیں ہے۔

بلکہ محترم تقی عثمانی صاحب کی ایک تحریر سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"دوسرا موقع جس میں وعدے کو فقہاءحنفیہ نے لازم قرار دیا ہے وہ وعدہ ہے جو کسی شرط پر معلق کر کے کیا گیا ہو، چنانچہ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں مذکور ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿(المادة ۸۴) اَلْمَوَاعِيْدُ بِصُوَرِ التَّعَالِيْقِ تَكُوْنُ لَازِمَةٌ لِاَنَّهٗ يَظْهَرُ فِيْهَا حِيْنَئِذٍ مَعْنَى الْاِلْتِزَامِ وَالتَّعَهُّدِ﴾[1] "

جب وعدے ہی کسی شرط پر معلق کر کے کئے جائیں گے تو پھر شرط میں باقی کیا فرق رہ جائے گا؟

جناب عثمانی صاحب نے عصر حاضر کے کاروبار کی جو مثالیں دی ہیں جیسے برآمد (Export) درآمد (Import) وغیرہ سے متعلق تو وہ تمام مثالیں ایک ہی عقد کی ہیں مثلاً پاکستان سے اگر کوئی شخص جاپان میں چاول منگواتا ہے یا جاپان سے کوئی شخص پاکستان میں کپڑا منگواتا ہے تو فریقین کے مابین ہونے والا معاملہ فریقین کا باہمی معاہدہ ہے اور دونوں کے اِیجاب و قبول کے بعد اس معاہدے کو عقد کی حیثیت حاصل ہو جائے گی اور یہ عقد فریقین کے مابین ہونے والا ایک ہی مشترکہ عقد ہو گا اور اس میں کوئی دوسرا عقد کسی دوسری چیز سے معلق نہیں ہے۔اس لئے درست اور جائز ہے لیکن مشارکہ متناقصہ (Diminishing Musharkah) میں ایک عقد دوسرے میں داخل ہو جاتا ہے جو صفقۃ فی صفقۃ کے زُمرے میں آتا ہے اور ناجائز ہے۔

مثلاً اگر کلائنٹ بینک سے مکان کرایہ پر لینے کو تو راضی ہے لیکن مکان کے وہ یونٹ جو بینک کی ملکیت میں ہیں اُنہیں خریدنا نہیں چاہتا اور خریدنے کا وعدہ بھی نہیں کرتا تو کیا بینک اُس کلائنٹ کو صرف اَجیر رکھنے پر راضی ہو گا؟ ہرگز نہیں!

گویا کرایہ داری کا معاملہ وعدۂ خرید سے مشروط ہے اور یہی صفقۃ فی صفقۃ ہے۔

اِسلامی بینک سے خریداری کی جائز شکل

اگر کلائنٹ اِسلامی بینک سے گھر، گاڑی یا گارمنٹ سے متعلق کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے اور بینک بھی بیچنا چاہتا ہے تو اُسے مرابحہ یا مساومہ (Bargaining sale) کے ذریعہ

1۔ غیر سودی بینکاری ص ۱۴۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خریدا اور بیچا جا سکتا ہے اور یہ بہترین شکل ہے ہمارے اس خیال کی تائید محترم جناب مولانا تقی عثمانی صاحب کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "مرابحہ کی صحیح شکل تو یہ ہے کہ بینک کوئی چیز خرید کر نفع (Markup) پر بیچ دے۔[1]

- مثلاً بکر کو مکان کی ضرورت ہے لیکن رقم نہیں ہے بکر نے کسی خاص علاقے میں خاص مکان پسند کیا ہے جو فرض کر لیجئے ۳۰ لاکھ روپے مالیت کا ہے۔ بینک مرابحہ کی شکل اس میں اپنا منافع ظاہر کرے اور ۳۰ لاکھ میں اپنا منافع شامل کر کے کلائنٹ کو قسطوں پر دے دے یہ مرابحہ کی جائز شکل ہے
- یا بینک پہلے سے کوئی مکان یا گاڑی اپنے قبضے میں رکھتا ہے تو اُس کی قیمت خرید بتائے بغیر کلائنٹ کو کہہ سکتا ہے کہ میں تمہیں اتنے لاکھ میں دوں گا اور تم یہ رقم قسط کی شکل میں ادا کرنا یا ادائیگی کا جو بھی طریقہ فریقین کے مابین طے ہو جائے یہ مساومہ کی جائز شکل ہو جائیگی۔

ان کے مابین عقد قائم ہونے سے پہلے، چیز، قیمت، قسط کی مالیت اور انتہائی مدت پہلے سے فریقین کے مابین طے ہو جائیں تاکہ بعد میں تنازعہ نہ ہو۔

کیا مشارکہ متناقصہ شرکۃ العنان کی ایک قسم ہے؟

(الف)۔ علامہ وہبہ زحیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شرکۃ العنان ہی قرار دیا ہے۔[2]

اس اعتبار سے اس پر احکام بھی شرکۃ العنان ہی کے نافذ ہونے چاہئیں جیسا کہ آپ ابتدائی جدول میں دیکھ چکے ہیں کہ شرکۃ العنان کی دو بنیادی اقسام ہیں:

۱۔ شرکۃ الملک (Joint ownership)

۲۔ شرکۃ العقد (Joint venture)

1۔ اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص ۱۴۱

2۔ المعاملات المالیہ المعاصرۃ ص ۴۳۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شرکۃ الملک کسی چیز کی ملکیت میں شراکت کا نام ہے جبکہ شرکۃ العقد کسی چیز کے تصرف (استعمال) میں شراکت کا نام ہے۔

اور اگر سرمائے، عمل، نفع اور نقصان وغیرہ میں شراکت برابر نہ ہو تو اسے شرکۃ العنان کہتے ہیں۔[1] (Where capital, profit, loss and management are unequal among the partners)

(ب) الشیخ صالح بن فوزان رحمۃ اللہ علیہ اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

﴿ فَحَقِيقَةُ شِرْكَةِ الْعِنَانِ أَنْ يَشْتَرِكَ شَخْصَانِ فَأَكْثَرَ بِمَالَيْهِمَا، بِحَيْثُ يَصِيْرَانِ مَالًا وَاحِدًا يَعْمَلَانِ فِيْهِ بِيَدَيْهِمَا، أَوْ يَعْمَلُ فِيْهِ أَحَدُهُمَا وَيَكُوْنُ لِهٰذَا مِنَ الرِّبْحِ أَكْثَرَ مِنْ نَصِيْبِ الْآخَرِ ﴾[2]

شرکۃ العنان کی حقیقت یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد اپنے مالوں کے ساتھ شراکت داری کریں اس طرح کہ دونوں کا مال ایک ہی بن جائے۔ دونوں اس میں جسمانی محنت کریں یا ان میں سے صرف ایک کرے (دوسری صورت میں) کام کرنے والے کے نفع کا حصہ دوسرے سے زیادہ ہوگا۔

(ج) علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ أَنْ يَشْتَرِكَ رَجُلَانِ بِمَالَيْهِمَا عَلَى أَنْ يَعْمَلَا فِيهِمَا، بِأَبْدَانِهِمَا، وَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا ﴾[3]

دو شخص اپنے اپنے مال کے ساتھ اس شرط پر اشتراک کریں کہ دونوں

1۔ الملخص الفقهی ج۲ ص۶۸

2۔ المخلص الفقهی ج۲ ص۷۱

3۔ المغنی ج۷ ص۱۲۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جسمانی محنت کریں گے اور نفع ان دونوں میں تقسیم ہو گا۔

مندرجہ بالا عبارتوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے شرکۃ العنان کا مقصد ایک کی تملیک دوسرے کو منتقل کرنا نہیں بلکہ دونوں کا اُس چیز کی فروخت کے بعد نفع حاصل کرنا مقصود ہے جبکہ اِسلامی بینکوں میں رائج مشارکہ متناقصہ جسے شرکۃ العنان کی ایک ذیلی قسم قرار دیا گیا ہے اپنی عملی شکل میں وہ مقاصد ہی کھو چکا ہے جو مندرجہ بالا عبارتوں میں موجود ہیں یہاں تو کلائنٹ کا مقصد بینک کے ساتھ ملکر اُسے فروخت کر کے نفع حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ اپنی رہائش کے لئے حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے گویا عملی اِعتبار سے مشارکہ متناقصہ شرکۃ العنان میں داخل ہی نہیں ہے۔

مرابحہ

۱۔ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ حنبلی مرابحہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿بَيْعُ الْمُرَابَحَةِ هُوَ الْبَيْعُ بِرَأْسِ الْمَالِ وَرِبْحٌ مَعْلُوْمٌ وَ يُشْتَرَطُ عِلْمُهُمَا بِرَأْسِ الْمَالِ﴾[1]

بیع المرابحہ ایک ایسی بیع ہے جس میں اصل لاگت اور نفع معلوم ہو اور یہ لازمی شرط ہے کہ اصل لاگت کا علم دونوں (بائع اور مشتری) کو ہو۔

(Murabaha is sale on cost plus profit but it is necessary the cost price exactly.)

۲۔ عربی لغت کی مشہور کتاب المعجم الوسیط میں ہے۔

﴿هُوَ بَيْعٌ بِرَأْسِ الْمَالِ مَعَ زِيَادَةٌ مَعْلُوْمَةٌ﴾[2]

اصل لاگت کے ساتھ کسی بھی معین نفع پر فروخت کرنا مرابحہ کہلاتا ہے۔

1۔ المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۲۹

2۔ المعجم الوسیط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بیع اپنی صاف گوئی، ایمانداری اور دیانت داری اور ہر قسم کی غلط بیانی سے پاک ہونے کے سبب بیع الامانہ بھی کہلاتی ہے، مزید توضیح کے لئے محترم جناب مولانا تقی عثمانی صاحب کی عبارت سے دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مرابحہ حقیقت میں اِسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد ایک خاص قسم کی بیع ہوتی ہے جس کا اپنے اصل تصوّر کے اِعتبار سے تمویل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی بائع اپنے خریدار کے ساتھ اس پر اتفاق کر لیتا ہے کہ وہ اسے ایک متعین سامان متعین نفع پر دے گا جسے اس سامان کی لاگت پر زائد کیا جائے گا تو اسے "مرابحہ" کہا جاتا ہے، مرابحہ کا بنیادی عنصر یہ ہے کہ بیچنے والا اس لاگت کو ظاہر کرتا ہے جو اس نے اس سامان کے حصول پر برداشت کی ہے اور اس پر کچھ نفع شامل کر لیتا ہے، یہ نفع ایک متعین رقم کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور فیصدی شرح پر مبنی بھی۔

مرابحہ کی صورت میں ادائیگی بروقت بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں آنے والی کسی تاریخ پر بھی جس پر فریقین متفق ہوں۔ اس لئے مرابحہ لازمی طور پر مؤجل ادائیگی (Deferred Payment) پر دلالت نہیں کرتا۔ 1

مزید فرماتے ہیں:

۲۔ مرابحہ اپنی اصل شکل میں ایک سادہ بیع ہے، وہ واحد خصوصیت جو اسے باقی اقسام کی بیوع سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مرابحہ میں بائع صراحتاً خریدار کو یہ بتاتا ہے کہ اسے کتنی لاگت آئی ہے اور لاگت پر وہ کتنا نفع لینا چاہتا ہے اگر کوئی شخص اپنی کوئی چیز ایک متعین قیمت پر فروخت کرتا ہے جس میں لاگت کا کوئی

1۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ص۹۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حوالہ نہیں ہے تو یہ مرابحہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی لاگت پر نفع بھی کمائے، اس لئے کہ یہ بیع لاگت پر کچھ زائد شامل کرنے (Cost plus) کے تصور پر مبنی نہیں ہے۔اس صورت میں یہ بیع "مساومہ" کہلاتی ہے۔[1]

مرابحہ کی اقسام اور اُن کا شرعی حکم

تعیین نفع کے اعتبار سے مرابحہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اصل لاگت پر کسی مخصوص مقدار میں نفع متعین کر لیا جائے مثلاً یہ کہ مجھے یہ چیز اپنی قیمت اور منتقلی کے دیگر اخراجات ملا کر اتنے (ایک لاکھ روپے میں پڑی ہے) میں اس میں ۱۰ ہزار روپے نفع کے شامل کر کے ایک لاکھ دس ہزار روپے میں فروخت کرتا ہوں یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔چنانچہ المغنی میں ابن قدامہ حنبلی مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿فَهٰذَا جَائِزٌ لَا خِلَافَ فِيْ صِحَّتِهٖ وَلَا نَعْلَمُ فِيْهِ عِنْدَ أَحَدٍ كَرَاهَةً﴾[2]

پس یہ جائز ہے اور اس کی صحت کے بارہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کسی کے نزدیک کوئی کراہت ہو۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ نفع کی مقدار (لم سم) مقرر کرنے کی بجائے اُس کا خاص تناسب مقرر کیا جائے مثلاً میری اصل لاگت یہ ہے اور اُس پر نفع ایک فیصد یا دو فیصد یا پانچ فیصد وغیرہ لوں گا البتہ تناسب کی مختلف مقداروں میں سے کسی ایک مقدار کا تعین سودے کے وقت طے پاجانا چاہئے، نفع کے تناسب کے بارہ میں

1۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ص۹۸

2۔ المغنی ج٦ ص٢٦٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علماء میں اختلاف موجود ہے اس بارہ میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔

اور لَا بَأْسَ أَنْ يَبِيعَ کے الفاظ حافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں۔ 1

البتہ مرابحہ کی دوسری قسم کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

فریقین کے دلائل کا جائزہ

مرابحہ کی اختلافی شکل میں فریقین کے دلائل کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل وجوہات کے سبب جواز کے دلائل زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ اصل لاگت اور نفع دونوں واضح ہیں اور اس میں ابہام یا جہالت نہیں پائی جاتی۔

۲۔ قرآن و حدیث میں بھی ایسی کوئی ممانعت نہیں ملتی جو اس کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہو۔

۳۔ اس میں ایسی کوئی شق نہیں پائی جاتی جو شرعی اُصولِ تجارت کے کسی مسلمہ اُصول کے مخالف ہو۔

۴۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح بھی عدم جواز کی رائے کو ختم کر دیتی ہے۔ چنانچہ فرماتے:

وَهَذَا يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا نُهِيَ عَنْهُ إِذَا قَالَ: هُوَ لَكَ بِدَهْ يَازْدَهْ أَوْ قَالَ بِدَهْ دُوَازْ دَهْ لَمْ يُسَمِّ رَأْسَ الْمَالِ ثُمَّ سَمَّاهُ عِنْدَ النَّقْدِ

1۔ فتح الباری ج ۴ ص ۵۱۳ مزید دیکھئے بخاری کتاب البیوع،
السنن الکبری بیہقی کتاب البیوع باب المرابحہ، مصنف عبدالرزاق،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ كَذٰلِكَ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي ذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ﴾[1]

(اس کا مطلب یہ ہے کہ) یہ ممانعت تب ثابت ہے جب یہ کہا جائے کہ یہ چیز میں تجھے اس طرح فروخت کرتا ہوں کہ ہر دس کے بدلے ایک یا ہر دس کے بدلے دو نفع لوں گا اصل لاگت کا تذکرہ نہ کرے، پھر ادائیگی کے وقت اس کی وضاحت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا بھی یہی مطلب ہے۔ (واللہ اعلم)

خرید و فرخت کی چند عمومی شرائط

۱۔ مبیع (بیچی جانے والی چیز) (Subject matter) بوقتِ بیع موجود ہو۔ (بیع سلَم اور اِستصناع اس شرط سے مستثنیٰ ہیں)۔

۲۔ فروخت کنندہ بیچی جانے والی چیز (Subject matter) کا اصل مالک ہو۔ (بیع سلم اور استصناع اس شرط سے مستثنیٰ ہیں)۔

۳۔ تحریری یا زبانی کلامی فریقین کے مابین باقاعدہ اِیجاب و قبول ہو۔

۴۔ بیع (Sale) کے وقت مبیع (Subject matter) فروخت کنندہ کے قبضے میں ہو چاہے وہ قبضہ حسی ہو یا معنوی (بیع سلم اور استصناع اس سے مستثنیٰ ہیں)۔

۵۔ بیع (Sale) مبہم یا غیر واضح نہ ہو ہو بلکہ واضح اور متعین ہو۔

۶۔ بیع (Sale) کسی چیز سے مشروط نہ ہو مثلاً یہ کہنا کہ اگر آپ اپنی موٹر سائیکل مجھے بیچیں تو میں اپنی گاڑی آپ کو بیچتا ہوں (مثل نکاحِ شغار کے)

۷۔ بیع (Sale) فوری وقوع پذیر ہونے والی ہو مستقبل کی کسی تاریخ سے معلق نہ ہو۔ مثلاً یکم محرم کو یہ سودا ہو کہ ۱۰ محرم کو یہ گاڑی آپ کو بیچی اس طرح یہ

1۔ السنن الکبریٰ کتاب البیوع باب المرابحۃ ج۲ص۲۰۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیع(Sale) باطل ہو گی۔

۸۔ بیع (Sale) مستقبل کے کسی واقعہ پر موقوف نہ ہو مثلاً یہ کہنا کہ اگر پاکستان ورلڈ کپ جیت گیا تو میں یہ گاڑی آپ کو ۱۰ لاکھ میں بیچ چکا یعنی نہ جیتنے کی صورت میں سودا نہیں ہوا،اس میں جہالت اور غرر ہے لہٰذا یہ بیع باطل ہے۔

۹۔ مبیع(Subject matter) کی قیمت بیع کیو قت فریقین کے مابین متعین ہو نی چاہئے ورنہ بیع باطل ہو گی۔

۱۰۔ اگر مبیع(Subject matter) غذائی اشیاء پر مشتمل ہو تو اُسے اپنے ٹھکانے پر لائے بغیر نہ بیچا جائے،البتہ غیر غذائی اشیاءاس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔
(جیسے ، لکڑی، لوہا، سیمنٹ ، شیشہ وغیرہ)۔

۱۱۔ شرعاً حرام اور ممنوع اشیاء کی بیع بھی حرام ہے مثلاً چوری کا مال جب خریدار کو اس کا علم ہو اسی طرح خنزیر یا خنزیر کے اجزاء مثلاً گوشت، چربی یا بال وغیرہ اسی طرح شراب وغیرہ کی بیع بھی حرام ہے اور ایسی تمام اشیاء جن کے اِستعمال میں حرام کے علاوہ کوئی بھی جائز اور نیک مقصد ممکن ہی نہ ہو اُسکی بیع حرام اور ناجائز ہو گی۔

۱۲۔ بائع (Seller)خریدار کو مبیع(Subject matter) کی ایک مرتبہ شناخت ضرور کرائے تاکہ بعد میں تنازعہ نہ ہو۔

۱۳۔ بائع(Seller) اگر کسی چیز کو فروخت کر رہا ہے تووہ فروخت ہونے والی چیز(Subject matter) ایسی حیثیت میں ہو جو فی الفور خریدار کے قبضے میں آسکتی ہو(سوائے بیع سلم اور استصناع کے)

مثلاً زید نے بکر کو اپنا مکان کرائے پر دیا اور بکر نے ایک دو ماہ تک تو اُسکا کرایہ ادا کیا بعد میں مکان پر قابض ہو گیا ، زید نے کورٹ میں مقدمہ دائر کیا لیکن تاحال بکر کا قبضہ برقرار ہے اس صورت میں زید مکان کا اصل مالک تو ضرور ہے لیکن اس وقت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکان زید کے قبضے میں نہیں ہے اب اگر زید مکان کو عمر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ عمر رقم ادا کرنے کے بعد بھی قبضہ نہیں کر پائے گا اس لئے یہ بیع باطل ہوگی پہلے زید اپنا مکان بکر کے قبضے سے آزاد کرائے تب فروخت (Sale) کرے تاکہ عمر جو خریدار ہے اس پر اپنا قبضہ جما سکے۔

۱۴۔ بائع (Seller) یہ شرط خریدار پر عائد نہیں کر سکتا کہ ایک ماہ بعد یہ چیز آپ واپس مجھے بیچ دیں گے یا خریدار بھی یہ شرط عائد نہیں کر سکتا کہ اتنے عرصہ بعد آپ کو یہ چیز مجھ سے واپس خریدنی ہوگی اس شکل میں یہ بیع عینہ ہوگی جو ناجائز ہے۔

بیع مرابحہ کی مخصوص شرائط

یوں تو بیع کی مندرجہ بالا تمام شرائط مرابحہ میں بھی پائی جانی ضروری ہیں لیکن مرابحہ بیع کے لئے کچھ خصوص شرائط بھی ہیں جو مذکورہ شرائط سے اضافی ہیں۔

۱۔ مرابحہ بیع میں اصل قیمت اور اُس پر آنے والی مزید لاگتوں کو واضح ہونا چاہئے یعنی بائع پر یہ لازم ہے کہ وہ مرابحہ بیع کے لئے خریدار پر اُس کی اصل قیمت اور سفری اخراجات، کسٹم ڈیوٹی یا دستاویزات کے اخراجات وغیرہ ایمانداری سے واضح کرے اور یہ تمام چیز قیمت خرید میں شامل ہونگی۔

﴿لِلْبَائِعِ أَنْ يَحْسِبَ فِي الْمُرَابَحَةِ جَمْعَ مَا صَرَفَهُ وَ يَقُولُ: قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا﴾[1]

مرابحہ میں بائع کو یہ بھی حق ہے کہ وہ تمام اخراجات کو شمار کر کے یہ کہے کہ یہ مجھے اتنے کی پڑی ہے۔

۲۔ اگر مبیع (Subject matter) کی اصل لاگت مبہم ہو تو مرابحہ نہیں ہو سکتا مثلاً

1۔ فتح الباری ج ۷ ص ۴۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زید نے ایک بکری اور ایک گائے دونوں ۲۰ ہزار میں خریدیں اب اگر دونوں کو مرابحہ کے طور پر بیچنا چاہے تو درست ہے کیونکہ دونوں پر ۲۰ ہزار لاگت آئی ہے جو معلوم ہے لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کو یعنی صرف گائے یا صرف بکری کو بیچنا چاہے تو مرابحہ کی شکل میں نہیں مساومہ کے طور پر بیچ سکتا ہے کیونکہ دونوں کی مجموعی رقم ۲۰ ہزار ہے لیکن ہر ایک کی انفرادی لاگت معلوم نہیں جبکہ مرابحہ میں اصل لاگت یا قیمت بتانی ضروری ہے۔

۳۔ مرابحہ کے نفع کا تعین فریقین باہمی رضامندی سے کر سکتے ہیں جو اصل لاگت سے اضافی ہوگا۔

اُسے لم سم طور پر بھی متعین کیا جا سکتا ہے اور فیصد کے تناسب سے بھی جیسے فریقین راضی ہوں درست ہے البتہ سب کچھ واضح ہو مبہم یا مجہول نہ ہو۔

تمویل بذریعہ مرابحہ

مرابحہ حقیقتاً بیع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جس میں بیع کی تمام شرائط خصوصاً بیع مرابحہ کی امتیازی شرائط کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے اور ایسی تمام شرائط گزشتہ صفحات میں رقم کی جا چکی ہیں۔

البتہ مرابحہ کو بطور طریقۂ تمویل اپنانے کے لئے درج ذیل طریقہ مثالی طریقہ ہے۔

۱۔ تمویلی ادارہ (Financier) اُس چیز کو خود خرید کر اپنی ملکیت اور قبضے میں کر لے (جو چیز کسی صارف کو درکار ہے) یہ خریداری بینک از خود بھی کر سکتا ہے یا کسی تیسرے شخص (Third person) کو اپنا وکیل (Agent) بھی بنا سکتا ہے اور اس ضمن میں بھی کوئی شرعی رکاوٹ موجود نہیں ہے کہ خود اُسے وکیل بنا دے جو تمویلی ادارے سے رقم لینے آیا تھا البتہ اس میں یہ شرط موجود نہ ہو کہ میں یہ چیز صرف تمہارے لیے خرید رہا ہوں اور اس خریداری کے بعد یہ چیز تمہیں مجھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے خرید لینی ہو گی بصورت دیگر تمہارے خلاف قانونی جارہ جوئی کا حق بینک محفوظ رکھتا ہے، چونکہ اس شرط کی موجودگی میں مرابحہ نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصل شکل میں نہیں رہتا بلکہ صفقة فی صفقة میں بھی داخل ہو جاتا ہے اور بیع عینہ کی مشابہت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ تمام عقد محض حرام کو حلال کرنے کا ایک حیلہ ثابت ہو گا اور اس طرح کی حیلہ سازی قطعاً مستحسن نہیں ہے۔

۲۔ جب صارف کسی تمویلی ادارے کے وکیل کی حیثیت سے خریداری کر رہا ہو تو اُس وقت اُسکی حیثیت ایک امین کی ہو گی۔

۳۔ خریدی گئی اشیاء کا تمام تر ضمان (Risk) تمویلی ادارے پر عائد ہو گا وکیل اُس میں ذمہ دار نہ ہو گا بشرطیکہ وکیل کسی غفلت یا غیر ذمہ داری کا مرتکب نہ ہوا ہو۔

۴۔ جب وہ چیز بینک کے قبضے میں آجائے تو صارف کو لینے اور نہ لینے کا حق حاصل ہو، اسی طرح بینک کو بھی دینے اور نہ دینے کا حق حاصل ہو پھر آزادی کے ساتھ فریقین (تمویلی ادارہ اور صارف) باہمی رضامندی سے چاہیں تو بیع مرابحہ کر سکتے ہیں بینک صارف کو مبیع (Subject matter) کی اصل قیمت اور دیگر اخراجات اگر ہوں تو بتائے اور اصل لاگت سے کتنی رقم مزید بطور منافع کے بینک لینا چاہتا ہے اُسے بھی صارف پر واضح کرے اب اگر صارف چاہے تو اُسے قبول کر کے عقد مرابحہ کر لے ورنہ چھوڑ دے۔

۵۔ مبیع (Subject matter) کی ملکیت بینک سے صارف کی طرف منتقل ہوتے ہی اُس کا تمام تر ضمان (Risk) بھی صارف کی طرف منتقل ہو جائے گا اب کسی حادثے کی صورت میں تمویلی ادارہ (Financier) ہرگز ذمہ دار نہ ہو گا۔

۶۔ تمویلی ادارہ (Financier) چونکہ اپنی خطیر رقم یک مشت صرف کر چکا ہے جبکہ صارف اُس رقم کو مع منافع کے متعدد اقساط میں ادا کرے گا یعنی یہ بیع اُدھار پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مبنی ہے اس لئے تمویلی ادارہ (Financier) اپنے سرمائے کی حفاظت (Safety) کے لئے کسی قسم کی ضمانت (Guarantee) یا کسی چیز کے گروی (Mortgage) رکھے جانے کا مطالبہ صارف سے کر سکتا ہے تاکہ اگر صارف فسادِ نیت کا شکار ہو تو تمویلی ادارہ ضمانتی یا گروی اشیاء سے اپنے نقصان کی تلافی کر سکے۔

۷۔ ماہانہ اقساط کے لئے فریقین کسی واضح تاریخ کو متعین کریں مثلاً ہر ماہ دس تاریخ تک قسط جمع کرادی جائیگی۔

۸۔ قسط اگر کسی وجہ سے مقررہ تاریخ پر جمع نہیں ہو سکتی تو صارف کو جرمانے یا جبری صدقے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

۹۔ اگر صارف نے اگلے ماہ کی قسط بھی ایڈوانس جمع کرادی تو وہ بھی قسط میں کمی کے مطالبے کا مجاز نہیں ہو گا۔

بیع مساومہ (MUSAWAMAH)

یہ ایک ایسا سودا یا ایک ایسی بیع ہے جو قیمت خرید (کاسٹ) بتائے بغیر کیا جاتا ہے یعنی بائع کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کاسٹ کیا ہے لیکن خریدار کو اس کا علم نہیں ہوتا اور فروخت کنندہ خریدار کو اُسکی اصل لاگت مرابحہ کی طرح بتانے کا پابند بھی نہیں ہوتا ہمارے روز مرہ کے عمومی سودے تقریباً اسی بیع کے تحت ہوتے ہیں۔ دالیں، چاول، سبزی، آٹا اور گوشت وغیرہ ہم اسی طرح خرید لاتے ہیں کہ دوکاندار کی اصل لاگت ہمیں معلوم نہیں ہوتی۔ مثلاً ہمیں سبزی فروش سے ایک کلو ٹماٹر درکار ہیں تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ ٹماٹر کیا بھاؤ ہیں وہ بتاتا ہے ۲۵ روپے کلو ہیں یعنی ۲۵ روپے کلو اُس نے قیمت فروخت بتائی ہے اُسے کتنے میں پڑے ہیں یہ نہیں بتایا ہو سکتا ہے اُسے دس روپے کلو میں پڑے ہوں تب اُسے ایک کلو پر ۱۵ روپے منافع ہے یا ہو سکتا ہے اُسے منڈی سے ۲۰ روپے کلو پڑے ہوں تب اُسے ۵ روپے /کلو منافع ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرابحہ اور مساومہ میں فرق

جیسا کہ آپ مرابحہ کی بحث میں پڑھ چکے ہیں کہ مرابحہ میں مبیع (Subject matter) کی اصل قیمت اور اُس پر لیا جانے والا منافع فریقین کے درمیان واضح ہوتا ہے یعنی فروخت کنندہ (Seller) خرید کنندہ (Purchaser) کو اصل لاگت اور اُس میں شامل منافع کو الگ الگ بتانے کا پابند ہوتا ہے جبکہ مساومہ میں فروخت کنندہ (Seller) اپنی اصل لاگت اور اُس میں شامل منافع بتانے کا پابند نہیں ہوتا اور نہ ہی خریدار اُسے بتانے پر مجبور کر سکتا ہے بس اُس نے قیمت فروخت بتا دی ہے، اب اگر خریدار چاہے تو خریدلے ورنہ نہ خریدے، شرعی اعتبار سے کاروبار کی یہ شکل بھی درست اور جائز ہے۔

بیع سلم یا سلف

تعریف:

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وَالسَّلَمُ شَرْعًا: بَيْعُ مَوْصُوفٍ فِي الذِّمَّةِ﴾[1]

سلم کا شرعی معنی ایسی چیز بیچنے کی ذمہ داری اٹھانا ہے جس کی صفات بیان کر دی گئی ہوں۔

"سلم" ایک ایسی بیع ہے جس میں مبیع (بیچی جانے والی چیز) کی تمام صفات، وزن، پیمائش، جنس، نوعیت اور مدت وغیرہ معلوم اور متعین ہو لیکن مبیع (Subject matter) فی الوقت موجود نہ ہو بلکہ اُسکا مستقبل میں وعدہ ہو البتہ اُسکی مکمل قیمت پیشگی ادا کر دی گئی ہو یعنی رقم تو ایڈوانس ہو اور مبیع (Subject matter) اُدھار ہو یہ ایک استثنائی

1۔ فتح الباری: ج۷ ص۷٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت ہے جو عمومی بیع کی شرائط سے مختلف ہے ورنہ عمومی بیوع میں میں مندرجہ ذیل تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ بیع باطل ہوگی۔(سوائے سلم اوراستصناع کے)

۱) مبیع(Subject matter) موجود ہو اُسکی عدم موجودگی میں بیع حرام ہے۔ (سوائے سلم اوراستصناع کے)

۲) مبیع (Subject matter)بائع (Seller)کی ملکیت میں ہو ورنہ فروخت نہیں کر سکتا۔(سوائے سلم اوراستصناع کے)

۳) صرف ملکیت بھی کافی نہیں مبیع کا قبضہ میں ہو نا بھی شرط ہے ورنہ بیع حرام ہے لیکن سلم اوراستصناع ان تینوں شرائط سے مستثنیٰ ہے۔

بیع سلم کی شرعی حیثیت

بخاری اور مسلم میں رحمت عالم ﷺ کا فرمان موجود ہے:

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ - صلی اللہ علیہ وسلم - الْمَدِينَةَ. وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلاَثَ. فَقَالَ « مَنْ أَسْلَفَ فِي شَىْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ. إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ »﴾[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ لوگ پھلوں کے ایک دو یا تین سال کیلئے پیشگی سَودے کر لیا کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی کسی چیز میں پیشگی سَودا کرے تو اسے چاہئے کہ مقررہ ماپ میں مقررہ وزن میں اور مقررہ مدّت تک کے لئے سَودا کرے۔

1۔ بخاری: کتاب البیوع باب السَّلَمِ فِی وَزْنٍ مَعْلُومٍ ،مسلم :کتاب المساقات: باب بیع سلم ابوداود: باب فِی السَّلَفِ: والترمزی: والنسائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

﴿إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ - صلی اللہ علیہ وسلم - وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ﴾[1]

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں گندم، جو، کھجور اور منقی (کشمش) میں بیع سلم کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے:

﴿أَشْهَدُ أَنَّ السَّلَفَ الْمَضْمُونَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَدْ أَحَلَّهُ اللهُ فِي كِتَابِهِ وَأَذِنَ فِيهِ ثُمَّ قَرَأَ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾[2]

میں گواہی دیتا ہوں کہ مقررہ مدت تک ضمانت دی گئی سلم کو اللہ جل جلالہ نے اپنی کتاب میں جائز قرار دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے پھر انہوں نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾[3]

اے ایمان والو! جب تم آپس میں مقررہ وقت تک اُدھار کا معاملہ کرو تو اُس کو لکھ لیا کرو۔

www.KitaboSunnat.com

1۔ صحیح بخاری باب السلم فی وزن معلوم

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ ص۲۷۷ مستدرک حاکم ج۷ ص۲۵۸

3۔ سورۃ البقرۃ: ۲۸۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیع سلم کے جواز کی حکمت

اس بیع کا بنیادی مقصد چھوٹے کاشتکاروں کی ضرورت کو پورا کرنا تھا جنہیں اپنی فصل اگانے کے لئے اور فصل کی کٹائی تک اپنے بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی تھی، ربا کی حرمت کے بعد سُودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لئے انہیں اِجازت دی گئی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار پیشگی قیمت پر فروخت کر دیں۔

اسی طرح عرب تاجر دوسرے علاقوں کی طرف کچھ اشیاء برآمد کرتے تھے اور وہاں سے اپنے علاقے میں کچھ چیزیں درآمد کرتے تھے، اس مقصد کے لئے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی تھی، ربا کی حرمت کے بعد یہ لوگ سُودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لئے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پیشگی قیمت پر یہ اشیاء فروخت کر دیں، نقد قیمت وصول کر کے یہ لوگ اپنا مذکورہ بالا کاروبار بآسانی جاری رکھ سکتے تھے۔

سلم سے بائع کو بھی فائدہ پہنچتا تھا، کہ قیمت پیشگی مل جاتی تھی اور خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا تھا، کہ سلم میں قیمت ایڈوانس ہونے کے سبب نسبتاً کم ہوتی تھی۔

کیا بیع سلم سُود سے مشابہت رکھتی ہے؟

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ سُود سے ملتی جلتی شکل ہے لیکن حقیقتاً معاملہ ایسا نہیں ہے سلم اور سُود میں ایک واضح اِمتیاز اور فرق موجود ہے۔

۱۔ سُود ایک ہی جنس میں طے شدہ اضافہ کا نام ہے خواہ یہ بلا مدت ہو (ربا الفضل) یا مدت کے عوض ہو (رباء النسیئۃ) جبکہ بیع سلم میں جنس ہی تبدیل ہو جاتی ہے ایک طرف نقد رقم ہے جو پیشگی دے دی جاتی ہے دوسری طرف کوئی اور جنس ہے جس کا بھاؤ وقت آنے پر طے شدہ بھاؤ سے کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے۔ فرض کیجئے (الف) اور (ب) میں بیع سلف کا معاہدہ ہوتا ہے اس وقت گندم کا بھاؤ ایک ہزار روپے من ہے۔(الف) رقم دینے والا ہے اور (ب) رقم لینے والا تین ماہ بعد گندم کی نئی فصل تیار ہوگی لہٰذا تین ماہ مدّت طے پاتی ہے اب دونوں اندازہ لگاتے ہیں کہ فصل پکنے پر گندم کا بھاؤ ۹۰۰ روپے من ہو جائے گا اس حساب سے (الف) پانچ من گندم کی قیمت بحساب ۹۰۰روپے، تین ماہ کی میعاد پر کل رقم ۴۵۰۰ روپے (ب) کو دے دیتا ہے اب گندم پکنے پر بھاؤ ۹۰۰ کے بجائے ۸۰۰ روپے تک آجاتا ہے اور ۵ من گندم (ب) کو ۴۰۰۰ روپے میں مل سکتی ہے مگر وہ پابند ہے کہ ۴۵۰۰ روپے میں پانچ من ہی گندم (ب) سے وصول کرے گویا ایسی بیع میں بھی نقصان کا اِحتمال ہے اور جس بیع میں نقصان کا اِحتمال موجود ہو وہ سُود نہیں ہوتا۔

۲۔ آج کل بڑے پیمانے پر سلف کا کاروبار نہیں ہوتا زمین دار اپنی ضرورت کی رقم اپنے آڑھتی سے پیشگی لے لیتے ہیں اور اس کے عوض وہ صرف اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جنس اسی آڑھتی کے پاس لے جائیں جس سے اُنہوں نے اُدھار لیا ہے ان کی جنس موجودہ نرخ پر بکتی ہے۔ آڑھتی کا مفاد صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ خود جنس خریدتا ہے تو فبہا ورنہ کمیشن تو مل ہی جاتا ہے اور دکان کی شہرت بھی ہوتی ہے اور زمیندار یا قرض لینے والے کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوتا۔

۳۔ بیع سلَم آج کل صرف چھوٹے پیمانے اور گھریلو سطح پر ہوتی ہے فریقین کی ضروت کا مسئلہ ہے ضرورت والے کو پیشگی رقم مل جاتی ہے اور دینے والے کو بالعموم فائدہ ہو جاتا ہے۔ چھوٹی ضرورت والے یا غیر زمیندار آڑھتی کے پاس تو جا نہیں سکتے وہ اپنی ضرورت اس طرح پوری کر لیتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیع سلم کی شرائط

۱) سلم کے جائز ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خریدار پوری کی پوری قیمت عقد کے وقت ادا کر دے، یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر عقد کے وقت خریدار قیمت کی مکمل ادائیگی نہ کرے تو یہ دَین کے بدلے میں دَین کی بیع کے مترادف ہو گا (بیع الکالی بالکالی) یعنی دونوں طرف سے اُدھار ہو گا جس سے جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً منع فرمایا ہے۔

۲) سلم کے جواز کی بنیادی حکمت بائع کی فوری ضرورت کو پورا کرنا ہے، اگر قیمت اسے مکمل طور پر ادا نہیں کی جاتی تو عقد کا بنیادی مقصد فوت ہو جائے گا۔

۳) سلَم صرف انہی اشیاء میں ہو سکتی ہے جن کی کوالٹی اور مقدار کا پیشگی پورے طور پر تعین ہو سکتا ہو، ایسی اشیاء جن کی کوالٹی یا مقدار کا تعین نہ کیا جاسکتا ہو انہیں "سلم" کے ذریعے نہیں بیچا جا سکتا۔ مثال کے طور پر قیمتی پتھروں کی سلم کی بنیاد پر بیع نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ ان کا ہر ٹکڑا اور فرد عموماً دوسرے سے معیار، سائز یا وزن میں مختلف ہوسکتا ہے اور ان کی بیان کے ذریعے تعیین عموماً ممکن نہیں ہوتی۔

﴿مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ،وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ﴾[1]

جو کھجوروں میں بیع سلف کرے وہ معلوم پیمانے اور معلوم وزن میں کرے۔

۴) یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی سلم کرنا مقصود ہے اس کی نوعیت اور معیار واضح طور پر متعین کر لیا جائے، جس میں کوئی ایسا ابہام باقی نہ رہے جو بعد میں تنازع کا باعث بن سکتا ہو ،اس سلسلے میں تمام ممکنہ تفصیلات واضح طور پر ذکر کر

1۔ صحیح بخاری: کتاب السلم: باب السلم فی کیل معلوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لینی چاہئیں۔

۵) یہ بھی ضروری ہے کہ بیچی جانے والی چیز (Subject matter) کی مقدار بغیر کسی ابہام کے متعین کر لی جائے، اگر چیز کی مقدار تاجروں کے عرف میں وزن کے ذریعے متعین کی جاتی ہے (یعنی وہ چیز تول کر بکتی ہے) تو اس کا وزن متعین ہونا ضروری ہے اور اگر اس کی مقدار کا تعین پیمائش کے ذریعے ہوتا ہے تو اس کی متعین پیمائش معلوم ہونی چاہئے۔

٦) مدت حوالگی پوری طرح واضح ہو اگر اس میں کسی قسم کا اِبہام پایا جائے تو بیع سلم درست نہ ہوگی۔

﴿عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا﴾[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (نافع کہتے ہیں) بیع (Sale) کی یہ صورت زمانہ جاہلیت میں رائج تھی، آدمی اس وعدہ پر اُونٹ خرید تا کہ جب اُونٹنی کے بچے کا بچہ ہوگا تب قیمت دوں گا۔ (اُونٹنی کی اَولاد کی اَولاد ہونے پر)

﴿عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَتِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَشْتَرِي إِلَى الْحَصَادِ وَإِلَى الدِّيَاسِ؟ قَالَ: اِشْتَرِ كَيْلًا مَعْلُومًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ﴾[2]

1۔ صحیح بخاری باب بیع الغرر وحبل الحبلة

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج۵ص ۳۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بکیر بن عتیق فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے فصل کاٹنے یا گاہنے تک بیع کی ہے اُنھوں نے کہا کہ معلوم مقدار اور متعین مدّت تک سَودا کرو۔

ان دونوں صورتوں میں چونکہ مدّت میں اِبہام ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہیں۔

۷) مخصوص باغ یا زمین کے مخصوص قطعہ کی پیداوار میں بیع سلم نہیں ہوسکتی کیونکہ اس میں غرر پایا جاتا ہے، ممکن ہے وہ باغ پھل نہ دے یا قطعہ زمین میں فصل ہی نہ ہو۔ سعید بن سَعْنَہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

﴿ " هَلْ لَكَ أَنْ تَبِيْعَنِي تَمْرًا مَعْلُومًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ مِنْ حَائِطِ بَنِيْ فُلَانٍ. قَالَ: لَا أَبِيْعُكَ مِنْ حَائِطٍ مُسَمًّى، بَلْ أَبِيْعُكَ أَوْسُقًا مُسَمَّاةً إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى " ﴾[1]

کیا آپ مجھے بنی فلاں کے باغ سے متعین مدّت کے لئے متعین کھجوریں فروخت کریں گے آپ نے فرمایا متعین باغ سے نہیں بلکہ متعین وسق، متعین مدّت کے لئے فروخت کرتا ہوں۔

❖ شیخ الاِسلام حافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

﴿ وَنَقَلَ اِبْنُ الْمُنْذِرِ اِتِّفَاقَ الْأَكْثَرِ عَلَى مَنْعِ السَّلَمِ فِيْ بُسْتَانٍ مُعَيَّنٍ لِأَنَّهُ غَرَرٌ ﴾[2]

ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ متعین باغ میں سلم کی ممانعت پر اکثر (جمہور) کا اتفاق ہے۔

1۔ فتح الباری: باب السلم في النخل ج ۷ ص ۸۴

2۔ فتح الباری: باب السلم في النخل ج ۷ ص ۸۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸) مبیع (Subject matter) چونکہ فروخت کنندہ (Seller) کے ذمہ دَین (اُدھار) ہوتا ہے اس لئے مدّت میں تاخیر ہوجانے کی صورت میں فروخت کنندہ (Seller) پر کسی قسم کا جرمانہ یا تاوان (Penalty) نہیں رکھی جا سکتی ورنہ سُود کے زُمرے میں داخل ہو گا چنانچہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ملتا ہے کہ

﴿عَنْ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلاَ يَشْتَرِطْ إِلاَّ قَضَاءَهُ﴾[1]

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو قرض دے وہ ادائیگی کے علاوہ کوئی شرط عائد نہ کرے۔

۹) جن چیزوں کی اُدھار بیع شرعاً حرام ہے اُن میں بیع سلم نہیں ہو سکتی جیسے سونا اور چاندی جسے نقد و نقد بیچنے اور خریدنے کا حکم ہے ایک ہاتھ دو اور ایک ہاتھ لو۔

وہ سُود جسے معاشرہ سُود نہیں سمجھتا

تاخیر پر جرمانے (Penalty) کا سُود ہونا بیع سلم کے ساتھ خاص نہیں ہے ہر بیع اور ہر سَودا جس میں تاخیر ہوجانے کی صورت میں رقم بڑھائی جائے وہ بڑھوتری سُود ہی کے زُمرے میں داخل ہے۔

مثلاً:

- اِسکول، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیمی فیس میں تاخیر ہوجانے کی صورت میں جرمانے کے طور پر رقم بڑھا دینا۔

1۔ مؤطا امام مالک باب مالا یجوز من السلف ج ۴ ص ۳۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- عصری علوم سے متعلق گورنمنٹ کے تعلیمی بورڈز یا دینی علوم سے متعلق وفاق المدارس بورڈز کا داخلہ فیسوں اور امتحانی فیسوں میں لیٹ فیس کے نام سے اضافہ
- کمیٹی (بی سی) کی قسط وعدے کی تاریخ پر ادا نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ
- اقساط میں خریدی گئی اشیاء کی قسط کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ
- (بجلی، گیس اور فون وغیرہ) جیسے یوٹیلٹی بلوں پر ڈیوڈیٹ کے بعد بڑھوتری
- عام بینکوں کی اقساطِ ادائیگی میں تاخیر ہو جانے پر جرمانہ
- اسلامی بینکوں کا جرمانہ بشکل صدقہ
- کسی مستری، کاریگر یا مزدور کی مزدوری میں بطور جرمانہ اُجرت میں کمی کرنا جبکہ وہ کسی وجہ سے کام میں تاخیر کا مرتکب ہوا ہو،
- کسی مستری، کاریگر یا مزدور کا کام مقررہ وقت سے پہلے ہو جانے کی صورت میں اُجرت میں اضافے کا مطالبہ،

مندرجہ بالا سُود کی تمام شکلیں ہمارے معاشرے میں اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ اَب اُنھیں نہ تو دینے والا سود سمجھتا ہے اور نہ لینے والا، جب کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سُود کی ہر شکل سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرے۔

بیع سلم میں رہن یا گارنٹی کا حق

بیع سلم میں چونکہ خریدار مکمل قیمت پیشگی ادا کر دیتا ہے جبکہ مبیع (Subject matter) اُدھار ہوتا ہے۔ فروخت کنندہ کو مکمل قیمت پیشگی وصول ہو جاتی ہے جبکہ مبیع (Subject matter) اُس کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہے اس لئے خریدار اپنی سیفٹی کے لئے کسی ضامن یا رہن کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ﴾[1]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے متعین مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس لوہے کی زرہ (بطورِ ضمانت) گروی رکھوائی۔

بیع سلم میں مدّتِ اُدھار کا تعیّن

اگرچہ اس ضمن میں فقہاء کے مابین اختلاف موجود ہے کہ سلم میں مبیع کی ادائیگی کے لئے کم از کم مدت کیا ہونی چاہئے تاہم سچ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام سے اس ضمن میں کوئی بھی حدیث موجود نہیں ہے اس لئے اس مسئلہ میں اباحت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مدت کے تعین کا انحصار فریقین کی باہمی رضامندی پر ہے باہمی معاہدے میں فریقین جس مدت پر راضی ہوں وہ درست اور جائز ہے وہ مدت کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی البتہ مدت کے تعین کے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مبیع کا تعلق اگر کسی خاص جنس یا خاص پھل سے ہے تو مدت اتنی ہونی چاہئے کہ وہ جنس یا پھل اُس مدت میں پایا جائے مثلاً فریقین مارچ اپریل میں بیع سلم کرتے ہیں اور فروخت کنندہ جون جولائی میں آم دینے کا وعدہ کرتا ہے تو یہ درست ہے لیکن یہ مدت بڑھا دی جائے اور فروخت کنندہ دسمبر میں آم دینے کا وعدہ کرے تو یہ سلم درست نہیں کیونکہ ہمارے ہاں سردی کے موسم میں آم موجود نہیں ہوتے اس لئے خریدار نقصان اُٹھائے گا اور دھوکا کھائے گا تضیعِ وقت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

1۔ صحیح بخاری باب الرھن فی السلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیع سلم تجارتی بنیادوں پر

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیع سلم کی اجازت صرف کاشتکاروں اور مینوفیکچرز کے لئے ہے یہ خیال محتاج دلیل ہے، اس لئے کہ کسی بھی حدیث میں رسول اکرم ﷺ سے یہ صراحت ثابت نہیں ہے کہ سلم صرف کاشتکاروں اور صنعتکاروں کے لئے مخصوص ہے اور تاجر حضرات اس سے استفادہ نہیں کر سکتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تجار کے لئے جواز کا اشارہ دیا ہے چنانچہ انہوں نے بخاری شریف میں "بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ" کا باب باندھ کر یہ استنباط کیا ہے کہ تجار بھی سلم کر سکتے ہیں کیونکہ کاشتکاروں اور صنعتکاروں کے پاس تو مبیع کی اصل موجود ہوتی ہے مثلاً زمین ہے، فصل ہے، فیکٹری ہے، اور فیکٹری میں موجود خام مال ہے یہ اصل ہیں جبکہ بے اصل تو صرف تاجر یعنی سپلائر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ باب کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ درج ذیل ہے:

﴿ قَالَ عَبْدُ اللهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّيْتِ، فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ. قُلْتُ إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ ﴾[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم شام کے کاشتکاروں کے ساتھ گندم، جو اور تیل میں متعین پیمانے اور متعین مدت کے لئے سلم کا معاملہ کرتے تھے: محمد بن ابی مجالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا ان سے جن کے پاس ان چیزوں کی اصل ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا ہم ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے تھے۔

1۔ صحیح بخاری: باب السلم الی من لیس عندہ اصل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سلم کرتے وقت فروخت کنندہ سے یہ پوچھتے ہی نہیں تھے کہ تمہارے پاس گیہوں اور جو وغیرہ کی فصل ہے بھی یا نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حلال و حرام میں انتہائی درجہ تک اِحتیاط برتنے والے تھے، اس معاملہ میں اس قدر تساہل کا مظاہرہ کیوں کیا؟ کہ اگر سپلائر کے لئے رخصت نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً اس بات کی تحقیق کئے بغیر ہرگز سودا نہ کرتے پہلے دریافت کرتے کہ تمہارے پاس اس کی اصل موجود ہے یا نہیں۔

۲) مسند احمد میں بھی اسی مضمون کی روایت موجود ہے چنانچہ صحابہ کرم رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

﴿ كُنَّا نُسْلِفُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ أَوِ التَّمْرِ شَكَّ فِي التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ - وَمَا هُوَ بِبَلَدِهِمْ أَوْ مَا نَرَاهُ عِنْدَهُمْ ﴾[1]

ہم رسول اللہ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں گندم، جو اور منقیٰ یا کہا کھجوروں میں (یعنی راوی کو یہ شک ہے کہ کھجور کا لفظ بولا یا منقے کا) بیع سلم کرتے تھے حالانکہ وہ چیز ان کے پاس نہیں ہوتی تھی یا کہا ہم وہ ان کے پاس نہیں دیکھتے تھے۔

۳) ایک روایت سنن نسائی میں موجود ہے جسے مذکورہ بالا رعائت کے خلاف قرار دیا جاتا ہے چنانچہ:

﴿ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَبِيعُهُ مِنْهُ ثُمَّ

1۔ مسند احمد: حدیث عبد الله بن أبي أوفى ج ۴۱ ص ۴۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ. قَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ.﴾[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک آدمی آتا ہے وہ مجھے ایسی چیز بیچنے کو کہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی کیا میں اس سے سودا کرلوں پھر وہ بازار سے خرید کر اس کو دے دوں؟۔

اس پر آپ نے فرمایا: ﴿لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ﴾[2]

جو چیز تیرے پاس نہیں وہ فروخت نہ کر۔

لیکن اس روایت سے بیع سلم کے لئے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سلم کا معاملہ دیگر بیوع سے یکسر مختلف ہے جسکی وضاحت بیع سلم کی شرائط کے تحت گزر چکی ہے۔

سلَم متوازی Parallel Salam

تعریف:

ایک شخص یا ادارہ دو افراد یا اداروں سے بیع سلم کرتا ہے ایک عقد سلم میں وہ خریدار ہوتا ہے جبکہ دوسرے عقد سلم میں بائع(Seller) ہوتا ہے، اس طرح خریدار ہونے کی حیثیت سے سامان خرید کر وہی سامان بائع(Seller) ہونے کی حیثیت سے دوسری جگہ بیچ دیتا ہے اِسے متوازی سلَم (Parallel Salam) کہتے ہیں۔

سلم متوازی (Parallel Salam)، بیع سلم کا ایک نیا طریقہ ہے جسے اِسلامی بینکوں نے متعارف کرایا ہے۔

1۔ سنن النسائی: باب بیع ما لیس عند البائع

2۔ سنن النسائی باب بیع ما لیس عند البائع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلم متوازی کی شرعی حیثیت

شرعاً یہ بیع جائز اور درست ہے مگر شرائط و ضوابط کے ساتھ کیونکہ اس کے خلاف کوئی نص صریح موجود نہیں ہے:

۱) بیع سلم کی تمام شرائط اس پر لاگو ہوں گی لیکن کچھ شرائط اضافی بھی ہیں۔

۲) جن فریقین کے مابین پہلے بیع سلم ہوئی ہے وہی فریق باہمی طور پر سلم متوازی نہیں کرسکتے کیونکہ یہ بیع عینہ (Buy back) کے زُمرے میں آئے گی اور صفقۃ فی صفقۃ والا معاملہ بھی بن جائے گا جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

۳) سلم متوازی تیسرے فریق کے ساتھ ہو مثلاً شکیل مارچ کے مہینے میں راحیل سے آموں کی بیع سلم کرتا ہے کہ راحیل اُسے جون کے مہینے میں اعلیٰ نسل کے سندھڑی آم ۱۰ من مہیا کرے گا جس کی تمام قیمت ۲۰۰۰ روپے فی من کے حساب سے مبلغ بیس ہزار روپے شکیل نے پیشگی ادا کر دیے، اس بیع میں راحیل فروخت کنندہ ہے اور شکیل خرید کنندہ۔

اب شکیل ایک دوسری بیع کرتا ہے فریق ثالث (عدیل) کے ساتھ اس بیع میں شکیل فروخت کنندہ ہو گا اور عدیل خریدار بنے گا، شکیل نے راحیل سے جن آموں کا سودا کیا وہ سودا عدیل کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے ۲۱۰۰ روپے فی من کے حساب سے اور عدیل سے مکمل رقم ایڈوانس لے لیتا ہے اور عدیل سے بھی جون میں ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے یہ سلم متوازی کہلائے گی لیکن اس کے جواز کے لئے درج ذیل باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(الف) ہر عقد سلم دوسرے سے الگ اور مستقل ہو۔

(ب) کسی ایک عقد کی ذمہ داریاں دوسرے عقد پر نہ ڈالی جائیں۔

(ج) فریق ثالث (عدیل) سے کیا جانے والا عقد، فریق اوّل (راحیل) سے منسلک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مشروط نہ ہو۔یعنی شکیل جو پہلے عقد میں خریدار اور دوسرے عقد میں فروخت کنندہ ہے وہ عدیل سے یہ نہ کہے کہ اگر راحیل نے مجھے جون میں آم دئے تو میں تمہیں دوں گا اور اگر اُس نے لیٹ کئے تو میں بھی لیٹ کروں گا یا اُس نے سرے سے نہ دیے تو میں بھی نہیں دے سکوں گا اس شکل میں یہ سلم ناجائز ہوگی۔ راحیل وقت پر دے یا نہ دے۔عدیل کو اُس سے کوئی سروکار نہیں یہ شکیل کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ عقد کے مطابق جون میں ۱۰ من آم عدیل کو مہیا کرے تب سلم جائز ہے کیونکہ جب تک فروخت کنندہ کسی ممکنہ نقصان کی ذمہ داریاں قبول نہیں کرتا تب تک اُس مبیع(Subject matter) کا منافع اُس پر حرام ہے شکیل کو جون میں ۱۰ من آم مہیا کرنے کا رِسک راحیل کا ہے اور عدیل کو ۱۰ من آم جون میں مہیا کرنے کا رِسک شکیل کا ہے دونوں اپنا اپنا رسک الگ اُٹھائیں تب یہ سلم جائز ہے۔

کیا سلم متوازی حدیث کے خلاف ہے؟

بعض علماء کرام نے ابوداؤد، ابن ماجہ اور چند دیگر کتب احادیث میں پائی جانے والی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے سلم متوازی (Parallel Salam) کو ناجائز قرار دیا ہے حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

﴿مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا یُصْرِفْهُ اِلٰی غَیْرِهٖ قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَه﴾[1]

جو شخص بیع سلم کرے تو مال پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی دوسرے کی طرف یہ سودا منتقل نہ کرے۔

1۔ ابوداؤد کتاب الاجارہ باب السلف لا یحول (۳۴۶۸) ابن ماجہ کتاب التجارات باب من اسلم فی شی فلا یصرفہ الی غیرہ (۲۲۸۳) بیہقی ۳۰۱۶ المسند الجامع ۳۴۸/۶، ۳۴۹ ارواء الغلیل (۱۳۷۵) اس کی سند عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے ۔ التخلیص الحبیر ۲۵/۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت چونکہ ضعیف ہے اس لئے قابل احتجاج نہیں ہے جس کی صراحت درج ذیل حاشیہ میں کردی گئی ہے اور صحیح یہی ہے کہ سلم متوازی بیع کی جائز شکل ہے بشرطِ کہ مندرجہ بالا قواعد و ضوابط کا خیال رکھا جائے۔

اِستصناع (Manufacturing Contract)

تعریف:

اِستصناع وہ عقد ہے جس کے ذریعے آدمی اپنی مطلوبہ چیز کسی سے تیار کرواتا ہے جیسے کاریگر سے آرڈر پر فرنیچر بنوانا عقد اِستصناع ہے گویا اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں خریدار کسی تیار کنندہ (Manufacture) کو یہ آرڈر دیتا ہے کہ میرے لئے ان اَوصاف کی حامل فلاں چیز تیار کر دو، اگر تیار کنندہ خریدار کے لئے مطلوبہ چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو اِستصناع کا عقد مکمل ہو جاتا ہے۔

یہ لفظ صنعت سے نکلا ہے یعنی آرڈر پر کوئی چیز بنوانا یا تیار کروانا یہ تیاری کسی کارخانہ، ورکشاپ یا فیکٹری کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے اور دستی بھی۔

اِستصناع اور سلم میں فرق

حقیقتاً دیکھا جائے تو یہ سلم ہی کی ایک قسم ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس میں کسی چیز کے تیار کرنے کا آرڈر دیا جاتا ہے۔ حنابلہ، شوافع اور مالکیہ اسی طرف گئے ہیں کہ یہ سلم ہی ہے۔ احناف میں سے اِمام زفر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی خیال کے حامی ہیں البتہ دیگر احناف اسے مستقل عقد اور سلم سے الگ گردانتے ہیں۔[1]

جن لوگوں نے اسے سلم ہی سمجھا تو اُنہوں نے اس میں سلم کی تمام شرائط کا پایا جانا بھی ضروری سمجھا ان کے نزدیک سلم کی طرح تمام قیمت پیشگی ادا کرنی

1۔ ملاحظہ فرمائیں: موسوعۃ القضایا الفقہیۃ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی ص ۸۴۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے اور جن لوگوں نے اسے مستقل عقد سمجھا تو ان کے نزدیک اس کی شرائط بھی سلم سے نرم ہیں اور درج ذیل باتوں میں سلم اور استصناع میں فرق کیا گیا ہے۔

چنانچہ جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب استصناع اور سلم کے فرق کو درج ذیل الفاظ سے واضح کرتے ہیں:

۱۔ استصناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو، جبکہ سلم ہر چیز کی ہو سکتی ہے خواہ اسے تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

۲۔ سلم میں یہ ضروری ہے کہ تمام قیمت پیشگی ادا کی جائے جبکہ استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے۔

۳۔ سلم کی بیع جب ہو جائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ نہیں کیا جاسکتا جبکہ عقد استصناع کو سامان کی تیاری شروع ہونے سے پہلے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ سپردگی کا وقت سلم میں بیع کا ضروری حصہ ہے جبکہ استصناع میں سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔[1]

بیع اور اجارہ میں فرق

بعض باتوں میں بیع (خرید و فروخت) اور اجارہ میں فرق پایا جاتا ہے، جو درج ذیل ہے:

۱) اجارہ میں چیز کے بجائے منفعت پر عقد کیا جاتا ہے، لہٰذا اس منفعت کا متعین اور مخصوص ہونا اور منفعت کا موجود ہونا ضروری ہے۔

۲) اجارہ عموماً محدود مدت کے لئے ہوتا ہے، لہٰذا اس میں وقت کی تعیین ضروری ہے۔

۳) اجارہ میں مستاجر (Lessee) اس چیز کا مالک نہیں ہوتا بلکہ مالک مؤجر (Lessor) ہی رہتا ہے لہٰذا ملکیت سے متعلق تمام ذمہ داریاں مالک یعنی مؤجر

1۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں :ص206

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(Lessor) پر عائد ہوتی ہیں، البتہ اس کے منافع کے اِستعمال کی ذمہ داریاں مستاجِر (Lessee) برداشت کرے گا، مثلاً اگر مکان کرایہ پر دیا جائے تو پراپرٹی ٹیکس مؤجر (Lessor) کے ذمہ ہو گا، البتہ گیس، فون ، بجلی اور پانی کا بل مستاجِر (Lessee) کے ذمہ ہو گا۔

۴) اِجارہ پر دی جانے والی چیز کا اصل مالک چونکہ (Lessor) ہی رہتا ہے ، مستاجر صرف اس کے مخصوص فائدے کا مالک ہوتا ہے لہٰذا ایسی کسی چیز کو کرایہ پر نہیں دیا جا سکتا جس کا منافع اِستعمال کرنے کے لئے اسے ختم صرف یا تبدیل کرنا پڑے، مثلاً نقد رقم کھانے پینے کی چیزیں ، پانی ، تیل ، وغیرہ کرایہ پر نہیں دیا جا سکتا۔

۵) اِجارہ کو مستقبل کی تاریخ کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے، مثلاً یہ کہنا کہ میں نے تمہیں آنے والے مہینے کی دس تاریخ سے اپنا مکان کرایہ پر دیا، اس طرح کہنے سے کرایہ کا عقد لازم ہو جائے گا، اور مذکورہ تاریخ سے پہلے اسے ختم کرنا صحیح نہیں ہے ، البتہ اُجرت یا کرایہ کا حساب اسی آنے والی تاریخ سے شروع ہو گا۔

۶) یہ جائز ہے کہ مختلف مدّتوں کے لئے کرایہ کی شرح مختلف مقرر کی جائے، مثلاً اگر زید نے عمر کو کوئی مکان پانچ سال کے لئے کرایہ پر دیا اور کہا کہ پہلے سال کا کرایہ دو ہزار روپے ماہانہ ہو گا اور آئندہ ہر سال دس فیصد (۱۰٪) کرایہ بڑھتا رہے گا، تو یہ صورت جائز ہے کیونکہ وضاحت ہو جانے کے بعد غرر معدوم ہو جاتا ہے۔

۷) کرائے پر دی جانے والی چیز کا مالک مؤجر ہی رہتا ہے اور وہ چیز مستاجِر (Lessee) کے قبضے میں مالِ امانت کی طرح ہے لہٰذا اگر وہ غیر دانستہ طور پر یا بغیر کوتاہی کے ضائع ہو جائے، یا اس میں نقصان ہو جائے تو وہ مؤجر کا سمجھا جائے گا، لیکن اگر وہ مستاجِر کے غلط اِستعمال کی وجہ سے تلف یا ضائع ہوا تو نقصان کی تلافی مستاجِر (Lessee) کے ذِمّہ ہو گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِجارہ کی اقسام

اِجارہ کی بنیادی طور پر دو بڑی قسمیں ہیں:

(الف) اِجارۃُ الاَعیان : (Leasing)

کسی چیز ، جگہ، مشینری ، مکان اور گاڑی وغیرہ کا حق اِستعمال کرائے کے بدلے حاصل کرنا۔اِسے انگریزی میں Leasing کہا جاتا ہے۔

(ب) اِجارۃُ الاَشخاص : (Employment)

کسی ایک شخص یا اشخاص کی خدمات اور محنت کو کرائے (تنخواہ) پر حاصل کرنا اِسے انگریزی میں Employment کہا جاتا ہے۔

مالیاتی اِداروں نے اجارۃ الاعیان کی مزید دو اقسام بیان کی ہیں:

۱) اِجارہ تشغیلیہ (Operating)

یہ وہی اِجارہ ہے جو عام طور پر مروّج ہے جس میں مالک کی ملکیت برقرار رہتی ہے اور متعین مدت کے لئے اُس کا کرایہ وصول ہوتا رہتا ہے جیسے مکان پلاٹ یا گاڑی وغیرہ کا کرایہ۔

۲) اِجارہ تمویلیہ(Financial Lease):

یہ اِجارہ دراصل ایک قانونی حیلے کے طور پر وجود میں آیا ہے جس میں بینک یا مالیاتی ادارے کے پیش نظر تمویل (Finance)ہوتی ہے اور اِجارہ کو بطور ڈھال اِستعمال کیا جاتا ہے یہ اِجارہ ایک مخصوص مدت مثلاً تین سال یا پانچ سال کے لئے ہوتا ہے جس میں مؤجر اِجارہ پر دی گئی چیز کی قیمت بمعہ مطلوبہ نفع کرایہ کی شکل میں وصول کر لیتا ہے جیسے ہی اِجارہ کی مدت ختم ہوتی ہے وہ چیز خود بخود کلائنٹ کی ملکیت میں آ جاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِجارہ تمویلیہ میں موجود خرابیاں

یہ معاملہ درج ذیل تین وجوہ کی بنیاد پر ناجائز ہے:

۱) اس میں ایک ہی عقد کے اندر اِجارہ اور بیع کے دو عقد ہوتے ہیں جبکہ شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

۲) اِجارہ پر دیئے گئے سامان کے تمام حقوق وذمہ داریاں (Risk & eward) مستاجر کے ذمہ ہوتی ہیں جبکہ شرعاً صرف اِستعمال سے متعلق ذمہ داریاں مستاجر پر ڈالی جا سکتی ہیں جیسے گاڑی کی سروس کرانا یا چھوٹی موٹی مرمت کرنا وغیرہ۔

۳) اِجارہ پر دی گئی چیز کلائنٹ کے حوالے کرنے سے پہلے ہی اس کا کرایہ چارج ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ان تینوں خرابیوں میں سے پہلی خرابی کا تعلق غرر سے ہے اس لئے کہ یہ صورت صفقتان فی صفقة میں داخل ہے، جو کہ غرر کی ایک قسم ہے۔

اِسلامی بینکوں کا اِجارہ منتھیہ بالتملیک

اِسلامی بینکوں اور اِسلامی مالیاتی اداروں کے لئے جو متبادِل اِجارہ تشکیل دیا گیا ہے وہ یہی اِجارہ ہے جس میں مندرجہ بالا خرابیوں اور خامیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اِسلامی بینک یہ خامیاں دور کرنے میں کہاں تک کامیاب ہو سکے ہیں:

۱) پہلے صرف اِجارہ کا معاملہ ہوتا ہے اِجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد ایک الگ عقد کے ذریعے بینک اپنے کلائنٹ کو سامان فروخت کرتا ہے یا اُسے ہبہ (Gift) کے طور پر دے دیتا ہے۔

۲) چیز کے اِستعمال سے ذمہ داریاں تو مستاجِر (Lessee) برداشت کرتا ہے جبکہ اس کی ملکیت (Ownership) سے متعلق ذمہ داریاں بینک برداشت کرتا ہے مثلاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر کرائے پر دی گئی چیز ہلاک ہو جائے یا اس کا حادثہ ہو جائے تو وہ بینک کا نقصان سمجھا جاتا ہے۔

۳) اِسلامی بینک جب تک کرائے کا معاملہ کر کے مطلوبہ چیز کلائنٹ کے حوالے نہیں کرتا، اُس وقت تک کرایہ وصول نہیں کرتا۔

یعنی جب کوئی کلائنٹ اِسلامی بینک کے پاس کوئی سامان مثلاً کار وغیرہ اِجارہ پر حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو پہلے دن سے اِجارے کا عقد قائم نہیں ہو جاتا بلکہ پہلے بینک کار کی بکنگ کراتا ہے پھر چند ماہ بعد (عام طور پر چار سے چھ ماہ بعد) جب گاڑی تیار ہو کر آتی ہے تو بینک اسے کلائنٹ کے حوالے کرتا ہے اور اسی وقت اِجارہ کا معاملہ قائم ہوتا ہے

اِجارہ پر دی گئی چیز (Leased Asset) کے کرائے کی اقساط کی وصولی کی ابتداء اس وقت سے ہوتی ہے جب وہ چیز عملاً کلائنٹ کے قبضہ میں آجاتی ہے لیکن چونکہ اِجارہ پر دی گئی چیز کی حوالگی (Delivery) میں کچھ دیر لگ جاتی ہے تو بعض کلائنٹس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان سے شروع سے ماہانہ اُجرت کے حساب سے کچھ رقم لینا شروع کر دی جائے تاکہ انہیں مطلوبہ رقم کی ادائیگی میں سہولت رہے۔

ایسی صورت میں اِسلامی بینک بکنگ کراتے ہی کلائنٹس سے علی الحساب رقم لے سکتا ہے لیکن اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ یہ رقم اِجارہ پر دی گئی چیز کا کرایہ (Rent) نہیں اس لیے یہ بینک کی آمدنی (Income) کا حصّہ نہیں بن سکتی لہٰذا اگر بینک مطلوبہ چیز کلائنٹ کے حوالے کرنے سے عاجز آجائے تو وہ رقم کلائنٹ کو واپس کرنا ضروری ہوتا ہے اور جب بینک چند ماہ بعد گاڑی کلائنٹ کے حوالے کر دیتا ہے تو جس وقت گاڑی کلائنٹ کو ملتی ہے، اس وقت کلائنٹ کی طرف سے دی گئی گزشتہ رقم کو بھی کرایہ میں شامل کر لیا جاتا ہے یاد رہے کہ یہ کلائنٹ کی خواہش ہوتی ہے بینک کا مطالبہ نہیں ہوتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحتِ اِجارہ کی مزید شرائط

اِجارہ کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے:

۱۔ اُجرت کا متعین ہونا:

اِجارہ کے جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اُجرت واضح اور غیر مبہم طور پر متعین ہو البتہ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ عام طور پر بینکوں میں ہونے والے اجارے کی مدت طویل ہوتی ہے مثلاً تین سال یا پانچ سال وغیرہ تک ہوتی ہے ایسی صورت میں عام طور پر اس پورے عرصے کی اُجرت متعین نہیں کی جاتی بلکہ ایک خاص مدت مثلاً چھ ماہ یا ایک سال کی اُجرت متعین ہو جاتی ہے اور آئندہ مدت کے لئے ایک فارمولہ بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً:

KIBOR +3% with cap of 18% and floor of 12.5%

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پہلی مقررہ مدت ختم ہوگی تو نئی مدت شروع ہونے پر دیکھا جائے گا کہ کائبور "Kibor" (Karachi inter bank offered rate)[1] کی شرح کیا ہے، اس میں مزید تین فیصد اضافہ کر کے کرایہ متعین کیا جائے گا البتہ کرایہ 18٪ سے زیادہ اور 12.5٪ سے کم نہیں ہوگا۔

نوٹ: اُجرت کے علاوہ اِجارہ کی مدت اور اِجارہ پر دی گئی چیز کی منفعت کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔

۲۔ اِجارہ پر دی گئی چیز کا مملوکہ ہونا:

غرر سے بچنے کے لئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ موجر (Lessor) ایسی چیز اِجارے پر دے جس کا وہ خود مالک ہو، اگر وہ خود اس کا مالک نہیں تو اس کے لئے وہ

1۔ کائبور سے مراد "کراچی انٹر بینک آفر ڈ ریٹ" ہے، یہ رقم تولنے کا ایک پیمانہ ہے مختلف بینک باہمی طور پر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم یہ چیز اتنے میں خریدیں گے اور اتنے میں بیچیں گے، ان بینکوں کی اوسط بیع کائبور کہلاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چیز کرائے پر دینا جائز نہیں لہٰذا اِسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجارہ کے معاملات میں اس شرط کو ملحوظ رکھیں البتہ اِجارہ پر دی جانے والی چیز کی خریداری کے لئے کلائنٹ کو ایجنٹ بنایا جا سکتا ہے اور اگر مشینری وغیرہ باہر ملک سے درآمد کی جارہی ہو تو اس صورت میں ایل۔سی (L C) کے ساتھ ہی کلائنٹ سے ایجنسی ایگریمنٹ (Agency Agreement) کرنا ضروری ہے تاکہ اس سامان کا خریدار بینک ہو نہ کہ کلائنٹ۔

۳۔ اِجارہ پر دی گئی چیز کا معلوم ہونا:

غرر سے بچنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اِجارہ پر دی گئی چیز معلوم ہو، مجہول (غیر معلوم) چیز کو اِجارہ پر دینا جائز نہیں، مثلاً یہ کہنا درست نہیں کہ ہم نے ایک گاڑی آپ کو فی ماہ اتنے کرائے کے حساب سے اِجارے پر دی بلکہ یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وہ گاڑی کار ہے یا کوئی اور چیز، کار ہے تو کونسے ماڈل اور کونسی کمپنی کی ہے (مہران، سوزوکی، ٹویٹا یا ہنڈا) وغیرہ۔

اِسلامی بینکوں کے اِجارے کا اِصلاحی جائزہ

۱۔ مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کیا جائے کہ اِسلامی بینک بکنگ کراتے ہی کلائنٹس سے علی الحساب رقم لے سکتا ہے یہ بات درست نہیں کیونکہ بینک بقول اِسلامی بینک کے پہلے خود خرید کر مالک بنے گا مالک بننے کے بعد اُسے کلائنٹ کے حوالے کرے گا، کلائنٹ کی حوالگی کے بعد ہمارا کرایہ شروع ہو گا لہٰذا کار کی بکنگ کا بینک ذمہ دار ہے کلائنٹ نہیں چونکہ اس وقت اور عقد اِجارہ کرتے وقت اُس کا مالک بینک ہی ہوتا ہے کمپنی سے بکنگ بینک کے نام کی ہو گی تب کلائنٹ بینک سے اِجارہ کا عقد کرے گا۔ جیسا کہ بینک اِسلامی نے اپنے بروشر میں وضاحت کی ہے۔ جسے بعنوان

"بینک اِسلامی میں اِجارہ کس طرح تشکیل ہوتا ہے" میں ملاحظہ فرمائیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِجارہ کیا ہے؟

اِجارہ لیزنگ کا اِسلامی نعم البدل ہے۔ شریعت کی رو سے ایسے تمام اثاثے جو اِستعمال سے ختم نہیں ہوتے اِجارہ پر دیئے جا سکتے ہیں، مثلاً مکان، کار یا کوئی مشینری وغیرہ۔ دوسرے لفظوں میں شریعت چند شرائط کے ساتھ جامد اثاثوں (Fixed assets) کے اجارے کی اجازت دیتی ہے۔

بینک اِسلامی اجارہ کو کار، مشینری اور جائیداد کے علاوہ دیگر جامد اثاثوں کی فراہمی کے لئے استعمال کرتا ہے، اجارے کے تحت بینک اِسلامی کسی اثاثے کو بازار سے خرید کر اپنی ملکیت میں لاتا ہے اور اپنے صارف کو یہ اثاثہ ایک طے شدہ شرح کے تحت کرائے پر دے دیتا ہے۔ اثاثوں کے ان کرایہ جات کا حساب کتاب اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ بینک اپنی لاگت اور منافع دونوں وصول کر لیتا ہے معاہدۂ اِجارہ کے ختم ہونے پر صارف یہ اثاثہ ایک واجبی قیمت پر خرید سکتا ہے اور اگر صارف اس اثاثے کو لینے میں دلچسپی نہ رکھتا ہو تو وہ یہ اثاثہ بینک کو واپس کر سکتا ہے۔

اِجارہ عام لیزنگ سے بہت سی چیزوں میں مختلف ہے ان میں سے ایک نمایاں چیز یہ ہے کہ اجارے کی مدت کے دوران اثاثہ کی ملکیت بینک کے پاس رہتی ہے اور نتیجتاً کسی قسم کے واقع ہونے والے خسارے کو بھی بینک ہی برداشت کرتا ہے۔ چنانچہ کسی ایسے حادثے کی شکل میں جو صارف (کرائے دار) کے اِختیار اور کنٹرول سے باہر ہو، چاہے یہ زلزلے کی صورت میں ہو یا کسی قدرتی آفت کی شکل میں یا چوری کے سبب ہو، اثاثے کو پہنچنے والے نقصانات بینک ہی برداشت کرے گا۔ تاہم شرعی اُصولوں کے مطابق بینک کسی ایسے نقصان کا ذمہ دار نہیں جو صارف کی غفلت اور بے احتیاطی کے باعث پیش آیا ہو، ایسے کسی نقصان کی تمام تر ذمہ داری صارف (کسٹمر) پر عائد ہو گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِجارہ۔قدم بہ قدم

۱۔ صارف (کسٹمر) کسی اثاثے کے اِجارہ کے لئے بینک سے رابطہ کرتا ہے۔ بینک اِسلامی صارف (کسٹمر) کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کرتا ہے جس کے تحت صارف اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ بینک جب صارف کی درخواست پر کسی اثاثے کو خریدے گا تو صارف وہ اثاثہ بینک سے اجارے پر لینے کا پابند ہو گا اس معاہدے کے بعد بینک بازار سے مطلوبہ اثاثے کی خریدار کرتا ہے۔

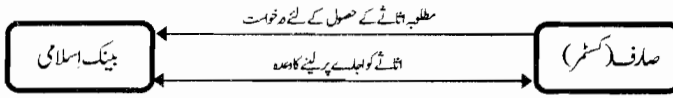

۲۔ بینک اِسلامی مطلوبہ اثاثے کو بازار سے خریدتا ہے فروخت کنندہ کو قیمت ادا کرتا ہے اور اس اثاثے کا قبضہ لے لیتا ہے۔

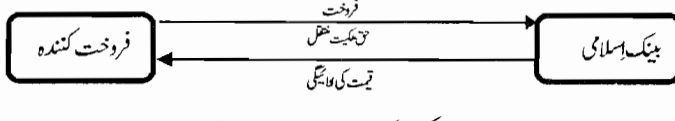

۳۔ بینک اِسلامی یہ اثاثہ صارف (کسٹمر) کو اجارہ (اِسلامی لیز) کے تحت دے دیتا ہے۔

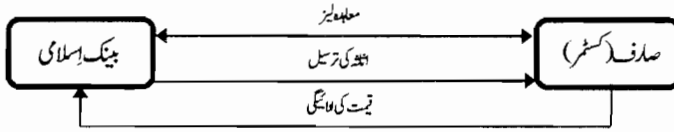

۴۔ معاہدۂ اِجارہ کے تحت طے شدہ مدت کے لئے تمام کرایہ جات وصول ہو جانے کے بعد بینک اِسلامی صارف (کسٹمر) کو اثاثہ فروخت کرنے کی پیشکش کرتا ہے۔ اگر صارف (کسٹمر) یہ پیشکش قبول کر لیتا ہے تو بینک اِسلامی باہمی رضامندی سے طے شدہ قیمت پر ایک علیحدہ بیع نامے کے تحت اثاثہ صارف (کسٹمر) کو فروخت کر دیتا ہے۔

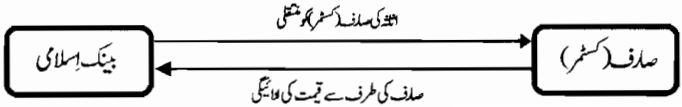

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آٹو اِجارہ

بینک اِسلامی پاکستان کا آٹو اِجارہ محض ایک معاہدہ کرایہ داری ہے جس کے تحت آپ کو گاڑی معاہدے کے وقت مقرر کی گئی میعاد کے لئے کرائے پر دی جائے گی۔ گاڑی بینک اِسلامی خریدتا ہے اور پھر اسے کم از کم ۳ سالہ مدت کے لئے کسٹمر کو کرائے پر دے دیتا ہے اور جب اِجارہ کی یہ میعاد ختم ہو جاتی ہے تو صارف (کسٹمر) اگر گاڑی خود لینے کا خواہشمند ہو تو وہ ایک علیحدہ بیع نامے (سیل ایگریمنٹ) کے ذریعے اس کار کو بینک سے خرید سکتا ہے۔

آٹو اِجارہ کی خصوصیات اور خرابیاں

- درخواست کی قبل از منظوری کوئی پیشگی فیس نہیں۔

کوئی بھی نئی یا اِستعمال شدہ مقامی طور پر تیار کی گئی یا درآمد شدہ گاڑی لینے کی سہولت،

تکافل (اِسلامی انشورنس) کی ادائیگی بینک اِسلامی کی ذمہ داری ہے۔

کرایہ داری کا آغاز گاڑی ملنے کے بعد، سیکیورٹی ڈپازٹ 15٪ تک۔

اس میں خرابی یہ ہے کہ اِجارہ کرتے وقت ابتدائی چھ ماہ یا سال بھر کا کرایہ تو معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے بعد والے کرایہ کو کائبور + 3 فیصد + جو کم از کم 18٪ اور زیادہ سے زیادہ 12.5٪ ہو گا سے مربوط کر دیا جاتا ہے یہ غلط ہے (KiBor) سے منسلک کرنے پر تو کوئی اِعتراض نہیں بشرطیکہ سودے کے وقت KiBor کی آئندہ شرح بھی معلوم ہو جبکہ آنے والے سالوں اور مہینوں کو کائبور سے مربوط کرنا اس لئے ناجائز ہے کیونکہ آنے والے دنوں میں کائبور کی شرح معلوم نہیں بلکہ مجہول ہے وہ بڑھ بھی سکتی ہے اور گر بھی سکتی ہے رہی یہ بات کہ اُس عقد میں کم سے کم شرح 18٪ اور زیادہ سے زیادہ 12.5٪ کا جو عدد دیا گیا ہے یہ بھی بظاہر ایک حیلہ ہے ورنہ 18٪ اور 12.5٪ کا جو درمیانی فرق ہے وہ دونوں کے مابین مجہول ہے اس لئے جائز شکل صرف یہ ہوگی کہ عقد کے وقت یہ طے کر لیا جائے کہ یہ عقد اتنے سال کے لئے ہے اور ہر سال کرائے کی مد میں اتنے فیصد اضافہ ہوا کرے گا تاکہ فریقین کے مابین جہالت ختم ہو جائے جو باعثِ غرر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملکیت کے تحت لازمی اخراجات

عام بینک یا لیزنگ کمپنی کے اثاثے سے متعلق تمام تر اخراجات، مثلاً رجسٹریشن، اخراجاتِ ترسیل وغیرہ، صارف (کسٹمر) خود برداشت کرتا ہے۔ انشورنس کے اخراجات بھی صارف خود اٹھاتا ہے۔

جبکہ اثاثے کے مالک ہونے کی وجہ سے شریعت کے مقرر کردہ اُصول کے تحت اثاثے کی خرید و فروخت کے تمام تر اخراجات، ملکیت سے متعلق دیگر اخراجات بینک اِسلامی خود برداشت کرتا ہے، تکافل (اِسلامی انشورنس) کے اخراجات بھی بینک کی ذمہ داری ہوتے ہیں۔ تاہم یہ تمام تر اخراجات اثاثے کی لاگت کا حصّہ ہوتے ہیں۔

ملکیت سے متعلق اخرجات کا مذکورہ فرق لایعنی ہے کیونکہ اگر مندرجہ بالا عبارت میں "تاہم" کے بعد والے جملے پر غور فرمائیں تو یہ اخرجات بھی صارف سے اِسلامی بینک وصول کر لیتا ہے۔

تاخیر کی صورت میں جرمانہ

عام لیزنگ کمپنی کرائے کی عدم ادائیگی یا تاخیر کی صورت میں جرمانہ عائد کرتی ہے جسے وہ صارف (کسٹمر) سے وصول کر کے اپنی آمدنی میں شامل کر لیتی ہے۔ اس طرح کمپنی عدم ادائیگی پر بالکل متاثر نہیں ہوتی۔

اِسلامی بینک کرائے کی عدم ادائیگی اور تاخیر کی عادت کی حوصلہ شکنی کے لئے صارف (کسٹمر) سے ایک عہد نامہ دستخط کرواتا ہے جس میں صارف اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ایسی صورتحال میں کچھ رقم صدقے کی مد میں بینک کے پاس جمع کرائے گا یہ رقم بینک ایک الگ اکاؤنٹ میں جمع کرتا ہے اور شریعت بورڈ کے احکامات کے مطابق رفاہِ عام اور سماجی خدمات کے اداروں کو دے دیتا ہے۔ اس طرح بینک اپنے آپ کو پہنچنے والے نقصان کا تدارک تو نہیں کر سکتا تاہم آئندہ ادائیگیوں میں مزید تاخیر سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے۔ (خط کشیدہ عبارت میں جبری صدقہ ناجائز ہے)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی بینکوں کا جبری صدقہ

جس طرح محترم سجاد اشرف عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ " صدقہ کو بینک معاف نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے "لیکن جس طرح بینک معاف نہیں کر سکتا اسی طرح بینک صدقے کو کلائنٹ پر واجب بھی تو نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے، اس کے وجوب کا اختیار بھی صرف اللہ جل جلالہ ہی کو حاصل ہے۔

کیونکہ اسی سے ان کو دونوں جہانوں کی کامیابی و کامرانی حاصل ہو سکتی ہے اور جو صدقہ سراسر احسان ہو اور ظلم کی نقیض ہو، اُسے بھی ظلماً لیا جانے لگے تو پھر اُس میں سے احسان اور خیر کا پہلو خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور جو صدقہ مدیون پر باعثِ دباؤ ہو تو اُس صدقے کو یقیناً جبری صدقے ہی کا نام دیا جاتا قرینِ انصاف ہے۔

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ " صدقے کو بینک معاف تو نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے "لیکن صدقہ کی ادائیگی کے لیے دباؤ ڈال سکتا ہے کیونکہ یہ رقم کی وصولی کا معاملہ ہے!!! (یاللعجب)

جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[1]

اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کر دو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تمہیں علم ہو۔

- علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" یعنی جب سود کی ممانعت آگئی اور اس کا لینا دینا موقوف ہو گیا تو اب تم مدیون مفلس سے تقاضا کرنے لگو یہ ہرگز نہ چاہیے بلکہ مفلس کو مہلت دو اور توفیق ہو تو بخش دو "۔[2]

1۔ سورۃالبقرۃ :آیت نمبر280

2۔ حاشیہ عثمانی : سورۃالبقرۃ : آیت نمبر280

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- جناب تقی عثمانی صاحب بھی مذکورہ آیتِ مبارکہ کے انگریزی ترجمہ میں فرماتے ہیں:

If there is one in misery, then (the creditor should allow) (his) ease, and that you forgo it as alms is much deferment till better for you, if you really know

قرآنِ مجید کی نصیحت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وصولی کے لیے بذریعہ صدقہ دباؤ ڈالنے سے بہتر ہے کہ تنگدست کے لیے بینک اپنا اصل دَین بھی صدقہ کر دے۔

[It is better for you, if you really know]

جبری صدقے کی شرعی حیثیت

قرآنِ حکیم کی بعض آیات میں اللہ نے ربا کو بیع، صدقہ اور زکوٰۃ کے مدّ مقابل بیان کیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱) ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾[1]

اللہ نے بیع کو حلال اور رباء کو حرام قرار دیا ہے۔

(یہاں ربا بمقابل بیع ہے)

۲) ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾[2]

اللہ سُود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

(یہاں ربا بمقابل صدقہ ہے)

3) ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾[3]

اور وہ جو تم لوگوں کے مال میں اضافے کے لئے سُود دیتے ہو اللہ کے ہاں اضافہ نہیں

1۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۵

2۔ سورۃ البقرۃ: ۲۷۶

3۔ سورۃ الروم: ۳۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتا اور جو تم اللہ کی رضا پانے کے لئے زکوٰۃ دیتے ہو (زکوٰۃ دینے والے) اپنے مالوں کو اللہ کے ہاں کئی گنا بڑھانے والے ہیں۔

(یہاں ربا بمقابل زکوٰۃ بیان ہوا ہے)

مذکورہ قرآنی آیات میں دیکھا جائے تو بنیادی طور پر تین چیزیں بیان ہوئی ہیں کیونکہ زکوۃ اور صدقہ ایک ہی قبیل سے ہیں اور وہ تین چیزیں یہ ہیں:

۱۔ رباء یعنی سُود، ۲۔ بیع یعنی تجارت، ۳۔ صدقہ وزکوٰۃ یعنی فی سبیل اللہ

- ❖ رباء میں ایک فریق دوسرے کا مال بلا عوض لیتا ہے۔
- ❖ صدقے میں ایک فریق دوسرے کو مال بلا عوض دیتا ہے۔
- ❖ بیع (تجارت) میں ہر فریق دوسرے کا مال عوض کے ساتھ لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے۔

لہٰذا رباء کی ضد بیع بھی ہے اور صدقہ بھی، البتہ صدقہ بالکل کاملاً اور کلیتاً ضد ہے کیونکہ اُس میں کبھی بھی رباء کا رائی کے برابر بھی شائبہ نہیں ہو سکتا جبکہ بیع میں جھوٹ، فریب اور خیانت وغیرہ سے رباء کا رنگ پیدا کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ان تینوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ

- رباء کا تعلق ظلم سے ہے،
- بیع کا تعلق عدل سے ہے،
- صدقہ کا تعلق احسان سے ہے۔

گویا اگر ایک سیدھا خط کھینچا جائے تو اُس کے ایک سرے کا نام ظلم دوسرے کا نام احسان اور درمیانی نقطے کا نام عدل ہو گا۔ جیسا کہ درج ذیل نقشے میں واضح کیا گیا۔

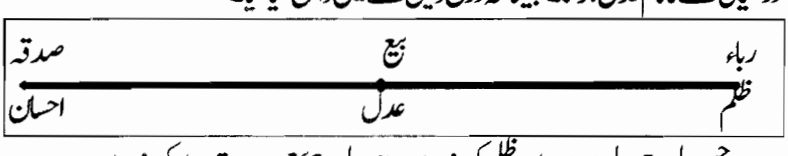

- جس طرح عدل اور احسان ظلم کی ضد ہیں، اسی طرح بیع اور صدقہ رباء کی ضد ہیں،
- ظلم اللہ کے نزدیک انتہائی بری چیز ہے جبکہ صدقہ انتہائی اچھی چیز ہے اور تقرب الٰہی کا ذریعہ اور بیع جب دیانت اور صداقت کے ساتھ ہو تو وہ بھی ایک نیکی اور اچھائی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ جل جلالہ یہ چاہتا ہے کہ بندے عدل واحسان کی روش اختیار کریں اور ظلم وزیادتی سے کلیتاً بچیں اور ہمیشہ دور رہیں کیونکہ اسی سے ان کو دونوں جہانوں کی کامیابی وکامرانی حاصل ہو سکتی ہے، جبکہ اِسلامی بینکوں نے اس جبری صدقے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ " اس طرح بینک اپنے آپ کو پہنچنے والے نقصان کا تدارک تو نہیں کر سکتا تاہم آئندہ ادائیگیوں میں مزید تاخیر سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے "[1]

- غور طلب بات یہ ہے کہ کلائنٹ صدقے کے خوف سے اپنی قسط اِسلامی بینک کے بقول وقت پر ادا کرے گا گویا اقساط کی وقت پر ادائیگی صدقے کے خوف پر موقوف ہے، بتایئے جس صدقے سے ڈرا اور بچا جائے اُس صدقے کی اَدائیگی پر اللہ جل جلالہ سے کسی اجر وثواب کی کیا اُمید رکھی جا سکتی ہے؟
- تاخیر کی صورت میں جرمانے کو صدقے کے نام سے وصول کیا جاتا ہے اگرچہ بینک یہ جواز پیدا کرتا ہے کہ صدقہ الگ اکاؤنٹ میں جمع ہوتا ہے جس کا بینک مالک نہیں ہوتا اور وہ صرف رفاہِ عامہ اور سماجی خدمات کے طور پر اِستعمال ہوتا ہے یا اسے رفاہِ عامہ کے اداروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے تاہم یہ صدقہ نہیں، جرمانہ ہی ہے چونکہ صدقہ ایک نفلی عبادت ہے جسے جبراً وصول نہیں کیا جا سکتا ،جیسا کہ آپ مندرجہ بالا بحث سے جان چکے ہیں کہ صدقے کا تعلق احسان سے ہے اور اِحسان بلا عوض ہوتا ہے جبکہ زیرِ بحث صدقے کا عوض مدتِ تاخیر ہے، لہٰذا اس کی وصولی اِسلامی بینکوں کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

البتہ اس کی جگہ دو صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ اگر کلائنٹ کسی آفت سے دوچار ہو جائے تو اُسے کچھ ماہ کی مہلت دے دی جائے

۲۔ اگر کلائنٹ بغیر کسی عذر کے تاخیر کر رہا ہے تو اُسکے خلاف عدالتی کاروائی ہونی چاہیے، بہر حال اِس جبری صدقے کی جگہ مزید متبادل کے تلاش کی ضرورت ہے۔

1۔ بینک اِسلامی میں اِجارہ.....ص ۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈیپازیٹر اور بینک اِسلامی کا باہمی تعلق

دراصل بینک ایک مثلث میں کام کر رہا ہوتا ہے اُس کا ایک سرا ڈیپازیٹر سے جڑا ہوتا ہے اور دوسرا سرا ان اشخاص، اداروں اور کمپنیوں سے منسلک ہوتا ہے جن کو بینک سرمایہ فراہم کرتا ہے یا تمویل کرتا ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ میں ڈیپازیٹر کا تعلق

عام طور پر کرنٹ اکاؤنٹ میں ڈیپازیٹر کی طرف سے بینکوں میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے اُسے امانت سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس اکاؤنٹ میں سُودی بینک بھی اپنے اکاؤنٹ ہولڈر کو کوئی سُود نہیں دیتے لیکن اِسلامی بینکوں میں جو رقوم کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جاتی ہیں وہ غیر سُودی قرض ہوتا ہے یعنی بینک مقروض ہوتا ہے اور قرض کی رقم سے بینک اپنا کوئی بھی جائز کاروبار کر سکتا ہے البتہ قرض دہندہ (ڈیپازیٹر) جب بھی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے بینک ادائیگی کا پابند ہوتا ہے اگرچہ بینک کو اس کاروبار میں نقصان ہی کیوں نہ ہوا ہو ڈیپازیٹر اس کا ذمہ دار نہیں اور اسی طرح بینک کو اس قرض پر کتنا ہی منافع کیوں نہ ہوا ہو ڈیپازیٹر نفع کا حصّہ طلب کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں رکھتا البتہ قرض کی صورت میں ڈیپازیٹر کو یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ اُس کا اصل سرمایہ محفوظ ہوتا ہے اگرچہ بینک میں ڈکیتی پڑے اور سارا مال لُٹ جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل دیکھا جائے تو وہ موجودہ بینکاری نظام سے کافی مشابہت رکھتا ہے خصوصاً اسلامی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ سے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی امانت و دیانت کے اعتبار سے مشہور تھے، اس لئے بڑے بڑے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں جمع کرایا کرتے تھے اور اپنی مختلف ضروریات کی بنا پر وہ اپنی پوری رقم یا تھوڑی رقمیں واپس بھی لیتے رہتے تھے،

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بخاری میں تصریح موجود ہے کہ یہ لوگوں کی رقموں کو بطور امانت رکھنا منظور نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کہہ دیا کرتے تھے:

﴿فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ لَا وَلَكِنَّهُ سَلَفٌ﴾[1]

یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے۔

اس کا مقصد کیا تھا؟ شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی زبانی سنئے:

﴿وَكَانَ غَرَضُهُ بِذَلِكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْشَى عَلَى الْمَالِ أَنْ يُضَيَّعَ فَيُظَنَّ بِهِ التَّقْصِيرُ فِي حِفْظِهِ فَرَأَى أَنْ يَجْعَلَهُ مَضْمُونًا فَيَكُونُ أَوْثَقَ لِصَاحِبِ الْمَالِ وَأَبْقَى لِمُرُوءَتِهِ. زَادَ ابْنُ بَطَّالٍ: وَلِيَطِيبَ لَهُ رِبْحُ ذَلِكَ الْمَالِ﴾[2]

اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں مال ضائع نہ ہو جائے اور یہ سمجھا جائے کہ انہوں نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی ہوگی، اس لئے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے (قرض بنا کر) ہر صورت واجب الادا قرار دے لیں تاکہ مال والے کو بھروسہ زیادہ رہے اور ان کی ساکھ بھی

1۔ بخاری کتاب الجهاد باب برکة الغازی فی ماله حیا ومیتا....

2۔ فتح الباری باب برکة الغازي في ماله ج۹ ص392

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قائم رہے۔ ابنِ بطال رحمۃ اللہ علیہ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ وہ ایسا اس لئے بھی کرتے تھے تاکہ اس مال سے تجارت کرنا اور فائدہ کمانا ان کے لئے جائز ہو جائے۔

اس طریقے سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس کتنی بڑی رقمیں ہو جاتی تھیں؟ اس کا اندازہ طبقاتِ ابن سعد رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے کیجئے:

﴿قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: فَحَسِبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُّهُ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ﴾[1]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے ذمے واجب الادا قرضوں کا حساب لگایا تو بائیس لاکھ نکلے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے متمول صحابی پر یہ بائیس لاکھ روپے کا قرض ظاہر ہے کسی صرفی اور وقتی ضرورت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ لمانتوں کا سرمایہ تھا اور یہ تمام سرمایہ کاروبار ہی میں مشغول تھا، کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ہماری تمام املاک کو فروخت کر کے یہ رقم ادا کی جائے، اس کی تصریح بھی طبقاتِ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ہی میں موجود ہے:

﴿يَابُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِيْ﴾[2]

اے میرے بیٹے! ہمارا مال فروخت کر کے میرا قرضہ ادا کرنا۔

اِسلامی بینکوں کے خلاف آواز اُٹھانے والے بعض معترضین نے اس بات پر بھی اِعتراض کیا ہے کہ اِسلامی بینک کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی گئی رقم سے استفادہ کرتے ہیں یعنی اُن کی نظر میں یہ معیوب اور ناجائز فعل ہے،

1۔ طبقات الکبری لابن سعد: ذکر وصیة الزبیر وقضاء دینه وجمیع ترکته ج۳ ص۱۰۹

2۔ طبقات الکبری لابن سعد: ذکر وصیة الزبیر وقضاء دینه وجمیع ترکته ج۳ ص۱۰۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جبکہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اِسلامی بینکوں کے حق میں جاتا ہے ، صرف یہی نہیں بلکہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں کا واقعہ بھی ملتا ہے جس سے ہمارے موقف کی مزید وضاحت بھی ہوتی ہے اور تائید بھی اور اگر کرنٹ اکاؤنٹ (الحساب الجاری) میں موجود رقم کو لمانت بھی سمجھا جائے تب بھی امین (بینک) اُس سے اِستفادے کا مجاز ہے البتہ اس استفادے کے دوران امین کسی نقصان سے دو چار ہوا تو یہ کمی لمانت کی رقم سے پوری نہیں کی جائے گی اُسے لمانت مکمل طور پر واپس کرنی ہوگی۔

دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

دور فاروقی میں ایک عجیب واقعہ ہوا جس سے اس مسئلہ کے کچھ پہلو سامنے آئے اصل عبارت یہ ہے:

﴿عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللهِ وَعُبَيْدُ اللهِ ابْنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي جَيْشٍ إِلَى الْعِرَاقِ فَلَمَّا قَفَلاَ مَرَّا عَلَى أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ وَهُوَ أَمِيرُ الْبَصْرَةِ فَرَحَّبَ بِهِمَا وَسَهَّلَ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَقْدِرُ لَكُمَا عَلَى أَمْرٍ أَنْفَعُكُمَا بِهِ لَفَعَلْتُ. ثُمَّ قَالَ بَلَى هَا هُنَا مَالٌ مِنْ مَالِ اللهِ أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَ بِهِ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَأُسْلِفُكُمَاهُ فَتَبْتَاعَانِ بِهِ مَتَاعًا مِنْ مَتَاعِ الْعِرَاقِ ثُمَّ تَبِيعَانِهِ بِالْمَدِينَةِ فَتُؤَدِّيَانِ رَأْسَ الْمَالِ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَيَكُونُ الرِّبْحُ لَكُمَا فَقَالاَ وَدِدْنَا ذَلِكَ. فَفَعَلَ وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُمَا الْمَالَ فَلَمَّا قَدِمَا بَاعَا فَأَرْبَحَا فَلَمَّا دَفَعَا ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ قَالَ أَكُلَّ الْجَيْشِ أَسْلَفَهُ مِثْلَ مَا أَسْلَفَكُمَا قَالاَ لاَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ابْنَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَأَسْلَفَكُمَا أَدِّيَا الْمَالَ وَرِبْحَهُ. فَأَمَّا عَبْدُ اللهِ فَسَكَتَ وَأَمَّا عُبَيْدُ اللهِ فَقَالَ مَا يَنْبَغِي لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَذَا لَوْ نَقَصَ هَذَا الْمَالُ أَوْ هَلَكَ لَضَمِنَّاهُ. فَقَالَ عُمَرُ أَدِّيَاهُ. فَسَكَتَ عَبْدُ اللهِ وَرَاجَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَاءِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عُمَرَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ جَعَلْتَهُ قِرَاضًا. فَقَالَ عُمَرُ قَدْ جَعَلْتُهُ قِرَاضًا. فَأَخَذَ عُمَرُ رَأْسَ الْمَالِ وَنِصْفَ رِبْحِهِ وَأَخَذَ عَبْدُ اللهِ وَعُبَيْدُ اللهِ ابْنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ نِصْفَ رِبْحِ الْمَالِ﴾[1]

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ بغرض جہاد عراق گئے جب واپس آنے لگے تو حاکم بصرہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملے ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ میں بیت المال کی کچھ رقم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہتا ہوں وہ میں تمہیں بطور قرض دے دیتا ہوں اس رقم کا مال خرید لو اور مدینہ جا کر بیچ دینا۔ نفع خود رکھ لینا اور اصل رقم امیر المؤمنین کو دے دینا، دونوں اس بات پر خوش ہوگئے اور ابو موسیٰ نے ایک تحریر بنام امیر المؤمنین لکھ دی کہ اتنی رقم (اصل رقم) عبداللہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہما سے وصول کر لیں۔

چنانچہ انہوں نے عراق سے مال خریدا اور مدینہ بیچ کر نفع حاصل کیا اور اصل زر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو ان سے پوچھا کہ کیا ابو موسیٰ نے سب لوگوں کو اتنا اتنا روپیہ دیا تھا انہوں نے کہا نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے پھر تمہیں امیر المؤمنین کا بیٹا سمجھ کر یہ روپیہ دیا ہو گا اب بہتر یہ ہے کہ تم اصل اور نفع دونوں دے دو، عبداللہ رضی اللہ عنہ تو چپ رہے مگر عبیداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ امیر المؤمنین! اگر مال تلف ہو جاتا یا کاروبار میں نقصان ہو جاتا تو بھی ہم پوری ادائیگی کے ذمہ دار تھے لہٰذا یہ ہمارا حق بنتا ہے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

1۔ موطا کتاب القراض باب ماجاء فی القراض ،اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر تقاضا کیا کہ نہیں اصلی اور نفع دونوں دے دو، عبداللہ پھر چپ رہے اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مصاحبوں میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! آپ اسے مضاربت کر دیں تو بہتر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو منظور کر لیا اصل زر اور نصف منافع بیت المال کے لئے لے لیا اور نصف منافع ان کو دے دیا۔

اس واقعہ سے تین باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ اس دور میں سرمایہ اور محنت کی نفع میں برابر شراکت ہوتی تھی۔

۲۔ مضاربت کی شکل میں سرمایہ محنت کرنے والے کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اگر کسی وجہ سے مال تلف ہو جائے یا سرمائے کا نقصان ہوجائے تو اس کا تاوان عامل (محنت کش) پر نہیں پڑتا عامل کا نقصان اُسکی محنت کا نقصان ہے۔

۳۔ قرض کی صورت میں مقروض ہر طرح کے نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

تاہم یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں سرمایہ اور محنت کا حصّہ برابر ہو یعنی بعض کاروبار ایسے ہوتے ہیں جن میں سرمائے کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور محنت کم ایسی صورت میں محنت کا حصّہ تہائی یا چوتھائی مقرر کیا جا سکتا ہے اسی طرح جس کام کاج میں سرمایہ کی کم اور محنت کی زیادہ ضرورت ہو، تو محنت کا حصّہ بڑھ جائے گا چنانچہ خلفاءِ راشدین کے دور میں عموماً زمینوں کی بٹائی تہائی یا چوتھائی پر ہوتی رہی ہے، یعنی زمین والے کا حصّہ ۱/۳ یا ۱/۴ باقی محنت کش کا ہوتا تھا۔[1]

۴۔ راقم کے نزدیک اس سے ایک چوتھی بات بھی اخذ ہو رہی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ

1۔ بخاری ماجاء فی الحرث والمزارعۃ باب المزارعۃ بالشطر ونحوہ ص۳۵۹ مطبوعہ دارالسلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی رقم سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان کو نفع پہنچانے کے لئے وہ رقم انہیں بطور قرض دے دی تاکہ اگر تلف ہو تو بیت المال کا نقصان نہ ہو اور فائدے کی صورت میں دونوں بھائیوں کو نفع ہو اور بیت المال کی رقم بھی مکمل ادا ہو جائے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جو کیا یہ حضرت عمر کے بیٹوں کو نفع پہنچانے کا ایک حیلہ تھا اسی طرح کام پہلے ہو گیا اور بعد میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، نے حضرت عمر اور صاحبزادوں کے درمیان پائے جانے والے تنازع کو مضاربت کا حکم لگا کر ختم کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی راضی ہو گئی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی تنازعہ ختم کرنے کا ایک حیلہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ حیلہ مطلقاً حرام نہیں ہے، لیکن بعض علماءِ کرام محض حنفیت کی مخالفت میں جو یکسر اس کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں وہ قرین انصاف نہیں ہے البتہ جہاں حیلہ کر کے شرعی احکام میں ردوبدل کیا جائے اِسلام کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا جائے جس سے اِسلام کی اصل روح ہی پلٹ جائے تو وہاں نہ صرف حیلہ حرام ہے بلکہ اُس کی جس قدر مذمت کی جائے وہ کم ہے ہمیں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے ہمیشہ راہِ اعتدال اختیار کرنی چاہئے اور بلاشبہ راہِ اعتدال ہی راہِ حق ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ، الحساب الجاری کے علاوہ بینک کے ساتھ دیگر معاملات بھی کئے جا سکتے ہیں، مضاربہ، مشارکہ، سلم، استصناع، مرابحہ اور اجارہ وغیرہ لیکن جو بھی معاملہ کیا جائے گا اُس معاملے کی شرائط و ضوابط کا اطلاق ہو گا جس کی پابندی فریقین پر لازم ہو گی ان میں سے ہر ایک کی تفصیلی بحث گزشتہ صفحات میں اپنے اپنے محل پر گزر چکی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

6

باب

انشورنس اور تکافل

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا
ویرزقہ من حیث لا یحتسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے

اے گناہوں کے بخشنے والے (ہمیں بخش دے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیمہ کا تاریخی پس منظر

(Insurance)

تقریباً ۱۴۰۰ء میں اٹلی کے تاجروں میں سے ایک تاجر کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور وہ انتہائی تنگ دست ہو گیا دوسرے تاجروں نے اسکے ساتھ تعاون کیا اور اس کیلئے کچھ رقم اکٹھی کر کے اسے اس قابل بنایا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے چونکہ ایسے حادثات کا آئندہ بھی امکان تھا لہٰذا تاجروں نے آپس میں ایک تجویز منظور کی کہ آئندہ تمام تاجر ہر ماہ یا ہر سال جیسی بھی سہولت ہو ایک معین رقم ادا کر دیا کریں تاکہ اس فنڈ سے اس قسم کے حوادث وخطرات کے نقصان کا کسی حد تک تدارک کیا جا سکے۔

بیمہ اور اس کی شرعی حیثیت

ہمارے ہاں باقاعدہ انشورنس کمپنیاں موجود ہیں جو مختلف پالیسیاں مرتب کرتی رہتی ہیں ان پالیسیوں کی روشنی میں مختلف چیزوں کی انشورنس کرائی جاتی ہے مثلاً زندگی کا بیمہ، مکان و دُکان کا بیمہ، کاروبار کا بیمہ، بس ٹرک اور کار کا بیمہ، فیکٹری کا بیمہ، بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا بیمہ اور اب تو یہ چیز اس قدر رواج پا چکی ہے کہ انسانی اعضاء میں سے مختلف اعضاء کا بیمہ، بچوں کے مستقبل کا بیمہ، کاروباری اثاثے کا بیمہ، اسکی ابتداء تو خالصتاً انسانی ہمدردی کے جذبے سے ہوئی تھی، لیکن آہستہ آہستہ امدادِ باہمی کا یہ ادارہ کاروباری شکل اختیار کرنے لگا اور ایسے ادارے کا نام بیمہ کمپنی (Insurance Company) تجویز ہوا۔ انشورنس "یقین دہانی" کو کہتے ہیں، بیمہ اسی انگریزی لفظ "Insurance" کا ترجمہ ہے، گویا بیمہ کمپنی ایک ایسا ادارہ ہے جو آفات و حوادث کے وقت نقصان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تلافی کی یقین دہانی کراتا ہے۔

اِنشورنس میں بنیادی دو فریق ہوتے ہیں:

۱۔ انشورر(Insurer)انشورنس کرنے والی کمپنی۔

۲۔ اِنشورڈ(Insured)وہ شخص جو انشورنس کراتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ انشورنس کے بہت سارے کلائنٹس ہوتے ہیں اَور ان کی وجہ سے اِیک بہت بڑا حوض(Pool)وجود میں آجاتا ہے لیکن اِیک ایگریمنٹ میں صرف دو فریق ہوتے ہیں اِیک انشورر اَوردوسرا انشورڈ۔

شرائطِ بیمہ

اگر اِیک شخص اَپنی زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے تو اس کا طریق کار یہ ہے کہ بیمہ کمپنی کا اِیک ڈاکٹر اسکی صحت کا معائنہ کر کے اَندازہ کرتا ہے کہ یہ شخص اتنی مدت مثلاً بیس سال تک طبعی طور پر زندہ رہنے کے قابل ہے اب بیمہ کمپنی والے اَور بیمہ دار کے درمیان اِیک معاہدہ طے پاتا ہے بیمہ دار جتنی رقم کا بیمہ کرانا چاہتا ہے، اسے سالانہ اقساط میں تقسیم کر کے بالاقساط بیمہ کمپنی کو ادا کرتا رہتا ہے ، شرائط بالعموم یہ ہوتی ہیں:

۱۔ اگر بیمہ دار اَپنی مدت مقررہ تک زندہ رہے اَور اقساط ادا کرتا رہے تو اس مدت کے اِختتام پر اس کی تمام جمع شدہ رقم مع مقررہ شرح کے سود ، جسے بیمہ کمپنی کی اِصطلاح میں اِیک معصوم سانام "بونس" (فالتو رقم) دیا گیا ہے ، ادا کر دی جاتی ہے۔

۲۔ اگر دورانِ مدتِ بیمہ،بیمہ دار طبعی طور پر یا کسی حادثے کے نتیجے میں مر جاتا ہے تو اسکی اب تک جمع شدہ رقم مع سود کے ورثاء کو جنہیں وہ خود ہی نامزد کر چکا ہوتا ہے مل جاتی ہے یہ بات قابل ذِکر ہے کہ ادائیگی اقساط کی مدت جتنی کم ہوگی یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالفاظ دیگر بیمہ دار جتنی جلدی مرتا ہے شرح سود اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔

۳۔ اگر بیمہ دار کسی خاص مجبوری سے یا بالارادہ اقساط دینا چھوڑ دے تو پہلی ادا کردہ اقساط بحق کمپنی ضبط متصور ہوتی ہیں الا یہ کہ پالیسی پھر سے شروع کردی جائے اور غیر ادا شدہ اقساط یکمشت ادا کر دی جائیں۔

آج کل اس شق میں یہ ترمیم کی گئی ہے کہ پالیسی ختم کرنے والے کو کل ادا شدہ رقم سے ۶۰ فیصد رقم واپس مل جاتی ہے۔

اِملاک یا بیمے کی دوسری اقسام میں بھی اس سے ملتی جلتی شرائط طے پاتی ہیں۔

اسٹیٹ لائف بروکروں کے بیان کردہ فوائد

بیمہ پالیسی کے عموماً مندرجہ ذیل فوائد بیان کئے جاتے ہیں اور سماجی تحفظ کے نام سے اِسے مقبول بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۱۔ اس صورت میں ایک شخص کی رقم آسانی سے اقساط میں جمع ہوتی رہتی ہے جو ایک طویل معیّنہ مدّت کے بعد منافع (سود) سمیت اُسے واپس مل جاتی ہے گویا سرمایہ بھی محفوظ رہتا ہے اور اس میں اِضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ حوادث کی صورت میں نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔

۳۔ متوفی کا بڑا بیٹا اگر خود سر ہو تو وہ جائز وارثوں یعنی ماں اور اپنے چھوٹے بھائی کا حق غصب کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ بیمہ کمپنی متوفی کی آرزو کے مطابق اس کے نامزد کردہ وارث یا وارثوں کو یہ رقم ادا کرتی ہے علاوہ ازیں اگر بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں دلچسپی نہیں رکھتا تو "ذمہ داری" کے بیمے کی صورت میں بیمہ کمپنی ایسی اولاد کی اعلیٰ تعلیم اور شادیوں کے اخراجات کی کفیل ہوتی ہے۔

۴۔ ایک غریب آدمی کے لئے عام حالت میں کچھ رقم پس انداز کرنا یا ترکہ چھوڑنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشکل ہوتا ہے بیمہ پالیسی کی صورت میں تھوڑی تھوڑی جمع شدہ رقم یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بنتی اور آڑے وقت میں ان کے کام آتی ہے۔

تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مندرجہ بالا تمام تر صورت احوال سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار ہے ، سرمایہ دارانہ نظام ایک مخصوص ذہن عطا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص محض اپنا ہی فائدہ سوچتا ہے اور یہ بات اسلامی معیشت کی رُوح کے سراسر منافی ہے جس کا پہلا سبق ہی یہی ہے۔

چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

﴿عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ « لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ »﴾[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

لہٰذا اسلامی نظام معیشت میں ان مندرجہ بالا صورتوں میں سے کچھ تو پیدا ہی نہیں ہوتیں کیونکہ بیت المال میں ہر وہ یقین دہانی موجود ہے جو ایک بیمہ کمپنی کرا سکتی ہے اور اگر کچھ ہوتی ہیں تو ان کا واضح حل موجود ہے۔

انشورنس کی بعض قباحتیں

۱۔ جو رقم انشورڈ بالاقساط ادا کرتا ہے وہ انشورنس کمپنی کے ذمہ قرض ہے اُس پر جو زائد رقم کمپنی کی طرف سے انشورڈ کو ملتی ہے جسے منافع سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ سود ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

1۔ بخاری: باب مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ج ۱ ص ۲۹ وغیرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا﴾[1]

ہر وہ قرض جس پر نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔

۲۔ بیمہ سے وراثت کا شرعی نظام ختم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ بیمہ کی رقم بیمہ دار کے مرنے کے بعد اس کے نامزد کردہ شخص کو دی جاتی ہے جب کہ ہر شرعی وارث ترکے کا مستحق ہوتا ہے، جو چیز قرآن و سنت کے نظام کو درہم برہم کرنے والی ہو، وہ کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

۳۔ عقیدہ تقدیر پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جائز اور شرعی اَسباب بروئے کار لانے کے بعد مستقبل میں پیش آنے والے حوادث اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سُپرد کر دیئے جائیں، جبکہ بیمہ اس سے فرار ہے، کیونکہ اس میں حوادث کی پیش بندیاں ناجائز طریقوں سے پہلے ہی ہو رہی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اور تابعین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ بھی تو دنیا میں رہ چکے ہیں، انہوں نے بھی آل اَولاد چھوڑی تھی جب اُنہوں نے اَیسے ناجائز تحفظات کا اِنتظام نہیں کیا تو آج کے مسلمان کو کیوں اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو؟

۴۔ اسٹیٹ لائف والوں کا یہ کہنا کہ ہمارا شراکت دار نفع و نقصان میں شریک ہوتا ہے، جھوٹ اور دروغ گوئی ہے اور سادہ لوح اِنسانوں کو اَپنے شکنجے میں پھانسنے کا اِیک حیلہ ہے کیونکہ بیمہ کمپنی اگرچہ اس رقم سے تجارت بھی کرتی ہو لیکن اس کے منافع میں اِیک معین اور طے شدہ حصہ بیمہ دار کے کھاتے میں جمع کرتی ہے اور بلاشبہ یہ سود ہے کیونکہ اصل رقم کے علاوہ معیّن اور طے شدہ منافع کے ادا

1۔ السنن الکبری بیہقی:ج۵ص۳۴۹،اعلاء السنن ج ۱۴ص ۵۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا نام ہی سود ہے اگر یہ نفع اور نقصان ہی کی بنیاد پر قائم ہو تو پھر بھی بیمہ کرانے والوں کو حسب معاہدہ معیّنہ رقم نہیں ملنی چاہئے بلکہ کمی بیشی کے ساتھ نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہنا چاہئے لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے بلکہ بیمہ کمپنیاں عام طور پر اصل رقم سے جو کچھ زائد دیتی ہیں اس کی شرح اور مقدار پہلے ہی سے متعین کر دیتی ہیں۔

درحقیقت یورپ کی ذہنی غلامی نے ہمارے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ سود کے بغیر معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش بھی کرے تو وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

جبکہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [1]

اپنی زبانوں کے جھوٹ بنالینے سے یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ ﷻ پر جھوٹا بہتان باندھو، یقیناً اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔

۵۔ ایسے واقعات بھی سننے میں آتے ہیں کہ نامزد وارث بیمہ دار کو محض حصول زر کی خاطر کسی حیلے بہانے سے موت کے گھاٹ بھی اُتار دیتا ہے، اُسے یہ تو پہلے ہی یقین ہوتا ہے کہ دوسرے وارث اس رقم سے حصہ نہیں بانٹ سکتے۔ یہ "یقین

1۔ سورة النحل : ١١٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دہانی" اُسے قتل جیسے جرم کے ارتکاب کے لئے دلیر کر دیتی ہے اِملاک کے بیمہ دار اَپنی اِملاک کو اَپنے ہاتھوں تلف کرتے دیکھے گئے ہیں اَیسی ہی صورت بیمہ کی دوسری شکلوں میں بھی ہے۔

۶۔ اگر کوئی شخص بیمہ جاری نہیں رکھ سکتا اَور کسی مجبوری کی بنا پر پالیسی سرنڈر (Surrender) یعنی ختم کرنے پر مجبور ہے تو اسے ادا کردہ رقم کے ۴۰ فیصد بحق بیمہ کمپنی سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، شریعت اس رقم کو ضبط کرنے کی قطعاً اِجازت نہیں دیتی۔

۷۔ نہ تو بیمہ دار کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنی قسطیں ادا کرے گا اَور نہ بیمہ کمپنی کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا وصول کرے گی اَور اُسے کیا کچھ ادائیگی کرنا پڑے گی لہٰذا یہ "اَندھا سودا" بیع غرر (دھوکے والی بیع) ہے جو قطعاً ناجائز ہے۔

مندرجہ بالا قباحتوں کو سامنے رکھتے ہوئے انشورنس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل خرابیاں نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں:

۱۔ رباء (Interest)

۲۔ قمار (Gambling)

۳۔ غرر (Uncertainty)

۴۔ اس کے علاوہ بعض علماء نے اِیک اَور خرابی بھی ذِکر کی ہے اَور وہ "بیع الکالی بالکالی ہے" (یعنی اُدھار کو اُدھار کے بدلے فروخت کرنا) جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

مذکورہ شرائط اَوراس میں پائی جانے والی شرعی قباحتوں کے پیشِ نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بیمہ (Insurance) اَپنی ہر شکل میں قطعی ناجائز ہے اَوراس سے متعلّقہ تمام ادارے سود پر مبنی اِداروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیمہ کمپنیاں اور بیت المال کا موازنہ

بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹ عموماً یہ دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ بیمہ کمپنیاں بھی اسلامی بیت المال کی طرح مصیبت کی گھڑیوں میں مدد اور تعاون کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہیں، حالانکہ بیمہ کمپنیوں اور نام نہاد سماجی تحفظ دینے والے اداروں کی کارکردگی اور اسلامی بیت المال کا جائزہ لیا جائے تو سارے اسرار و رموز کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

1) بیمہ کمپنی صرف اس شخص کی امداد کرتی ہے جو بیمہ دار ہو اور اس کی اقساط ادا کرتا رہے عام لوگوں سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا جبکہ بیت المال ہر مصیبت زدہ اور پریشان حال کی مدد کرتا ہے خواہ اس نے عمر بھر بیت المال میں ایک پیسہ بھی جمع نہ کرایا ہو یا وہ جمع کرانے کے قابل ہی نہ ہو۔

2) بیمہ کمپنی کے بیمہ دار امیر طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں یا پھر متوسط طبقہ کے جو کچھ بچت کرسکتے ہوں اور وقت آنے پر یہی لوگ بیمہ کمپنی سے فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں جبکہ بیت المال سے فیض یاب ہونے والا بالعموم غریب طبقہ ہوتا ہے۔

3) بیمہ کمپنی ایک خالص سودی کاروباری ادارہ ہے اور صرف منافع کے حصول کے لئے یہ دھندا کرتا ہے باہمی ہمدردی اور تعاون ایک ڈھونگ ہے وہ جمع شدہ رقوم کے سود سے کچھ حصہ بیمہ داروں کی نذر کرتا ہے باقی سب کچھ اس کا اپنا ہوتا ہے اس کاروبار میں اپنا منافع کتنا ہوتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ۱۹۷۹ء میں امریکہ کی بیمہ کمپنیوں کو اپنے بیمہ داروں سے ۱۹۸/ارب ڈالر کی رقم وصول ہوئی اور اس رقم میں سے صرف ۴/ارب ڈالر اپنے بیمہ داروں کو ادا کئے، اس طرح اربوں ڈالر کی رقم اپنے پاس جمع کرلی۔[1]

1۔ روزنامہ جنگ ۱۰/۵/۱۹۷۹ بحوالہ جدید اقتصادی نظریات ص ۴۶ از منور حسین چیمہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

4) گویا بیمہ کمپنی کا کاروبار بینک کے کاروبار سے بھی زیادہ منفعت بخش ہے اور معیشت پر اس کے بعینہٖ وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اثرات سودی کاروبار سے ہوتے ہیں یعنی عوام کی دولت سے صرف امیر طبقہ ہی فائدہ اٹھاتا ہے بالفاظ دیگر گردش دولت کا رخ غریب سے امیر کی طرف ہوتا ہے۔

5) جبکہ بیت المال کوئی کاروباری اِدارہ نہیں ہے وہ صرف حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے قائم کیا جاتا ہے جس میں گردش دولت کا رُخ امیر سے غریب کی طرف ہوتا ہے یعنی اغنیاء سے زکوۃ صدقات لئے جاتے ہیں اور مفلس نادار اور حاجت مندوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔

6) بیمہ کے نظام کو باہمی تعاون کا نظام کہنا دراصل حقائق سے چشم پوشی ہے بیمہ کمپنی ہر بیمہ دار سے علیحدہ علیحدہ دو طرفہ معاہدہ کرتی ہے اور کوئی بھی بیمہ دار دوسرے بیمہ دار سے کسی اِختلافی یا قانونی رشتے میں وابستہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی طرح نقصان کی تلافی کا پابند ہوتا ہے ، نقصان کی تلافی یا بیمہ کی رقم دینے کی پابند صرف بیمہ کمپنی ہوتی ہے ، بیمہ کمپنی کے تعاون کے دعوے کے باطل ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ بیمہ کمپنی کے مالکوں تک کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ انہوں نے بیمہ پالیسی خود بھی خریدی ہو یا جب خوبیوں کا وہ دِن رات پروپیگنڈہ کرتے ہیں اس پر نہ وہ خود اِیمان لاتے ہیں اور نہ اس پر عمل پیرا ہونا پسند کرتے ہیں۔

7) اس کے برعکس اِسلامی معاشرہ کے تعاون و تکافل کی صورت حال یہ ہے کہ اگر اِیک شخص کو کوئی تکلیف پہنچے تو دوسرا فوراً اس کی مدد کو اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور بیت المال کی طرف رجوع تو آخری چارہ کار کی صورت میں ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تکافل

مادہ: "ک ف ل": باب تفاعل نے اس میں باہمی مشارکہ اور باہمی معاونت کے معنی پیدا کر دیئے ہیں۔

لغوی معنی:

یہ لفظ کفالت سے ہے جسکے معنی دیکھ بھال کرنے ضمانت دینے اور ضروریات کا خیال رکھنے کے ہیں۔

جدید اِصطلاحی مفہوم:

تکافل اِمدادِ باہمی کا ایک ایسا نظام ہے جو باہمی نصرت و تعاون تبرّع کے اُصول پر مبنی ہے جہاں تمام شرکاء اپنے رِسک کو شیئر کرتے ہیں اور اس باہمی تعاون سے تمام شرکاء پول کے وضع کردہ اُصول و ضوابط کے تحت ممکنہ مالی نقصانات سے حتی المقدور محفوظ ہو جاتے ہیں، قرآن و سنت میں اس کا مادہ موجود ہے۔

اور اپنے لغوی معنوں میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

ا۔ کفالتِ مریم علیہا السلام:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا﴾[1]

اس کے رب نے اسے قبول کیا قبول کرنا اچھا اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔

2۔ ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾[2]

1۔ سورۃ آل عمران : ۳۷

2۔ سورۃ آل عمران : ۴۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا۔
اِسی طرح حدیثِ رسول ﷺ میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں چنانچہ صحیح بخاری کتاب الادب میں ایک مشہور روایت ہے:

﴿أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا﴾[1]

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکھٹے ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھایا۔

اِسلام کا نظامِ تکافل

بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اِسلام کی پوری زندگی دوسرے کے دکھ درد میں اور خوشی غمی میں ایسے شریک ہے جیسے یہ درد اُس کا اپنا ہو۔ اِسلام کا پورا ڈھانچہ ایک دوسرے کے احساسات اور احتیاجات کی تکمیل سے مزین ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ موجودہ مغربی نظامِ انشورنس ہو یا اِسلامی بینکوں کا رائج کردہ نظامِ تکافل ہر دو نظام اِسلام کے پیش کردہ نظام تکافل سے نہ صرف کوسوں دور ہیں بلکہ اُن تمام اَوصاف و اغراض و مقاصد جیسی خوبیوں سے بھی محروم ہیں جن سے اِسلام مزین ہے ہاں اگر یہ دونوں نظام چاہے وہ مغربی نظامِ انشورنس ہو یا مشرقی تکافل اگر کسی کے لئے کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو صرف انہی حضرات کیلئے جو اس کے بیمہ دار ہوتے ہیں، جو عموماً سرمایہ دار ہوتے ہیں یا متوسط طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں، اس نظام میں ایسے شخص کیلئے جو معاشی دوڑ میں پیچھے رہ گیا ہو اُسے ساتھ ملانے کا اور گرے پڑے کو اٹھا کر ساتھ چلانے کا پروگرام ہے نہ اس میں ان یتیم بچوں کی لئے دستِ شفقت ہے جن کا غریب مرحوم باپ بیمہ دار نہ تھا۔ اس نظام میں اس بیوہ کے لئے نانِ جویں تک کا انتظام نہیں جس کا مزدور خاوند انشورنس کمپنی یا تکافل کمپنی میں اپنا یا اس بیوہ کا بیمہ نہ کرا سکا، اس میں ان عام غرباء کی بھوک مٹانے اور کپڑا پہنانے کا کوئی سامان نہیں جو اپنی غربت کی وجہ سے بیمہ پالیسی نہیں خرید سکتے۔

1۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب فضل من یعول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نظام انشورنس جس پر آج مغرب فخر کر رہا ہے اور غرباء کو اپنا محسن ہونا بتا رہا ہے، جس کے پر فریب اور پر کشش اشتہارات فکر فردا کرنے اور محوِ غم دوش نہ رہنے کا درس دے رہے ہیں دراصل مذموم سرمایہ کاری کی کوکھ سے جنم لینے والا ایک نیا نظامِ استحصال، ایک جدید حیلہ اکتنازِ دولت، اور اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی ایک نئی چال ہے، جس کا مقصد امیر کے لئے سب کچھ، مگر بے نوا غریب کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

اِسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ

آیئے ہم آپ کو اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ سے متعارف کراتے ہیں، جس کا مقصد اِسلامی ریاست کے صاحبِ ثروت وصولت سے کچھ مال جائز طریقے سے لے کر اور غرباء اور معذورین سے کچھ بھی نہ لے کر ریاست کے تمام شہریوں بلا تمیز مسلم وکافر کی تمام سماجی ومعاشی حاجات کی کفالت، غیر متوقع حادثات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی کی ضمانت دینا ہے، یہ انشورنس میں بیمہ دار بننے کے لئے مقررہ رقم دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف اِسلام کو بحیثیتِ مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرنا ہے امراء کا جائز شرعی ٹیکسوں (زکوٰۃ، صدقات واجبہ عشر وغیرہ بصورت اقساط) کا ادا کرنا اور پوری زندگی اِسلام کا بندہ بن کر رہنا ہے بصورت ذمی، اِسلامی ریاست کا وفادار شہری اور معمولی جزیہ کی ادائیگی اور بس۔

اِسلام جس قسم کا نظامِ انشورنس پیش کرتا ہے اس میں اوّلیت اس بات کو دی گئی ہے کہ اِسلامی ریاست کا کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے، اِسلام کا نظامِ انشورنس امیر کو ترغیب وترہیب دونوں طریقوں سے یہ درس دیتا ہے کہ غریب اور محروم المعیشت تک اس کی ضروریاتِ زندگی پہنچائے، اِسلام ایسے شخص کو صحیح مسلمان ہی نہیں سمجھتا، جو مفلس کی حاجت روائی نہ کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید اور کفالتِ عامہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1) ﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝﴾[1]

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو جزا و سزا کا منکر ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی تلقین نہیں کرتا۔

اس آیت میں غریب کو خود کھانا کھلانے سے انکار تو کجا اگر کوئی فرد کسی دوسرے متمول شخص کو کسی غریب بھوکے شخص کو کھانا کھلانے کی تلقین نہیں کرتا تب بھی وہ صحیح دیندار نہیں،

۲) ایک دوسری جگہ نہایت ہی تہدید آمیز لہجہ میں فرمایا:

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝﴾[2]

اسے پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو۔ پھر اسے جہنم میں داخل کرو پھر اسے ستر گز لمبی زنجیروں میں جکڑ دو۔ یقیناً یہ وہی ہے جو خدائے عظیم و جلیل پر ایمان نہیں لایا تھا۔ اور نہ ہی محتاجوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

۳) ایک اور جگہ مومنین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝﴾[3]

اور وہ اللہ جل جلالہ کی محبت میں (اپنا) کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔

1۔ سورۃ الماعون:1،2،3

2- سورۃ الحاقۃ:30،34

3- سُوْرَةُ الدھر:8

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیثِ نبوی ﷺ اور کفالتِ عامہ

۱) فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

﴿أَيُّمَا أَهْلُ عَرْصَةٍ أَصْبَحَ فِيهِمُ امْرُؤٌ جَائِعٌ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُمْ ذِمَّةُ اللهِ تَعَالَى﴾[1]

کسی بستی میں کوئی شخص صبح اس حال میں اُٹھے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو تو پھر اللہ جل جلالہ پر اس بستی کی بقاو تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہ جاتی۔

۲) ﴿مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ ، وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٌ أَوْ سَادِسٌ﴾[2]

جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو مہمان بنا کر شامل کرے اور اگر چار کا ہو تو پانچویں یا چھٹے کو (بطور مہمان شامل کرے)۔

۳) دراصل اِسلام نے جو تصور وحدتِ اُمّت کا دیا ہے اس نے خود غرضی کے تمام پردے چاک کر دیئے ہیں اور منافرت کی تمام دیواریں ڈھا دی ہیں، امّتِ اِسلامیہ جسدِ واحد کی طرح ہے، یہاں سے وہاں تک ایک ہی احساس کام کرتا ہے اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو دیگر تمام اعضاء اس کی ٹیس محسوس کرتے ہیں۔ امّتِ اِسلامیہ کی یہ تعبیر بڑی ہی دلکش اور مؤثر ہے۔

4) نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

﴿تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ

1- مسند احمد: ج۱۱ص۱۸

2- بخاری باب السمرمع الضیف والاھل :وعلامات النبوۃ:مسلم باب اکرام الضیف وایثارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى ﴾[1]

مومنین کو ان کی آپس میں محبت وشفقت، اُنس ومودّت اور لطف وکرم میں تو ایک جسد کی مانند دیکھے گا جس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہوتا ہے۔

اب فیصلہ آپ خود ہی کریں کیا مغرب کا سرمایہ دارانہ نظامِ انشورنس اور مشرقی تکافل اِسلام کے نظامِ انشورنس کی خاکِ رہ کو بھی پاسکتا ہے؟

5) فرمانِ نبوی ﷺ:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ « السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ - وَأَحْسِبُهُ قَالَ، يَشُكُّ الْقَعْنَبِيُّ كَالْقَائِمِ لاَ يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ لاَ يُفْطِرُ ».﴾[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین (کی کفالت) کے لئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے، راوی حدیث کہتے ہیں: میرے خیال میں آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کرنے والا اس (نمازی) کی مانند ہے جو (رات بھر) کھڑا رہے مگر اکتائے نہ، اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو (مسلسل روزے رکھے) مگر افطار (ناغہ) نہ کرے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کفالتِ عامہ

1) ایک مرتبہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک مکان پر تشریف لے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ

1۔ بخاری باب رحمة الناس والبهائم ج ۲۰ ص ۱۲۱

2۔ بخاری باب السَّاعِي عَلَى الْمِسْكِينِ ج ۱۰ :۳٦٦، رياض الصالحين باب ۲۹، ملافظة اليتيم والبنات الخ :۲٦۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک بوڑھا نابینا بھیک مانگ رہا ہے، دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ یہودی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا تجھے کس چیز نے بھیک مانگنے پر مجبور کیا؟

اس نے جواب دیا: جزیہ کی ادائیگی، معاشی ضروریات اور پیرانہ سالی نے۔

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے مکان پر لے گئے جو موجود تھا وہ دیا اور پھر بیت المال کے خزانچی کے پاس فرمان بھیجا:

﴿أُنْظُرْ هٰذَا وَضَرَبَائِهِ، فَوَاللهِ مَا أَنْصَفْنَاهُ إِنْ أَكَلْنَا شَبِيْبَتَهُ ثُمَّ نَخْذِلُهُ عِنْدَ الْهَرَمِ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ الْفُقَرَاءُ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَهٰذَا مِنَ الْمَسَاكِيْنَ أَهْلُ الْكِتَابِ وَوَضَعَ عَنْهُ الْجِزْيَةَ وَعَنْ ضَرَبَائِهِ﴾[1]

یہ اور اس قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو، اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ ہرگز انصاف نہیں کر سکتے اگر اس کی جوانی کی محنت (بصورتِ جزیہ) تو کھائیں مگر اس کی پیرانہ سالی میں اسے بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیں! قرآن عزیز میں ارشادِ باری ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾[2]

اور میرے نزدیک یہاں فقراء سے مراد مسلمان مفلس ہیں (اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے مساکین و فقراء ہیں) اور یہ سائل مساکین اہل کتاب میں سے ہے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جزیہ معاف کر دیا اور بیت المال سے اس کا وظیفہ شروع کر دیا۔

2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بڑھیا رہتی تھی،

1۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج باب فیمن تجب علیہ الجزیۃ ص۱۲۶

2۔ سورۃ التوبۃ: ۱۹۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میرے دل میں خیال آیا کہ اس کی خدمت کیا کروں۔ مگر میں جب بھی جاتا تو اس کا گھر صاف ستھرا ہوتا اور تمام کام کاج مکمل ہوتے، ایک دن میں نے گھات لگا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں کہ بڑھیا کا پانی وانی بھر کر واپس آرہے ہیں میں نے کہا "میں قربان جاؤں، میرا خیال بھی یہی تھا کہ ہو نہ ہو یہ ابو بکر ہی ہوں گے جو اس لاوارث بیوہ کی خدمت کرتے ہیں۔" [1]

3) ۱۸ھ کا قحط کا سال جو اپنی شدت اور ہمہ گیری کے اِعتبار سے عام الرمادہ (راکھ کا سال) کے نام سے تاریخ اِسلامی میں مشہور ہے، آسمان نے بارش برسانا بند کر دی اور زمین نے اپنی روئیدگی روک دی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سخت ابتلاء سے دوچار تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے تیاریاں کیں جیسے بڑی بڑی جنگیں لڑی جاتی ہیں، تمام دیہاتوں سے لوگ مدینہ منوّرہ اکٹھے ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھانے تیار کراتے اور لوگوں کو کھلانے کی خود نگرانی کرتے، اس غم اور فکر میں سب کچھ بھول گئے، جسم کی کھال خشک ہو گئی اور رنگ متغیر ہو گیا نہ اپنے کھانے کا فکر نہ لباس کا خیال، صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے اگر اللہ اپنے کرم سے عام الرمادہ ختم نہ کرتا تو عمر رضی اللہ عنہ اس غم میں ہلاک ہو جاتے، ایک دن لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے ایک صاحب کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہے ہیں، کہا "اللہ کی بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ"۔ اس نے کہا اللہ کے بندے دایاں مشغول ہے، آپ رضی اللہ عنہ آگے گزر گئے، جب لوٹ کر آئے تو پھر دیکھا کہ وہ صاحب بائیں ہاتھ سے کھا رہے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ کے بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ" اس نے جواب دیا، "داہنا ہاتھ مشغول ہے"، ایسا تین بار ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ خلاف شریعت عمل برداشت نہیں کرتے تھے، قدرے غصے سے بولے اللہ

1۔ امام محمد کتاب الآثار فضائل الصحابہ حدیث رقم ۸۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، دایاں ہاتھ کہاں مشغول ہے؟ اس نے کہا: اے عمر! وہ تو غزوہ موتہ میں اللہ کے راستے میں کام آ گیا، بس یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلبلا کر روئے اور اُن سے پوچھتے جاتے تھے، تیرا سر کون دھوتا ہو گا؟ تیرے کپڑے کون دھوتا ہو گا؟ تجھے وضو کون کراتا ہو گا؟ پھر اسے ایک غلام خدمت کے لئے دیا اور جانور سواری کے لئے دیا، یہ صورت حال دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بآواز بلند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں کرنے لگے۔[1]

4) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ کو فتح کیا تو اہل حیرہ کو جو معاہدہ لکھ کر دیا وہ کفالت عامہ میں مسلم اور غیر مسلم کی مساوات کی ایک جامع دستاویز ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

﴿وَجَعَلْتُ لَهُمْ أَيُّمَا شَيْخٍ ضَعُفَ عَنِ الْعَمَلِ أَوْ أَصَابَتْهُ آفَةٌ مِنَ الْآفَاتِ أَوْ كَانَ غَنِيًّا فَافْتَقَرَ وَصَارَ أَهْلُ دِيْنِهِ يَتَصَدَّقُوْنَ عَلَيْهِ، طَرَحْتُ جِزْيَتَهُ، وَعِيْلَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ وعِيَالَهُ مَا قَامَ بِدَارِ الْهِجْرَةِ وَدَارِ الْإِسْلَامِ﴾[2]

اور میں یہ طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعیفی میں مبتلا ہو جائے یا ان میں سے کوئی مالدار محتاج ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں تو ایسے تمام اشخاص کو جزیہ معاف ہے اور بیت المال ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ہے جب تک کہ دار الہجرۃ اور دار الاِسلام میں مقیم ہیں۔

1۔ ابن جوزی سیرت عمر بن خطابؓ ص ۱۵۴، ۱۵۵

2۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج باب فی الکنائس والبیع والصلبان ص ۱۴۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور کفالتِ عامہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا وہ حکم نامہ نہایت اہم ہے جو انہوں نے اپنے گورنر عدی بن ارطاء رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

﴿اُنْظُرْ مِنْ قِبَلِكَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ قَدْ كَبِرَتْ سِنُّهُ وَضَعُفَ قُوَّتُهُ وَوَلَّتْ عَنْهُ الْمَكَاسِبُ، فَأَجْرِ عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا يَصْلُحُهُ، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ مَمْلُوْكًا كَبِرَتْ سِنُّهُ وَضَعُفَ قُوَّتُهُ وَوَلَّتْ عَنْهُ الْمَكَاسِبُ، كَانَ مِنَ الْحَقِّ عَلَيْهِ أَنْ يَقُوْتَهُ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا مَوْتٌ أَوْ عِتْقٌ.....﴾[1]

اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ) میں سے ہر ایسا فرد تلاش کرو جسے بڑھاپے نے آلیا ہو، اس کی قوت مضمحل ہو گئی ہو اور کمائی کے تمام ذرائع اس سے منہ موڑ لیں، اس کے لئے مسلمانوں کے بیت المال سے اتنا مقرر کر دو جو اس کے اصلاحِ حال کے لئے کافی ہو، اسی طرح اگر مسلمانوں میں سے کوئی غلام ہوتا تھا، جسے بڑھاپے نے آلیا ہو اس کی کمانے کی طاقت کمزور ہو گئی ہو اور آمدنی کے ذرائع بھی ختم ہو گئے ہوں، حالانکہ اس کے مالک، جس کے وہ ماتحت تھا پر لازم تھا کہ وہ اس کی پرورش کرتا رہتا حتی کہ موت ان دونوں کو علیحدہ کر دیتی یا اس (مسلمان غلام) کو آزاد کر دیا جاتا (اس کا رزق بھی بیت المال سے ایسے ہی مقرر کر دو)۔

www.KitaboSunnat.com

1۔ ابو عبید قاسم بن سلام کتاب الاموال مکتبۃ کلیات الازہر ۱۳۹۰ھ، ۱۹۷۵ء ص ۵۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زوجین کا باہمی تکافل اور اسلام

1) حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ « أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ وَلاَ تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلاَ تُقَبِّحْ وَلاَ تَهْجُرْ إِلاَّ فِي الْبَيْتِ »﴾[1]

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو کھانا کھائے تو اسے بھی کھلا،

جب تو کپڑا پہنے تو اسے بھی پہنا، تو (اس کے) چہرے پر نہ مار، نہ اسے بدصورت کہو،

(اور ناراضگی کی صورت میں) اسے گھر سے باہر نہ کرو (یعنی گھر سے نہ نکالو)۔

البتہ اسلام نے مالدار بیوی کو بھی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے مال سے مالی طور پر کمزور خاوند پر خرچ کرے اور یہ اس اہلیہ کے لئے صدقہ شمار ہو گا بلکہ اس کو دوہرے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے، ایک صدقہ کرنے کا اور دوسرا قرابت داری کا۔

2) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ نقل کیا، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنا صدقہ (زکوۃ) اپنے خاوند پر خرچ کرنے کی اجازت دی بلکہ ترغیب فرمائی اور دوہرے اَجر کی خوش خبری سنائی۔

﴿قَالَ « نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ »﴾[2]

1۔ ابوداود: باب فی حق المرأة علی زوجها

2۔ بخاری باب الزکاة علی الزوج والأیتام فی الحجر: ومسلم وغیرهما

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3) قرآن مجید میں بھی ایک آیت کریمہ میں اجمالاً اولاد کی کفالت کے لئے والدین کے فرائض اور میاں بیوی کے باہمی تکافل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ [1]

مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدّت بالکل پوری کرنے کا ہو اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو۔

اس آیت میں بظاہر بچوں کی رضاعت کی ذمہ داری باپ پر ڈالی گئی ہے اور رضاعت اگر ماں کرے تو باپ اس کی کفالت کرے۔ مگر " اَوْلَادَهُنَّ "(عورتیں اپنی اولاد کو) کا لطیف لفظ استعمال کر کے قرآن مجید نے ماں کو بھی یہ اِحساس دِلایا کہ اولاد تو تیری بھی ہے۔ لہٰذا اس کی کفالت کی ذمہ داری صرف باپ کی ہی نہیں، بلکہ تو بھی اس میں شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بیوی اور خاوند کے ایک دوسرے پر فرائض کا فلسفہ بھی سمجھ آیا کہ بیوی خاوند کی اولاد کی کفالت اس وقت کرے گی جب خاوند اس کی ضروریات زندگی کا تکافل کرے گا گویا نظامِ خاندان میں کفالت در کفالت کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ جس میں ہر فرد لازماً دوسرے کی کفالت کرے گا ورنہ وہ خود بھی بھوکا ننگا رہے گا۔

تحریر کردہ مذکورہ مثالیں اور اس قسم کے دیگر نظائر سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ اِسلام کا نظام کفالت عامہ مسلم و کافر میں تمیز کیے بغیر ہے، یہ وہ اَبرِ رحمت ہے جو اپنے اور پرائے دونوں کے کھیتوں کو سیراب کرتا ہے، یہ ایسا دریا ہے جس سے دوست و دشمن دونوں پیاس بجھاتے ہیں

1۔ سورۃ البقرۃ :233

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یہ ایسی ٹھنڈی چھاؤں ہے، جس سے سبھی مستفید ہوتے ہیں چاہے وہ اپنے ہوں یا بیگانے۔

اسی طرح خاندان کی باہمی خدمات کا معاملہ ہو یا دیگر معاشرتی ذمہ داریاں اِسلام ہر ایک کو ترغیب وترہیب کی لہجے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کا حکم دیتا ہے اور عزت چاہے غریب کی ہو یا امیر کی کسی کو کسی کی ہتکِ عزت کا حق نہیں ہے، حتی کہ اِسلام کے باہمی تکافل کا دائرہ اتنا وسیع وعریض ہے کہ زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے، کہیں زکوٰۃ کے ذریعہ اور کہیں نفلی صدقات کی ذریعہ، کہیں ہبہ کی بنیاد پر اور کہیں وقف کی بنیاد پر کہیں قرض حسنہ کی شکل میں تو کہیں امانت ووصیت کی شکل میں، کہیں میراث کو لواحقین کی مدد کا ذریعہ بنایا، کہیں قسم، ظہار اور رُوزے کے کفّارے کو دوسروں کے تعاون کا ذریعہ بنادیا، تو کہیں صدقہ فطر کو ضرورتمندوں کے اُداس چہروں کی مسکراہٹ کا سبب بنادیا۔

یہ ہے وہ اصل اِسلام کا اپنا نظامِ تکافل جو اپنی تمام تر خوبیوں اور تمام تر محاسن اور تمام کمالات وجمالات کے اِعتبار سے کامل واکمل اور ایک جامع ومانع نظام ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی بھی دوسرے نظام میں موجود نہیں ہے۔

ضعفاء اور اِسلام

اِسلامی نظامِ تکافل کے محاسن بیان کرتے ہوئے سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ التَّكَافُلَ الْاِجْتِمَاعِيَّ هُوَ قَاعِدَةُ الْمُجْتَمَعِ الْاِسْلَامِيِّ وَالْجَمَاعَةَ الْمُسْلِمَةِ مُكَلَّفَةٌ أَنْ تَرْعٰى مَصَالِحَ الضُّعَفَاءِ فِيْهَا ﴾[1]

بلاشبہ اجتماعی تکافل ہی اِسلامی معاشرے کی بنیاد ہے اور مسلمانوں کی جماعت پابند ہے کہ وہ اپنے کمزوروں کے مفادات کا خیال رکھے۔

1۔ فی ظلال القرآن ج۱ ص۲۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

﴿كَانَ النِّظَامُ الْإِسْلَامِيُّ كُلُّهُ يَقُوْمُ عَلٰى اَسَاسِ التَّكَافُلِ﴾[1]

اِسلام کا مکمل نظام تکافل کی بنیاد پر قائم ہے۔

مغربی انشورنس سے متعلق آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ وہ بالاتفاق حرام ہے اور اس کو اگر مختلف زاویوں سے دیکھا جائے تو اُس میں متعدد خرابیاں بیک وقت موجود ہیں وہ رباء بھی ہے، قمار بھی ہے اور غرر بھی، اور جب بیمہ کی میعاد پوری ہونے سے قبل وہ حادثہ پیش آجاتا ہے جس کی لئے بیمہ کرایا گیا تھا تو کمپنی اُسے اُسکی جمع شدہ رقم سے زائد رقم ادا کرتی ہے جو بلا عوض ہونے کے سبب حرام اور باطل ہے۔

اَکلِ باطل کی توضیح

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾[2]

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ سوائے اس کے وہ تجارت کا طریقہ ہو اور باہم رضامندی سے۔

اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کاروباری لین دین کے ایسے مال کو اکل بالباطل سے تعبیر فرمایا اور اس سے مسلمانوں کو روکا ہے جس کا کوئی عوض و مقابل نہ ہو۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت

1۔ فی ظلال القرآن ج ۳ ص ۴۳۳

2۔ سورۃ النساء : ۲۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا ہے، جس سے اس کے معنی و مطلب کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ:

﴿اَلْبَاطِلُ، هُوَ كُلُّ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْإِنْسَانِ بِغَيْرِ عِوَضٍ﴾[1]

باطل ہر وہ مال ہے جو انسان سے بغیر عوض کے لیا جائے۔

مزید یہ کہ سرقہ، جوا، رشوت، ربا، خیانت سب باطل کی تعریف میں آتے ہیں، اس لئے کہ ان میں ایک شخص دوسرے کا مال بغیر عوض اور بلا حق لیتا ہے۔

معاملہ ربا میں سود خور اپنے اصل مال پر جو زائد لیتا ہے، وہ بلا عوض ہوتا ہے، اس کا اظہار بعض محققین کی درج ذیل تحریروں سے بخوبی ہوتا ہے،

علامہ ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

﴿ فَأَخْبَرَ أَنَّ تِلْكَ الزِّيَادَةِ الْمَشْرُوطَةِ إِنَّمَا كَانَتْ رِبًا فِي الْمَالِ الْعَيْنِ؛ لِأَنَّهُ لَا عِوَضَ لَهَا مِنْ جِهَةِ الْمُقْرِضِ ﴾[2]

قرض کے حقیقی مال میں یہ مشروط زیادتی اس لئے ربٰو ہے کہ مُقرض (قرض دینے والے) کی جانب سے اس کا کوئی عوض اور بدل نہیں ہوتا۔

علامہ ابو بکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

﴿وَالْمُرَادُ بِهِ فِي الْآيَةِ كُلُّ زِيَادَةٍ لَمْ يُقَابِلْهَا عِوَضٌ﴾[3]

ربٰو سے مراد ہر وہ زیادتی ہے جس کے بالمقابل کوئی عوض نہ ہو۔

علامہ سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

﴿فَالْمَالُ لَا يَرْبُحُ إِلَّا بِالْجُهْدِ وَالْجُهْدُ هُوَ الْمَعْمُولُ عَلَيْهِ فِي الْإِسْلَامِ

1۔ تفسیرالرازی : ج۵ص ۱۷۵

2۔ أحكام القرآن للجصاص (أحمدبن علي المكني بأبي بكرالرازي الجصاص الحنفي) ج3 ص171

3۔ احکام القرآن (علامہ ابو بکر ابن العربی) ج۱ ص۱۰۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لِذَالِكَ يُحَرِّمُ الرِّبٰو فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ﴾[1]

پس مال نہیں بڑھتا مگر جہد و عمل سے اور جہد و محنت ہی وہ حقیقی چیز ہے جو اِسلام میں قابل اِعتماد ہے اِسی وجہ سے اِسلام نے ربا کو تمام صورتوں میں حرام ٹھہرایا ہے۔

تکافل کا اَساسی نظریہ

1) اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾[2]

نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔

نظامِ تکافل اسی تصور پر مبنی ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے ساتھ تبرّع کیا جاتا ہے

2) اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾[3]

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اس باہمی بھائی چارے کا تقاضہ یہی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور ایک دوسرے کے لئے سہارا بن جائیں اور مصیبت میں کام آئیں جیسے بھائی آپس میں کام آتے ہیں۔

3) حدیث شریف میں ہے:

﴿عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ

1۔ فی ظلال القرآن (علامہ سید قطب شہیدؒ) ج ۳ ص ۳۴

2۔ سورۃ المائدہ : ۲

3۔ سورۃ الحجرات : ۱۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى ﴾[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمام مسلمانوں کی مثال ہمدردی، محبت تعاون وتناصر میں ایک جسم کی مانند ہے، چنانچہ اگر جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں پریشان رہتا ہے۔

ہر مسلمان کی مثال ایک عضو انسانی کی ہے، اگر اس کو کوئی تکلیف ہو، پریشانی ہو، تو تمام مسلمانوں کو یہ تکلیف، درد محسوس ہونا چاہئے اور محسوس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اس کی تکلیف اور پریشانی کو زائل کرنے کی کوشش کریں۔

یہی اِسلامی تعلیمات ہیں، جن پر عمل کرنے سے دنیا میں بھائی چارے، اُخوت اور ہمدردی اور باہمی تعاون وتناصر کی خوشگوار فضاء قائم ہو سکتی ہے۔

چنانچہ تکافل اسی اُصول پر مبنی ہے کہ اس میں شرکاء ایک دوسرے کی تکلیف اور پریشانی میں مدد کریں اور بُرے اثرات سے ایک دوسرے کو بچائیں۔

میثاقِ مدینہ اور تکافل

یہ معاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے پانچ ماہ بعد وہاں کے گُفّار کے ساتھ فرمایا تھا، یہ پورا معاہدہ اور اس کی مختلف دفعات تاریخ اِسلام اور سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، یہ معاہدہ باہمی تعاون وتناصر پر مبنی تھا، چنانچہ اس میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ ہر گروہ کو عدل وانصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ دینا ہو گا، یعنی جس قبیلہ کا جو

1۔ صحیح مسلم: کتاب البر والصلة والآدب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قیدی ہو گا اس قیدی کے چھڑانے کا فدیہ اسی قبیلہ کے ذمہ ہو گا۔[1]

جہاں تک نظریات کا تعلق ہے وہاں تک کسی بھی ذی شعور کو اختلاف نہیں ہو سکتا، اغراض و مقاصد کے اِعتبار سے تو مروجہ انشورنس کا معاملہ بھی ناجائز نظر نہیں آتا اُن کے ہاں بھی اس کی اصل غرض کسی نقصان زدہ کے نقصان کی تلافی اور کسی کے مستقبل کے ممکنہ خطرات و حادثات کا تحفظ بتلایا جاتا ہے اور یہ انتہائی نیک مقصد ہے اس کے باوجود تمام علماء اُسکی حرمت پر متفق ہیں، ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ کسی کام کے درست اور جائز ہونے کے لئے صرف نیک نیتی کافی نہیں ہوتی اُس کا طریقہ کار بھی خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس کے لئے شریعتِ اِسلامیہ سے موافقت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

کیا تکافل توکل کے منافی ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انشورنس یا تکافل اِسلام کے تصورِ توکل کے خلاف ہے، لیکن یہ محض غلط فہمی ہے، کیونکہ توکل کے معنی ترکِ اسباب کے نہیں، بلکہ اسباب کو اختیار کرنے اور اس کے نتائج و ثمرات کو اللہ جل جلالہ کے حوالے کرنے کے ہیں، یہ توکل ہے جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ترمذی شریف میں وارد ہے۔

﴿قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ «اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ»﴾[2]

ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے اُونٹ کو باندھ کر اللہ پر توکل کروں یا اس کو چھوڑ کر اللہ پر توکل کروں؟ (تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!) "پہلے اُونٹ کو باندھو پھر اللہ جل جلالہ پر توکل کرو"۔

1۔ البدایہ والنہایہ

2۔ الترمذی: صفة القيامة: باب اعقلها وتوكل : (۲۴۴۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسباب اختیار فرمائے ہیں، بیماری میں علاج اختیار فرمایا ہے جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ:

﴿ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ قَالَتِ الأَعْرَابُ يَا رَسُولَ اللهِ أَلاَ نَتَدَاوَى قَالَ « نَعَمْ يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلاَّ وَضَعَ لَهُ شِفَاءً أَوْ قَالَ دَوَاءً إِلاَّ دَاءً وَاحِدًا ». قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُوَ قَالَ « الْهَرَمُ ». ﴾[1]

حضرت اُسامہ بن شریک سے روایت ہے کہ بعض بدوی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! (جب ہم بیمار ہوں تو) کیا ہم علاج کروائیں؟ تو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! ہاں، علاج کراؤ، کیونکہ اللہ جل جلالہ نے تمام بیماریوں کا علاج پیدا فرمایا ہے یا فرمایا شفاء پیدا کی ہے سوائے ایک بیماری کے اُنہوں نے کہا وہ (بیماری) کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بڑھاپا ہے۔

نیز اپنی اولاد اور ورثاء کے لئے اپنے بعد کچھ مال وغیرہ چھوڑنا تاکہ وہ تمہارے بعد دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر ذلیل نہ ہوں، اس کو شریعت نے افضل قرار دیا ہے، جیسا کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

حدیث ملاحظہ ہو:

﴿ قَالَ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وُرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ ﴾[2]

1۔ الترمذی باب ما جاء فی الدواء والحث علیه : وابوداؤد باب فی الرجل یتداوی وغیرهما

2۔ البخاری باب أن یترك ورثته أغنیاء خیر من أن یتکففوا الناس ج ۱۰ ص ۹۵ والترمذی والنسائی وغیرهم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ اپنی اولاد کو مالدار چھوڑیں، یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ آپ انہیں فقر و فاقہ کی حالت میں چھوڑیں اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔

لہٰذا مذکورہ اعتراض محض غلط فہمی اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

اب ہم ان دلائل و شواہد کا جائزہ لیں گے جن کی بنیاد پر تکافل کو جائز قرار دیا جاتا ہے اور ان ہی بنیادوں پر اُسے مغربی انشورنس سے یکسر مختلف اور ممتاز قرار دیتے ہیں یہ جاننے کے لئے سب سے پہلے تکافل کے تعمیری ڈھانچے کو دیکھنا ہو گا۔ ازاں بعد اُسکی صحت کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

تکافل کا تعمیری ڈھانچہ

تکافل کا ڈھانچہ بنانے میں اب تک جو کوششیں کی گئی ہیں ان کے نتیجے میں دو طرح کے ڈھانچے سامنے آئے ہیں

۱۔ "وقف" کی بنیاد پر قائم کیا جانے والا ڈھانچہ

۲۔ "تبرُّع" کی بنیاد پر قائم کیا جانے والا ڈھانچہ

اِن جزیات کی تفصیل جناب ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب صمدانی (اُستاذ دار العلوم کراچی) کی تحریر سے ماخوذ اِقتباسات کی شکل میں دی جا رہی ہے اور جہاں کہیں ضرورت محسوس ہو گی اِصلاحی جائزہ بھی اِن شاء اللہ لیا جائے گا، ملاحظہ فرمائیں:

"اگرچہ عالمی نقشے پر "تبرُّع"[1] (کسی بدلے اور معاوضے کی خواہش کے بغیر بطورِ احسان کچھ دینا) کی بنیاد پر تکافل کا عملی نظام پہلے وجود میں آیا، جیسے ملائشیا اور بعض عرب ممالک میں لیکن ہمارے ملک میں تبرُّع کے بجائے وقف کے نظام کو وجود میں لایا گیا ہے، اس لئے ہم نے اسے پہلا متبادل قرار دے کر پہلے اس کا تفصیلی تعارف پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

1۔ (تبرع) بالعطاء أعطى من غير سؤال و تفضل بما لا يجب عليه غير طالب عوضا (المعجم الوسيط) ج ۱ ص ۱۰۵ باب الباء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعارف:

وقف فقہ اسلامی کی ایک اصطلاح ہے جس کے لغوی معنی "روکنا" (Lexical Meaning) ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکال کر اس کے منافع کو شرعی مصارف پر خرچ کرنے کے لئے دینے کا نام "وقف" ہے، جیسے مساجد، قبرستان اور رفاہی ادارے کے لئے کوئی جگہ وقف کرنا۔

شرعی نقطۂ نظر سے وقف کے صحیح ہونے کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک بنیادی شرط یہ بھی ہے کہ وقف دائمی یعنی ہمیشہ کے لئے ہو اور ایسی جہت اور مصرف کیلئے ہو جو شرعاً معتبر ہے، کسی ناجائز یا حرام کام کیلئے کوئی چیز وقف کرنا جائز نہیں۔"[1]

اصلاحی جائزہ

جیسا کہ ڈاکٹر صمدانی صاحب نے لکھا" شریعت کی اصطلاح میں کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکال کر اس کے منافع کو شرعی مصارف پر خرچ کرنے کے لئے دینے کا نام "وقف" ہے، جیسے مساجد، قبرستان اور رفاہی ادارے کے لئے کوئی جگہ وقف کرنا"۔ ڈاکٹر صمدانی صاحب کی اس تعریف سے تو ہمیں کوئی اختلاف نہیں لیکن موجودہ اور مروّج تکافل، خط کشیدہ الفاظ سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا، کیونکہ مروّج تکافل میں موقوف کے منافع کو خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ موقوف از خود خرچ ہوتا ہے، "مساجد، قبرستان اور رفاہی اداروں" کی مثالیں بھی صادق نہیں آتیں کیونکہ ان اداروں کو برقرار رکھ کر استفادہ ممکن ہے جبکہ تکافل فنڈ میں دی گئی رقم کو برقرار رکھ کر استفادہ ممکن نہیں۔

1۔ تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ (از ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی) ص 95

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقف شخصِ قانونی (Juristic Person) ہے:

وقف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ بذاتِ خود ایک شخصِ قانونی ہے، یعنی یہ اپنا مستقل وجود رکھتا ہے اور وہ تمام اَوصاف جو شخصِ حقیقی میں پائے جاتے ہیں، وہ اس میں بھی مانے گئے ہیں، جناب محمد تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"وقف کے لئے اگرچہ شخصِ قانونی کی اِصطلاح استعمال نہیں ہوئی مگر حقیقت میں یہ ایک شخصِ قانونی ہے، اس لئے کہ وقف مالک ہوتا ہے، مسجد یا وقف کو چندہ دیا جائے یا کوئی اور چیز دی جائے تو وہ چندہ یا دیگر عطیات وقف نہیں ہوتے جب تک ان کے وقف کی تصریح نہ کر دی جائے، بلکہ وقف کے مملوک ہوتے ہیں اور وقف مالک ہوتا ہے، وقف دائن بھی ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص وقف کی زمین کرایہ پر لیتا ہے تو یہ کرایہ وقف کا دَین ہے اور وقف دَائِن ہے۔

ایسے ہی وقف مدیون بھی ہوتا ہے، مثلاً کوئی وقف کا ملازم ہے تو اس کی تنخواہ وقف کے ذمے ہے، عدالت میں مقدمہ ہو تو وقف مدّعی اور مدعی علیہ بھی ہو سکتا ہے اور متولّی اس کی نمائندگی کرتا ہے، مالک ہونا، دائن ہونا، مدیون ہونا، مدّعی یا مدعی علیہ ہونا شخص کے اَوصاف میں سے ہے، معلوم ہوا کہ وقف میں شخصِ قانونی کی خصوصیات تسلیم کی گئی ہیں"۔[1]

وقف کا شخصِ قانونی ہونا ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کی وجہ سے انشورنس کا شرعی متبادل پیش کرنے میں کافی سہولتیں پیدا ہوئی ہیں، اسی لئے علماءِ پاکستان نے وقف کی بنیاد پر تکافل کا

1۔ تکافل اِنشورنس کا اِسلامی طریقہ ص ۹۶ بحوالہ اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص ۸۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظام قائم کرنے کو ترجیح دی ہے، کیونکہ تبرّع کے مقابلے میں وقف کے اندر وسعتیں (Flexibilities) قدرے زیادہ ہیں اور موجودہ دور میں تکافل کا جو طریقہ کار رائج ہے، اس میں تبرّع والے نظام کو اختیار کرنے سے اس بات کا پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ کیا یہ معاملہ عقدِ معاوضہ سے پوری طرح نکل چکا ہے یا نہیں۔..... مزید لکھتے ہیں

"مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے مقالہ "تَأْصِيلُ التَّامِينِ التَّكَافُلِي عَلَى أَسَاسِ الْوَقْفِ وَلِحَاجَةِ الدَّاعِيَةِ إِلَيْهِ" کا خلاصہ آسان الفاظ میں یہاں لکھا جاتا ہے"

"تبرّع ماڈل میں پالیسی ہولڈر جو پریمیم دیتا ہے، اس کی شرعی حیثیت محل نظر ہے جن حضرات نے تبرّع ماڈل کو درست قرار دیا ہے، انہوں نے اس کی درج ذیل توجیہات پیش کی ہیں۔

۱) یہ پریمیم "ہبہ بشرطِ العوض" ہے، یعنی پالیسی ہولڈر یہ پریمیم کمپنی کو بطور ہبہ (عطیہ) دیتا ہے، البتہ اس میں بدلہ لینے کی شرط لگاتا ہے، گویا وہ تکافل کمپنی سے یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو یہ رقم اس شرط پر دیتا ہوں کہ آپ اس کے بدلے میرے ممکنہ نقصان کی تلافی کریں گے۔

یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ ہبہ بشرطِ العوض بیع (خرید و فروخت) کے حکم میں ہے، اس لئے یہ صورت عقدِ معاوضہ میں داخل ہو جاتی ہے۔[1]

۲) یہ "التزام التبرّع" کی قبیل سے ہے جس میں پالیسی ہولڈر اپنے اوپر یہ التزام کرتا ہے کہ وہ کمپنی کو اتنی رقم بطور عطیہ دیگا اور کمپنی اپنے اوپر یہ التزام (Undertaking) کرتی ہے کہ جو شخص اُسے اتنا پریمیم دے گا، وہ اس کے فلاں فلاں رسک کا ازالہ کرے گی، یہ

1۔ تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ ص 97

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

توجیہہ مالکیہ کے مسلک پر پیش کی گئی ہے، لیکن یہ توجیہ اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ اس میں دونوں فریق (یعنی کمپنی اور پالیسی ہولڈر) میں سے ہر ایک اپنے اوپر تبرّع کا التزام اس شرط پر کر رہا ہے کہ دوسرا بھی اُس پر تبرّع کرنے کا التزام کرے کیونکہ کمپنی ایسے شخص کے لئے تبرّع کا التزام نہیں کرتی جو اس کے لیے تبرّع کا التزام کر کے اس کے پاس پریمیم جمع نہ کرائے اور پالیسی ہولڈر بھی اُس کمپنی کے لئے تبرّع کا التزام کر رہا ہے جو اس کے نقصانات کی تلافی کرنے کے لئے تبرّع کا التزام کرے، ایسا التزام تبرّع جو جانبین سے مشروط (Conditional) ہو، خود مالکیہ کے ہاں بھی عقد معاوضہ (Commutative Contract) کے حکم میں ہے، اس لئے یہ توجیہہ بھی قابل اعتماد نہیں۔[1]

اِصلاحی جائزہ

جن خدشات اور اشکالات کا مذکورہ بالا مختلف عبارتوں میں اظہار کیا گیا ہے، جنھیں ہم نے خط کشیدہ الفاظ سے نمایاں کر دیا ہے وہ تمام اشکالات و ابہامات مروّجہ تکافل میں بھی مِنْ وَعَنْ موجود ہیں، یہاں بھی پالیسی ہولڈر پریمیم کمپنی کو جو رقم بطور وقف دیتا ہے، اس میں بدلہ لینے کی شرط لگاتا ہے، گویا وہ تکافل کمپنی سے یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو یہ رقم اس شرط پر دیتا ہوں کہ آپ اس کے بدلے میرے ممکنہ نقصان کی تلافی کریں گے۔ یہاں آپ وسعتِ قلبی کے شاہکار اور وہاں تنگیٔ دلاں کے شکار کیوں نظر آتے ہیں؟

وقف فنڈ میں بھی یہ صورت عقدِ معاوضہ میں داخل ہو جاتی ہے، اور دوسرا عیب یہ ہے کہ تاحال نقد رقم کا وقف بھی محلّ نظر ہے۔

1۔ تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ ص ۹۸ بحوالہ تحریر الکلام ص ۲۰۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تبرُّع سے متعلّق مزید اِشکالات

محترم جناب ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی صاحب تبرّع سے متعلق مزید اِشکالات کا اِظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، "یہ بات بھی محلِ اشکال ہے کہ پالیسی ہولڈر کمپنی کو جو رقم تبرّعاً دیتا ہے کیا وہ اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں معاصر علماء کرام کی مختلف آراء ہیں۔ جس قول کو بھی اختیار کیا جائے، کوئی نہ کوئی اِعتراض ہوتا ہے"۔

- اگر یہ کہا جائے کہ یہ رقم پالیسی ہولڈرز کی ملکیت سے نہیں نکلتی، تو پھر ان پر اس رقم کی زکوٰۃ واجب ہو گی اور ان کے انتقال کے بعد ورثا کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہو گا حالانکہ عملاً ایسا نہیں ہوتا اور نہ عملاً ایسا کرنا ممکن ہے۔
- اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ رقم پالیسی ہولڈرز کی ملکیت سے نکل جاتی ہے تو پھر اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پالیسی ہولڈرز کا ادا کردہ اقساط سے کوئی تعلق باقی نہ رہے اور انہیں کوئی کلیم کا دعویٰ کرنے اور فائض (Surplus) سے کچھ لینے کا حق نہ ہو۔
- بعض اسکالرز نے کہا کہ یہ (Partial) تبرّع ہے، اگر یہ بات ہے تو پھر اس بات کی وضاحت ضروری ہو گی کہ پریمیم کی کتنی مقدار تبرّع ہے اور کتنی مقدار تبرّع نہیں، حالانکہ تکافل کے موجودہ سیٹ اَپ میں اس کی وضاحت نہیں ہوتی۔
- بعض نے کہا کہ یہ تبرّع نقصان پیش آنے کی شرط کے ساتھ مقید اور مشروط ہے، اگر یہ بات مانی جائے تو جب تک مطلوبہ رسک پیدا نہ ہو، اس وقت تک یہ پریمیم پالیسی ہولڈر کی ملکیت میں رہے گا، جس پر مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق زکوٰۃ اور میراث کے احکام جاری کرنا ہوں گے۔[1]
- بعض حضرات نے کہا کہ یہ تبرّع محض (Absolutely Donation) ہے یعنی کسی شرط

1۔ تکافل اِنشورنس کا اِسلامی طریقہ ص 99

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ مشروط نہیں جسکے نتیجہ میں پریمیم پالیسی ہولڈر کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، لہٰذا نہ اُس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور نہ اس رقم پر میراث کے احکام جاری ہوتے ہیں،

- لیکن یہ توجیہ اُس صورت میں درست قرار دی جاسکتی ہے جب تبرّع کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے پول کو شخصِ قانونی (Legal Person) قرار دیا جائے تاکہ پہلے وہ اس کا مالک بن جائے اور پھر وہ اپنے قواعد کے مطابق پالیسی ہولڈرز کے رسک کور کرے،
- جبکہ تکافل کے موجودہ نظام میں تبرّع کی بنیاد پر قائم ہونے والے پول کا شخصِ قانونی ہونا محلِ نظر ہے، کیونکہ اس کا کمپنی سے الگ کوئی وجود نہیں ہوتا۔[1]
- اس کے برعکس وقف چونکہ خود شخصِ قانونی ہے اور دیئے گئے عطیات براہِ راست وقف کی ملکیت میں چلے جاتے ہیں اور وقف پھر اپنے طے کردہ ضوابط کی روشنی میں (Claims) کی ادائیگی کرتا ہے، اس لئے وقف کا نظام زیادہ قابلِ اطمینان ہے، خصوصاً جبکہ وقف کے اندر شرعاً اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ وقف کرنے والا شخص خود اپنے لئے بھی اس وقف سے نفع حاصل کرنے کی شرط لگا سکتا ہے جیسے کوئی شخص قبرستان کے لئے جگہ وقف کرے تو اس میں اپنی قبر بنانے کی شرط بھی لگا سکتا ہے یا کوئی شخص کنواں وقف کرے تو خود بھی اس سے پانی حاصل کرنے کی شرط لگا سکتا ہے.....۔
- بلکہ اس شرط کا خیال رکھنا اتنا ضروری ہے جتنا کسی ایسے شرعی حکم کا، جس کا ثبوت قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ سے ہو۔ چنانچہ فقہ (حنفی) کا مشہور اُصول ہے کہ:

﴿شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ﴾

واقف کا کوئی شرط لگانا بمنزلہ صاحبِ شریعت کے فرمان کے ہے۔[2]

1۔ تکافل اِنشورنس کا اِسلامی طریقہ ص 99 بحوالہ تأصیل التامین التکافلی علی أساس الوقف ص ۴۔۱۲

2۔ تکافل اِنشورنس کا اِسلامی طریقہ ص 100

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصلاحی جائزہ

کسی واقف کے حق شرط سے متعلق ہمیں جناب صمدانی صاحب سے سو فیصد اتفاق ہے، لیکن فقہ حنفی کے نام سے جو اُصول وضع کیا گیا ہے اُس سے ہمیں دو سو فیصد اختلاف ہے، کیونکہ یہ اُصول جہاں عقل کے منافی ہے وہاں کتاب و سنت کے بھی خلاف ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی اُمتی کے قول کو شارع علیہ السلام کی نصوص کے برابر درجہ دے دیا جائے یہ اُصول صرف اُصول ہی نہیں بلکہ فضول بھی ہے اور شریعت میں کھلی مداخلت ہے۔!!!

﴿شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ﴾[1]

"وقف کرنے والے کی شرط شارع علیہ السلام کی نص کی مانند ہے"۔

کسی واقف کی شرائط خلافِ شرع بھی ہو سکتی ہیں جبکہ شارع علیہ السلام کی نصوص بذاتِ خود شریعت ہیں، تعدیل و برابری کی یہ جسارت شارع علیہ السلام کے فرمان سے مردود ہے جسے امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شارع علیہ السلام کے اپنے ریمارکس

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

﴿«يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَانِي مَلَكَانِ وَأَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَكَّةَ، فَوَقَعَ أَحَدُهُمَا إِلَى الْأَرْضِ وَكَانَ الْآخَرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَهُوَ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَزِنْهُ بِرَجُلٍ. فَوُزِنْتُ بِهِ فَوَزَنْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِعَشَرَةٍ. فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِأَلْفٍ فَوُزِنْتُ

1۔ الدر المختار: الجزء 4ص634، البحر الرائق شرح كنز الدقائق:كتاب الوقف، شروط الواقفين

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِهِمْ فَرَجُّتُهُمْ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُونَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيزَانِ، قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لَوْ وَزَنْتَهُ بِأُمَّتِهِ لَرَجَحَهَا۔"[1]

"اے ابوذر میں مکّہ کی ایک وادی میں تھا کہ دو فرشتے میری جانب بھیجے گئے اُن میں سے ایک تو زمین پر اُتر آیا جبکہ دوسرا زمین اور آسمان کے درمیان معلّق رہا اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، کیا یہ وہی شخص ہے؟ (جس کی طرف ہمیں بھیجا گیا ہے) اُس نے کہا ہاں، کہا ایک آدمی کے ساتھ اس کا وزن کرو، پس مجھے اُس کے ساتھ تولا گیا، اور میرا پلڑا بھاری رہا پھر اُس نے کہا اِسے دس کے ساتھ تولو، پس مجھے اُن کے ساتھ تولا گیا، اور میرا پلڑا بھاری رہا پھر اُس نے کہا اِسے سَو کے ساتھ تولو، پس مجھے اُن کے ساتھ تولا گیا، اور میرا پلڑا بھاری رہا پھر اُس نے کہا اِسے ہزار کے ساتھ تولو، پس مجھے اُن کے ساتھ تولا گیا، اور میرا پلڑا بھاری رہا گویا کہ میں (اب بھی) اُنھیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ (پلڑے کے اُٹھ جانے کے سبب) اُس میں بکھرے پڑے ہیں، شارع علیہ السلام نے فرمایا پس اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا، اگر تو اِنھیں اِن کی پوری اُمّت (پوری کائنات) کے مقابلے میں بھی تولے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پلڑا بھاری رہے گا۔

اِس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں برابری کا ہر تصور صریحًا باطل اور بے بنیاد ہے۔

اے ہادیِ برحق، تیری ہر بات ہے سچی!
دیدہ سے ہے بڑھ کر تیرے لب سے شنیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا
دیتا ہے گواہی یہ عالم کا جریدہ

1۔ سنن الدارمی: کتاب المقدمة، باب کیف کان أول شأن النبی ج ۱ ص ۱۸ (رقم 14)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابنِ قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے ریمارکس

علامہ ابنِ قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حنفی اُصول سے متعلق فرماتے ہیں:

﴿ خَطَأُ الْقَوْلِ بِأَنَّ شَرْطَ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ : ثُمَّ مِنَ الْعَجَبِ الْعُجَابِ قَوْلُ مَنْ يَقُولُ : إِنَّ شُرُوطَ الْوَاقِفِ كَنُصُوصِ الشَّارِعِ . وَنَحْنُ نَبْرَأُ إِلَى اللهِ مِنْ هَذَا الْقَوْلِ ، وَنَعْتَذِرُ مِمَّا جَاءَ بِهِ قَائِلُهُ ، وَلَا نُعَدِّلُ بِنُصُوصِ الشَّارِعِ غَيْرَهَا أَبَدًا ﴾[1]

قول کی اصل غلطی ہی یہ کہنا ہے کہ وقف کرنے والے کی شرط شارع علیہ السلام کی نص کی مانند ہے پھر یہ کہنا کہ "شُرُوْطُ الْوَاقِفِ كَنُصُوْصِ الشَّارِعِ" اِنتہائی افسوس ناک اور قابلِ تعجب ہے اور ہم اللہ جل جلالہ کی جناب میں اس قول سے بریٔ الذمہ ہیں اور کہنے والے سے ہم معذرت چاہتے ہیں (ہمارا قائل سے کوئی تعلق نہیں) اور ہم کبھی بھی شارع علیہ السلام کی نصوص کے ساتھ کسی دوسرے کو برابری کا درجہ نہیں دے سکتے۔

علّامہ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ کے ریمارکس

بندہ نے از راہِ تفہیم اِس اُصول کو اُستاذِ محترم جناب علّامہ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ایک خوبصورت جواب دیتے ہوئے برجستہ فرمایا!

"شارع علیہ السلام کی نص کا اِنکار تو کفر ہے کیا واقف کی شرط کا اِنکار بھی کفر کے زُمرے میں داخل ہے ؟" ظاہر ہے اِن دونوں میں کوئی مماثلت نہیں ہے، لہٰذا یہ اُصول صریحًا مبنی بر خطا ہے اور پھر کسی بھی اِعتبار سے مماثلت ہو بھی کیسے سکتی ہے؟

1۔ إعلام الموقعين عن رب العالمين ج1ص429

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲) یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ تبرّع کی بنیاد پر قائم ہونے والے پول کا شخص قانونی ہونا محل نظر ہے، کیونکہ اس کا کمپنی سے الگ کوئی وجود نہیں ہوتا لیکن یہ اعتراض تو وقف پول پر بھی موجود ہے پھر عدم جواز کا یہ حکم اس پر بھی لگنا چاہیے۔ تفصیلی بحث اسکے اپنے محل پر آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

وقف سے متعلّق سوالات وجوابات

سوال نمبر ۱: وقف سے متعلق ذکر کردہ مثالوں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مذکورہ تفصیل میں جن مثالوں کو ذکر کیا گیا ہے، ان سے تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ وقف کرنے والے یا وقف کو چندہ دینے والے کے لئے "وقف" سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ جیسے کنویں سے پانی بھرنا اور مدرسے میں اپنے بچے کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا وغیرہ۔ لیکن تکافل کے اندر پالیسی ہولڈر کوئی نفع حاصل نہیں کرتا، بلکہ اپنے نقصان (رسک) کا ازالہ (Cover) کر رہا ہوتا ہے، اس لئے مذکورہ تفصیل سے وقف کی بنیاد پر تکافل کا جواز ثابت کرنا محل نظر ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں کنویں اور مدرسے سے متعلقہ مثالوں کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہاں بھی رسک کا ازالہ کیا جاتا ہے جیسے وقف کنویں کو چندہ دینے والا جب خود اُس سے پانی پیتا ہے تو پیاس کا رسک کور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ پانی نہ پیتا تو پیاس اُسے نقصان پہنچاتی۔ پانی پینے سے اس نقصان کا ازالہ ہو گیا۔ اسی طرح مدرسہ میں پڑھنے سے "جہالت" کے رسک کا ازالہ ہوا۔

اور اگر دونوں کو الگ الگ چیز سمجھنا ہی ضروری ہو تو اس صورت میں جواب یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں "نقصان کا ازالہ" (دفع مضرت) "نفع کے حصول" سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا اگر شریعت کسی جگہ "نفع کے حصول" کے لئے وقف کرنے کی اجازت دے رہی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو وہاں "نقصان کے اِزالے" کے لیے وقف فنڈ قائم کرنے کی بدرجہ اَولیٰ اِجازت ہو گی۔[1]

سوال نمبر ۲: جو مثالیں اُوپر ذکر کی گئیں ہیں، اس کے اندر وقف سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وقف سے فائدہ اُٹھانے والے شخص نے بھی کچھ نہ کچھ عطیہ ضرور دیا ہو مثلاً جب کوئی کنواں وقف ہو گیا تو اب اُس سے ہر پیاسا شخص پانی پی سکتا ہے چاہے اُس نے کنویں کو خرید کر وقف کرنے میں کوئی حصہ ملایا ہو یا نہ ملایا ہو۔

جواب: وقف کے اندر اس بات کی شرعاً گنجائش ہے کہ وہ کسی مخصوص طبقے یا افراد کے لئے ہو مثلاً کوئی شخص یہ شرط لگائے کہ میں فلاں باغ اس شرط پر وقف کرتا ہوں کہ اس کا پھل صرف فلاں رشتہ داروں کو یا میری اولاد کو دیا جائے یا میری زندگی میں مجھے ملتا رہے اور میرے بعد فلاں بستی کے فقراء اس سے فائدہ اٹھائیں۔

سوال نمبر ۳: وقف کرنے والا وقف کے مصالح کے پیشِ نظر وقف کے دائرہ کو مخصوص افراد تک محدود رکھنا چاہے تو کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟

جواب: تکافل کمپنی میں وقف کی بنیاد پر قائم پول کو اگر بالکل عام کر دیا جائے اور ہر شخص کو اس سے اپنا رسک کور کرنے کی اجازت دی جائے تو ظاہر ہے کہ اس پول میں ہر گز اس کی گنجائش (Capacity) نہیں، لہٰذا ضروری ہو گا کہ یہ وقف کسی مخصوص طبقے کے لئے ہو پس اگر واقفین یہ شرط لگا دیں کہ اس وقف سے صرف وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جو اس وقف کو عطیہ (Donation) دیں تو یہ قید (Restriction) لگانا جائز نہیں ہو گا۔

سوال نمبر 4: وقف کا یہ طریقہ بھی ہے کہ جو زیادہ عطیہ دے (یعنی زیادہ پریمیم دے) وہ اُس شخص سے زیادہ نقصان کی تلافی کا حقدار ٹھہرتا ہے جو اُسکے مقابلے میں کم عطیہ دے تو وہ کم نقصان کی تلافی کا حقدار ٹھہرتا ہے گویا عطیہ (پریمیم) کی کمی اور زیادتی کی بنیاد پر نقصان کی تلافی میں کمی زیادتی کرنا اسے عقدِ معاوضہ کے قریب کر دیتا ہے۔

1۔ تکافل اِنشورنس کا اِسلامی طریقہ ص ۱۰۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ شبہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی اُس مجلس میں بھی پیش کیا گیا، جس مجلس میں وقف کی بنیاد پر تکافل کا نظام قائم کرنے پر اتفاق ہوا۔

جواب: پالیسی ہولڈر تبرّع (عطیہ) کے طور پر وقف پول میں جو رقوم جمع کرائیں، اس میں کمی زیادتی کی بنیاد پر کم یا زیادہ نقصان کی تلافی اگر پالیسی ہولڈر کا قانونی حق نہ ہو بلکہ وقف کی طرف سے صرف وعدہ ہو تو پھر یہ معاملہ بلاشبہ عقدِ معاوضہ میں داخل نہیں (اس لئے کہ عقدِ معاوضہ (Commutative Contract) میں ہر فریق کو اپنا معاوضہ (Consideration) لینے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے جبکہ یہاں ایسا نہیں)[1]

قانونی حق کی دو صورتیں

(الف): اگر تبرّع کی کمی اور زیادتی کی بنیاد پر نقصان کی تلافی میں کمی اور زیادتی پالیسی ہولڈرز کا قانونی حق ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ پالیسی ہولڈر اس بنیاد پر اپنے قانونی حق کا دعویٰ کرے کہ اُس نے فلاں وقت وقف پول کو اتنی رقم کا پریمیم دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے نقصان کی تلافی کرنا وقف کے ذمہ لازم ہے، یہ صورت یقیناً ناجائز ہے کیونکہ یہ بات اُسے عقدِ معاوضہ (Commutative Contract) میں داخل کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ ساری خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو کمرشل انشورنس میں موجود ہیں۔

(ب): دوسری صورت یہ ہے کہ پالیسی ہولڈر اپنے دیئے گئے **تبرّع** (Donations) کی بنیاد پر نقصان کی تلافی کا دعویٰ نہ کرے بلکہ وقف کے اپنے طے شدہ قواعد وضوابط کو بنیاد بنا کر اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں ان قواعد کی بنیاد پر وقف کی طرف سے تلافیِ نقصان کا حقدار ہوں۔ اُس مجلس کے اکثر شرکاء کی رائے یہ تھی کہ پالیسی ہولڈر شرعاً اس

1۔ تکافل اِنشورنس کا اِسلامی طریقہ ص 104

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طریقے پر اپنا قانونی حق اِستعمال کر سکتا ہے اور اس کا یہ قانونی حق اس صورت کو عقدِ معاوضہ میں داخل نہیں کرتا۔ تکافل کے وقف ماڈل میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے جو اُسی مجلس میں اٹھایا گیا وہ یہ کہ پالیسی ہولڈر خواہ اپنے نقصان کی تلافی وقف کے قوانین کی بنیاد پر کرائے تاہم پریمیم دیتے وقت اس کی یہ نیت بہر حال ہوتی ہے کہ مجھے اس کے بدلے کچھ نہ کچھ ملے بلکہ اگر میرا نقصان زیادہ ہو تو زیادہ بھی ملے، گویا یہاں دینا اس غرض سے ہے، کہ واپس ملے گا اور وہ بھی زیادہ ملے گا تو اس غرض سے کسی کو رقم دینا قرآنِ کریم کی اس وعید میں داخل نہ ہو گا جس میں فرمایا گیا کہ:

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾[1]

کسی پر اس لئے احسان نہ کرو کہ اس کے بدلے زیادہ ملے۔

نیوتہ (نیندرہ) کو بھی اِسی لئے ناجائز کہا گیا ہے کہ اس میں دینے والے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مجھے اس کے بدلے میں زیادہ ملے۔

لیکن حاضرین کی اکثریت نے اِس اشکال کا جواب یہ دیا کہ اِس بات پر تمام فقہاءِ کرام کا اتفاق ہے کہ واقف کوئی چیز وقف کرتے وقت اس سے خود نفع اٹھانے کی نیت کرے بلکہ وقف میں باقاعدہ اپنے انتفاع کی شرط بھی لگائے تو شرعاً اس کی بھی اجازت ہے۔ (بحوالہ بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف کے احکام انفرادی عطیات اور ہدایا (Gifts) سے مختلف ہیں اور اس کی وجہ واضح ہے کہ وقف کا مقصد ان لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے جن کے لئے اسے وقف کیا گیا، لہٰذا اگر واقف وقف سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ وقف کے مقاصد میں داخل ہونے کی بناء پر فائدہ اُٹھاتا ہے، اسی طرح وقف کو چندہ دینے والا اگر وقف سے فائدہ اٹھائے تو وقف کے قواعد و ضوابط کے مطابق اٹھائے گا اور اگر وقف کے قواعد و ضوابط کے مطابق وہ مستحق قرار نہ پائے تو وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

1۔ سورة المدثر : ٦

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک نیوتہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی وقف نہیں ہوتا اور نہ ہی نیوتہ دینے والے کو نیت ہدیہ دینے کی ہوتی ہے، بلکہ وہ دو افراد کا باہمی معاملہ ہے جس میں ہدیہ کا واپس کرنا معروف یا مشروط ہو تو اس میں عقدِ معاوضہ ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال نہیں جبکہ وقف کو چندہ دینا ایک مستقل معاملہ ہے اور وقف کے قواعد کے مطابق چندہ دینے والے کا نقصان کی تلافی کرانے کا حقدار ٹھہرانا بالکل دوسرا معاملہ ہے۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔[1]

اِصلاحی جائزہ

۱) واقف جائز شرائط میں سے کوئی شرط رکھ سکتا ہے اس سے ہمیں قطعی اختلاف نہیں ہے لیکن وقف کردہ سرمائے میں کمی بیشی کی بنیاد پر واقف کو حاصل ہونے والے فوائد بھی کم و بیش ہونگے یہ معاہدہ نہ صرف مروّجہ تکافل کو عقدِ مُعاوضہ کے قریب کر دیتا ہے بلکہ عقدِ معاوضہ میں داخل کر دیتا ہے اگرچہ جامعہ دار العلوم کراچی کی مجلس میں وقف کی بنیاد پر تکافل کا نظام قائم کرنے پر اِتفاق ہو چکا ہے تاہم یہ اِتفاق بھی محتاج دلیل ہے۔ محض کسی مکتبہ فکر کے علماء کا اِتفاق یا اِختلاف شریعتِ اِسلامیہ کی اَساس پر اَثر انداز نہیں ہوتا۔

۲) خط کشیدہ عبارت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ پالیسی ہولڈر اپنے وقف فنڈ کی کمی بیشی کی بنیاد پر نقصان کی تلافی کا حق نہ رکھتا ہو بلکہ وقف کی طرف سے نقصان کی تلافی کا وعدہ ہو تب یہ عقدِ معاوضہ نہیں ہے۔ یہ بھی محض ایک حیلہ ہے دیگر حیل کی طرح ورنہ تکافل کمپنی بتائے کہ اُس نے وعدہ کس بنیاد پر کیا ہے؟ ظاہر ہے اُس فنڈ کو بنیاد بنایا گیا جسے واقف نے تکافل کمپنی کے پول میں جمع کرایا ہے اور یہ تمام تر معاہدات پہلے سے طے ہو جاتے ہیں اور پالیسی ہولڈر بھی ہمیشہ کمپنی کی طرف سے پیش کردہ فوائد کا بغور جائزہ لے کر پالیسی

1۔ تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ از ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی ص106

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خرید تا ہے اور یہی چیز اُسے عقدِ معاوضہ بنا دیتی ہے چونکہ پالیسی ہولڈر کے علم میں پہلے سے یہ بات ہوتی ہے کہ اگر پریمیم کی رقم اتنی ہو تو مجھے نقصان کی صورت میں اِتنا ملے گا اور اگر اس سے کم ہو تو پھر اِتنا ملے گا یہ باقاعدہ کاروبار ہے اور تکافل کمپنی اور واقف دونوں کو پابند کیا جاتا ہے کہ ایک فریق اپنی قسط ادا کرے اور دوسرا فریق اُس کے نقصان کے وقت اُسکی تلافی کرے۔ یہ صریحاً عقدِ معاوضہ ہی ہے جو ناجائز ہے۔

۳) چاہے پالیسی ہولڈر کو یہ حق اپنی جمع شدہ رقم کی بنیاد پر دیا گیا ہو یا تکافل کمپنی کے وعدہ اور قواعد وضوابط کی بنیاد پر دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اس لئے کہ قواعد وضوابط کے تحت یا وعدہ کے تحت دیا گیا حق بھی پالیسی ہولڈر کی رقم کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے لہٰذا یہ عقد کسی طرح عقد معاوضہ سے الگ نہیں ہے۔

مزید وقف النقود بھی تاحال محل نظر ہے جس کی تفصیلی بحث ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں آنے والی ہے یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے آپ کسی کو قرض دے کر یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ آپ واپسی کے وقت مجھے بڑھا کر دینا لیکن مقروض از خود بغیر کسی پیشگی معاہدے کے اگر اپنی طرف سے کچھ بڑھا کر دے جو پہلے سے طے نہیں تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں جو خود شارع علیہ السلام سے بھی ثابت ہے لیکن اس میں اگر قرض دہندہ کا کوئی مطالبہ نہ ہو لیکن قرض لینے والا یہ واضح کر دے کہ میں لوٹاتے وقت ۵۰۰ روپے کے بدلے ۶۰۰ روپے ادا کروں گا اب یہ صورت یقیناً تبدیل ہو جائے گی اور سُود کے زُمرے میں داخل ہو جائے گی، چونکہ مقروض کا وعدہ بھی قرض پر دی گئی رقم کی بنا پر ہے جو حرام ہے۔

۴) جناب صمدانی صاحب نے وقف فنڈ سے متعلق قبرستان، مسجد اور کنویں وغیرہ کی جو مثالیں دی ہیں وہ مثالیں بھی موجودہ تکافل پر صادق نہیں آتیں کیونکہ اُن مثالوں میں واقف نے جو شرائط رکھی ہیں، اُن شرائط کا تعلق فنڈ کی کمی بیشی سے نہیں ہوتا بلکہ وہ مطلق ہوتی ہیں مثلاً مسجد کے لئے ایک پلاٹ دس لاکھ روپے مالیت سے خریدا گیا جس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے عطیات جمع کئے گئے، زید نے ۵ لاکھ روپے کا عطیہ دیا بکر نے تین لاکھ کا عطیہ دیا اور عمر نے ۲ لاکھ روپے کا عطیہ دیا اِس طرح کل دس لاکھ روپے وقف پول کو حاصل ہو گئے۔ ظاہر بات ہے کہ تین اشخاص کے عطیات کی مالیت مختلف ہے لیکن وقف اگر عطیات کی کمی بیشی کی بنیاد پر یہ شرط رکھے کہ جس نے ۵ لاکھ دیئے ہیں وہ تو پانچوں نمازیں ادا کر سکتا ہے اور جس نے تین لاکھ دیئے ہیں وہ صرف تین نمازیں ادا کرے اور جس نے دو لاکھ کا عطیہ دیا ہے وہ صرف دو نمازیں پڑھنے کا حق دار ہے یعنی وقف پول کی یہ شرائط کئی وجوہ سے باطل ہونگی اوّل تو یہ خلافِ شرع ہے اگرچہ کسی واقف نے بھی کیوں نہ یہ شرط عائد کی ہوں کی عطیات کی کمی بیشی کے سبب اِستفادے میں بھی کمی بیشی ہو گی، دوسرا اس میں تبرّع کا پہلو خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور صریحاً عقدِ معاوضہ کے ضمن میں داخل ہو جاتا ہے کہ جو زیادہ فنڈ دے گا اُس کا معاوضہ بھی زیادہ ہے اور جو کم فنڈ دے گا اُس کا معاوضہ بھی کم ہے بنابریں وجہ مروّجہ تکافل کے وقف پول پر جناب صمدانی صاحب کی بیان کردہ مثالیں صادق نہیں آتیں۔

تکافل کمپنی کی عملی اقسام

جس طرح عام انشورنس کی دو بڑی قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ لائف انشورنس (Life Insurance)

۲۔ جنرل انشورنس (General Insurance)

اسی طرز پر تکافل کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ فیملی تکافل (Family Takaful)

۲۔ جنرل تکافل (General Takaful)

تکافل کی اس قسم کیلئے "لائف" کے بجائے "فیملی" کا لفظ تجویز کیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیملی تکافل پلان

۱) سب سے پہلے وقف کی بنیاد پر ایک "وقف پول" بنایا جاتا ہے۔

۲) شیر ہولڈرز وقف کے بانی (Founder) شمار ہوتے ہیں اور وہی ضوابط طے کرتے ہیں۔

۳) ممبر کی تکافل کی اقساط کو خاص فنڈ میں جمع کر دیا جاتا ہے جو کہ (Family Takaful) فنڈ کہلاتا ہے، تکافل اقساط کی رقم کیا ہونی چاہئے، یہ ممبر خود طے کرتے ہیں لیکن کم سے کم حد کیا ہونی چاہئے یہ کمپنی طے کرتی ہے۔

۴) تکافل آپریٹر کی حیثیت وقف کے متولی کی ہوتی ہے۔

۵) وقف کی گئی بنیادی رقم اِستعمال نہیں کی جاتی البتہ کم رسک والی تجارت میں بوقتِ ضرورت استعمال ہو سکتی ہے۔

۶) تکافل کی ہر قسط دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے اور دو مختلف اکاؤنٹ میں جمع کی جاتی ہے یعنی PMA (پاکستان مضاربہ اِکاؤنٹ) اور PTA پاکستان تکافل اِکاؤنٹ

اقساط کا ایک بڑا حصہ بچت و سرمایہ کاری کے لئے مضاربہ اِکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے جس کی مضاربہ کی بنیاد پر سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور اقساط کا وہ حصہ جو بچ جاتا ہے اسے تکافل اِکاؤنٹ میں بطور تبرُّع جمع کیا جاتا ہے تاکہ اگر کسی ممبر کی موت پلان کی تکمیل سے پہلے واقع ہو جائے تو اس ممبر کے ورثاء کو ادائیگی کی جا سکے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مضاربہ اِکاؤنٹ کا مقصد فنڈ جمع کرنا ہوتا ہے تاکہ ممبر کو تکافل پلان کی تکمیل پر یا اس کے ورثا کی موت پر ادا کیا جا سکے، اقساط کا وہ حصہ جو تبرُّع کے طور پر دیا جاتا ہے وہ تکافل اِکاؤنٹ میں جمع کر دیا جاتا ہے۔

۷) سرمایہ کاری کے لئے کمپنی کو جو فنڈ حاصل ہوتے ہیں ان سب کو ساتھ جمع کر لیا جاتا ہے پھر شریعت کے اُصولوں کے مطابق ان کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

۸) مضاربہ اِکاؤنٹ سے انتظامی اخراجات منہا کئے جاتے ہیں جبکہ تکافل کو چلانے کے اخراجات تکافل اِکاؤنٹ سے منہا کئے جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹) سرمایہ کاری سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مضاربہ کے اُصولوں کے مطابق کمپنی اور ممبر کے درمیان طے شدہ تناسب مثلاً 50 : 50 کے تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے ممبر کا جو حصہ ہے وہ طے شدہ تناسب سے اس کے مضاربہ اِکاؤنٹ اور تکافل اِکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے۔

پالیسی ہولڈر کی تین حالتیں:

جس شخص (پالیسی ہولڈر) نے تکافل فنڈ میں عطیات جمع کرائے ہیں اس کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔

۱) جتنی مدت کے لئے تکافل پلان کیا تھا، اُس کی تکمیل سے پہلے اُس کا اِنتقال ہو جائے۔

۲) مدت کی تکمیل تک زندہ رہے اور تکافل پلان کے مکمل ہونے تک اپنے عطیات تکافل کمپنی میں جمع کراتا رہے۔

۳) تکافل پلان مکمل ہونے سے پہلے ہی کسی وجہ سے اس معاملے سے نکل جائے۔

تکافل کلیم کی تفصیل

ہر ایک کو ملنے والے تکافل کلیم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی صورت:

اگر کوئی ممبر جس نے تکافل پلان لیا ہو اور وہ اس کی تکمیل کی مدت سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو کمپنی اس کے ورثاء کو ادائیگی کا انتظام مندرجہ ذیل طریقہ سے کرتی ہے۔

- PMA میں سے: یعنی پاکستان مضاربہ اِکاؤنٹ میں سے جو تکافل کی کل اقساط تکافل پلان کی اِبتداء سے ممبر کے فوت ہونے تک جمع کرائی گئی ہیں اور سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والا منافع جو مضاربہ اِکاؤنٹ میں جمع کرایا گیا۔
- PTA میں سے: یعنی فوت ہونے کی وجہ سے ممبر کے ذمہ جو اقساط ہیں ان کا تعین فوت ہونے کی تاریخ سے تکافل پلان کی تکمیلی مدت تک جمع کر کے کیا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت:

اگر ممبر تکافل پلان کی تکمیل تک زندہ رہتا ہے اور وہ اقساط جمع کراتا رہتا ہے، تو اسے تکافل کے فوائد مندرجہ ذیل طریقے سے حاصل ہوتے جاتے ہیں:

(الف)۔ پاکستان مضاربہ اکاؤنٹ (PMA) میں سے: تکافل اقساط کی وہ مجموعی رقم جو PMA میں جمع کرائی گئی ہے۔

(ب)۔ پاکستان تکافل اکاؤنٹ (PTA) میں سے: وہ فاضل منافع (Net Surplus) جو ممبر کو ادا کیا گیا ہے یہ ممبر کے PTA کا گزشتہ تخمینہ کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔

تیسری صورت:

اگر کوئی ممبر کسی مجبوری کی بنیاد پر فیملی تکافل پلان (Family Takaful Plan) کی تکمیل کی مدت سے پہلے نکل جاتا ہے (Surrender) ہو جاتا ہے تو اسے (Surrender Benefits) حاصل کرنے کا حق ہے یہ فوائد مضاربہ فنڈ میں موجود رقم پر مشتمل ہوتے ہیں، جبکہ تکافل اکاؤنٹ میں تبرّع کی مد میں دی گئی اقساط پر کوئی حق نہیں ہوتا۔

لیکن مندرجہ بالا ماڈل ابتدائی کمیشن اور پالیسی کے تعلق سے ہونے والے اخراجات کی وصولی میں زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیوں کے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے کیونکہ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے مضاربہ اکاؤنٹ سے کی جانے والی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع کا ایک بڑا حصہ کمپنی کو ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے رکھنا پڑتا ہے جو کہ پالیسی لینے والوں کے لئے دلچسپی کا باعث نہیں ہوتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں ہی (Upfront) جو کل اقساط وصول ہوئی ہیں ان میں سے ان اخراجات کو منہا کر لیا جائے اور جو رقم باقی رہتی ہے اس میں سے ایک حصہ مضاربہ اکاؤنٹ اور ایک حصہ تکافل اکاؤنٹ میں جمع کرایا جائے۔ جو رقم مضاربہ اکاؤنٹ میں رکھی گئی ہے اس سے حاصل ہونے والے منافع کا زیادہ تناسب مثلاً پچاسی فیصد لینے والوں کو دیا جاسکتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ کمپنی نے شروع میں ہے اپنے ابتدائی اخراجات (Initial Expenses) پورے کرنے کے لئے مجموعی اقساط (Total Premium) میں سے ابتدائی اخراجات منہا کر لئے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے: Appendix-2)۔[1]

مذکورہ ماڈل کی ایک ترمیم

مندرجہ بالا ماڈل کی ایک تبدیل شدہ شکل بعض کمپنیوں نے اختیار کی ہے وہ یہ کہ یہ کمپنی اقساط کو تین حصّوں میں تقسیم کرتی ہے۔

- پہلا حصہ جو کل اقساط کا طے شدہ فیصد (Defined Percentage) کمیشن اور پالیسی کے تعلق سے ہونے والے دوسرے اخراجات کے لئے رکھ لیا جاتا ہے، یہ شرح مختلف پالیسیوں کے لئے مختلف ہوتی ہے، اس کا انحصار پالیسی کی تکمیل کی مدّت اور اقساط کی وصولی کے وقت پالیسی کی گزری ہوئی مدت پر ہوتا ہے، مثلاً پہلے سال یہ شرح اَسّی فیصد، دوسرے سال دس فیصد اور اس کے بعد پانچ فیصد اخراجات کے لئے منہا کئے جاسکتے ہیں،
- دوسرے حصہ کا تعلق متوقع بیمہ کی اقساط سے ہے جو وقف کے لئے تبرُّع کی مد میں دی جاتی ہیں۔ اس کا انحصار بیمہ لینے والے کی عمر اور بیمہ پالیسی کی مالیت پر ہوتا ہے یہ دونوں حصّے تکافل اکاؤنٹ میں جمع ہوتے ہیں۔
- تیسرا حصّہ جو بچ رہتا ہے اسے مضاربہ اکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے۔

بعض مرتبہ منافع کا زیادہ تناسب مضاربہ اکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے، تمام اخراجات بشمول کمیشن دوسرے اخراجات سے منہا کئے جاتے ہیں اور اس طرح تکافل اکاؤنٹ میں صرف تبرُّع کی مد میں رقم رہ جاتی ہے جس سے کلیم اور دوسرے اخراجات کو پورا کرنا ہوتا ہے، جہاں تک تکافل اکاؤنٹ کا تعلق ہے ان کا فاضل منافع ممبران کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔[2]

1۔ تکافل انشورنس کا اِسلامی طریقہ: ص ۱۲۷

2۔ تکافل انشورنس کا اِسلامی طریقہ: ص ۱۲۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنرل تکافل

اب تک آپ نے فیملی تکافل سے متعلق آگاہی حاصل کی اب جنرل تکافل کا خلاصہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱) ممبران کی طرف سے دی جانے والی اقساط جو وقف کے لئے تبرّع ہوتی ہیں، انہیں جنرل تکافل فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے۔

۲) کمپنی تکافل فنڈ کو بطورِ منیجر چلاتی ہے اور وقف کی ملکیت میں موجود اقساط میں سے ایک طے شدہ تناسب سے انتظامی اخراجات وصول کرتی ہے۔

۳) جنرل تکافل فنڈ میں موجود ایک مخصوص رقم کو تکافل کمپنی شرعی اُصولوں کے مطابق مضاربہ کی بنیاد پر فنڈ سے لے لیتی ہے اور اُسے نفع بخش کاروبار میں لگاتی ہے۔ حاصل شدہ نفع کمپنی اور فنڈ کے درمیان طے شدہ نسبت سے تقسیم ہوتا ہے۔

۴) فنڈ میں سے انتظامی اخراجات کے علاوہ کلیمز کی ادائیگی بھی کی جاتی ہے۔

۵) اگر ان اخراجات کے بعد بھی کچھ رقم بچ جائے، جسے فائض (Surplus) کہتے ہیں، تو اُسے ممبران کے درمیان متناسب بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

۶) جنرل تکافل کی ایک تبدیل شدہ صورت وہ ہے جب کمپنی تکافل فنڈ چلانے کی باقاعدہ فیس نہیں لیتی بلکہ مضاربہ کی عقد میں اپنے نفع کی نسبت بڑھا لیتی ہے۔[1]

اِسلامی تکافل کا وجود کیسے عمل میں آیا

اس ضمن میں جناب پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب سابق استاذ بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی اِسلام آباد (سابق رکن قومی اسمبلی) ہمیں آگاہی دیتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

1۔ تکافل انشورنس کا اِسلامی طریقہ: ص ۱۲۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِسلام اور اُمّت مسلمہ کا درد رکھنے والے علماء کرام اور مسلم معیشت دانوں نے انشورنس کے موجودہ غیر شرعی، سودی اور استحصالی طریقہ انشورنس سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنی فکری (Theoretical) اور عملی (Practical) کوششیں شروع کی ہیں۔ اس کی پہلی صورت کے طور پر انہوں نے یہ اِسلامی تکافل (Islamic Takaful- Islamic Insurance) کا طریقہ کار تجویز کی ہے جو موجودہ طریقہ انشورنس کے بدل (Substitute) کے طور پر کام کرے گا، جس کے مطابق موجودہ اِنشورنس کمپنیوں کی بجائے اِسلامی تکافل کمپنیاں قائم ہو رہی ہیں اور ہوں گی جو سودی اور اِستحصالی طریقہ کار کی بجائے تعاون باہمی کے طریقہ پر کام کریں گی، اس قسم کی کمپنیاں سعودی عرب، ملائیشیا، بحرین، متحدہ عرب امارات، پاکستان، اِنڈونیشیا، ایران، اُردن، مصر، بنگلہ دیش میں کام کر رہی ہیں۔

اِسلامی تکافل کمپنیوں کا طریقہ کار کیا ہے؟ اس میں کہاں شرعی طور پر نقص ہے؟ اس کی مزید اِصلاح اور اِسے شریعت عادلہ کے مطابق ڈھالنے کے لئے کیا طریقہ اور منہج اختیار کیا جائے ان تمام سوالات کے جوابات کے لئے دارالعلوم کراچی (پاکستان) کے مرکز الاقتصاد الاِسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے عالمی سیمینار کی کاروائی کے خلاصے کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید ثابت ہو گا، جسے من و عن نقل کیا گیا ہے، صرف عام قاری اور انگریزی تعلیم یافتہ اَحباب کے لئے اِس کارروائی کی بعض فقہی اِصطلاحات کا انگریزی ترجمہ کیا ہے، عربی حوالہ جات کا اُردو ترجمہ کیا ہے اور ان حوالہ جات کو ان کے اصل مصادر سے تلاش کر کے نقل کر دیا ہے.....۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ مرکز الاقتصاد الاِسلامی کی دعوت پر پاکستان، بنگلہ دیش اور شام کے اہل علم اور اہل فتوی حضرات کا اہم اِجتماع بتاریخ ۲۱، ۲۲ شوال ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات، جمعہ مطابق ۲۶، ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کے ہال میں بیمہ کے متبادل نظام "تکافل" پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا جس میں درج ذیل علماء کرام شریک ہوئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب	(جامعہ دارالعلوم کراچی)
2۔ الشیخ عبدالستار ابوغدہ حفظہ اللہ	شام
3۔ مولانا مفتی عبیدالحق صاحب	بنگلہ دیش
4۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
5۔ مولانا مفتی اظہارالاسلام صاحب	بنگلہ دیش
6۔ مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب	بنگلہ دیش
7۔ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب	علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
8۔ مولانا مفتی عبدالستار صاحب	جامعہ خیر المدارس ملتان
9۔ مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
10۔ مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
11۔ مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب	دارالافتاء والارشاد کراچی
12۔ مولانا مفتی عبداللہ صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
13۔ مولانا مفتی ابولبابہ صاحب	ضرب مومن کراچی
14۔ مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
15۔ مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب	جامعہ حقانیہ ساہیوال (سرگودھا)
16۔ مولانا مفتی عبدالبدی صاحب	جامعہ فاروقیہ کراچی
17۔ مولانا مفتی عبدالمنان صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
18۔ مولانا مفتی محمد صاحب	دارالافتاء والارشاد کراچی
19۔ مولانا مفتی مخلص الرحمٰن صاحب	بنگلہ دیش
20۔ مولانا مفتی میزان الرحمٰن صاحب	بنگلہ دیش
21۔ مولانا مفتی کمال الدین جعفری صاحب	بنگلہ دیش
22۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

23۔ ڈاکٹر زبیر اشرف عثمانی صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
24۔ ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب	جامعہ دارالعلوم کراچی
25۔ جناب سید محمد حسین صاحب	سید حسین اینڈ کو کراچی
26۔ جناب عبدالرحیم صاحب	سیدات حیدر اینڈ کمپنی

مجلس کے شرکاء نے مروّجہ انشورنس کمپنیوں کے متبادل نظام "شرکۃ التکافل" پر غور کیا، جس کی عملی صورت بنگلہ دیش، شرقِ اَوسط اور ملائیشیا کی بعض کمپنیوں نے اختیار کی ہے، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے "شرکات التکافل پر چند اشکالات" کے نام سے جو تحریر اہلِ علم کے مطالعہ کے لئے ارسال کی تھی اُسے مجلس میں پڑھا گیا اور ان اشکالات کا جائزہ لیا گیا۔

مجلس کے آغاز میں مہمان عرب عالمِ دین اور متعدد مالیاتی اداروں کے شرعی اُمور کے نگران جناب شیخ عبدالستار ابو غدہ نے مغربی بیمہ کمپنیوں کی تاریخ کا اِجمالی جائزہ پیش کیا اور اب اِسلامی ممالک میں جو تکافل کمپنیاں کام کر رہی ہیں ان کے طریقہ کار پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ بعد میں شرکاء مجلس کے بعض سوالات وشبہات کے جوابات دیئے۔

اس کے بعد متعدد اہلِ مجلس نے اپنی آراء بیان فرمائیں اور طویل بحث کے بعد مجلس نے یہ طے کیا کہ اس وقت اِسلامی ممالک میں جو تکافل کمپنیاں اِسلامی اُصولوں کے مطابق کام کر رہی ہیں یا کام کرنا چاہتی ہیں ان سب کی بنیاد "حمولۃ الوثائق" (پالیسی ہولڈرز یا بالفاظ دیگر قسط ادا کنندگان) کی طرف سے "تبرُّع" (Contribution) باہمی فنڈ (چندہ) پر رکھی گئی ہے اور اس تبرُّع کی بنیاد پر وہ اپنے متوقع مالی خطرات کا ازالہ کرتے ہیں مجلس نے محسوس کیا کہ وقف کے بغیر تبرُّع کی بنیاد پر تکافل کمپنیوں کے قیام میں متعدد اِشکالات ہیں شیخ عبدالستار ابو غدہ اور دوسرے عرب علماء نے اگرچہ اِن اِشکالات کے اپنے اپنے طور پر جوابات دیئے ہیں۔ لیکن مجلس کو خیال ہوا کہ اس مسئلہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہوگی، اگر فی الحال ترجیحاً ان کمپنیوں کی بنیاد تبرُّع کے بجائے وقف پر رکھی جائے تو اس قسم کے اِشکالات سے حفاظت ہو سکتی ہے [1]۔

1۔ موجودہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظامِ تکافل اجتماعی ص۲۳۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِصلاحی جائزہ

مذکورہ مجلس میں شریک علماءِ کرام کے اسماءِ گرامی پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گویا دیوبند جماعت کی کریم جمع تھی، اس کے باوجود اِشکالات کا یقینی خاتمہ ممکن نہ ہو سکا، یہی وجہ ہے کہ جناب ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب کو یہ اِعتراف کرنا پڑا کہ، "اگرچہ اِن اِشکالات کے اپنے اپنے طور پر جوابات دیئے ہیں۔ لیکن مجلس کو خیال ہوا کہ اس مسئلہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہوگی، اگر فی الحال ترجیحاً ان کمپنیوں کی بنیاد تبرُّع کے بجائے وقف پر رکھی جائے تو اس قسم کے اِشکالات سے حفاظت ہو سکتی ہے" لیکن اس حفاظتی اِقدام کو بھی جس کی بنیاد تبرُّع کے بجائے وقف پر رکھی گئی، اُسے بھی لفظِ "فی الحال" تک محدود رکھا جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے واضح ہے، گویا چھبیس نامور شرکاء کی مجلس کے باوجود تکافل کا معاملہ اِنتہائی پُر تکلف رہا اور تشکیک سے باہر نہ آسکا، مزید یہ بات علماء جانتے ہیں کہ تشکیک حق جواز کو ختم کر دیتی ہے۔

تکافل اور اِنشورنس میں بنیادی فرق

اس فرق کو واضح کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

1) تکافل محض عقدِ تبرُّع ہے، جبکہ مروّجہ اِنشورنس عقدِ معاوضہ ہے اور دونوں کے احکام بالکل الگ الگ ہیں۔

2) تکافل میں فائض میں سے ممبرز کو بھی حصہ مل سکتا ہے، جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا، جبکہ اِنشورنس میں سارا فائض کمپنی کا ہوتا ہے۔

3) تکافل میں دی جانے والی رقم فنڈ کی ملکیت میں جاتی ہے، کمپنی اس کی مالک نہیں ہوتی جبکہ انشورنس میں اس رقم کی مالک کمپنی ہوتی ہے۔

4) تکافل میں ان جمع شدہ رقوم پر حاصل شدہ نفع فنڈ میں جاتا ہے، کمپنی اس کی مالک نہیں ہوتی جبکہ انشورنس میں اس رقم کی مالک کمپنی ہوتی ہے۔

5) تکافل میں ان جمع شدہ رقوم پر حاصل شدہ نفع فنڈ میں جاتا ہے، کمپنی اس کی مالک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی جبکہ انشورنس میں اس نفع کی مالک بھی کمپنی ہوتی ہے۔

6) تکافل کا اصل مقصد تعاون علی البرّ والتقویٰ ہے، کوئی کاروبار نہیں، اس لئے تکافل کے کاغذات میں ایسے الفاظ سے گریز کرنا چاہئے، جن سے معاوضہ یا کاروبار کا تاثر ملتا ہو، جبکہ انشورنس کا اصل مقصد تجارت اور کاروبار ہے۔

7) تکافل میں کمپنی کی حیثیت وکیل کی ہے جبکہ انشورنس میں اصیل اور مالک ہے۔

8) تکافل کی باقاعدہ نگرانی ہوتی ہے، اور اس میں یہ تاکید کی جاتی ہے، کہ فنڈ کو صرف ان معاملات میں لگایا جائے، جو شریعت کے مطابق ہوں، فنڈ کو ناجائز کاروبار میں لگانا ہرگز جائز نہیں، چنانچہ تکافل رولز ۲۰۰۵ء کی رُو سے ہر کمپنی کے لئے شرعیہ بورڈ ضروری ہے، جس میں کم سے کم تین ممبرز ہوں۔

جبکہ انشورنس میں اس طرح کی کوئی نگرانی نہیں اور نہ ہی اس طرح کی کوئی پابندی ہے، جہاں فائدہ نظر آئے، وہاں سرمایہ کاری ہوتی ہے، اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کاروبار شرعاً جائز اور حلال بھی ہے یا نہیں۔[1]

اِصلاحی جائزہ

گزشتہ بحوث میں آپ جان چکے ہیں کہ پہلے تکافل کمپنیاں اِنشورنس کے لئے دی گئی رقم کو "ہبہ" تبرُّع کا نام دیا کرتی تھیں مگر نئی تحقیق اور اِصلاحات کے نتیجے میں اُس رقم کو "وقف" تصوّر کیا جانے لگا ہے۔

ہبہ اور وقف میں فرق

1) ہبہ کردہ چیز کی ملکیت فریق اوّل سے فریق ثانی کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اُسکے جملہ حقوق بھی فریق ثانی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور فریق اوّل اُسکے جملہ حقوق اور ملکیت

1۔ تکافل کی شرعی حیثیت (از ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب) ص ۱۰۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے دستبردار ہو جاتا ہے۔

۲) وقف میں اصل چیز کی ملکیت فریق اوّل کے پاس باقی رہتی ہے البتہ اُسکے تصرف کے اِختیارات فریق ثانی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں ہاں اگر فریق اوّل تصرف کے اِختیارات کو بعض چیزوں تک محدود رکھنا چاہے یا اپنا حق اس کے تصرف اور منفعت میں شامل کرنا چاہے تو اُسے اِختیار ہے۔

اَوقاف:

یہ وقف کی جمع ہے، وقف سے مراد ایسی جائیداد یا کوئی اور چیز جو اللہ کے نام پر وقف ہو اس کی آمدنی فقراء مساکین، مسافر قرض خواہ، ذوی القربی اور یتامی پر صرف کی جائے اور اسے کوئی فروخت نہیں کر سکتا، اور نہ ہی واقف کے ورثاء میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ وقف کی عام تعریف یہ ہے کہ انسان موت کے فولادی پنجہ کی گرفت میں آنے سے قبل صحت و تندرستی اور ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ اپنی دولت کا ایک حصہ "صدقہ جاریہ" کے طور پر دے۔ اس کا نام وقف ہے۔ علماء نے وقف کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ وقف اَہلی ۲۔ وقف خیری

وقف اہلی:

سے مراد ایسا وقف ہے جو اپنے اہل و عیال اور اعزاء و اقارب تک محدود ہو۔

وقف خیری:

سے مراد ایسا وقف ہے جو عام غرباء، مساکین، یتیموں اور محتاجوں کی فلاح و خیر پر مشتمل ہو۔

احادیث میں دونوں اقسام کی مثالیں موجود ہیں تاہم اس وقت ہمارے زیر بحث دوسری قسم ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں اس ضمن میں وارد ہے جس سے وقف کی غرض و غایت اور وقف کے معنی و مفہوم بھی متعین ہو جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُ بِهِ قَالَ « إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا ». قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لاَ يُبَاعُ وَلاَ يُوهَبُ وَلاَ يُورَثُ، وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى، وَفِي الرِّقَابِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيلِ، وَالضَّيْفِ، لاَ جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ﴾ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر (کے غنائم میں) سے زمین ملی تو اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر سے زمین ملی ہے اور اس سے عمدہ مال مجھے کبھی نصیب نہیں ہوا، (میرا ارادہ اسے اللہ کی رضا کے لئے وقف کرنے کا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین برقرار رکھو اور اس کی پیداوار صدقہ کرتے رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ زمین فقراء، اپنے محتاج رشتہ داروں، غلاموں کی آزادی، مہمانوں اور مسافروں کے لئے ان شرائط پر وقف کر دی کہ اسے نہ بیچا جائے نہ ہبہ میں دی جائے اور نہ وراثت میں کسی کو دی جائے اور اس کے نگران کے لیے کچھ حرج نہیں کہ وہ اس کی پیداوار میں سے معروف طریقہ سے کھائے پیئے اور دوسرے لوگوں کو بھی بغیر ذخیرہ کئے کھلاتا رہے۔

1۔ البخاری: کتاب الوقف باب الشروط فی الوقف :المسلم والترمذی وغیرھم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ حدیث سے ماخوذ فوائد

1) وقف کردہ چیز عمدہ نوعیت کی ہو۔
2) اصل ملکیت واقف کے پاس رہے گی اس کی پیداوار اور منفعت صدقہ ہو گی۔
3) اُسے نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی خریدا جاسکتا ہے۔
4) نہ ورثے میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
5) نہ اُس کو ہبہ کیا جاسکتا ہے۔
6) واقف (وقف کنندہ) خود بھی اُسکی منفعت سے مستفید ہو سکتا ہے اگر چاہے۔
7) وقف کنندہ کے لئے جنت میں اس سے بہتر کی بشارت ہے۔

وقف میں اصل کا برقرار رہنا

مذکورہ حدیث سے یہ بات بھی واضح ہے کہ واقف کی اصل وقف کردہ شئ برقرار رہے گی اُس کی منفعت تقسیم ہو گی اِس اُصول کے تحت تکافل کی بنیادیں انتہائی کمزور ہو جاتی ہیں کیونکہ تکافل کی پوری عمارت نقود کی شکل میں حاصل شدہ اقساط پر قائم ہے اگر ہم منقولہ اور غیر منقولہ دونوں کے وقف کو تسلیم کرلیں تب بھی نقود میں یہ اِشکال باقی رہتا ہے کہ نقود سے منفعت ان کے وجود کو ختم کئے بغیر ممکن نہیں جبکہ وقف میں اصل کا برقرار رہنا ضروری ہے جس کی دلیل نبی مکرم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکور ہے۔

﴿اِن شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا﴾[1]

اگر تو چاہے تو اس کی اصل روک لے اور اُسکی پیداوار کو صدقہ کر دے۔

اور روپے پیسے اور درہم و دینار کو خرچ کئے بغیر اُن سے اِستفادہ ممکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ درہم و دینار ہوں یا روپیہ پیسہ انہیں کرائے پر بھی نہیں دیا جاسکتا جس طرح زمین یا مکان وغیرہ

1۔ بخاری کتاب الوصایا باب الوقف کیف یکتب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیا جاتا ہے چونکہ کرائے میں بھی کرایہ دار اس چیز کی منفعت کو کرائے پر حاصل کرتا ہے اور اصل مالک کی ملکیت میں برقرار رہتی ہے۔

نقود کا وقف

اگرچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی نقود کے وقف کے قائل ہیں اور اپنے اس موقف کی بناء حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک حدیث پر رکھی ہے جو قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہیں:

﴿ أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ لَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَعْطَاهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلاً ، فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيعُهَا ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَهَا فَقَالَ « لاَ تَبْتَعْهَا ، وَلاَ تَرْجِعَنَّ فِي صَدَقَتِكَ » ﴾[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا اللہ کی راہ میں دیا آپ نے وہ گھوڑا رسول اللہ کو دیا تاکہ کسی آدمی کو سواری کے لئے دے دیں، حضرت عمر کو اطلاع ملی کہ وہ شخص اس کو فروخت کر رہا ہے اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ اُسے خرید لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو مت خریدیں اور اپنا صدقہ واپس نہ لیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقود کو گھوڑے پر قیاس کیا۔ گھوڑے پر قیاس کرنے میں منقولہ ہونے کا وصف تو نقدی اور گھوڑے دونوں میں موجود ہے لیکن دوسری علّت مشترک نہیں ہے کیونکہ گھوڑے کے وجود کو برقرار رکھتے ہوئے ہم اُس سے استفادہ کر سکتے ہیں یعنی سفری سہولت یا کسی وزنی اشیاء کی منتقلی وغیرہ جبکہ نقدی سے ہم کوئی استفادہ نہیں کر سکتے بغیر اُسے خرچ کئے۔ اس ضمن میں رسول اکرم ﷺ کا وہ فرمان کافی وشافی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں

1۔ صحیح البخاری کتاب الوصایا باب وقف الدواب والکراع والعروض والصامت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا ہے:

﴿عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ﴾[1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے پھر وہ فیصلہ درست ہو تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور جب اس نے اجتہاد سے فیصلہ کیا لیکن غلطی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

یعنی جب کوئی مجتہد جس کے دل میں اللہ جل جلالہ کا خوف اور لوگوں کی خیر خواہی ہو اور ہمدردی مقصود ہو اور وہ خالص اللہ جل جلالہ کی رضا کیلئے اجتہاد کرے پھر اس کا اجتہاد اگر صحیح بیٹھتا ہے تو اللہ جل جلالہ اس کو اس کے اخلاص کی وجہ سے اور اس کے صحیح اجتہاد کی وجہ سے دو اجر دیتا ہے اور اگر اس کا وہ اجتہاد بشری تقاضے اور سمجھ کے فرق سے غلط بیٹھتا ہے تو پھر بھی اللہ جل جلالہ اس کے اخلاص کے سبب اُسے ایک اجر عطا کرتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ان ائمہ کرام کے بارہ میں مجھے لب کشائی کی کیا جرأت؟ میں تو ان کے پاؤں میں پہنے جانے والے جوتے کے تلوے کی خاک کے برابر بھی نہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ غلطی کے باوجود ایک اجر کا مستحق ہے اس لئے کہ اس نے اللہ جل جلالہ کی رضا کیلئے یہ کام کیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی یقیناً وہ اجر پائیں گے جس کا وعدہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقود کے وقف کے جواز میں اُن لوگوں کا مسلک بیان کیا ہے جو درہم و دینار کو کرائے پر دینے کے بھی قائل ہیں۔[2]

1۔ بخاری باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ ج ۲۴ ص ۱۶۶،
مسلم باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ وغيرها

2۔ روضة الطالبين ۲۵۴/۲ المغني ۲۲۹/۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بات تو پھر بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جب نقدی کا وقف جائز ہے تو اُس کا کرایہ بھی جائز ہونا چاہئے لیکن تعجب تو اس بات کا ہے کہ تکافل کے تائید کنندگان اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ نقدی کو اُسکی اصل شکل میں باقی رکھ کر اس سے استفادہ ممکن نہیں چنانچہ جناب مولانا تقی عثمانی صاحب "لیزنگ (اجارہ) کے بنیادی قواعد" نمبر ۳ کے تحت لکھتے ہیں:

"لیز کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی گئی چیز کی ملکیت مؤجر (Lessor) ہی کے پاس رہے اور مستاجر (Lessee) کو صرف حق استعمال منتقل ہو، لہٰذا ہر ایسی چیز جسے صرف کئے بغیر (یعنی ختم کئے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جا سکتا ان کی لیز بھی نہیں ہو سکتی، اس لئے نقد رقم، کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کی لیز ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ انہیں خرچ کئے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ اگر اس نوعیت کی کوئی چیز لیز پر دے دی گئی ہے تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا اور قرض کے سارے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ اس غیر صحیح لیز پر جو بھی کرایہ لیا جائے گا وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہو گا"۔[1]

عثمانی صاحب کی مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ الفاظ سے واضح ہے کہ نقدی ایک ایسی چیز ہے جس کا اِستعمال خرچ کئے بغیر ممکن نہیں ہے یقیناً یہ معاملہ کسی تعجب سے خالی نہیں ہے کہ اِجارے میں جس حقیقت کا اِعتراف، اِقرار اور اِظہار کیا گیا ہے اَوقاف میں اُس حقیقت سے اِنکار کیوں کیا گیا ہے؟

ایک اِشکال اور اُسکا جواب

جو لوگ نقود کے وقف کے قائل ہیں ان کے خیال میں نقدی (کرنسی) کو باقی رکھ کر اِستفادہ کیا جا سکتا ہے اور اُسکی شکل یہ بیان کی جاتی ہے کہ روپے کو کاروبار میں لگایا جائے اُس سے حاصل ہونے والے نفع کو خرچ کر کے اِستعمال کیا جائے اور اصل زر کو باقی رکھا جائے مگر یہ

1۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ص ۱۶۹ از مفتی تقی عثمانی صاحب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیال درج ذیل تین وجود کی بنیاد پر درست نہیں ہے۔

۱۔ یہ ضروری نہیں کہ اصل زر کو کاروبار میں لگانے سے فائدہ ہی ہو نقصان بھی تو ہو سکتا ہے۔

۲۔ نقدی کو جب آپ کسی بھی کاروبار میں لگائیں گے اُس سے نفع ہوتا ہے یا نقصان یہ معاملہ تو بعد کا ہے لیکن نقدی اپنی اصل شکل وصورت اس سے پہلے کھو چکی ہو گی اگر آپ کپڑے کا کاروبار کریں گے تو نقدی کپڑے میں تبدیل ہو جائے گی اور اگر چاول کا کام کریں گے تو نقدی چاولوں میں تبدیل ہو جائے گی۔

۳۔ اور اگر اس طرح کی تبدیلی مانع نہیں ہے تو پھر نقدی کو اِجارے (کرائے) پر بھی دیا جا سکتا ہے کیونکہ جس کو ہم ایک لاکھ روپیہ کرائے پر دیں گے وہ بھی اُس سے کاروبار کر کے ہمارا کرایا بھی چکاتا رہے گا اور اپنا گھر بھی چلاتا رہے گا اور آخر میں ہمارا ایک لاکھ روپیہ واپس بھی کر دے گا، (اللہ اللہ خیر سلا)۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

محترم جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب اپنی کتاب "تکافل کی شرعی حیثیت" میں ص ۱۲۹ پر اِمام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کا سہارا لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقہاءِ کرام نے نقودِ موقوفہ کو مضاربت پر دینے کی اِجازت دی ہے اور ظاہر ہے کہ نقود کو مضاربت پر دینے سے ان کا عین باقی نہیں رہے گا بلکہ ان کا بدل باقی رہے گا جو ان نقود کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔

فی فتح القدیر ۶/۱۹:

﴿وَعَنِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ زُفَرَ فَمَنْ وَقَفَ الدَّرَاهِمَ أَوِ الطَّعَامَ أَوْ مَا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ أَيَجُوزُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْفَعُ الدَّرَاهِمَ مُضَارَبَةً ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا فِي

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْوَجْهِ الَّذِیْ وَقَفَ عَلَیْهِ﴾[1]

انصاری جو کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں، سے پوچھا گیا کہ جس نے دراہم یا کھانا یا مکیلی یا موزونی شے کو وقف کیا تو کیا یہ جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں، جائز ہے، پوچھا گیا: جائز کس طرح ہے؟، تو فرمایا: کہ پہلے وہ دراہم کو مضاربت پر دیدے اور پھر جن پر وقف کیا گیا ہے ان پر صدقہ کر دے"۔[2]

لیکن اس فتوے کو موجودہ تکافل کمپنیوں سے عملی تطبیق نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ کمپنیاں اپنے قائم کردہ وقف سے کسی کو مضاربہ کے طور پر رقم مہیا نہیں کرتیں بلکہ اُس وقف فنڈ سے از خود کاروبار کرتی ہیں اور اس کاروباری محنت پر بطور اُجرت اپنی فیس بھی وصول کرتی ہیں لہٰذا مندرجہ بالا فتویٰ تکافل کی موجودہ صورت حال پر منطبق نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کا اِظہارِ بے بسی

جناب ڈاکٹر صاحب نے "تکافل کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس کے بارہ میں محترم جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے ریمارکس ہیں کہ "یہ (انتہائی) قابل قدر تصنیف ہے" اس ناچیز کو بھی محترم مفتی صاحب کے تجزیئے سے ہرگز اختلاف نہیں ہے۔ یہ ایک اچھی کوشش ہے اللہ قبول فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کتاب کے بالکل آخر میں عام طور پر محقق یا مؤلف اپنی پوری تحریر کا خلاصہ، نچوڑ یا لب لباب پیش کرتا ہے جس سے قاری کا ذہن کتاب کے اُس ثمرے کو پالیتا ہے جو اُسکی تحریر کی غایت ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب! بالکل ہارے ہوئے جرنیل کی طرح ابحاث کی جنگ سے جان چھوڑاتے ہوئے اور سفید پرچم لہراتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

1۔ کذا فی المحیط ۵۰۳/۸

2۔ تکافل کی شرعی حیثیت ص۱۲۹ از ڈاکٹر عصمت اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ہم وقف النقود کے جواز کی جو بات کرتے ہیں وہ مقلد و حنفی کی حیثیت سے کرتے ہیں، حنفیہ نے وقف المنقول بمع وقف النقود کو راجح اور مفتی بہ قرار دے دیا ہے، لہٰذا ہمارے لئے اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے، ورنہ علمی مباحث سے فقہ کا کونسا مسئلہ خالی ہے، ہر فقہی اور اجتہادی مسئلہ اِختلافات کا شکار ہے، خواہ وہ اختلافات خود حنفیہ کے ہاں آپس میں ہوں، یا دوسرے حضراتِ مجتہدین کے ساتھ ہوں، جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں، لہٰذا "وقف النقود" کے موقف کو کمزور یا ناجائز کہنا درست نہیں، ہاں! زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسئلہ اِجتہادی اور اِختلافی ہے، لیکن کسی مسئلہ کے اِجتہادی و اِختلافی ہونے سے اس کا کمزور ہونا لازم نہیں آتا، ہاں! اس میں شک نہیں کہ اِحتیاط کا تقاضہ ہر مسئلہ میں یہی ہے کہ اس قول کو لیا جائے کہ جو متفق علیہ ہو، تاکہ اس میں تمام مذاہب اور تمام مواقف کی رعایت رہے، لہٰذا اگر تکافل کمپنیاں وقف پول کو نقود کی بجائے کسی غیر منقولہ جائیداد کی شکل میں بنائے، تو اس کے بہتر ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن اس کے خلاف کو اتنی نقول کے باوجود کمزور کہنا یا ناجائز کہنا ہرگز جائز نہیں"۔[1]

اِصلاحی جائزہ

تحقیق کا یہ میدان اِتنا سہل نہیں ہے کہ آدمی حنفی کہلا کر بری الذمہ ہو جائے جبکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس قابل قدر تصنیف میں ص۱۲۶ پر لکھا ہے کہ:

"اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منقولہ اشیاء کا وقف جائز نہیں کیونکہ وقف تابید چاہتا ہے اور منقولہ اشیاء میں تابید نہیں"[2]

1۔ تکافل کی شرعی حیثیت ص130

2۔ تکافل کی شرعی حیثیت ص۱۲۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس طرح تو پھر حنفیت بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ مسلک کی نسبت تو "امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کی طرف ہو جبکہ عمل کی نسبت غیر کی طرف ہو تو پھر حنفیت کیسی؟ مزید سونے پر سہاگہ یہ کہ علامہ محمد انور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فیض الباری میں لکھتے ہیں:

﴿وَاعْلَمْ أَنَّ وَقْفَ الْمَنْقُولِ لَا يَصِحُّ عَلٰى أَصْلِ الْمَذْهَبِ وَاَجَازَهُ مُحَمَّدٌ فِيمَا تَعَارَفَهُ النَّاسُ﴾[1]

جان لو! اصل (حنفی) مذہب میں اشیاء منقولہ کا وقف صحیح نہیں ہے، مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان چیزوں میں اس کی اجازت دی ہے جن میں لوگوں کا عرف ہو جائے۔

اب اس تحریر کے بعد حنفیت اگر بچ بھی جائے تو کم از کم علامہ محمد انور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اصلی تو پھر بھی نہیں رہے گی۔

مولانا تقی عثمانی صاحب کے والدِ گرامی کی گواہی

مولانا تقی عثمانی صاحب کے والدِ گرامی جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے، ایک سال اسی جلسہ پر تشریف لائے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا ایک صبح نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہا ہاں! ٹھیک ہی ہے، میاں مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کر دی!

1۔ فیض الباری ج۳ ص۴۱۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گزری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں، مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔

فرمایا: میں تمہیں صحیح کہتا ہوں، عمر ضائع کر دی!

میں نے عرض کیا، حضرت بات کیا ہے؟

فرمایا: ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں امام ابو حنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے، محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور عملی زندگی کا! اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟[1]

مذکورہ عبارت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جناب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ حنفیت کی خدمت کو دین کی خدمت شمار نہیں کر رہے بلکہ حنفیت کی خدمت کو بربادیِ عمر سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

علامہ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر

کچھ اسی طرح فخرِ دیوبند جناب علامہ محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ بھی فقہ حنفی سے متعلق اپنے ریمارکس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج سے تقریباً چالیس برس پہلے فارغ التحصیل ہونے اور مدرّس بن جانے کے بعد ہم بھی کچھ اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے جو ان حواشی میں (جن میں فقہ کی

1۔ وحدتِ اُمّت : از جناب مفتی محمد شفیع صاحبؒ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبارتیں مذکور تھیں) کہی گئی ہیں، لیکن آج ان پر ہنسی آتی اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ ہم بھی یہی کہتے تھے کہ فقہائے کرامؒ اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھ گئے ہیں، وہ کافی اور حرفِ آخر اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے، لہٰذا اب ہمیں ہر مسئلے کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے صرف کتبِ فقہِ حنفی کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور یہ کہ آج کسی نئے مسئلے سے متعلق براہِ راست قرآن وحدیث میں غور کرنا اجتہاد ہے جس کا دروازہ کئی صدیاں پہلے بند اور مقفل ہو چکا ہے، لہٰذا اجتہاد کرنا گناہ ہے جس سے ضرور بچنا چاہئے، ورنہ بڑے مفاسد رونما ہوں گے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا، اسی طرح ہم یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آج کسی مسئلے کے متعلق کسی بڑے سے بڑے عالمِ دین کی تحقیق اور رائے اس وقت تک نہ مانی جائے، خواہ اس عالم کی تحقیق اور رائے قرآن وحدیث کے کتنے ہی مطابق کیوں نہ ہو۔ نیز یہ بھی کہا کرتے تھے کہ کسی مسئلے کے بارے میں صحیح وصواب اور حق بات وہ ہے جو فقہِ حنفی کی کتابوں میں درج اور مذکور ہو۔ اختلاف کی صورت میں دوسری فقہ کی ہر بات کو ہر طریقے سے غلط ثابت کر کے رد کر دینا چاہئے۔ یہی دینِ اسلام کی صحیح علمی خدمت ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن آگے چل کر جب حقائق کا سامنا کرنا پڑا اور پیش آمدہ مسائل کے لئے حقیقت پسندی اور انصاف کے ساتھ فقہی لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو یہ پتہ چلا کہ ہم جو باتیں کہا کرتے تھے حقیقت سے دور، کم علمی وکم عقلی اور اندھی اور جامد تقلید کا نتیجہ تھیں اور ہم ایک طرح جہالت اور حماقت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مبتلا تھے۔[1]

مذکورہ اقتباسات کے بعد ہم محترم ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ:

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم گر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

مزید اصلاحات کی ضرورت

1۔ عقد معاوضہ کا پہلو تا حال برقرار ہے جسے ختم کرنا چاہئے۔

2۔ وقف فنڈ میں نقدی داخل نہیں ہو سکتی چونکہ بوقت استعمال اس کا وجود برقرار نہیں رہتا جبکہ تکافل کی بنیاد ہی نقد پر ہے۔

3۔ شخص قانونی کی حیثیت تو مسلّم ہے لیکن مروّجہ تکافل میں اس کا وجود محض فرضی اور کاغذی نوعیت کا ہے۔ شخص قانونی کے لئے جن امثلہ کا سہارا لیا گیا ہے اُن کا انطباق فرضی چیزوں پر نہیں ہوتا۔

4۔ پالیسی ہولڈر اپنے نقصان کی تلافی کے لئے مطالبہ تکافل کمپنی کے قواعد وضوابط کے اعتبار سے کرے یا اپنی جمع شدہ رقم کی بنیاد پر، نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے کیونکہ کمپنی بھی قواعد وضوابط کے تحت دعوے کا حق اُس کے جمع شدہ فنڈ کی بنیاد پر دیتی ہے، پھر اسے عقدِ معاوضہ سے کیونکر جدا کیا جا سکتا ہے۔

1۔ ماہنامہ "البلاغ" شمارہ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ ھ ص۲۵:
بحوالہ غیر سودی بینکاری: ص ۔ ۱۳۱ از مولانا تقی عثمانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تکافل کی جائز شکل

مذکورہ بحث کے بعد قارئین کے ذہنوں میں یہ سوال یقیناً اُٹھ رہا ہو گا کہ کیا تکافل کی کوئی جائز شکل و صورت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں یقیناً یہ صورت پیدا ہو سکتی ہے بشرطِ کہ اُس سے عقد معاوضہ اور اُس میں پائی جانے والی دیگر خرابیوں کو دور کر دیا جائے اگرچہ اسلامی بینکاری نظام اِس اعتبار سے قابلِ ستائش اور لائقِ تحسین ہے کہ کم از کم سود سے چھٹکارے کے لئے اسلامی معاشرے پر طاری جمود میں ایک تحریک تو پیدا کی جس کا یہ فائدہ بھی ہوا کہ ہر خاص و عام اس کی حلت و حرمت کو جاننے اور سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہے مختلف مجالس اور محافل میں یہی موضوع زیر بحث آنے لگا ہے۔

تحریر کے میدان میں بھی اس کی کلیات اور جزیات پر علمی اور تحقیقی نوعیت کی کتب اور مضامین آنے لگے ہیں جو بلاشبہ ایک مفید اور علمی سرمایہ ہیں تاہم ابھی بھی اس میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے عقدِ معاوضہ سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہو گا کہ تکافل فنڈ میں جو شخص بھی رقم جمع کرائے وہ اپنے کسی ذاتی، مالی یا مادی فائدے کے لئے نہ ہو بلکہ سراسر نیک جذبے کے ساتھ دوسروں کی فلاح اور اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، جس طرح کا نیک جذبہ کسی خیراتی اِدارے، دینی مدرسے یا کسی ہاسپٹل وغیرہ کو ڈونیشن دیتے وقت ہوتا ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ یہ عطیات زکوٰۃ فنڈ پر مشتمل نہ ہوں بلکہ اس کے علاوہ فنڈ سے ہوں کیونکہ اس فنڈ سے جو لوگ مستفید ہونگے ضروری نہیں کہ وہ زکوٰۃ کے حقدار ہوں عطیہ کرنے والا ہر شخص محض اِحسان، تبرُّع اور ہدیہ کرنے کی غرض سے دے، جس سے اَغنیاء بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تَهَادَوْا تَحَابُّوا»﴾ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے کو ہدیے (تحفے) دیا کرو اس سے باہمی محبت بڑھے گی۔

چونکہ تکافل کی یہ شکل و صورت عقدِ معاوضہ نہیں ہے اس لئے تکافل فنڈ میں شریک کسی بھی شخص کو کلیم کرنے کا حق بھی نہیں ہے نہ اِس بنیاد پر کہ اُس نے عطیات دیئے ہیں اور نہ اس بنیاد پر کہ تکافل کمپنی کے رولز کے مطابق اُس کا حق بنتا ہے بلکہ کسی طرح کے نقصان ہو جانے کی صورت میں دوسرے شرکاء محض اِحسان، تبرُّع اور ہدیہ کے طور پر اُس کی مدد کریں۔

اور مقررہ مدّت میں متوقع حادثہ رونما نہ ہو تو اس کو دیا ہوا مال واپس نہیں ملتا بلکہ بلا عوض دوسروں کو مل جاتا ہے اور دوسروں کو مل جانے سے اس کی حق تلفی بھی نہیں ہوتی کیونکہ اس نے جس وقت اپنا مال بیمہ فنڈ کو بطور تبرّع واحسان دیا اُسی وقت وہ اپنے حق سے دستبردار ہو گیا، چنانچہ جب حق ہی نہ رہا ہو تو پھر حق تلفی کا کیا سوال،

اِس صورت میں اگرچہ اس کے سامنے کوئی مادی اور مالی عوض نہیں ہوتا لیکن ایک معنوی عوض ضرور موجود ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ اس اِحسان کی بدولت جہاں انجمن کے ارکان سے اس کے تعلقات زیادہ خوشگوار اور اِطمینان بخش ہوں گے اور عزت میں اِضافہ ہو گا وہاں بارگاہِ

1۔ السنن الكبرى للبيهقي: كتاب الهبات، باب التحريض على الهبة والهدية (12297)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الٰہی میں بھی ان شاء اللہ عزت و تکریم کا مستحق ہو گا جس طرح کہ مسکین کو صدقہ دینے والے کے سامنے اگرچہ کوئی مادی عوض نہیں ہوتا لیکن اللہ کی رضا و خوشنودی اور اُخروی اَجر و ثواب کی صورت میں معنوی اور روحانی عوض موجود ہوتا ہے جس میں حقیقی رضامندی کا عنصر پایا جاتا ہے جو واقف کے لیے راس المقصود ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤلف کی تالیفات کا تعارف

1 صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین مناظر

موضوع: "نماز کے جملہ اختلافی مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں"

محترم جناب پروفیسر عبدالجبار صاحب شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تاثرات میں اس کتاب کو نماز کا مسنون انسائیکلوپیڈیا قرار دیا ہے۔

2 جانبِ حلال

موضوع: غیر سودی اسلامی بینکاری کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

3 جن اور جادو بائے بائے

موضوع: جنات اور جادو سے متعلق موجود فرسودہ خیالات اور توہماتی تصورات کا ازالہ، بچاؤ کی تدابیر اور دعائیں۔

4 محبت کے بیج

موضوع: گھر بسانے کے اسلامی گُر

5 پیارے رستہ دیکھ کے چل

موضوع: گناہوں کے خطرات سے آگاہی اور نیکیوں کے ثمرات سے شناسائی

6 خیر خواہی بجوب ہدایت یا گمراہی

موضوع: اہلِ حق کا دفاع اور باطل کا رد (فور کلر ٹائٹل)

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

7 پہلا زینہ

موضوع: قبروں سے متعلق گمراہ کن عقائد و نظریات کا قرآن وسنّت کی روشنی میں جائزہ

8 مرد و زن کی نماز

موضوع: "خواتین کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف نہیں ہے" دارالعلوم کورنگی کراچی کے استاذ جناب عبدالرؤف صاحب سکھروی کی کتاب "خواتین کا طریقہ" کا قرآن وسنّت کی روشنی میں شافی جواب۔

9 قضائے عمری؟

موضوع:... قضائے عمری: (ماہنامہ البلاغ میں قضائے عمری سے متعلق محترم مفتی تقی عثمانی صاحب کے شائع ہونے والے فتوے کا علمی تعاقب)

10 کیا مردے سنتے ہیں؟

موضوع: سماعِ موتی کا ردّ اور عدمِ سماع کا قرآن وسنّت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

11 مہد سے لحد تک

موضوع: بچوں کی تعلیم وتربیت پر مشتمل بنیادی مسائل اور دعائیں۔

12 "لَیْسَ مِنَّا"

موضوع: اُن گناہوں کی نشاندہی جس کے مرتکب کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "لَیْسَ مِنَّا" یعنی ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔

الحمد للہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہم یاداشت

اپنی اہم یاداشت کے اِشارات یہاں درج فرمائیں تاکہ دوبارہ تلاش کی زحمت سے بچ سکیں

شمار	اِشارات	صفحہ
1		
2		
3		
4		
5		
6		
7		
8		
9		
10		
11		
12		
13		
14		
15		
16		

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تقریظ

ابو انشاء جناب قاری خلیل الرحمٰن جاوید کی کتاب "جانب حلال" اردو زبان میں اسلامی بینکاری کے حوالہ سے تصانیف میں ایک اہم اور عمدہ اضافہ ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کو اپنے موضوع پر خاصی گرفت حاصل ہے اور انہوں نے اپنے ژرف نگاہی سے کیے ہوئے مطالعہ اور غور و خوض کا نچوڑ بڑے احسن انداز میں قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی ریاست یا معاشرہ کی حقیقی ترقی کا راز اس کی معاشی ترقی میں پنہاں ہوتا ہے اور معاشی ترقی اور خوشحالی کے لئے، خصوصاً مسلمان معاشروں کے لئے، حلال معیشت ایک بنیادی شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان شاء اللہ یہ تصنیف لطیف ہماری معیشت کو "جانب حلال" لے جانے میں بہترین ممد و معاون ثابت ہوگی۔

اپنے موضوع کا ہمہ جہت احاطہ، قرآنی آیات اور احادیث سے مزین عبارتیں، عربی عبارات کا اعراب سے آراستہ ہونا، ہر محل حوالہ جات کا اندراج، عام فہم تشریح و توضیح، منقولات کے ساتھ ساتھ معقولات و استدلال کا بر جستہ استعمال اور اسلامی بینکاری پر مختلف اطراف سے کی جانے والی بلا جواز تنقید کا ثبت و شافی جواب اس کتاب کی قابل قدر اور امتیازی خصوصیات ہیں۔

میری دعا ہے کہ قاری خلیل الرحمٰن جاوید صاحب کی یہ محنت مصنف کتاب اور اس کے قارئین کے لئے دُنیا و آخرت دونوں میں مفید اور نفع بخش بنے اور ہماری معیشت کے خدوخال کو درست کرنے کے لئے ایک اہم سنگ میل ثابت ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر مفتی محمد زاہد صاحب

فاشر: ابن بشار اکیڈمی آف ڈیفنس ویو کراچی